قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاوی کا مجموعہ

فتاویٰ عِبادُ الرحمٰن

جلد دوم

مفتی عبدُ الرحمٰن مُلا خیل صاحب دامت برکاتہم

رئیس دار الافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دار الافتاء والتحقیق

ابوبکر صدیق مسجد، فیز ۲ ڈی ایچ اے، کراچی

قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ عباد الرحمٰن

جلد دوم

مفتی عبد الرحمٰن ملاخیل صاحب دامت برکاتہم
رئیس دار الافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دار الافتاء والتحقیق
ابوبکر صدیق مسجد۔ فیز ۲ ڈی ایچ اے، کراچی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل صاحب رئیس دارالافتاء والتحقیق ابوبکر صدیق مسجد نیو ۱۲ ای ایچ اے
مطبع: ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی۔ فون نمبر: 32630051

مسائل معلوم کرنے کے لئے مفتی صاحب سے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کر سکتے ہیں براہ کرم نماز اور آرام کے اوقات کا خیال رکھیں۔

برائے رابطہ فون نمبر: 02135804388

موبائل: 03132775126 0333-2251145

☆ ملنے کے پتے ☆

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل (مندرجہ بالا تینوں نمبرز)

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی فون نمبر: 32638114

دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون نمبر: 32631861

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قرآن محل اردو بازار ڈیرہ اسماعیل خان

مولوی سیف الرحمٰن عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان فون نمبر: 03139341266

مکتبہ جاوید میانوالی شہر

مکتبہ رشیدیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور۔ فون نمبر: 04237364516

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ فون نمبر: 0812662263

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
33	﴿باب شروط الصلوٰۃ وارکانھا وواجباتھا وسننھا وآدابھا﴾	1
33	﴿فرض واجب اور نوافل کی نیتوں میں فرق﴾	2
36	﴿کیا تکبیر تحریمہ کے وقت نیت کرنا ضروری ہے﴾	3
37	﴿نیت میں امام کی تعیین کرنا﴾	4
39	﴿رکعات کی تعداد کی نیت ضروری نہیں﴾	5
39	﴿زبان سے نیت کرنا بدعت نہیں﴾	6
40	﴿کسی بھی زبان میں نیت کرنا درست ہے﴾	7
41	﴿نیت کے الفاظ کا پڑھنا ضروری نہیں﴾	8
42	﴿نمازوں میں دل کی نیت کا اعتبار ہے نہ کہ زبان کی نیت کا﴾	9
43	﴿نمازوں میں نیت کا حکم؟﴾	10
44	﴿نماز کی نیت کا صرف دل میں ہونا کافی ہے﴾	11
44	﴿نماز کی نیت باندھتے وقت نظر کہاں رکھنی چاہیے؟﴾	12
45	﴿صرف تصور میں قرأت کرنے سے نماز نہیں ہوتی﴾	13
46	﴿تصور سے قرأت کا حکم﴾	14
47	﴿قرأت کے آخری لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا﴾	15
48	﴿جہری قرأت شروع ہو تو ثناء چھوڑ دینا اولیٰ ہے﴾	16
49	﴿عورت جہری نماز میں جہراً قرأت نہیں کرسکتی ہے﴾	17
49	﴿دوسری نماز کا ذکر کرنے سے نماز کی نیت خراب نہیں ہوتی﴾	18

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
50	﴿زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کا ثبوت احادیث سے ہے﴾	19
52	﴿انتہائی چست، تنگ پینٹ اور ٹائی میں نماز کا حکم﴾	20
54	﴿باریک دوپٹے میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	21
55	﴿قبلہ نما کی شرعی حیثیت﴾	22
55	﴿دوران نماز دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی مقدار﴾	23
56	﴿سورہ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ کا حکم﴾	24
57	﴿سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ کا حکم﴾	25
57	﴿قرأت سریہ میں اخفاء کی مقدار؟﴾	26
58	﴿امام کا جہری نماز سرا پڑھانا﴾	27
59	﴿فرض نماز میں تلاوت کا حکم﴾	28
59	﴿نماز میں خشوع کی غرض سے آنکھیں بند کرنے کی گنجائش ہے﴾	29
60	﴿رکوع کا مسنون طریقہ﴾	30
61	﴿رکوع میں کم از کم اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچے﴾	31
62	﴿بیٹھ کر رکوع کرنے کا طریقہ﴾	32
63	﴿رکوع کے بغیر سجدہ معتبر نہیں ہے﴾	33
64	﴿عورتوں کیلئے رکوع کا مسنون طریقہ﴾	34
65	﴿رکوع قومہ وغیرہ میں دوسرے اذکار کا حکم﴾	35
66	﴿سجدہ میں ناک کو اچھی طرح ٹیک کر رکھنا ضروری ہے﴾	36

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

37	﴿عورت سجدہ میں پاؤں کیسے رکھے؟﴾	67
38	﴿سجدہ کے دوران پاؤں رکھنے کا طریقہ﴾	68
39	﴿سجدہ میں تسبیح کی مقدار اور متابعت امام کا حکم﴾	69
40	﴿تشہد کا اشارہ صرف شہادت کی انگلی سے کرنا چاہیے﴾	69
41	﴿شہادت کی انگلی نہ ہو تو التحیات میں اشارہ کی ضرورت نہیں﴾	70
42	﴿نماز کے بعد صفوں کو توڑنا﴾	71
43	﴿تکبیرات انتقال کب کہی جائیں؟﴾	72
44	﴿تکبیر اولیٰ کی تفصیل﴾	73
45	﴿جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	74
46	﴿سورۃ فاتحہ سے پہلے تعوذ و تسمیہ کا حکم﴾	75
47	﴿مقتدی کی نماز میں ثناء پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم﴾	75
48	﴿کسی ناپاک چیز یا نسوار کو جیب میں بھول کر نماز پڑھنے کا حکم﴾	77
49	﴿رکوع بھول جائے تو رکعت کا سجدہ شمار نہیں ہوتا﴾	78
50	﴿پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا تو کب ادا کرے؟﴾	79
51	﴿تشہد میں صلوٰۃ تنجینا پڑھنا﴾	79
52	﴿رکوع میں امام کے ساتھ ایک لمحہ کی بھی شرکت کافی ہے﴾	80
53	﴿نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان﴾	81
54	﴿تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ﴾	84

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
85	﴿فصل فی آداب الصلوٰۃ﴾	55
85	﴿امام صاحب سے پہلے رکوع سجدہ وغیرہ میں جانا سخت گناہ ہے﴾	56
87	﴿سورہ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے﴾	57
88	﴿آئمہ مساجد عام حالات میں قرأت کی مستحب مقدار پوری کریں﴾	58
89	﴿قرأت میں اتمام مضمون بہتر ہے ضروری نہیں﴾	59
91	﴿دوران نماز اونگ اور کھانسی کو روکنا مستحب ہے﴾	60
92	﴿فرض نماز میں قومہ اور جلسہ کی ماثور دعاؤں کا حکم﴾	61
93	﴿دوران نماز ہر رکن کی ادائیگی کے وقت نظر کس جگہ رکھی جائے؟﴾	62
94	﴿نماز میں انگلیوں کو قبلہ کی سمت کرنا مستحب ہے﴾	63
95	﴿دوران نماز جمائی روکنے کا حکم اور طریقہ﴾	64
96	﴿نماز میں خشوع وخضوع کا حکم﴾	65
97	﴿واجبات صلوٰۃ﴾	66
98	﴿سورۃ کی جگہ دوبارہ فاتحہ پڑھنے سے واجب ادا نہیں ہوتا﴾	67
98	﴿فرض نماز کی آخری دو رکعت میں سورۃ فاتحہ کا حکم﴾	68
99	﴿من نسی فی القاعدۃ الاولی وتجاوز عن قدر التشھد﴾	69
99	﴿قاعدہ اولیٰ میں "عبدہ ورسولہ" سے تجاوز کرنا﴾	69
100	﴿نیت میں غلطی کرنے سے نماز کا حکم﴾	70
100	﴿قومہ کی حالت میں امام مقتدی اور منفرد کا تسمیع وتحمید پڑھنا﴾	71

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
72	﴿باریک کپڑوں میں نماز پڑھنا درست نہیں﴾	101
73	﴿حالت رکوع میں پنڈلیوں کو سیدھا رکھنے کی تفصیل﴾	101
74	﴿دعائے قنوت اور فرض سجدہ بھول جانے کا حکم﴾	103
75	﴿عذر کی بناء پر فجر اور ظہر کی نمازوں میں قصار مفصل کی تلاوت کرنا بھی درست ہے﴾	104
76	﴿سورت ملائے بغیر رکوع میں جانے کے بعد یاد آنے پر کیا کرے؟﴾	105
77	﴿فصل فی الامامة والجماعة وتسوية الصفوف﴾	106
77	﴿امامت، جماعت اور صفوں کو سیدھا رکھنے کے مسائل﴾	106
78	﴿امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں﴾	106
79	﴿مقتدی کو امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے﴾	106
80	﴿عورتوں کی امامت کی نیت کرنا﴾	107
81	﴿نماز با جماعت کیلئے امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟﴾	108
82	﴿امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کا مستحب وقت﴾	110
83	﴿امام کی قرأت حکما مقتدی کی بھی قرأت ہوتی ہے﴾	111
84	﴿دوران نماز آگے صف میں خالی جگہ پر کرنے کیلئے آگے بڑھنے کا طریقہ﴾	113
85	﴿اعادہ والی جماعت میں نو وارد کی شمولیت کا حکم﴾	114
86	﴿بناء علی الفاسد کی صورت میں نماز جائز نہیں﴾	114
87	﴿بحالت مجبوری عام آدمی کی امامت اپنے ہم مثلوں کیلئے﴾	115
88	﴿اگر امام نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو امامت کرا سکتا ہے﴾	116

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
117	﴿امام اگر قادیانی ہونے کا اقرار کرے تو نمازوں کا کیا حکم ہے؟﴾	89
118	﴿دوران فرض یاد آیا کہ سنتیں نہیں پڑھی تھی۔۔۔؟﴾	90
119	﴿داڑھی منڈھے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾	91
120	﴿جماعت میں شرارت کی وجہ سے بچوں کو بڑوں کے ساتھ کھڑا کرنے کا حکم﴾	92
121	﴿بالائی منزل والی جماعت کی اقتداء نچلی منزل میں﴾	93
122	﴿امام کی متابعت میں فعلی انتقال کا اعتبار ہے﴾	94
123	﴿چار ایسے افعال جن میں امام کی اتباع نہ کرنا ضروری ہے﴾	95
125	﴿پانچ وہ افعال اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دیا کریں﴾	96
126	﴿نو اعمال میں امام کی اتباع نہ کرنے کا حکم﴾	97
127	﴿جماعت ثانیہ کی مختلف صورتوں کا حکم﴾	98
128	﴿جب تک مسجد کی نچلی منزل میں جگہ ہو اوپر نماز پڑھنا منع ہے﴾	99
129	﴿حکم اقتداء بریش تراش؟﴾	100
129	﴿داڑھی کتروانے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا﴾	100
129	﴿مسجد کی جماعت فوت ہونے کے بعد جماعت سے نماز پڑھے یا اکیلے؟﴾	101
130	﴿عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	102
131	﴿بوقت ضرورت گھر میں جماعت کرنے سے تکبیر اولی کا ثواب﴾	103
132	﴿صف میں اپنے لئے جگہ خاص کرنا﴾	104
133	﴿گھر میں جماعت کرانے کا حکم﴾	105

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
133	﴿مسجد کی چھت پر جماعت کرانا﴾	106
134	﴿مقتدی اپنی بیوی ہو تو کہاں کھڑی ہو؟﴾	107
135	﴿جماعت کی صورت بن جائے تو قرأت میں جہر واجب ہے﴾	108
136	﴿باجماعت نماز میں اہلیہ کو ایک صف پیچھے کھڑا کیا جائے﴾	109
137	﴿ہاتھوں پر نشانات گھدوانے والے کی امامت جائز ہے﴾	110
137	﴿پینٹ شرٹ میں امامت کرانا پسندیدہ نہیں﴾	111
138	﴿مسجد کیلئے امام رکھنے کا اختیار کس کو ہے؟﴾	112
139	﴿امامت کا حق دار کون ہے؟﴾	113
139	﴿متبع السنہ کو امام بنانا ضروری ہے﴾	114
140	﴿تعلقات میں معمولی خرابی ترک جماعت کیلئے عذر نہیں﴾	115
141	﴿داڑھی منڈانے والے حافظ کی امامت کا حکم﴾	116
142	﴿مسجد سے روکنے والے امام کی اقتداء کا حکم﴾	117
144	﴿داڑھی منڈانے والے کی امامت﴾	118
144	﴿مسافر کی امامت کا مسئلہ﴾	119
146	﴿امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے﴾	120
147	﴿نماز کیلئے سترہ کی کیفیت﴾	121
148	﴿امام کی اقتداء میں رکن کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	122
149	﴿امام جس حالت میں ملے بلا تاخیر اقتداء کرنی چاہیے﴾	123

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
150	﴿متوضی کی اقتداء متیمم کے پیچھے﴾	124
151	﴿امام و مقتدی اور منفرد کی نماز میں فرق﴾	125
154	﴿توبہ کرنے والے قاتل کی امامت کا حکم﴾	126
155	﴿ایک مقتدی ہونے کی صورت میں امامت کا حکم﴾	127
156	﴿امام کا دوران نماز کھانسنے کا حکم﴾	128
156	﴿جماعت کا وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے﴾	129
157	﴿فرض نماز کے بعد امام کیلئے بلا تاخیر جگہ تبدیل کرنا مستحب ہے﴾	130
158	﴿اگلی صف میں خالی جگہ ہو تو کس طرح آگے جانا چاہیے؟﴾	131
159	﴿صفوں کی اتصال وانفصال کا مسئلہ﴾	132
160	﴿حکم تکرار الجماعة﴾	133
160	﴿بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنے کا حکم﴾	134
161	﴿مسجد کی پانچویں منزل سے زمینی منزل پر کھڑے امام کی اقتداء کا حکم﴾	135
162	﴿اگلی صف پر کرنے کیلئے سنتیں پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنے کا حکم﴾	136
163	﴿ایک مقتدی ہو تو قعدہ اخیرہ میں تیسرا شخص کس طرح شامل ہو؟﴾	137
164	﴿صف میں نمازی کا اپنے لئے جگہ خاص کرنے کا حکم﴾	138
164	﴿محاذات المرأة کی حقیقت﴾	139
166	﴿محاذات کی ایک صورت﴾	140
166	﴿ابرص آدمی کو امام بنانے کا حکم﴾	141

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
167	دو آدمیوں کی جماعت کا طریقہ	142
168	عذر کی وجہ سے جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے	143
169	دفتر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم	144
170	دوران نماز اگلی صف میں خالی جگہ پر کر لینی چاہیے	145
171	خاص عذر کی وجہ سے الگ نماز پڑھنے کی گنجائش ہے	146
171	صفوف کے درمیان خالی جگہ کیسے پر کریں؟	147
172	حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کرنے والی کی امامت کا حکم	148
173	امام کا علماء پر افتراء کرنا	149
175	ولد الزناء کی امامت کا حکم	150
176	اعادہ والی نماز میں نو وارد لوگوں کی شرکت صحیح ہے	151
179	امام کا صفوں کو سیدھا کرنا	152
179	امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا حکم	153
180	غیر مقلدین کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم	154
181	کیا صحت اقتداء کیلئے امام کا حال معلوم ہونا ضروری ہے؟	155
183	تعلیما نابالغ حافظ کی اقتداء کرنا	156
184	امام کے پیچھے اقتداء کب تک جائز ہے	157
184	جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کیلئے دو تکبیریں کہنا ضروری نہیں	158
185	امام کا آنے والے کیلئے قرأت یا رکوع کو لمبا کرنا	159

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
160	﴿شیعہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	186
161	﴿حكم الصلاة خلف من يتعلق بالفرق البريلوية﴾	187
162	﴿تراویح میں قریب البلوغ لڑکے کی امامت کا حکم﴾	188
163	﴿ڈاڑھی کٹانے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾	189
164	﴿نماز سفر کے متعلق ایک سوال﴾	190
165	﴿مسافر امام بجائے دو کے چار رکعت پڑھائے تو کیا حکم ہے؟﴾	191
166	﴿ایسی کرسی موجود ہو جس سے صف سیدھی رہتی ہے تو بڑی کرسی کا استعمال منع ہے﴾	192
167	﴿مسجد کی صف میں کرسی رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم﴾	193
168	﴿حافظات کیلئے تراویح کی جماعت کرانے کا حکم﴾	196
169	﴿تنہا عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنے کا حکم؟﴾	197
170	﴿اگلی صف پر ہونے کی صورت میں پیچھے اکیلے کھڑے ہونا﴾	200
171	﴿مسجد کی جماعت کی فضیلت گھر میں باجماعت نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے﴾	200
172	﴿دوران نماز آگے بڑھ کر اگلی صف میں خلا پر کرنے کی گنجائش ہے﴾	201
173	﴿بدفعلی کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾	202
174	﴿غلط پڑھنے والے کی امامت کا حکم﴾	203
175	﴿نوافل کی جماعت کا حکم﴾	203
176	﴿اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے اکیلے کھڑا ہونا جائز ہے﴾	204
177	﴿امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟﴾	205

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
178	﴿نماز میں بوقت ضرورت ایک صف تک چلنے کی گنجائش ہے﴾	206
179	﴿صف کی خلاء کو پر کرنا ضروری ہے اگر چہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو﴾	206
180	﴿صف سے آگے بڑھنے کا حکم﴾	208
181	﴿درمیان میں صفوں کو خالی چھوڑ کر پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾	208
182	﴿خلیفہ بنانے کا مسئلہ﴾	209
183	﴿نماز میں خلیفہ بنانے کا مسئلہ﴾	211
184	﴿مسافر امام کا مسافر اور مقیم مقتدیوں میں مقیم کو خلیفہ بنانے پر نماز کی ترتیب﴾	212
185	﴿مقتدی کو جب خلیفہ بنایا جائے تو اس کیلئے نیت کرنا ضروری ہے﴾	213
186	﴿فصل فی اللاحق والمسبوق﴾	214
187	﴿لاحق نماز کس طرح پڑھے؟﴾	214
188	﴿سجدہ کی حالت میں امام کی اقتداء کی اور شریک سجدہ نہ ہوا﴾	215
189	﴿امام کے ساتھ سجدہ سہو میں مسبوق کا عمداً یا سہواً سلام پھیرنے سے نماز کا حکم﴾	216
190	﴿مسافر امام کی اقتداء کرنے والے مقیم مسبوق کی نماز کا حکم﴾	216
191	﴿باقی ماندہ نماز پوری کرتے ہوئے مسبوق ثناء پڑھ لیا کرے﴾	217
192	﴿مسبوق پر باقی ماندہ رکعات میں قرأت کی ترتیب کا حکم﴾	218
193	﴿مسبوق کیلئے فوت شدہ رکعتوں میں قرأت کا حکم﴾	219
194	﴿مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کب کھڑا ہو؟﴾	220
195	﴿لاحق اور مسبوق کی نماز میں فرق﴾	221

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

196	﴿مسبوق مسافر قرأت مقیم کی طرح پوری کرنے﴾	222
197	﴿دعائے قنوت اور تشہد پوری کی جائے یا امام کی اتباع؟﴾	223
198	﴿امام رکوع میں ملے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے اور فوراً شامل ہو﴾	224
199	﴿آیت سجدہ سننے کے بعد اگر امام کے ساتھ شامل ہو تو۔۔۔﴾	225
200	﴿اقتداء کی ایسی صورت کہ مسبوق ہے تو لاحق بھی﴾	226
201	﴿مقتدی دوسری رکعت میں تشہد پورا کر کے کھڑا ہو یا امام کی متابعت کرے؟﴾	228
202	﴿مسبوق اگر بھول کر سلام پھیرے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے کہ نہیں؟﴾	229
203	﴿پانچویں رکعت میں مسبوق کی اقتداء کا حکم﴾	229
204	﴿مسبوق امام کے قعدہ آخیرہ میں کیا پڑھے؟﴾	230
205	﴿مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے﴾	230
206	﴿مسبوق آدمی مابقیہ نماز کو کس طرح ادا کرے؟﴾	231
207	﴿عید کی نماز مسبوق کس طرح پڑھے؟﴾	232
208	﴿امام پر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو مسبوق سجدہ سہو اور تشہد میں متابعت نہ کریں﴾	232
209	﴿مسبوق کا سجدہ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیرنے کا حکم﴾	234
210	﴿مسبوق کی بقیہ رکعات کا طریقہ﴾	234
211	﴿قعدہ اولیٰ یا اخیرہ میں شامل ہوتے ہی امام اٹھ جائے یا سلام پھیر دے تو۔؟﴾	235
212	﴿چوتھی رکعت میں امام کو پانے والے مسبوق کی نماز کا حکم﴾	236
213	﴿دوسرے مقتدی کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرنا﴾	237

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
214	﴿نماز جمعہ کی تشہد میں شریک ہونے والے کا حکم﴾	238
215	﴿لاحق کی نماز کا طریقہ﴾	238
216	﴿مسبوق ثناء کب پڑھے؟﴾	239
217	﴿دوران نماز خاتون کو حدث لاحق ہو تو باقی ماندہ نماز کس طرح مکمل کرے؟﴾	240
218	﴿مسبوق کا بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیرنا؟﴾	242
219	﴿مسبوق قعدہ اخیرہ میں صرف تشہد پر اکتفاء کرے گا﴾	243
220	﴿مسبوق کیلئے تشہد کا حکم﴾	243
221	﴿مسبوق کو باقی ماندہ رکعتوں میں دوبارہ سہو ہو جائے تو۔۔۔﴾	244
222	﴿باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا﴾	245
222	﴿نماز کے مفسدات اور مکروہات کا بیان﴾	245
223	﴿دوران نماز کسی تحریر پر نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	245
224	﴿ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد وضو ٹوٹنے سے نماز کا حکم﴾	245
225	﴿مصحف میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مفسد صلوۃ ہے﴾	246
226	﴿دوران نماز آدھا چہرہ ڈھانپنا مکروہ ہے﴾	247
227	﴿نماز میں سورتوں کا قصداً ترتیب کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے﴾	248
228	﴿دوران نماز اور خارج نماز انگڑائی لینا مکروہ ہے﴾	248
229	﴿جانی و مالی نقصان سے بچنے کیلئے نماز توڑنے کی گنجائش ہے﴾	249
230	﴿نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم اور چھوٹی اور بڑی مسجد میں فرق﴾	250

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
231	﴿"مراوح بین القدمین" لمبی نمازوں میں مستحب ہے﴾	251
232	﴿بیماری کی وجہ سے گرنا اور قریب والے ساتھی کا نماز چھوڑنے کا حکم﴾	253
233	﴿عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	254
234	﴿دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبی کرنے کا حکم﴾	255
235	﴿دوران نماز بچے کا ماں کے پستان سے دودھ پینا﴾	256
236	﴿دوران نماز بار بار موبائل بجے تو کیا کرے؟﴾	257
237	﴿دوران نماز امام کو لقمہ دینے کا حکم﴾	258
238	﴿نمازی کو باہر سے لقمہ دینے کی صورت میں نماز کا حکم﴾	258
239	﴿نماز میں کسی کے بتانے پر عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾	260
240	﴿دوران نماز کسی خارج صلوۃ شخص کا لقمہ لینے کا حکم﴾	261
241	﴿شیشی میں بند پیشاب کو جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی﴾	262
242	﴿منفرد کا بے خیالی سے غیر کی آواز کی اقتدء کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	262
243	﴿قعدہ اولی چھوڑ کر قیام کرنے کے بعد واپس بیٹھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	263
244	﴿قعدہ اخیرہ ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾	264
245	﴿نیند کی حالت میں قعدہ اخیرہ معتبر نہیں ہے﴾	265
246	﴿قعدہ اخیرہ کی دعاء عربی میں ضروری ہے﴾	266
247	﴿تشہد میں انگلیاں گھٹنوں سے نیچے لٹکانے کا حکم﴾	267
248	﴿مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑنا جائز ہے﴾	268

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
249	﴿نماز کے دوران ستر کھل جائے تو۔۔۔؟﴾	268
250	﴿عورت کا باریک ڈوپٹے میں نماز پڑھنا جائز نہیں﴾	269
251	﴿منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	270
252	﴿نماز میں ہنسی کی کیفیت پیدا ہو جانے سے نماز کا حکم﴾	271
253	﴿أيخبر المقتدى الامام اذا استيقن ببطلان الصلوة؟﴾	272
254	﴿نماز میں عمل کثیر کا حکم﴾	272
255	﴿مسجد کی ٹوپی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	273
256	﴿آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	273
257	﴿وسط سر کھلا ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	274
258	﴿سجدہ میں پاؤں کو زمین سے اٹھانا سخت منع ہے﴾	275
259	﴿سجدہ کی حالت میں پاؤں اٹھانے سے نماز فاسد ہو سکتی ہے﴾	275
260	﴿آدھی آستین والی بنیان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	276
261	﴿غیر مشروع طریقہ سے لقمہ دینے، لینے سے نماز فاسد ہو جاتی﴾	277
262	﴿نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	278
263	﴿نماز میں منہ سے کوئی بات نکلے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾	279
264	﴿ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾	280
265	﴿عزت اور وقار کا معیار اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے نہ کہ معاشرہ﴾	281
266	﴿میلے کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم﴾	282

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
267	﴿نماز کے دوران تصویر جیب میں رکھنے کا حکم﴾	284
268	﴿نماز میں گھٹنے کے نیچے دوسرے کا کپڑا آجانا﴾	284
269	﴿محاذات میں محارم عورتوں کا حکم﴾	284
270	﴿صرف شہوت آجانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	285
271	﴿بلاوجہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے﴾	285
272	﴿نماز میں اوپر دیکھنا مکروہ ہے﴾	286
273	﴿دوران نماز کپڑوں کو بار بار سمیٹنا مکروہ ہے﴾	287
274	﴿نماز میں عمل قلیل وکثیر کی وضاحت﴾	288
275	﴿کسی کے ستر پر نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	289
276	﴿نماز میں چھینک آنے پر قصداً "الحمدللہ" کہنا منع ہے﴾	289
277	﴿ایک سجدہ اگر رہ گیا تو نماز نہیں ہوتی﴾	290
278	﴿دوران نماز تلبیہ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾	291
279	﴿زجر و تنبیہ کی غرض سے دوران قراءت آواز بلند کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	292
280	﴿زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر قراءت نہیں ہوتی﴾	292
281	﴿امام اور مقتدی کا مکان الگ ہونے کی صورت میں نماز کا حکم﴾	293
282	﴿امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی نے سلام پھیرا تو نماز کا کیا حکم ہے؟﴾	295
283	﴿وضو ٹوٹنے کے باوجود نماز کو جاری رکھا﴾	296
284	﴿دوران نماز اونگھ سے وضو و نماز فاسد نہیں ہوتی﴾	297

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
285	﴿حاف آستین والی شرٹ وغیرہ میں نماز مکروہ ہے﴾	297
286	﴿خون آلود ٹشو پیپر جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم﴾	298
287	﴿وتر کے مسائل﴾	299
288	﴿ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کا احادیث سے ثبوت﴾	299
289	﴿حنفی المسلک وتر کی نماز میں سلفی اور غیر مقلد کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں؟﴾	301
290	﴿وتر میں سورت اور دعائے قنوت دونوں کوئی چھوڑ دے﴾	303
291	﴿وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھول جائے تو سجدۂ سہو لازم ہے﴾	304
292	﴿رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دعائے قنوت بیچ میں چھوڑ دے﴾	306
293	﴿دعائے قنوت کے بجائے ثناء پڑھنے اور تکبیر بھول جانے کا حکم﴾	306
294	﴿وتر میں دعائے قنوت کی جگہ کوئی اور عربی دعا پڑھنا جائز ہے﴾	308
295	﴿دعائے قنوت پڑھنے کے بعد مسنون دعائیں پڑھنا﴾	308
296	﴿وتر میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھنے کا حکم﴾	309
297	﴿دعائے قنوت بغیر رفع الیدین کا حکم﴾	310
298	﴿نماز وتر میں دعائے قنوت کا حکم﴾	311
299	﴿وتر کی آخری رکعت میں رکوع یا رکوع سے پہلے ملنے والے کیلئے دعائے قنوت کا حکم﴾	311
300	﴿وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنے اور نفل کی نیت باندھنے کا حکم﴾	312
301	﴿دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کوئی بھی دعاء پڑھی جا سکتی ہے﴾	313
302	﴿جلدی کی وجہ سے دعائے قنوت کے بجائے دوسری دعا پڑھنا جائز ہے﴾	314

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
315	﴿دوران وتر فجر کی اذان شروع ہو جائے تو وتر مکمل کرے﴾	303
316	﴿اعادہ عشاء کی صورت میں وتر کا اعادہ نہیں ہے﴾	304
316	﴿وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا درست ہے﴾	305
317	﴿وتر کی نماز میں مسبوق دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟﴾	306
318	﴿رمضان المبارک میں جماعت سے وتر پڑھنا افضل ہے﴾	307
318	﴿مسائل زلة القاری﴾	308
318	﴿نماز میں قصداً ضاد کی جگہ دال، ظاء یا غواد پڑھنے کا حکم﴾	309
319	﴿قراءت میں فحش غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾	310
321	﴿سورہ اعلیٰ کی ہر آیت کے آخر میں ھاء کا اضافہ کرنے کا حکم﴾	311
322	﴿نماز میں سورت کے درمیان سے پڑھنا﴾	312
323	﴿امام کا ایک آیت درمیان سے چھوڑ کر دوسری آیت شروع کرنے کا حکم﴾	313
325	﴿امام کی قراءت میں ایسی غلطی جس سے معنی الٹ ہو جائیں﴾	314
326	﴿معنی غلط ہو جانے کے باوجود بعض صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے﴾	315
327	﴿نماز کے دوران قراءت میں غلطی کر کے دوبارہ صحیح کرنا﴾	316
328	﴿دوران نماز قراءت کی چند غلطیاں اور ان کا حکم﴾	317
332	﴿رکوع میں قراءت کا بھولنا یاد آئے تو کھڑے ہو کر قراءت کرنی چاہیے﴾	318
333	﴿نماز میں سورۃ التین کی قراءت کے آخر میں "بلی وھو خیر الحاکمین" پڑھنا﴾	319
334	﴿نماز میں قراءت سبعہ پڑھنے کا حکم﴾	320

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
321	﴿اگر کوئی آیت بھولے سے رہ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی﴾...............	335
322	﴿قراءت میں ایسی غلطی کرنا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾...............	336
323	﴿قراءت میں اسم ظاہر کو اسم ضمیر سے بدل دیا تو معنیٰ میں تبدیلی سے نماز فاسد ہوگی﴾.	337
324	﴿فصل فی السنن والنوافل﴾	339
324	﴿سنن ونوافل کے احکام﴾	339
325	﴿اذان سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے﴾............................	339
326	﴿فرائض اور سنتوں میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟﴾..........................	339
327	﴿سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں﴾................................	340
328	﴿تحیۃ المسجد کی نیت دوسری نمازوں میں کرنا﴾........................	341
329	﴿صلوۃ الحاجت کا مسنون طریقہ﴾................................	342
330	﴿نماز توبہ کا بیان﴾..	343
331	﴿نوافل کی قضاء مکروہ وقت میں درست نہیں﴾........................	344
332	﴿تراویح سے فارغ ہونے کے بعد نوافل کی جماعت کا حکم﴾................	345
333	﴿نماز وتر کے بعد نوافل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے﴾....................	347
334	﴿وتر کے بعد نوافل کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ﴾................	348
335	﴿فجر کی سنتوں کو دوران جماعت پڑھنا احادیث سے ثابت ہے﴾............	350
336	﴿ظہر کی چار سنت رہ جائیں تو پہلے دو رکعت پڑھیں بعد میں چار رکعت پڑھیں﴾....	353
337	﴿ظہر کی سنتوں میں تیسری یا چوتھی رکعت میں قراءت نہیں کی تو لوٹانا واجب ہے﴾...	354

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
338	﴿فجر کی سنتیں رہ جائیں تو قضاء کرنا بہتر ہے﴾	354
339	﴿واجب فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنن و مستحبات چھوڑ سکتے ہیں﴾	356
340	﴿احتیاطی نماز پڑھنے کا طریقہ نوافل کی طرح ہے﴾	356
341	﴿مسافر کیلئے سنتیں پڑھنے کا حکم﴾	357
342	﴿ظہر کی چار سنتیں ایک سلام کے ساتھ مسنون ہیں﴾	358
343	﴿نماز اشراق میں خاص سورتیں پڑھنا ثابت ہے﴾	359
344	﴿دن کے نوافل میں جہراً قراءت کرنا جائز نہیں﴾	360
345	﴿نوافل الیل میں جہری و سری قراءت﴾	361
346	﴿چار رکعت نفل کی نیت باندھ کر دو پر سلام پھیرنا جائز ہے﴾	362
347	﴿چار رکعت نوافل میں درمیانی قعدہ واجب ہے فرض نہیں﴾	363
348	﴿دو رکعت نفل کی نیت سے چار رکعت ادا کرنا﴾	364
349	﴿دوران ڈیوٹی نفل نماز پڑھنا مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں﴾	364
350	﴿تہجد کی رکعات کی تعداد﴾	365
351	﴿تہجد پڑھتے ہوئے اذان ہو جائے تو نماز مکمل کرے اور یہ سنتیں شمار نہیں ہوں گی﴾	366
352	﴿فرائض جمعہ کے بعد سنتوں کی تعداد﴾	367
353	﴿فجر کی سنتوں کا وقت اور اس کی قضاء کا حکم﴾	368
354	﴿فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کی قضاء ہو گی یا نہیں؟﴾	368
355	﴿ظہر کی چار رکعت سنت کسی وجہ سے فاسد ہو گئی تو ان کا اعادہ ضروری ہے﴾	369

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
356	﴿سنن اور فرائض میں نفل نماز یا کسی دوسرے عمل کے ذریعے فصل کرنے کا حکم﴾	370
357	﴿سنتوں کے لئے مسجد سے گھر آنے کی وجہ سے تاخیر ہونا فصل میں شمار نہیں﴾...	371
358	﴿سنن اور نوافل گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے﴾.........................	372
359	﴿نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے﴾.........................	372
360	﴿نفل نماز تبعاً شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتی﴾.........................	373
361	﴿مکروہ اوقات میں غیر ارادی طور پر نفل شروع ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے﴾....	374
362	﴿سنت مؤکدہ کے بعد فرائض سے پہلے نوافل پڑھنا جائز ہے﴾............	375
363	﴿نماز عصر کے بعد فرائض و نوافل پڑھنے کا حکم﴾.........................	376
364	﴿سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے جہت قبلہ کا حکم﴾.........................	377
365	﴿چار رکعت والی سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کے طریقہ ادائیگی میں فرق ہے﴾..	377
366	﴿رمضان المبارک میں تاخیر سے اوابین پڑھنے کا حکم﴾.........................	378
367	﴿مغرب کی سنتیں اوابین میں شامل ہیں یا نہیں؟﴾.........................	379
368	﴿دوران نماز نوافل سے سنتوں کی طرف انتقال درست ہے﴾...............	389
369	﴿استخارہ کی تفصیل﴾.........................	380
370	﴿استخارہ کرانے کی حقیقت اور اس کا حکم﴾.........................	383
371	﴿استخارہ وہ شخص خود کرے جس کو کام درپیش ہو﴾.........................	384
372	﴿فصل فی التراویح﴾	386
372	﴿تراویح کے مسائل﴾	386
373	﴿آٹھ رکعات تراویح کو مؤخر کرنے کا حکم﴾.........................	386

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
374	﴿تراویح میں قعدہ اخیرہ سہواً چھوڑ کر دو رکعت اور ملانا﴾	387
375	﴿چاند رات کے شک کی صورت میں وتر اور تراویح کا حکم﴾	388
376	﴿تراویح کو وتر کے بعد پڑھنے کا حکم﴾	389
377	﴿تراویح کی چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کا حکم﴾	390
378	﴿تراویح میں چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنے کا حکم﴾	391
379	﴿بیٹھ کر تراویح پڑھنا اور پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہونے سے پہلے بیٹھے رہنا﴾	391
380	﴿تراویح میں ختم القرآن کے بعد سورہ بقرہ کی چند آیات پڑھنا درست ہے﴾	392
381	﴿وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنا درست ہے﴾	393
382	﴿نماز عشاء سے پہلے تراویح پڑھنے کا حکم﴾	393
383	﴿عشاء کے فرض پڑھے بغیر تراویح پڑھنا جائز نہیں﴾	394
384	﴿کیا نماز تراویح صرف مردوں کیلئے پڑھنا ضروری ہے یا عورتوں کیلئے بھی؟﴾	395
385	﴿کیا مرد اپنے گھر کی عورتوں کو نماز تراویح پڑھا سکتا ہے؟﴾	395
386	﴿تراویح کی کچھ رکعات جماعت سے رہ جائیں تو وتر کے بعد بھی ادا کر سکتے ہیں﴾	396
387	﴿جس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اس کے لئے تراویح پڑھانا جائز نہیں ہے﴾	397
388	﴿تراویح میں امام کے ساتھ تحریمہ میں شریک نہ ہونا﴾	398
389	﴿دو رکعت تراویح میں قعدہ کر کے چار ادا کرنے کا حکم﴾	398
390	﴿تراویح کی فوت شدہ رکعتیں کب پڑھیں؟﴾	399
391	﴿تراویح میں منزل کا کچھ حصہ رہ جائے تو بعد میں مکمل کرنے کی گنجائش ہے﴾	400

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
392	﴿تراویح میں قراءت کے دوران سستی کی وجہ سے بیٹھنا مکروہ ہے﴾	400
393	﴿تراویح میں سجدہ تلاوت کیلئے اعلان کرنا منع نہیں ہے﴾	401
394	﴿مسجد خالی ہونے کا اندیشہ ہو تو تراویح الم ترکیف سے پڑھے﴾	402
395	﴿فصل فی قضاء الفوائت﴾	404
395	﴿فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے مسائل﴾	404
396	﴿فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان کا حکم﴾	404
397	﴿قضائے عمری کی حقیقت﴾	405
398	﴿قضاء عمری﴾	405
399	﴿نماز جنازہ حاضر ہو تو نوافل اور قضاء کو مؤخر کریں﴾	407
400	﴿فوت شدہ نماز کی قضاء حالت مرض میں﴾	409
401	﴿حالت صحت میں قضاء شدہ نمازیں بیماری کی حالت میں پڑھنا﴾	410
402	﴿مرگی کی مریضہ کی فوت شدہ نمازوں کا حکم﴾	410
403	﴿وتر کی قضاء میں لوگوں کے سامنے تکبیر کیلئے ہاتھ نہ اٹھائے﴾	411
404	﴿ایام تشریق میں قضاء نمازوں کی ادا کا حکم﴾	412
405	﴿قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ﴾	413
406	﴿قضاء نمازیں احتیاطاً پڑھنے کا طریقہ﴾	414
407	﴿قضاء سفر اور قضاء حضر کا حکم﴾	414
408	﴿دوران سفر فوت شدہ نماز کی قضاء کا حکم﴾	415

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
409	﴿سفر کی قضاء مقیم کی قضاء کی اقتداء میں جائز نہیں ہے﴾	416
410	﴿صاحب ترتیب کیلئے پہلے قضاء نماز پڑھنا ضروری ہے﴾	417
411	﴿فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا﴾	418
412	﴿قضاء نماز کا خیال نہ رہا﴾	418
413	﴿قضاء نمازوں کے لوٹانے کا اہتمام کرتے ہوئے انتقال ہو جائے تو۔۔؟﴾	419
414	﴿نفل نماز کے دوران ماہواری آگئی تو قضاء لازم ہے﴾	422
415	﴿نوافل اور قضاء میں کس کو مقدم کیا جائے﴾	422
416	﴿قضاء نمازیں ذمہ ہوں تو نوافل چھوڑنا کوئی انصاف نہیں ہے﴾	423
417	﴿قضاء نمازوں کے لئے وقت متعین نہیں﴾	424
418	﴿فوت شدہ نماز کی قضاء کس وقت پڑھنا بہتر ہے﴾	424
419	﴿فوت شدہ نمازیں کہاں پڑھنا بہتر ہے﴾	425
420	﴿مجنون اور بے ہوش پر قضاء اور فدیہ نہیں﴾	425
421	﴿بے ہوشی کی دوا کے استعمال سے جو نمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضاء کا حکم﴾	427
422	﴿بے ہوشی کی حالت میں نمازوں کا حکم﴾	427
423	﴿قضاء یقینی و احتیاطی کا حکم﴾	428
424	﴿نماز فجر کی قضاء ضروری ہے اگرچہ جمعہ کی نماز میں یاد آئے﴾	429
425	﴿عذر کی وجہ سے نماز کا قضاء ہونا﴾	430
426	﴿فجر کی سنتوں کے بعد قضاء نمازیں پڑھنا﴾	431

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
427	﴿نماز قضاء ہونے کی صورت میں بعد میں پڑھنے کو قضاء کہیں گے﴾...........	431
428	﴿قضاء نمازوں کا زندگی میں فدیہ دینے کا حکم﴾..........................	432
429	﴿بیٹا اپنے والد کی طرف سے فدیہ ادا سکتا ہے﴾..........................	433
430	﴿سنتوں کی قضاء لازم نہیں ہے﴾....................................	435
431	**﴿فصل فی سجود السهو﴾**	435
431	**﴿سجدہ سہو کے مسائل﴾**	435
432	﴿قصداً چھوڑے ہوئے واجب کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوتی﴾.............	435
433	﴿نماز کے دوران کئی غلطیوں کیلئے ایک سجدہ سہو کافی ہوجاتا ہے﴾.............	436
434	﴿امام کی اقتداء میں مقتدی کی انفرادی غلطی سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾.....	437
435	﴿سجدہ سہو کا حکم فرائض وواجبات کے ساتھ خاص نہیں ہے﴾.....................	437
436	﴿رکوع مؤخر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے﴾.........................	438
437	﴿چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھنے کا طریقہ اور ایک صورت میں سجدہ سہو کا حکم﴾..	439
438	﴿سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھنا﴾..	440
439	﴿بھول کر سورت کو فاتحہ سے پہلے پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا﴾.............	441
440	﴿سورہ فاتحہ کی ایک آیت بھی بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے﴾	441
441	﴿فاتحہ سے پہلے یا بعد میں تشہد اور تشہد سے پہلے یا بعد میں فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾	442
442	﴿سری نماز میں جہراً اور جہری میں سراً قراءت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾.......	443
443	﴿امام جب سہو کا سلام پھیر لے تو مسبوق اور مدرک کیلئے سلام پھیرنے کا حکم﴾.	444

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
445	﴿خلیفہ کو سجدہ سہو کا اشارہ﴾	444
446	﴿فرض نماز کے آخر میں دو رکعتوں میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو کا حکم﴾	445
447	﴿سجدہ سہو لازم نہ تھا پھر بھی کر لیا تو کیا حکم ہے؟﴾	446
447	﴿سجدہ سہو کیلئے سلام پھیرنا بہتر ہے﴾	447
449	﴿نماز میں سجدہ بھول جانے کا حکم﴾	448
450	﴿مغرب کی نماز غلطی سے تین کے بجائے چار رکعات پڑھنے کا حکم﴾	449
451	﴿تراویح کی نماز میں قعدہ اخیرہ چھوڑ کر سیدھا کھڑے ہو جانے سے سجدہ سہو کا حکم﴾	450
452	﴿دو رکعت والی نماز میں کسی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ جائے تو اس کا حکم﴾	451
453	﴿فرض کی آخری دو رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا﴾	452
453	﴿فرض کی تیسری رکعت میں جہراً قراءت کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا﴾	453
454	﴿فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم﴾	454
455	﴿سجدہ سہو کے متعلق چند سوالات﴾	455
456	﴿نماز میں قرآن کو ترتیب کے خلاف پڑھنا﴾	456
458	﴿سورتوں کی ترتیب الٹ دی تو سجدہ سہو واجب نہیں﴾	457
458	﴿من نسی فی القعدۃ الاولی وتجاوز عن قدر التشھد﴾	458
458	﴿ایک رکن کے بقدر تاخیر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے﴾	458
459	﴿سجدہ تلاوت کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا﴾	459
460	﴿شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم﴾	460

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

461 ﴿سہواً خاموش رہنے پر سجدہ سہو کا حکم﴾ 461
462 ﴿سجدہ سہو کے قعدہ میں تشہد کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے کہ نہیں؟﴾ 461
463 ﴿ترک سجدہ سہو سے نماز واجب الاعادہ ہے﴾ 462
464 ﴿رکوع سجدہ اور حالت تشہد میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾ 463
465 ﴿عشاء کی آخری دو رکعتوں میں امام صاحب کا بھولے سے جہر کرنا﴾ 464
466 ﴿تشہد کا کچھ حصہ رہ جانا پوری تشہد رہ جانے کے حکم میں ہے﴾ 465
467 ﴿تشہد کا تھوڑا سا بھی حصہ رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے﴾ 466
468 ﴿سورۃ الفاتحہ کی کتنی مقدار رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا؟﴾ 466
469 ﴿مقدار رکن وغیرہ کی تشریح﴾ 467
470 ﴿دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کا حکم﴾ 468
471 ﴿سجدہ سہو بھول کر سلام پھیرنے کا حکم﴾ 469
472 ﴿سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا﴾ 470
473 ﴿نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾ 470
474 ﴿سجدہ سہو کرنے کے بعد بھولے سے کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟﴾ 471
475 ﴿امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد شریک ہونے والے پر سجدہ سہو لازم نہیں﴾ 472
476 ﴿فرض نماز پوری کر کے بھول سے زائد رکعت کے لئے اٹھنا﴾ 473
477 ﴿نمازی آخری قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو سجدے سے پہلے لوٹ آئے﴾ ... 474
478 ﴿پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے امام لوٹ آئے تو ضمناً مقتدی کی نماز بھی درست ہوگئی﴾ 475

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

479 ﴿تکبیرات عیدین بھول جانے کی صورت میں کیا حکم ہے﴾ 476
480 ﴿قعدہ اولی چھوڑ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے کے بعد واپس لوٹنا منع ہے﴾ 478
481 ﴿سورت یا قنوت یا قعدہ چھوٹنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا﴾ 479
482 ﴿لاحق پر سجدہ سہو نہیں ہے﴾ 481
483 ﴿سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنا واجب ہے﴾ 481
484 ﴿مسبوق کا سہوا یا قصدا امام کے ساتھ سلام پھیرنا﴾ 482
485 ﴿بلا ضرورت لقمہ لینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾ 483
486 ﴿سنن کے قعدہ اولی میں مقدار تشہد سے زائد پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾ 484
487 ﴿عیدین اور جمعہ کے موقع پر سجدہ سہو نہ کرنا اولی ہے﴾ 485
488 ﴿سورۃ فاتحہ کا تکرار متواتر نہ ہو تو سہو کا حکم﴾ 486
489 ﴿تکرار تشہد کی وجہ سے سجدہ سہو کی تفصیل﴾ 487
490 ﴿تسبیحات چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾ 488
491 ﴿تکرار فاتحہ کا حکم﴾ 489
492 ﴿مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنے پر سجدہ سہو کا حکم﴾ 489
493 ﴿مغرب کے قعدہ اخیرہ کے بعد چوتھی رکعت ملانے کا حکم﴾ 490
494 ﴿شک کی بنیاد پر سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیے﴾ 491
495 ﴿پہلی رکعات پر بیٹھنے اور قعدہ اولی میں درود پڑھنے کا حکم﴾ 491
496 ﴿وقت میں گنجائش نہ رہے تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے﴾ 493

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
497	﴿سجدہ تلاوت کا بیان﴾	494
498	﴿نماز میں سجدہ تلاوت بھول جائے تو یاد آنے پر کرنا ضروری ہے﴾	494
499	﴿نماز میں سجدہ تلاوت کا ایک مسئلہ﴾	495
500	﴿نماز میں ایات سجدہ کے بعد رکوع کرنا﴾	496
501	﴿آیت سجدہ کے ترجمہ سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے﴾	497
502	﴿نماز میں سجدہ تلاوت کی تاخیر کے بارے میں حکم﴾	498
503	﴿نماز میں سجدہ تلاوت آیت سجدہ کے فورا بعد ادا کیا جائے﴾	500
504	﴿سجدہ تلاوت کی قضاء کی جائیگی﴾	502
505	﴿ٹی وی پر آیت سجدہ سننے پر سجدہ کا حکم﴾	503
506	﴿سجدہ تلاوت کے ساقط ہونے کی ایک صورت﴾	504
507	﴿مجنون کی تلاوت سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوتا﴾	504
508	﴿آیت سجدہ سننے کی صورت میں سجدہ کن پر واجب ہے﴾	505
509	﴿نماز میں سجدہ تلاوت کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	506
510	﴿سجدہ تلاوت اخیر میں ادا کرلیا تو قعدہ کا اعادہ ضروری ہے﴾	506
511	﴿امام کا رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کرنا﴾	507
512	﴿ٹیپ یا ٹی وی سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟﴾	508
513	﴿سمع آية السجدة فى مجلس واحد من جماعة﴾	509
513	﴿آیت سجدہ کو مختلف لوگوں سے بار بار ایک ہی مجلس میں سننا﴾	509

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
514	﴿دوران نماز آیت سجدہ سنے تو واجب شدہ سجدہ فراغت نماز کے بعد ادا کرے گا﴾	510
515	﴿آیت سجدہ کا لفظی ترجمہ پڑھ لینے سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے﴾....	510
516	﴿دوران نماز کسی سے آیت سجدہ سنے تو نماز سے فراغت کے بعد ادا کرے﴾....	511
517	﴿سجدہ تلاوت کی جماعت کا حکم﴾....................................	512
518	﴿فجر اور عصر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت کا حکم﴾..........................	513
519	﴿کیسٹ سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾............	514
520	﴿حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں﴾................................	514
521	﴿زچگی کی حالت میں آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾.......	515
522	﴿سجدہ تلاوت کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے﴾................	515
523	﴿سجدہ تلاوت اور اس سے متعلق احکام﴾....................................	516
524	﴿مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد وضو ٹوٹ گیا تو کیا حکم ہے﴾........	517
525	﴿آیت سجدہ کا لقمہ دینا اور امام سے سنی ہوئی آیت کا حکم﴾....................	518
526	﴿مقتدی آیت سجدہ سننے کے بعد سجدہ تلاوت میں شامل نہ ہو سکے تو کیا حکم ہے؟﴾	519
527	﴿مکروہ وقت سے پہلے سجدہ تلاوت کیا جا سکتا ہے﴾......	520

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿باب شروط الصلوٰۃ وارکانہا وواجباتہا وسننہا وآدابہا﴾

﴿فرض، واجب اور نوافل کی نیتوں میں فرق﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض، واجب، سنت، نفل کی نیتوں میں فرق ہے یا ایک ہی طرح ہیں؟ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ نیت دل سے کسی عمل کے ارادہ کا نام ہے۔ اس اعتبار سے تو فرض نفل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اس ارادے میں فرض، واجب، نفل کی تعیین ضروری ہے، اور مطلق نماز کی نیت کرنے سے سنت اور نفل نماز ہو جاتی ہے اگر چہ نیت میں خاص وقت وغیرہ کی کوئی تعیین نہ ہو، وقت اور موقع کی وجہ سے خود ایسی نماز میں تعیین ہو جاتی ہے۔ مثلاً طلوع فجر کے بعد مطلق نیت سے دو رکعات نماز کوئی اداء کرے تو یہ فجر کی سنتیں شمار ہونگی، رات کو طلوع فجر سے پہلے عشاء کے بعد کوئی مطلق نیت سے نماز پڑھ لے تو تہجد شمار ہوگا۔ اور تمام سنتیں چونکہ نفل نماز کی قسم ہیں اس لیے نیت میں سنت کی تعیین کر لی اور عملی طور پر نفل پڑھ لیے یا نیت میں نفل کی تعیین کر لی اور عملی طور پر سنت پڑھ لیے تو عملی طور پر جس ترتیب سے نماز پوری کی ہوگی اسی کا اعتبار ہو گا۔ مثلاً نماز ظہر سے پہلے چار رکعات نفل کی نیت کر لی اور عملی طور پر ظہر کی چار سنتوں کی طرح اداء کیں یعنی قعدہ اولی میں " عبدہ ورسولہ" تک التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو ظہر کی سنتیں شمار ہونگی۔ اور اگر نیت ظہر کی سنتوں کی کر لی اور پھر عملی طور پر چار رکعات نفل کی طرح اداء کیں یعنی قعدہ اولی میں قصداً درود شریف اور دعا بھی پڑھ لی اور تیسری رکعت میں ثناء پڑھ لی تو یہ نفل شمار ہونگے اور ظہر کی سنتیں الگ پڑھنا ضروری ہوگا۔ یعنی نوافل وسنن چونکہ ایک قسم ہے اس لیے نفل کی نیت سے سنت اور سنت کی نیت سے نفل اداء ہو جاتے ہیں اور مطلق نماز کی نیت سے بھی اداء ہو جاتے ہیں، اگر چہ تعیین کرنا اولیٰ اور افضل ہے۔

لیکن فرض نماز کی نیت میں فرض اور واجب میں واجب کی تعیین ضروری ہے۔ مطلق نماز کی نیت سے اسی طرح فرض نماز واجب کی نیت سے اور واجب فرض کی نیت سے اداء نہ ہوگی۔ اس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے علاوہ یہ تعیین بھی ضروری ہے کہ ظہر کی فرض نماز یا عشاء کی فرض نماز پڑھ رہا ہے۔ اگر ظہر کے وقت عشاء کی نماز پڑھنے کا کوئی ارادہ کرے تو نماز نہیں ہوگی، ہاں وقت چونکہ شرعاً متعین ہے تو بلا تعیین مطلق فرض کے ارادہ سے بھی نماز ہو جائے گی لیکن اپنے اختیار سے غلط متعین کر لیا تو نماز نہیں ہو گی۔ اسی طرح واجب میں بھی تعیین ضروری ہے کہ نذر ہے، "قضاء، مالزم بالشروع" ہے یا کوئی اور۔

اداء کے لیے وقت چونکہ متعین ہے اس لیے مطلق فرض نماز کی نیت بھی کافی ہو جاتی ہے۔ لیکن قضاء کا اپنا وقت چونکہ رہا نہیں اس لیے تعیین ضروری ہے کہ فلاں دن کی فلاں وقت کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ زیادہ نمازیں ذمے باقی ہوں اور دنوں کی تعیین کرنا مشکل ہو تو اس طرح ارادہ کرے کہ "سب سے پہلی ظہر کی نماز مثلاً جو رہ گئی تھی کی قضاء کر رہا ہوں" یا ظہر کی نمازوں میں سے اخیر والی نماز جو ذمہ باقی ہے اس کی قضاء کر رہا ہوں۔ کبھی اندازہ ہوتا ہے کہ وقت باقی ہے اداء کی نیت کر لیتا ہے بعد میں معلوم ہو جاتا ہے کہ وقت باقی نہیں تھا اسی طرح کبھی اس کا الٹ ہو جاتا ہے یعنی وقت باقی ہوتا ہے نمازی قضاء کی نیت کر لیتا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا دونوں صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۹۴،۹۵، طبع امدادیہ)

(وكفى مطلق نية الصلوة)وان لم يقل لله(لنفل وسنة)راتبة(وتراويح)على المعتمد،اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع،والتعيين احوط(ولا بد من التعيين عند النية)فلو جهل الفرضية لم يجز،ولو علم ولم يميز الفرض من غيره،ان نوى الفرض فى الكل جاز،وكذا لو ام غيره فيما سنة قبلها.(للفرض)انه ظهر او عصر قرنه باليوم او الوقت او لا هو الاصح(ولو)الفرض(قضاء)لكنه يعين ظهر يوم كذا على المعتمد،والاسهل نية اول ظهر عليه او آخر ظهر،وفى القهستانى عن المنية لا يشترط ذلك فى الاصح(وواجب)انه وتر او نذر.

قال الشامى:

وقوله:(وكفى الخ)اى بان يقصد الصلوة بلا قيد نفل او سنة او عدد.قوله(لنفل)هذا بالاتفاق.قوله:(وسنة)ولو سنة فجر.........قوله:(قرنه باليوم او الوقت او لا)اى ولم يقرنه بشيء منها...........قوله(هو الاصح)قيد لقوله "او لا" اى اذا نوى الظهر ولم يقرنه باليوم او الوقت وكان فى الوقت فالاصح كما فى الظهيرية.......قوله(وواجب)بالجر عطفا على قوله "للفرض" وقد عد منه فى البحر قضاء ما افسده من

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

النفل والعيدين وركعتى الطواف.

ولما فى مراقى الفلاح:(ص ۸۳،طبع قديمى)

(و)السادس من شروط صحة التحريمة(تعيين الفرض))فى ابتداء الشروع ....السابع منها (تعيين الواجب)اطلقه فشمل القضاء نفل ما افسد والنذر والوتر وركعتى الطواف والعيدين لاختلاف الاسباب.

ولما فى حلبى كبير:(ص ۲۲۸،۲۲۹ طبع سهيل اكيڈمى)

(وذكر المتاخرون ان التراويح وسائر السنن تتادى بمطلق النية)هو اختيار صاحب الهداية ومن تابعه قال الشيخ كمال الدين ابن همام وتحقيق الوجه فيه ان معنى السنية كونه النافلة مواظبا عليها من النبى ﷺ بعد الفريضة المعينة وقبلها فا اذا وقع المصلى النافلة فى ذالك المحل صدق عليه انه فعل النفل المسمى سنة.....(ولو نوى)فى صلوة الوتر (او)فى صلوة(الجمعة او)فى صلوة (العيد)فانه(ينوى)صلوة(الوتر) ويعينها (و)كذا ينوى صلوة(الجمعة وصلوة العيد)اى يشترط فيها التعيين ولا يكفى مطلق النية الصلوة وكذا جميع الفرائض والواجبات من المنذور وقضاء ما لزم بالشروع .

ولما فى الاشباه والنظائر :(ص ۲۲،۲۳،۲۴،طبع قديمى)

واما النوافل فاتفق اصحابنا انها تصح بمطلق النية .واما سنن الرواتب فا ختلفوا فى اشتراطها تعيينها.والصحيح المعتمد عدم الاشتراط وانها تصح بنية النفل وبمطلق النيه.وتفرع عليه :لو صلى ركعتين على ظن انها تهجد لظن بقاء الليل ،فتبين انها بعد طلوع الفجر كانت السنة على الصحيح.

واما نية الاداء والقضاء :ففى التاتارخانية:اذا عين الصلوة التى يؤديها صح نوى الاداء او القضاء ،وقال فخر الاسلام وغيره فى الاصول فى بحث الاداء والقضاء :ان احدهما يستعمل مكان آلاخر ،حتى يجوز الاداء بنية القضاء ،وبالعكس......وذكر فى كشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام:ان الاداء يصح بنية القضاءحقيقة،كنية من نوى اداء الظهر اليوم بعد خروج الوقت على ظن ان الوقت باق،..................وعكسه كنية من نوى قضاء الظهر على ظن ان الوقت خرج ولم يخرج بعد........فيه باعتبار انه اتى باصل النية ،ولكنهاخطا فى مثله معفو عنه.(انتهى)

ولما فى الشامى:(۱/۴۲۲،طبع سعيد)

اقول:ومعنى كونه اتى باصل النية انه قد عين قلبه ظهر اليوم الذى يريد صلاته فلا يضر وصفه له بكونه اداء او قضاء،بخلاف ما اذا نوى صلاة الظهر قضاء وهو فى وقت الظهر ولم ينو صلاة هذا اليوم لا يصح عن الوقتية .لانه بنية القضاء صرفه عن هذا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الیوم ولم توجد منه نية الوقتية حتى يلغو وصفه بالقضاء فلم توجد التعيين وكذا لو نواه اداء وكانت عليه الظهر فائتة لا يصح عنها وان كان قد صلى الوقتية لما قلنا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۶۵۸

﴿ کیا تکبیر تحریمہ کے وقت نیت کرنا ضروری ہے؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نیت تکبیر تحریمہ کے وقت ضروری ہے یا پہلے سے نیت کرنا بھی کافی ہے؟ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ تکبیر تحریمہ کے ساتھ متصل نیت ضروری نہیں ہے البتہ بہتر ہے، گھر سے نماز کے ارادہ سے نکلنا بھی کافی ہے بشرطیکہ اس دوران کوئی ایسا عمل جو نماز کے بالکل منافی ہو نہ کیا ہو مثلاً کھانا پینا، کسی سے بات کرنا وغیرہ۔ نماز کے لیے چلنا، وضو کرنا نماز کے متعلقات میں سے ہے اس سے فصل واقع نہیں ہوتا۔

لما في التنوير مع الدر: (۹۳/۲، طبع سعید)

(وجاز تقديمها على التكبيرة)......وفي البدائع: خرج من منزله يريد الجماعة، فلما انتهى الى الامام كبر ولم تحضره النية جاز......(ما يوجد) بينهما (قاطعها من عمل غير لائق بصلاة) وهو كل ما يمنع البناء، وشرط الشافعيؒ قرانها فيندب عندنا.

وقال الشامي:

(جاز) وأما اشتراطهم عدم الفاصل بين النية والتكبير فالمراد به ما كان من اعمال الدنيا كما في التاتارخانية وفي البحر: المراد به الفاصل الاجنبي، وهو ما لا يليق بالصلوة كالأكل والشرب والكلام، لأن هذه الافعال تبطل الصلوة فتبطل النية، واما المشي، والوضوء فليس بأجنبي: الا ترى أن من أحدث في صلوته له أن يفعل ذالك ولا يمنعه من البناء.

ولما في حلبي كبير: (ص۲۲۳، طبع نعمانيه)

لو نوى عند الوضوء أنه يصلي الظهر والعصر مع الامام ولم يشتغل بعد النية بما ليس من جنس الصلوة يعني سوى المشي الا أنه لما ينتهي الى مكان الصلوة لم تحضره النية جازت صلوته بتلك النية وهكذا روى عن ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ فا لحاصل جواز الصلوة عندنا بنية متقدمة اذا لم يفصل بينها بين التكبير عمل ليس للصلوة قال في التجنيس لان النية المتقدمة تبقيها الى وقت الشروع حكماً.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی مراقی الفلاح :(ص ۸۲، طبع :قدیمی)

ویشترط لصحة التحریمه أن توجد مقارنة للنیة حقیقة أو حکماً(بلا فاصل بینها وبین النیة بأجنبی یمنع الاتصال للاجماع علیه کا لأکل والشرب والکلام فاما المشی للصلوة والوضوء فلیسا مانعین.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمن غفرلہ ولوالدیہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۵۸۶

﴿نیت میں امام کی تعیین کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی کو امام کی تعیین کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ تعیین میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے تو نماز پر اثر پڑیگا یا نہیں؟ مثلاً مسجد میں آیا جماعت کھڑی تھی میں نے نیت کی کہ امام صاحب کی اقتداء میں چار رکعت فرض پڑھ رہا ہوں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ امام صاحب نہیں تھے نماز مؤذن صاحب پڑھا رہے تھے تو میری نماز ہوئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مقتدی کے لیے امام کی تعیین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، بغیر تعیین کے بھی اقتداء صحیح ہو جاتی ہے لیکن اگر تعیین کر لی یعنی ارادہ میں خاص امام کا سوچا یا زبان سے خاص شخص کا نام لیکر اقتداء کی نیت کر لی لیکن نماز اس نے نہیں پڑھائی بلکہ کسی اور نے پڑھائی تو اقتداء صحیح نہیں ہوگی اس لیے تعیین نہیں کرنی چاہیے، نیت اس طرح کرنی چاہیے کہ حاضر امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

مذکورہ صورت میں نیت کرتے ہوئے خیال تھا کہ نماز امام صاحب پڑھا رہے ہیں اس لیے امام صاحب کا سوچتے ہوئے نیت کر لی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نماز مؤذن صاحب پڑھا رہے تھے تو اس صورت میں نیت کرتے ہوئے آپ نے امام کی تعیین نہیں کی بلکہ متعین امام کی تشخیص یعنی جاننے میں غلطی کی اس سے نماز میں فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ جب آپ مسجد آئے اور جماعت کھڑی تھی تو آپ نے نماز پڑھانے والے حاضر امام کی اقتداء کا ارادہ کیا اور وہ متعین تھا لیکن ساتھ ساتھ سوچ رہے تھے کہ نماز پڑھانے والے امام صاحب ہیں جبکہ وہ مؤذن صاحب تھے تو یہ تشخیص میں غلطی ہوئی یعنی جاننے میں غلطی ہوئی اس سے فرق نہیں پڑتا۔ دراصل حاضر، موجود اور اشارہ کرنے سے خواہ دھیان اور سوچ میں اشارہ ہو بشرطیکہ وہ موجود ہو اس سے تعیین

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو جاتی ہے اور تمام احکامات میں اسی کا اعتبار ہے نام سے یا اسکی خاص صورت سے مشخص کرنے میں اگر غلطی ہو جاتی ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔

لما فی التنویر مع الدر :(۱۰۵/۲، طبع :امدادیه)

(كنية تعيين الامام في صحة الاقتداء)فانها ليست بشرط ،فلو اتم به يظنه زيد فاذا هو بكر صح ،الا اذا عينه باسمه فبان غيره ،الا اذا عرفه بمكان كالقائم في المحراب أو اشار كهذا الامام الذي هو زيد ،الا اذا اشار بصفة مختصه كهذا الشاب فاذا هو شيخ فلا يصح ،وبعكسه يصح لان الشاب يدعى شيخاً لعلمه.

ولما فی الشامی :(۱۰۵/۲، ۱۰۶، طبع :امدادیه)

قوله :(صح)لانه نوى الاقتداء بالامام الموجود فلا يضره ظنه ،بخلاف اسمه ،قال في الحلية :لان العبرة لما نودى لا لما يرى .ويظهر منه ان مثله ما لو اعتقد انه زيد لانه جازم بالاقتداء بهذا الامام ،فافهم.قوله :(الا اذا عينه باسمه)اى لم ينو الاقتداء بالامام الموجود .وانما نوى الاقتداء بزيد سواء بلفظ باسمه اولا ،لما في المنية :الا اذا قال اقتديت بزيد او نوى الاقتداء بزيد .فاذا ظهر انه عمر و لا يصح الاقتداء ،لانه العبرة لما نوى .قال في الحلية :اى وهو قد نوى الاقتداء بغير بهذا الامام الحاظر .قوله :(الا اذا عرفه)استثناء من عدم الصحة التى تضمنها الاستثناء الاول .قوله :(كا لقائم في المحراب)اى نوى الاقتداء بالامام القائم في المحرابالذي هو زيد فاذا هو غيره جاز. اشباه ،لان ال يشاربها الى الموجود في الخارج او في ذهن وعلى كل فقدنوى الاقتداء بالامام الموجود فلغت التسمية ،قوله :(او اشارة)اى باسماء الموضوع لها حقيقة ،وانما جاز لا نه عرفه بالاشارة فلغت التسمية كما في الخانية وغيرها ....واما الشيخ والشاب فهما من الاوصاف الملحوظ فيها الصفات دون الذات ،ومعلوم ان صفة الشيخوخة تبانى صفة الشاب فكانا جنسين ،فاذا قال هذا الشاب فظهر انه شيخ لا يصح الاقتداء لانه وصفة خصة لا يوصف بها من بلغ سن الشيخوخة ،فقد خالفالاشارة التسمية مع اختلاف الجنس ،فلغت الاشارة واعتبرت التسمية بالشاب ،فيكون قد اقتدى ،بغير موجود ،كمن اقتدى بزيد فبان غيره ،واما اذا قال هذا الشيخ فظهر انه شاب فانه يصح ،لان الشيخ صفة مشتركة في الاستعمال بين الكبير وفي السن الكبير في قدر كالعالم وبالنظر الى المعنى الثانى يصح ان سمى الشاب شيخاً ،فقد اجتمعت الصفتان في المشار اليه لعدم تخالفهما فلم يبلغ احدهما فيصح الاقتداء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۳۶۶۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رکعات کی تعداد کی نیت ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ظہر کی نماز کے بعد والی دو سنتیں اداء کر رہا تھا تشہد کے بعد بھولے سے کھڑا ہو گیا اس کی ظہر سے پہلے والی چار رکعات رہ گئیں تھیں اس نے دوران نماز چار کی نیت کر لی اور چار رکعات پوری کر لیں تو کیا اس کا یہ نیت کرنا درست ہے؟ اور وہ چار رکعت اداء ہو گئیں یا دوبارہ پڑھے گا؟ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ سنت اور نوافل مطلق نماز کی نیت سے بھی اداء جاتے ہیں رکعات کی تعداد ارادہ میں جو بھی ہو اس سے فرق نہیں پڑتا، لہٰذا صرف دل میں دوران نماز دو سے چار رکعات کا ارادہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ زبان سے یہ الفاظ نہ بولے ہوں۔

لما فی التنویر مع الرد: (۴۲/۲، طبع: امدادیہ)

(وکفی مطلق نیة الصلوة) وان لم یقل لله (لنفل وسنة) راتبة.

قال الشامی: (وکفی الخ) أی بأن یقصد الصلاة بلا قید نفل أو سنة أو عدد، قوله: (لنفل) هذا بالاتفاق، قوله: (وسنة) ولو سنة فجر.

ولما فی الهندیه: (۶۶/۱، طبع: رشیدیه) ولا یشترط نیة عدد الرکعات هکذا فی شرح الوقایة.

لما فی حلبی کبیر: (ص۲۱۸، طبع: نعمانیه) ولا یشترط نیة اعداد لرکعات اجماعاً لعدم الاحتیاج الیها.

ولما فی فتح القدیر: (۲۷۳/۱، طبع: رشیدیه)

الثانی یکفی فیه مطلق النیة نفلاً کانت أو سنة فی الصحیح لأن النیة فی النفل للتمییز عن العادة وهو یحصل لمطلق النیة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ
فتویٰ نمبر: ۳۶۱۷

﴿زبان سے نیت کرنا بدعت نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات زبان سے نیت کرنے کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ زبان سے الفاظ بھی کوئی اس لیے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہدے تاکہ عمل کے موقع پر دل پوری طرح متوجہ ہو تو یہ اچھا ہے کوئی بدعت نہیں ہے۔ بدعت دین میں ایسے اضافے کو کہتے ہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو۔ یہاں اصل ارادہ ہے اور زبان سے الفاظ بولنا اظہار مافی الضمیر ہے۔ اس لیے اس کو بدعت کہنا غلط ہے۔ البتہ دل کے ارادے کو کافی نہ سمجھنا اور الفاظ بولنے کو ضروری سمجھنا بھی غلط ہے۔

لما فی الدر مع الرد:(۹۲/۲، طبع امدادیہ)

(والتلفظ) عند الارادة (بها مستحب) هو المختار ....(وقيل سنة) يعنى أحبه السلف أو سنة علمائنا اذ لم ينقل عن المصطفى ﷺ ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة.

قوله :(يعنى الخ) اشار به للاعتراض على المصنف بان معنى القولين واحد سمى مستحبا باعتبار انه احبه علماؤنا ، وسنة باعتبار انه طريقة حسنة لهم لا طريقة للنبى ﷺ كما حرره فى البحر. قوله:(اذا لم ينقل الخ) فى الفتح عن بعض الحفاظ لم يثبت عنه ﷺ من طريق صحيح ولا ضعيف أنه كان يقول عند الافتتاح اصلى كذا ، ولا عن احد من الصحابة والتابعين زاد فى الحلية: ولا عن الأئمه الاربع بل المنقول انه ﷺ كان اذا قام الى الصلوة كبر.قوله:(بل قيل بدعة) نقله فى الفتح ، وقال فى الحلية: ولعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جميع العزيمة، لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطره ، وقد استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة الامصار فلا جرم انه ذهب فى المبسوط والهداية والكافى الى انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن ، فيندفع ما قيل انه يكره.

ولما فى مراقى الفلاح:(ص ۸۲، ۸۳ طبع: قديمى)

وفى مجمع الروايات التلفظ با لنية كراهة البعض لان عمر ادب من فعله واباحه بعض لما فيه من تحقيق عمل القلب وقطع الوسوسة وعمر انما زجر من جهر به المخافتة به فلا باس بها لمن قال من مشايخنا ان تلفظ با لنية سنة لم يرد به سنة النبى ﷺ بل سنة بعض مشايخ لاختلاف الزمان وكثرت الشواغل على القلوب فيما بعد من التابعين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ	فتویٰ نمبر: ۳۶۰۳

﴿کسی بھی زبان میں نیت کرنا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا نیت ہر شخص اپنی مادری زبان میں کر سکتا ہے؟

مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔ زبان سے کرنا ضروری نہیں ہے۔ تاہم اگر کوئی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زبان سے نیت کرنا چاہے تو وہ کسی بھی زبان میں نیت کر سکتا ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۱۲/۲،طبع:امدادیه)

(والتلفظ) عند الارادة (بها مستحب) هو المختار، وتكون بلفظ الماضي ولو فارسياً لانه الأغلب في الانشاءات، وتصح بالحال، قهستاني۔

ولما فی الهندیه:(۶۵/۱،طبع:رشیدیه)

النية ارادة الدخول في الصلوة والشرط أن يعلم بقلبه اى صلوة يصلي ــــــ ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن كذا في الكافي۔

ولما فی الکفایة:(۸۷/۱،طبع:رشیدیة

(قوله:اما ذكر باللسان فلا معتبر فيه) اى في كونه شرطاً لصحة الشروع ويحسن الذكر باللسان لانه يجتمع عزيمة قلبه والعزيمة عقد القلب على ما يفعل، وفي شرح الطحاوي الافضل ان يشتغل قلبه بالنية ولسانه بالذكر ويده بالرفع۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۶۱۶

﴿نیت کے الفاظ کا پڑھنا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بسا اوقات ہم نماز میں اس وقت شریک ہوتے ہیں جب امام رکوع کے لئے تکبیر کہہ رہا ہوتا ہے اس وقت اگر ہم نیت باندھنے کے الفاظ اور ثناء پڑھتے ہیں تو اتنی دیر میں رکوع ہو چکا ہوتا ہے تو کیا ہم اس وقت فوراً جماعت میں شامل ہونے کیلئے ثناء پڑھے بغیر رکوع میں جا سکتے ہیں یا نیت کے الفاظ اور ثناء پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا — مستفتی: بنیامین بنوی

﴿جواب﴾ نیت دل کے ارادے کا نام ہے زبان سے نیت کے الفاظ بولنا بالکل ضروری نہیں صرف دل میں یہ ارادہ کر لیں کہ فلاں نماز امام کی اقتدا میں پڑھ رہا ہوں یہ کافی ہے، اور ثناء کے بارے میں اگر آپ کو یقین ہو کہ میں ثناء پڑھ کر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو سکتا ہوں تو ثناء پڑھ لیا کریں اور اگر ثناء پڑھنے کی وجہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ثناء بھی چھوڑ دیا کریں۔

لما فی الهندیة:(۶۵/۱،طبع:رشیدیة کوئٹه)

فالنية ارادة الدخول في الصلوة والشرط ان يعلم بقلبه أي صلوة يصلي وادناها مالو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سئل لا امكنه ان يجيب على البديهة وان لم يقدر على ان يجيب الا بتأمل لم تجز صلوته . ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن كذا في الكافي.

ولما في منية المصلي مع شرحه:(ص:۳۰۵،طبع:سہیل اکیڈیمی)

وان ادرك الامام في الركوع فانه يتحرى في الاتيان بالثناء ان كان اكبر رأيه انه لو اتى به أي بالثناء يدرك الامام في شئي من الركوع ياتي به قائماً والا اى وان لم يكن غالب ظنه انه لو أتى بالثناء يدرك الامام في شئي من الركوع بل غلب على ظنه انّه ان اشتغل به لايدرك شيأ من الركوع مع الامام أوشك في ذالك يركع ويتابع الامام ويترك الثناء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۶۵

﴿نمازوں میں دل کی نیت کا اعتبار ہے نہ کہ زبان کی نیت کا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے کہ اگر کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنا چاہتا ہے اسکے دل میں بھی فجر کی نماز کا ارادہ ہے لیکن غلطی سے نیت کرتے وقت زبان سے ظہر کی نیت کر لیتا ہے تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟ مستفتی: محمد احمد

﴿جواب﴾ نیت اصل میں دل کے ارادے کا نام ہے لہٰذا کسی شخص کے دل میں نماز فجر پڑھنے کا ارادہ ہے اور اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اگر چہ زبان سے کسی اور نماز کی نیت کی ہو۔ اسلئے کہ اعتبار دل کی نیت کا ہے زبان سے نیت کے الفاظ دل کو متوجہ کرنے کیلئے ہی بولے جاتے ہیں۔

لما في الدر المختار:(۴۱۵/۱،طبع سعيد)

(والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية.

وفي الشامية:(قوله ان خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهوا أجزء ه .كما في الزاهدي قهستاني.

ولما في الهندية:(۶۵/۱ طبع رشيديه)

ألنية ارادة الدخول في الصلوٰة والشرط أن يعلم بقلبه أى صلوٰة يصلي وأدناها مالوسئل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

[illegible] الوقت [illegible] لم تجز صلوته ولا

[illegible] وهو حسن كذا في الكافي

الجواب صحیح عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب محمد سجاد

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۰۲۳

﴿نمازوں میں نیت کا حکم؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد والی دو رکعت میں سنت کی نیت کرنی چاہیئے یا نفل کی؟ اور عید کی نماز میں چاشت کی نیت کرنی چاہیئے یا نہیں؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔　　مستفتی: احسان اللہ بحرین سواتی

﴿جواب﴾ نیت دل کے ارادے اور قصد کا نام ہے، دل میں یہ ارادہ اور قصد ہو کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں، زبان سے خواہ کچھ بھی ذکر نہ کریں، نماز بلاشبہ ہو جائے گی، زبان سے نیت کے الفاظ بولنا کوئی ضروری نہیں، البتہ توجہ کو مرکوز کرنے کے لئے بہتر ہے، نماز جمعہ کے بعد والی دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں لیکن سنن و نوافل میں مطلق نیت یعنی دل میں صرف نماز پڑھنے کا ارادہ کر لینا بھی کافی ہے، تعیین ضروری نہیں۔

فرائض و واجبات میں نیت کرتے ہوئے تعیین ضروری ہے صرف نماز پڑھنے کا ارادہ کافی نہیں ہے، دل میں یہ توجہ ہو کہ فلاں وقت کا فرض یا واجب پڑھ رہا ہوں، اسی طرح عیدین کا حکم ہے یعنی نماز عید اداء کرتے ہوئے دل میں یہ خیال ہو کہ یہ میں نماز عید اداء کر رہا ہوں، زبان سے بھی بول دیا، تو بہتر ہے، ضروری نہیں ہے، چاشت کے وقت کا ذکر کرنا نہ کرنا برابر ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لمافی التنویر مع الدر: (۱/۴۱۷، طبع سعید)

(وكفى مطلق نية الصلاة) وان لم يقل لله (لنفل وسنة) راتبة (وتراويح) على المعتمد،

قوله كفى (الخ) بان يقصد الصلاة بلا قيد نفل او سنة او عدد.

ولمافی الهندیة: (۱/۶۵، طبع رشیدیه)

ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح هو الصحيح كذا في التبيين وهو ظاهر

الجواب، واختيار عامة المشائخ، كذا في التجنيس--- الواجبات والفرائض لاتتادى بمطلق النية اجماعا، كذا في الغياثية. ... وفي العبد ين ينوى صلاة العيد.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی غفرلہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۳۶۴

﴿نماز کی نیت کا صرف دل میں ہونا کافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مغرب کی نماز کے لئے گھر سے نکلے مسجد میں آ کر بے خیالی سے مغرب کی نیت کرنے کے بجائے عشاء کی نماز کی نیت کی یہ نیت صرف زبان سے کی دل میں تو گھر سے نکل کر صف میں کھڑے ہونے تک مغرب کی نیت تھی اب اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: عبد القیوم

﴿جواب﴾ نماز کیلئے دل کی نیت کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی دل میں نیت کرے زبان سے نہ کرے تو نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ اگر دل میں نیت کے ساتھ زبان سے بھی نیت کرے تو زیادہ بہتر ہے، صورت مذکورہ میں چونکہ دل میں مغرب کی نیت تھی زبان سے بے خیالی کی بناء پر عشاء کی نیت کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا نماز ہو جاتی ہے۔

لما في التنوير مع الدر: (۱/۴۱۵، طبع ایچ ایم سعید)

والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية. وفي الشامية: فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهوا أجزاه كما في الزاهدي.

ولما في الهندية: (۱/۶۵ طبع رشيديه)

النية ارادة الدخول في الصلاة والشرط ان يعلم بقلبه أى صلاة يصلى وأدناها لوسئل لامكنه أن يجيب على البديهة وان لم يقدر على أن يجيب الابتأمل لم تجز صلاته ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن كذا في الكافي.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۸ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:

﴿نماز کی نیت باندھتے وقت نظر کہاں رکھنی چاہیے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کی نیت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باندھتے وقت نظر کہاں رکھنی چاہیے سامنے یا سجدہ کی جگہ؟ مستفتی: محمد کاشف شہزاد ساہیوال

﴿جواب﴾ نیت باندھتے وقت نظر ایسی جگہ ہونی چاہیئے جس سے توجہ اور دھیان نماز کی طرف ہوجائے، اصل چیز تو توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مؤدب حاضری ہے، یکسوئی حاصل کرنے کیلئے سجدہ کی جگہ پرنگاہ رکھ لی جائے تو زیادہ بہتر ہے، ویسے بھی احادیث میں دوران نماز نگاہ نیچی رکھنے کا حکم صراحۃً مذکور ہے۔

ولما فی اعلاء السنن:(۱۷۷/۲، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ان النبی ﷺ قال: یاانس اجعل بصرک حیث تسجد الخ

کذافی بذل المجھود: (۱۰/۲، طبع الشیخ)

ولما فی البحر:(۳۰۲/۱، طبع سعید)

(قوله وآدابها نظره الی موضع سجوده) ای فی حال القیام......لان المقصود الخشوع...... الخ. وکذافی تبیین الحقائق:(۲۸۲/۱، طبع سعید) وکذافی الشلبی:(۲۸۳/۱، طبع سعید) وکذافی التتارخانیة:(۳۸۱/۱، طبع قدیمی) وکذافی روح المعانی: معنی الخشوع: (۲۸۰/۱۸، طبع رشیدیه) (تحت قول الله تعالی: الذین هم فی صلاتهم خشعون)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: انیس طالب کان اللہ لہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ فتویٰ نمبر: ۲۶۲۴

﴿صرف تصور میں قراءت کرنے سے نماز نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ کوئی شخص ہونٹ ہلائے بغیر دل میں قرأت کرتا ہے تو اس کی نماز ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ مستفتی: اختیار احمد اورنگی ٹاؤن کراچی

﴿جواب﴾ ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر دل ہی دل میں پڑھنے سے قرأت نہیں ہوتی قراءت کے لیے الفاظ کی باقاعدہ ادائیگی ضروری ہے جو کہ زبان، ہونٹوں کو کچھ آواز کے ساتھ حرکت دینے سے ادا ہوسکتے ہیں، اور آواز اتنی ہو کہ خاموش فضاء میں انسان کم ازکم خود اپنی قراءت سن سکے یعنی اتنی آواز کے ساتھ پڑھے۔

مثلاً رات کی خاموشی میں، تنہائی میں اپنی آواز سنائی دے تو یہ کافی ہے، دن کے وقت فضاء

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دیگر آوازوں کی گونج سے بھری ہوئی ہوتی ہے تو معمولی آواز سنائی نہیں دیتی اس کا اعتبار نہیں ہے، بہر حال ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر قراءت نہیں ہو سکتی، اس لیے منفرد کی نماز ادا نہ ہوگی۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۲۷۵،طبع سہیل اکیڈمی)

"والثالثة" من الفرائض "القراء ة وهو تصحيح الحروف بلسانه بحيث يسمع نفسه" فان صحح الحروف من غيران يسمع نفسه لايكون ذالك قراء ة فى اختيار الهندوانى والفضلى لان مجرد حركة اللسان لايسمىٰ قراء ة بلا صوت لان الكلام اسم لمسموع مفهوم "وقيل اذا صحح الحروف يجوزوان لم يسمع نفسه" وهو اختيار الكرخى لان القراء ة فعل اللسان وذالك باقامة الحروف دون الصماخ لان الصماع فعل السامع لا القارى وفى المحيط الاصح قول الشيخين وفى الكافى قال شمس الائمة الحلوانى الأصح ان لايجزيه مالم تسمع اذناه ويسمع من بقربه—الخ.

وهكذا فى الشامية:(۵۳۵/۱،طبع)

هكذا فى البحر(۳۳۶/۱،طبع سعيد)

ولما فى الهداية:(۱۱۹/۱،طبع رحمانيه)

ثم المخافتة ان يسمع نفسه والجهران يسمع غيره وهذا عند الفقيه ابى جعفر الهندوانىؒ لان مجرد حركة اللسان لايسمىٰ قراء ة بدون الصوت—الخ.

وفى حاشيتها:"قوله "ان يسمع غيره تفسير الجهر والمخافتة هو الصحيح امادراية— واما رواية فلرواية البخارى وغيره عن ابى معمر قلت لخباب بن الارت أكان رسول الله ﷺ يقرأ فى الظهر والعصر قال نعم قلنا له من اين علمت قال باضطراب لحيته......فان ذالك لا يكون الا بتحريك اللسان بالشفتين

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:ظہور احمد شمس

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۲۶۰

﴿تصور سے قراءت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بعض لوگ نماز پڑھتے وقت قراءت کا تصور کرتے ہیں یعنی ہونٹ اور زبان نہیں ہلاتے، بلکہ چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے یا زبان اور ہونٹ کو حرکت دینا ضروری ہے؟

مستفتی:عدنان

﴿جواب﴾ تصور سے قراءت کرنے سے نماز نہیں ہوتی، قراءت میں الفاظ کی ادائیگی کیلئے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زبان اور ہونٹوں کو حرکت دینا ضروری ہے۔

لمافی الهداية:(۱/۱۱۹،طبع رحمانیه)

والكرخي ادنى الجهران يسمع نفسه وادنى المخافتة تصحيح الحروف لان القراءة فعل اللسان دون الصماخ.

ولمافی العالمگیرية:(۱/۶۹،طبع رشيديه)

واما حد القراءة فالقول لتصحيح الحروف امر لابد منه فان صحح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه لايجوز وبه اخذ عامة المشائخ هكذا في المحيط.

ولمافی ردالمحتار:(۱/۵۳۵،طبع سعید)

وادنى المخافتة اسماع نفسه ويجرى ذلك المذكور في كل مايتعلق بنطق كتسمية على ذبيحة ووجوب سجدة التلاوة وعتاق وطلاق واستثناء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ   فتویٰ نمبر: ۸۴۵

﴿قرأت کے آخری لفظ کو رکوع کی تکبیر کیساتھ ملانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ کے بعد قرأت کے آخری لفظ پر بغیر ٹھہرے رکوع کی تکبیر کیساتھ ملا دے تو ایسا کرنا سنت کے موافق ہے یا مخالف؟ بعض ائمہ حضرات اس طرح کرتے ہیں اس میں کوئی خاص علمی بات ہے؟

﴿جواب﴾ قرأت کے اختتام پر کچھ وقفہ کر کے رکوع کیلئے تکبیر کہے یا قرأت کے آخری لفظ کیساتھ ملا کر اللہ اکبر کہے دونوں جائز ہیں، البتہ زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ قرأت کا آخری لفظ حمد و ثناء پر اگر مشتمل ہو تو وقفہ کے بغیر آخری لفظ کیساتھ ملا کر تکبیر کہنی چاہئے، جیسے "وکبره تكبيراً" تو یہاں تنوین ظاہر کر کے اللہ اکبر کہے، اور آیت کا آخری لفظ حمد و ثناء پر مشتمل نہ ہو مثلاً "ان شانئك هو الابتر" تو یہاں پوری طرح وقف کر کے "اللہ اکبر" کہے تو یہ زیادہ اولیٰ ہے۔

لما فی الشامی: ۱/۴۹۳،طبع سعید)

ولا يكره وصل القراءة بتكبيرة.(قوله ولا يكره الخ)مثاله ان يقول "واما بنعمة ربك فحدث،الله اكبر" وفي القهستاني:وفي قوله ثم يكبر دلالة على انه لايصل التكبير بالقراءة،وهذا رخصة والأفضل الوصل، وفي شرح المنية:وعن ابي يوسف انه قال ربما

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وصلت وربما تركت وذكر في التاتارخانية تفصيلا حسنا وهو انه اذا كان آخر السورة ثناء مثل "وكبره تكبيرا" فالوصل أولى والا فالفصل أولى مثل ان شانئك هو الأبتر فيقف ويفصل ثم يكبر للركوع.

ولما في التاتارخانية: (۲۵۹/۱ طبع قديمى)

وكان القاضي الامام السعيد ابوبكر الهمقوبى قال: اذا فرغت من القراءة وتريد ان تكبر للركوع فان كان الختم بالثناء فالوصل (الله اكبر) أولى كقوله تعالى: "وكبره تكبيرا" ولو لم يكن ختم السورة بالثناء فالفصل أولى كقوله عزوجل: "ان شانئك هو الأبتر" الاولى ان يقف ويفصل ثم يقول: الله اكبر وكقوله عزوجل: "في جيدها حبل من مسد" يقف ثم يقول: الله اكبر.

ولما في حلبى كبير: (۲۷۶ طبع نعمانية)

وهذا يفيد انه يصلي خاتمة القراءة بالركوع من غير تراخ وعن ابى يوسفؒ انه قال ربما وصلت وربما تركت وقال ابو جعفر الهندواني يصلها اى القراءة بالركوع وصلا وانما ترك ابو يوسفؒ الافضل تعليما للرخصة كذا في الكفاية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۹۳

﴿جہری قرأت شروع ہو تو ثناء چھوڑ دینا اولیٰ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام کے ساتھ جہری نماز میں اس وقت شامل ہو گیا جب امام نے الحمدللہ شروع کیا ہو، تو کیا اس وقت مقتدی کے لئے ثناء پڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پڑھنا بہتر ہے یا نہ پڑھنا؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں نوازش ہوگی۔ مستفتی: فہیم الرحمٰن مروت

﴿جواب﴾ امام کے ساتھ جہری نمازوں میں اس وقت اگر کوئی شامل ہوا کہ امام نے قرأت پڑھنا شروع کر لیا ہو، تو امام صاحب کے وقفوں کے دوران ایک، ایک یا دو، دو کر کے کلمات پڑھنے کی گنجائش ہے، اور نہ پڑھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

لما في مراقى الفلاح: (ص، ۲۸۲، طبع: قديمى كتب خانه)

(فيأتى به المسبوق) في ابتداء ما يقضيه بعد الثناء فانه يثنى حال اقتداءه ولو في سكتات الامام على ما قيل وفي حاشية الطحطاوى تحت قوله: (فانه يثنى حال اقتداءه) لا وجه لهذا التعليل قال في الشرح: ويثنى أيضا حال اقتداءه وان سبقه به امامه ما لم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یقرأ، وقیل یثنی فی سکتاته، هو أولیٰ مما هنا.

ولما فی حلبی کبیر:(ص ۲۶۵، طبع: نعمانیه)

واذا أدرك الشارع فی الصلوة عند شروعه الامام وهوأی والحال ان الامام یجهر بالقرأة لا یأتی بالثناء بل یستمع وینصت للأیة، وقال بعضهم یأتی بالثناء عند سکتات الامام حین کون الثناء کلمة کلمة أو کلمتین کلمتین بحسب ما یمکنه، لأنه امکنه الاتیان بالسنة مع مراعات مقتضی الأمر ــ بل الأصح هو القول الأولی انه لا یأتی به مطلقاً لاطلاق النص.

ولما فی الشامی:(۱/۴۸۸، طبع: سعید)

واختاره قاضیخان حیث قال: ولو أدرك الامام بعد ما اشتغل بالقراءة قال ابن الفضل لا یثنی، وقال غیره یثنی، وینبغی التفصیل ان کان الامام یجهر لا یثنی، وان کان یسر یثنی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۶ صفر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۵۷

﴿عورت جہری نماز میں جہراً قراءت نہیں کرسکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ کیا جہری نمازوں میں عورت جہراً قراءت کرسکتی یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں — مستفتی: محمد ریاض

﴿جواب﴾ عورت کے لیے جہری نمازوں میں جہراً قراءت کرنا ممنوع ہے۔

(لما فی الرد المحتار ۱/۵۰۲)

ولا تجهر فی الجهریة، بل لو قیل بالفساد بجهرها لامکن بناء علی ان صوتها عورة

(ولما فی البحر الرائق ۱/۳۲۱)

ولا یستحب فی حقها الجهر بالقراءة فی الصلوة الجهریة، بل قدمنا فی شروط الصلوة انه لو قیل بالفساد اذا جهرت لامکن علی القول بان صوتها عورة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انگی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۸۴

﴿دوسری نماز کا ذکر کرنے سے نماز کی نیت خراب نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! کبھی کبھی جلد بازی میں وقت کی فرض نماز کی نیت کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بجائے دوسرے وقت کی نماز کی نیت زبان سے پڑھ لیتا ہوں، مثلاً اکثر ظہر کے فرض پڑھتے وقت ظہر کی نماز کے بجائے عصر کی نماز کی نیت کر لیتا ہوں تو اس صورت میں کونسی نماز ادا ہوگی ظہر کی یا عصر کی؟ مستفتی: محمد سلمان ساہیوالی

﴿جواب﴾ نیت دل کے عمل کا نام ہے، لہٰذا دل میں اسی وقت کی فرض نماز کی نیت اگر ہو اور وقت بھی اسی نماز کا ہو تو فقط زبان سے جلد بازی میں دوسری نماز کا ذکر کرنے سے نیت خراب نہیں ہوتی۔

لما في الحلبي: (ص ۲۵۲، طبع سہیل اکیڈمی)

ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الأئمة لأن النية عمل القلب لا عمل اللسان.

ولما في البحر الرائق: (۱/ ۲۸۲-۲۸۰، طبع سعيد)

(بحث شروط الصلوة) وقد علم مما قدمناه من أنه لا معتبر باللسان أنه لو نوى الظهر وتلفظ بالعصر فإنه يكون شارعا في الظهر كما صرحوا به — وفي منية المصلي، ولو نوى مكتوبتين فهي للتي دخل وقتها وعلل له في المحيط بأن الوقتية واجبة للحال وغيرها لا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مزمل شاہ

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۵۵

﴿زیر ناف ہاتھ باندھنے کا ثبوت احادیث سے ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علماء احناف نماز میں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنے کو مسنون کہتے ہیں، کیا اس کا کسی حدیث سے ثبوت ہے؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: عبدالکریم مروت

﴿جواب﴾ بحمد اللہ تعالیٰ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی مسئلہ دلائل شرعیہ کے خلاف بیان نہیں فرمایا، لہٰذا مردوں کے لئے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا مسنون ہے، جو درجہ ذیل احادیث وآثار سے ثابت ہے۔

ولما في هامش أبي داؤد: (۱/ ۱۱۸، باب وضع اليمين على اليسرى، طبع: رحمانيه)

"حدثنا محمد بن محبوب ثنا حفص بن غياث عن عبدالرحمن بن اسحاق عن زياد بن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زید عن أبی جحیفة أن علیاً رضی الله عنه قال:من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة"۔

ولما فی مصنف بن ابی شیبة:(۳۹۱/۱ ببیروت)

"عن عبدالرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید السوائی عن أبی جحیفة عن علی رضی الله عنه قال:من سنة الصلوة وضع الأیدی علی الأیدی تحت السرة"

اگر چہ اس روایت کی سند میں کلام ہے، وہ یہ کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف راوی ہیں، لیکن اس کی تائید دیگر مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ہورہی ہے۔اور غیر مقلدین سینے پر ہاتھ باندھنے کی تائید میں کوئی ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کرسکتے بلکہ ایسی کوئی ضعیف روایت بھی پیش نہیں کرسکتے جسکی تائید کسی دوسری ضعیف حدیث سے ہوتی ہو۔

ولما فی اعلاء السنن:(۱۸۲/۲، طبع: دار الکتب العلمیة بیروت)

وأما علة ضعف عبدالرحمن بن اسحاق فقد عرفت ارتفاعها بقول العجلی:أنه جائز الحدیث یکتب حدیثه،علی أنه قد تأید بشواهد کما قال ابن حزم:روینا عن أبی هریرة رضی الله عنه قال:"وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة "وعن أنس رضی الله عنه قال:ثلاث من أخلاق النبوة تعجیل الافطار وتأخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوة تحت السرة"کذا فی جوهر النقی(۱۲٦/۱)

ولما فی عمدة القاری:(۳۰۸/۵باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوة)طبع رشیدیه

رواه ابن حزم من حدیث أنس رضی الله عنه:"من اخلاق النبوّة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة"۔

ولما فی اعلاء السنن:(۱۸۵/۲، باب وضع الیدین تحت السرة وکیفیة الوضع)

"حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبیه رضی الله عنه قال:رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة" أخرجه ابن أبی شیبة ورجاله ثقات،وقال الشیخ قاسم ابن قطلوبغا الحنفی:ان هذا سند جید.

ولما فی مصنف ابن أبی شیبة:(۳۹۰/۱ بیروت)

"أخبرنا حجاج بن حسان قال:سمعت أبا مجلز،أو سئلته قال: قلت:کیف یضع؟قال:یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله ویجعلها أسفل السرة"۔

عن ابراهیم قال یضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة"۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ
۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ	فتویٰ نمبر:۳۸۱۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿انتہائی چست تنگ، باریک لباس اور ٹائی لگا کر نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل باریک جو کہ انتہائی چست اور تنگ ہو کہ جس میں جسم کے وہ اعضاء جن کا چھپانا ضروری ہیں انکی ساخت اور عیب ظاہر ہوتی ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اکثر طرف دیکھا گیا ہے کہ ٹائی باندھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مستفتی محمد شاہد ...

﴿جواب﴾ ایسا تنگ اور چست لباس جس میں جسم کے تمام اعضاء کی ساخت اور ہیئت نمایاں ہوتی ہو لباس سے مقصود کے منافی ہے کیونکہ لباس سے اصل مقصود ستر پوشی ہے اور ساتھ ساتھ زینت بھی لیکن اس طرح کے لباس سے نہ تو یہ مقصد حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی زینت حاصل ہوتی ہے، بلکہ یہ تو بے حیائی ہے اور سلیم الفطرت لوگوں کی نظر میں بجائے زینت کے بدنما لگتا ہے اس لئے ایسا لباس عام حالات میں پہننا ناپسندیدہ ہے اور نماز تو بہت بڑی عبادت ہے جس میں بندہ اپنے رب سے سرگوشی کا موقع ہے ایسے موقع پر مہذب اور دین اسلام کی نظر میں باعزت لباس پہننا چاہئے تاہم اگر کوئی ایسا لباس پہن کر نماز ادا کرے تو نماز ہو جائیگی لیکن کراہت سے خالی نہیں ہوگی اس لئے ایسے لباس سے ویسے بھی بچنا چاہئے اور نماز میں تو خاص کر اس کے بجائے عمدہ لباس یعنی ڈھیلا ڈھالا لباس پہننا چاہئے۔ باقی رہے لوگوں کا اس کی طرف دیکھنا تو یہ بات مستحسن نہیں بلکہ بہت سی حالتوں میں تو حرام ہے۔

ٹائی باندھنا چونکہ عیسائیوں کے یہاں کا مذہبی شعار ہے اور صلیب کی طرح انکی مذہبی علامات میں سے ہے جیسا کہ ... عیسائی لوگ بڑے اہتمام سے باندھتے ہیں ... اپنے ... کہتے ہیں ... [illegible] "وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم" تو یہ انکی مذہبی نشانی ہے اس سے بچنا چاہئے اور ٹائی باندھ کر نماز پڑھنے میں تو اور بھی کراہت ہوتی ہے اپنے دین سے بے ... اور ... لوگوں کی تہذیب کے ... مسلمان بھی ... ٹائی باندھتے ہیں اور یہ افسوس کی بات

ہے کہ بعض اداروں میں اسکو لازمی بھی قرار دیا ہے، یہ لوگ اگر بطور فیشن یا انکے ادارے کی طرف سے لازمی قرار دینے کی وجہ سے اگر باندھتے ہیں تو یہ بلاشبہ ناجائز اور غیرت اسلامی کے خلاف ہے اور عیسائی لوگوں کے نظریہ کی تائید میں اگر باندھتے ہیں تو قرآنی خبر کا انکار ہے اس لیے کفر ہے، اس لیے ٹائی باندھنے سے گریز کرنا بہت ضروری ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ:(سورة الاعراف اية ٣١)

يبني ادم خذوا زينتكم عند كل مسجد،

ولما فی تفسير روح المعانی تحت هذه الآية(٢٨٧/٨ طبع رشيديه)

(يبني ادم خذوا زينتكم) ای ثيابكم لمواراة عوراتكم لان المستفاد من الامر الوجوب والواجب انما هو ستر العورة (عند كل مسجد) ای طواف و صلاة والى ذالک ذهب مجاهد وابو الشيخ وغيرهما.....وحمل بعضهم الزينة على لباس التجمل، لان المتبادر منه ونسب للباقرؒ وروى عن الحسن السبط انه اذا قام الى الصلاة اجود ثيابه فقيل له يا ابن رسول الله لم تلبس اجود ثيبك؟ فقال: ان الله تعالى جميل يحب الجمال فاتجمل لربى وهو يقول(خذوا زينتكم عند كل مسجد) فاحب ان البس اجمل ثيابى ولا يخفى ان الامر حينئذ لايحمل على الوجوب لظهور ان هذا التزين مسنون لا واجب،

ولما فی مرقاة المفاتيح(٢٢٢/٨ طبع رشيديه)

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ" من تشبه بقوم فهو منهم" ای من شبه نفسه بالكفار(مثلا فی اللباس وغيره او بالفساق او بالفجار او باهل التصوف والصلحاء الابرار" فهو منهم" ای فی الاثم والخير قال الطيبى هذا عام فی الخلق والشعار ولما كان الشعار اظهر فی التشبيه،

ولما فی الشامی(٤١٠/١ طبع سعيد)

(ولا يضر التصاقه) ای بالالية مثلاقوله وتشكله من عطف المسبب على السبب وعبارة شرح المنيه: اما لو كان غليظا لايرى منه لون البشرة الا انه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيا فينبغى ان لا يمنع جواز الصلوة لحصول الستر،

ولما فی الشامی(٣٦٦/٦ طبع سعيد)

اقول مفاده: ان روية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفا لا ترى البشرة منه

ولما فی سنن ابی داؤد(٢١٨/٢ باب فی الصليب فی الثوب)

عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ كان لايترك فی بيته شيئا فيه تصليب الا قبضه،

ولما فی بذل المجهود تحت هذا الحديث(٦٨/٥)

(عن عائشةب ان رسول الله ﷺ كان لايترك فی بيته شيئا)يشمل الملبوس والستور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

والبسط والالات فيه (تصليب) اى صورة الصليب التى للنصارى من نقش فى ثوب او غيره (الا قبضه) ولفظ البخارى الا نقضه اى قطعه وكسره وغيره صورة الصليب وان لم لكن على صورة ذى حيوة لكن يمحى لما يعبده النصارى۔

ولما فى التاتارخانيه: (۱/۴۱۰ طبع سعيد)

ولو وقع بصر المصلى على عورة غيره لا تفسد صلاته وان تعمد ذالك فهو مسيئى،

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

ربیع الاول ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۳۶۰۷

﴿باریک دوپٹے میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لڑکیاں ایسے باریک دوپٹے استعمال کرتی ہیں کہ سر پر دوپٹہ ہونے کے باوجود سر کے بال صاف نظر آتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ لڑکیوں کے بال ستر میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور اسی طرح کے دوپٹوں میں نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتیہ: بیگم سردار محمد سواتی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ لڑکیوں کا پورا جسم ستر ہے، جس میں سر کے بال بھی داخل ہیں، سوائے چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائیوں تک، لہٰذا ایسا دوپٹہ استعمال کرنا جس میں سر کے بال صاف نظر آتے ہوں نماز نہیں ہوتی۔

لمافى التنوير مع الدر: (۱/۴۰۲ مطلب فى ستر العورة، طبع سعيد)

(و) الرابع (ستر عورته) ووجوبه عام ولو فى الخلوة على الصحيح الالغرض صحيح.

وفى الشامية: (قوله ووجوبه عام) اى فى الصلاة وخارجها.

ولمافى التنوير مع الدر: (۱/۴۰۵ مطلب فى ستر العورة طبع سعيد)

(وللحرة) ولو خنثى (جميع بدنها حتى شعرها النازل فى الأصح. وفى الشامية: (قوله النازل) اى عن الرأس بان جاوز لأذن، وقيد به اذلاخلاف فيما على الرأس (قوله فى الأصح)......وعليه الفتوى كما فى معراج.

وكذافى الهندية: (۱/۵۸، الباب الثالث فى شرائط الصلاة طبع رشيديه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۲۹۳۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿قبلہ نما کی شرعی حیثیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ نما کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

﴿جواب﴾ قبلہ رخ ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے لیکن مکہ مکرمہ کے باشندوں کے علاوہ کعبہ سے دور لوگوں کے لیے جہت کعبہ کو معتبر مانا گیا ہے بشرطیکہ ۴۵ درجہ کے زاویہ کی حد میں ہو اور جہاں یہ جہت معلوم نہ ہو تو اس کے لیے "تحری" کو ضروری قرار دیا ہے، "تحری" کا مطلب یہ ہے کہ اس جہت کو معلوم کرنے کے لیے نمازی کم از کم قرائن مثلاً سورج، چاند اور تاروں وغیرہ کے ذریعہ معلوم کرنے کی حتی الوسع کوشش کرے، قبلہ نما بھی اس جہت کو بتانے کے لیے ایک قرینہ اور ذریعہ ہے، شریعت ایسی چیزوں سے استفادہ کو منع نہیں کرتی۔

لما في العالمگيرية:(۶۳/۱،الفصل الثالث في استقبال القبلة،طبع رشيديه)

وجهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل في الأمصار والقرىٰ المحاريب التي نصبها الصحابةؓ والتابعون فعلينا اتباعهم فان لم تكن فالسؤال من أهل ذالك الموضع وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم هكذا في فتاوىٰ قاضيخان. وكذا في بدائع الصنائع:(۱۱۸/۱،طبع سعيد)وكذا في التنوير مع الدر:(۴۲۷/۱،طبع سعيد)

ولما في معارف السنن:(۲۷۷/۲،طبع سعيد)

ثم انه قدر تلك السعة في الجهة بقدر ربع الدائرة،وصرحوا بفساد صلاة من خرج عن مقدار الربع،واذن يتحمل الانحراف في الجهة عن الكعبة نفسها نحو خمس وأربعين درجة كما حققه الغزالي وغيره من المحققين.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۰۹

﴿دوران نماز دونوں پاؤں کے درمیان فاصلے کی مقدار﴾

﴿سوال﴾ دوران نماز قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے بعض لوگ دونوں قدموں کو بہت کھول کر رکھتے ہیں اور بعض لوگ بالکل ملا کر رکھتے ہیں برائے مہربانی صحیح طریقہ بیان فرمائیں؟

﴿جواب﴾ دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار ہونا چاہیے (ہر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آدمی کے اپنے ہاتھ کا اعتبار ہوگا) کیونکہ اس سے خشوع میں مدد ملتی ہے۔

لمافی رد المحتار:(۱۳۱/۲ مطبع امدادیہ)

ویکرہ القیام علی أحد القدمین فی الصلاۃ بلا عذر، وینبغی أن یکون بینھما مقدار أربع أصابع الید لأنہ أقرب الی الخشوع، ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی أنہ کان یفعلہ، کذا فی الکبری، وماروی أنھم ألصقوا الکعاب بالکعاب أرید بہ الجماعۃ: أی قام کل واحد بجانب الاخر، کذا فی فتاوی سمر قند — الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۶

﴿سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا نماز میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر سورۃ فاتحہ کے بعد قراءت سورت کی ابتداء سے شروع کریں تو سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا اولیٰ ہے اور اگر سورۃ فاتحہ کے بعد قراءت سورت کے درمیان سے شروع کی تو بسم اللہ نہ پڑھیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱۹۲/۲ مطبع امدادیہ)

لاتسن بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا ولو سریۃ ولاتکرہ اتفاقا وفی الشامیۃ:(قولہ لاتسن) مقتضی کلام المتن أن یقال: لایسمی لکنہ عدل عنہ لایھامہ الکراھۃ بخلاف نفی السنیۃ. ثم ان ھذا قولھما وصححہ فی البدائع وقال محمدؒ: تسن ان خافت لاان جھر بحر، ونسب ابن الضیاء فی شرح الغزنویۃ الاول الی ابی یوسفؒ فقط فقال: وھذا قول أبی یوسفؒ، وذکر فی المصفی أن الفتوی علی قول أبی یوسفؒ أنہ یسمی فی اول کل رکعۃ ویخفیھا وذکر فی المحیط: المختار قول محمدؒ وھو أن یسمی قبل الفاتحۃ وقبل کل سورۃ فی کل رکعۃ وفی روایۃ الحسن بن زیادؒ أنہ یسمی فی الرکعۃ الاولی لاغیر، وانما اختیر قول أبی یوسفؒ لأن لفظۃ الفتوی آکد وابلغ من لفظۃ المختار ولأن قول أبی یوسفؒ وسط وخیر الامور اوسطھا، کذا فی شرح عمدۃ المصلی اھ مافی شرح الغزنویۃ، ووقع فی النھر ھنا خطأ وخلل فی النقل ایضا عن شرح الغزنویۃ فاجتنبہ فافھم، قولہ (ولاتکرہ اتفاقا) ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بأنہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرا أو جھرا کان حسنا عند أبی حنیفۃؒ و(رجحہ) المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا ایۃ من کل سورۃ. بحر.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سورۃ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۃ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۃ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

مستفتی: بہادر شیر شانگلہ پورن

﴿جواب﴾ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد منفرد اور امام کیلئے اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے اور بقیہ رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ سراً پڑھنا بہتر ہے۔

لمافی التنویر مع الدر: (۲۹۰/۱، طبع سعید)

الاختلاف فی کونها آیة من کل سورة، مطلب قراءة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن سمی غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة ووضوء سرا فی اول کل رکعة ولو جهریة لا تسن بین الفاتحة السورة مطلقا ولو سریة ولا تکره اتفاقا وفی شرحه لا تکره اتفاقا ولهذا صرح فی الذخیرة والمجتبی بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سرا اوجهرا کان حسنا عند ابی حنیفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلمیذه الحلبی لشبهة.

ولما فی حاشیة الطحطاوی: (ص ۲۶۰، طبع قدیمی)

وتسن التسمیة اول کل رکعة وفی حاشیة المؤلف علی الدرر واتفقوا علی عدم الکراهة فی ذکرها بین الفاتحة والسورة بل هو حسن سواء کانت الصلوة سریة اوجهریة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۲۴۲

﴿قراءت سریہ میں اخفاء کی مقدار؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قراءت سریہ میں اخفاء کی مقدار کیا ہے؟ ایک آدمی دل دل میں قراءت کر رہا ہے زبان سے قرأت نہیں کرتا تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

مستفتی: محمد عظیم خان

﴿جواب﴾ قراءت سریہ میں اخفاء کی مقدار یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے ساتھ اتنی مقدار آواز سے قرأت کرنا جو شور وغل کی رکاوٹ کے بغیر خود سنی جاسکتی ہو، صرف دل دل میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر پڑھنے کو قراءت نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا صرف دل میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۲۲۰،طبع نعمانیه)

القراءة وهو تصحيح الحروف بلسانه بحيث يسمع نفسه.

ولمافی الدر المختار:(۲/۲۵۲،طبع امدادیه)

(المخافتة اسماع نفسه) فشرط الهندوانى والفضلى لوجودها خروج صوت يصل الى اذنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۶ محرم ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر: ۱۸

﴿امام کا جہری نماز سراً پڑھانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے مغرب میں جہری قرأت کے بجائے سراً نماز پڑھادی اور اتفاق سے مقتدیوں نے بھی اسکو لقمہ نہیں دیا، نماز ختم ہونے کے بعد کچھ مقتدیوں کا کہنا ہے کہ سجدہ سہو نہ کرنے کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی، جبکہ امام اس بات پر مصر ہے کہ نماز ہوگئی، اس کا لوٹانا ضروری نہیں، برائے مہربانی ''اعادہ صلوٰۃ'' اور ترک اعادہ کے متعلق آپ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: غلام مصطفیٰ، سہراب گوٹھ

﴿جواب﴾ جہری نمازوں میں جہراً قرأت کرنا امام پر واجب ہے، لہٰذا بھول سے امام صاحب نے جہری نماز میں ایک رکن کی مقدار میں سراً قرأت کی ہو تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، لیکن پوری نماز میں یاد نہ آنا کہ یہ جہری نماز ہے کچھ بعید معلوم ہوتا ہے، دراصل امام صاحب کو مسئلے کا صحیح علم نہیں اس لئے وہ نماز کے صحیح ہونے پر مصر ہیں، حالانکہ نماز واجب الاعادہ ہے، لہٰذا پوری نماز میں امام صاحب بھولے رہے ہوں تب تو سجدہ سہو سے کفایت ہو جاتی لیکن مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جہری قرأت یاد آنے کے باوجود جہر نہ کی ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو سے بھی تلافی نہیں ہوتی۔ بہر حال مذکورہ صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے۔ تمام نمازی اس نماز کا اعادہ کریں۔

لمافی الشامی: ۱/۸۱(طبع ایچ۔ایم سعید)

(والجهر فيما يخافت فيه) للامام (وعكسه) لكل مصل فى الاصح. وصرحوا بان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وجوب السهو عليه اذا جهر فيما يخافت رواية النوادر وفي ظاهر الرواية لا سهو على المنفرد اذا جهر فيما يخافت فيه وانما هو على الامام فقط.

ولما في البحر: ۹۹/۲ (سعید)

الجهر على الامام فيما يجهر فيه والمخافتة مطلقا فيما يخافت فيه وهذا في حق الامام دون المنفرد لان الجهر والمخافتة من خصائص الجماعة كذا في البنايه وذكر قاضيخان في فتاواه ان ظاهر الرواية وجوب السجود على الامام اذا جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر.

لما في الهنديه: ۱۲۸/۱ (طبع رشیدیه کوئٹه)

لو جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر وجب عليه سجود السهو.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب عزیز احمد خضداری غفر لہ ولوالدیہ

۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۹۷۵

﴿فرض نماز میں تلاوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بندہ نے عشاء کی نماز اداء کرتے ہوئے چوتھی رکعت میں بھول کر سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ بھی ملادی، کیا مذکورہ صورت میرے ذمے سجدۂ سہو لازم ہے کہ نہیں؟ مستفتی: عبدالواحد

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپ پر کوئی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا۔

لما في الشامي: (۱۵۰/۲ طبع امدادیه)

قوله (وهل يكره) اى ضم السورة قوله (المختار لا) اى لا يكره تحريما بل تنزيها، لانه خلاف السنة، قال في المنية وشرحها: فان ضم السورة الى الفاتحة ساهيا يجب عليه سجدتا السهو في قول ابى يوسف لتأخير الركوع عن محلّه، وفي اظهر الروايات لا يجب لان القرأة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفي البحر: عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة في الأخريين نفلا وفي الذخيرة انه المختار وفي المحيط وهو الاصح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۴۷۳

﴿نماز میں خشوع کی غرض سے آنکھیں بند کرنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ نمازی کے آس پاس ایسی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کوئی چیز ہو کہ آنکھ بند کئے بغیر نماز میں خلل آ رہا ہو تو کیا ایسی صورت میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالرحمٰن

﴿جواب﴾ عام حالات میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن کسی چیز کی وجہ سے نماز میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو آنکھیں بند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی الدر المختار مع رد المحتار:(۲/ ۱۳، ط: امدادیہ)

(وتغميض عينيه)للنهي الالكمال الخشوع۔۔۔وفی الشامية:أی فی حديث(اذاقام أحدكم فی الصلاة فلايغمض عينيه)رواه ابن عدی الأن فی سنده من ضعف وعلل فی البدائع بان السنة أن يرمی ببصره الی موضع سجوده وفی التغميض تركهاثم الظاهرأن الكراهة تنزيهية كذافی الحلية والبحروكأنه لأن علة النهی مامرعن البدائع وهی الصارف له عن التحريم قوله: الالكمال الخشوع بأن فات فوت الخشوع بسبب رؤية مايفرق الخاطرفلايكره بل قال بعض العلماء:انه الاولىٰ وليس ببعيد،حلية وبحر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۳

﴿رکوع کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردوں کے لئے رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور عورتوں کے لئے رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ مستفتی: ایک متعلم

﴿جواب﴾ مردوں کے لئے رکوع میں دائیں گھٹنے کو دائیں ہاتھ سے اور بائیں گھٹنے کو بائیں ہاتھ سے پکڑنا سنت ہے، اور عورتوں کے لئے رکوع میں صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لینا کافی ہے، مردوں کے لئے انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے اور عورتوں کے لئے انگلیوں کو ملا کر گھٹنوں پر رکھنا کافی ہے۔ رکوع کی حالت میں پنڈلیوں کو سیدھا رکھنا چاہئے۔ مردوں کو رکوع کی حالت میں اس طرح جھکنا کہ پیٹھ، کمر اور سرین سب برابر ہو کر ایک سطح پر آ جائیں اور عورتوں کے لئے صرف اس قدر جھکنا کافی ہے کہ ہاتھ گھٹنوں کو پہنچ جائیں۔

لما فی تنویر الابصار مع الدر المختار:(۱/ ۴۹۳، ایچ ایم سعید)

(ويضع يديه)معتمدابهما (على ركبتيه ويفرج اصابعه)للتمكن ،و ليس لن يلصق كعبيه وينصب ساقيه(و يبسط ظهره)و يسوی ظهره بعجزه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

و لما فی ردالمحتار :(۱/۴۹۲،ایچ . ایم. سعید)

و يضع يديه ليعلم ان الوضع و الاعتماد و التفريج والالصاق و النصب و البسط والتسوية كلها سنن في القهستاني،قال :و ينبغي ان يزاد مجافيا عضديه مستقبلا اصابعه فانهما سنة كما في الزاهدي ،قال في المعراج و في المجتبى : و هذا كله في حق الرجل ،واما المرأة فتنحني في الركوع يسيراًولا تفرج و لكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا و تحني ركبتيها و لاتجافي عضديها لان ذلك استرلها،و في شرح الوجيز،الخنثي كالمرأة.

ولما فی حلبی کبیری:(ص۲۱۵،۱۵۰سہیل اکیڈمی)

(و يضع يديه)في الركوع (على ركبتيه)معتمداً بهما (و يفرج اصابعه)و لا يندب الى التفريج الا في هذه الحالة ليكون امكن من الاخذ بالركبة و الاعتماد.........(و يبسط ظهره)و يسوى رأسه بعجزه (و لا يرفع رأسه و لا ينكسه)......... و اخرج مسلم عن عائشة رضي الله عنها في حديث طويل اذا ركع لم يشخص رأسه و لم يصوبه والسنة ايضاًفي الركوع الصاق الكعبين واستقبال الاصابع القبلة و هذا كله في حق الرجل فاماالمرأة فتنحني في الركوع قليلاًو تعتمدلا تفرج اصابعها بل تضمها و تضع يديها على ركبتيها وضعاً و لا تحني ركبتيها ولا تجافي عضديها لان ذلك استرلها كذا ذكره الزاهدي في شرح القدوري.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر:۳۵۸۹

﴿رکوع میں کم از کم اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رکوع اس طرح کرتا ہے کہ وہ اپنی کمر کو کم جھکاتا ہے اور گردن کو زیادہ جھکالیتا ہے ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ رکوع کے لئے کم از کم اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچے ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی اور اچھی طرح جھکنا کہ کمر سیدھی ہو اور گردن بھی اس طرح کہ سر نہ تو نیچے ہو نہ کمر سے اونچا بلکہ کمر کے برابر ہو ،اور دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑا رکھے تو یہ رکوع کا صحیح ومسنون طریقہ ہے اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے تو اس آدمی کو چاہئے کہ رکوع کے لئے صحیح طریقہ اپنائے ورنہ اس کی نماز مکروہ ہوگی۔

و لما فی ردالمحتار:(۱/۴۴۷،ایچ. ایم .سعید)

(قوله بحيث لو مد يديه نال ركبتيه)كذا في السراج ،و في شرح المنية هوطأطأة الرأس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ای خلضه لکن مع انحناء الظهر لانه هو مفهوم من موضوع اللغة فيصدق عليه قوله تعالى ۔ ارکعوا ۔ و أما کماله فبانحناء الصلب حتی يستوی الرأس بالعجز و هو حدالاعتدال فيه لکن ضعفه فی شرح المختار حيث قال "الرکوع "يتحقق بما ينطلق عليه الاسم لانه عبارة عن الانحناء و قيل ان کان الی حال القيام اقرب لا يجوز و ان کان الی حال الرکوع اقرب جاز۔

و لما فی السعاية: (۱۳۲/۲ سہیل اکیڈمی)

و اختلفوا فی حد الرکوع ففی المنية الرکوع طأطأة الرأس و فی البدائع القدر المفروض اصل الانحناء و الميل و الحاوی فرض الرکوع انحناء الظهر و مقتضاه انه لو طأطأ رأسه و لم يحن ظهره مع القدرة لم يجز رکوعه و هو احسن کما نقله صاحب البحر عن حلية المحلی۔

ولما فی حلبی کبيری: (ص ۲۸۰، سہیل اکیڈمی)

و ان کان الی القيام اقرب بان لم يحن ظهره بل طأطأ رأسه مع ميلان منکبيه لا يجوز رکوعه لانه لا يعد راکعا بل قائماً۔

و لما فی تنوير الابصار مع درالمحتار: (۴۹۳/۱، ایچ ایم سعید)

(ويضع يديه) معتمداً بهما (علی رکبتيه و يفرج اصابعه) للتمکن، و ليس ان يلصق کعبيه و ينصب ساقيه (و يبسط ظهره) و يسوی ظهره بعجزه۔

ولما فی ردالمحتار: (۴۹۳/۱، ایچ ایم سعید)

و يضع يديه ليعلم ان الوضع والاعتماد والتفريج و الالصاق و النصب و البسط و التسوية کلها سنن کما فی القهستانی۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۸۴

﴿بیٹھ کر رکوع کرنے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اس صورت میں وہ رکوع کس طرح کرے گا؟ مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کے لئے اتنا جھکنا چاہیے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہوجائے اس سے زیادہ جھکنا مناسب نہیں ہے۔

ولما فی ردالمحتار: (۴۹۷/۱، ایچ ایم سعید)

(قوله بحيث لو مد يديه)...... ولو کان يصلی قاعداً ينبغی ان يحاذی جبهته ليحصل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الركوع قلت ولعله محمول على تمام الركوع والا فقد لست حصوله بأصل طأطأة الرأس اى مع انحناء الظهر تامل۔

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص ۲۲۹ قدیمی)

فان ركع جالساً ينبغي ان تحاذي جبهته ركبتيه ليحصل الركوع ولعل مراده انحناء الظهر عملاً بالحقيقة لا انه يبالغ فيه حتى يكون قريباً من السجود۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب۔ محمد حامد یاسین پسکر

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۹۶

﴿رکوع کئے بغیر سجدہ معتبر نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں، کہ اگر کوئی معذور آدمی جو کرسی پر نماز پڑھتا ہو، فرض نماز کا قعدہ اخیرہ بھول گیا اور پانچویں رکعت میں قیام اور قرأت پڑھ کر فوراً سجدہ میں چلا گیا لیکن رکوع بھول گیا، تو کیا اس آدمی کا فرض باطل ہو جائے گا یا نہیں؟ اور یہ صورت اکثر بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کو پیش آتی ہے۔ مستفتی: ایک حلم

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت میں اس آدمی کا فرض باطل نہیں ہوا، کیونکہ اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ بغیر رکوع کے کیا ہے، اور رکوع کئے بغیر سجدے کا چونکہ کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اسلئے اس کو چاہئے کہ قعدہ کی طرف لوٹ کر سجدہ سہو کر کے اپنی نماز پوری کرے۔

لما فی الشامی: (۸۵/۲، طبع: سعید)

(قوله مالم يقيدها) اى الركعة التي قام اليها واحترز به عما اذا سجدلها بلا ركوع فانه يعود لعدم الاعتداد بهذا السجود كما في النهر.

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی الدر: (۳۱۲/۱ طبع: رشیدیه)

(قوله ما لم يقيدها) اى الركعة بسجدة أفاد انه أتى بركوع وسجود ولما اذا سجد من غير ركوع فانه يعود واذا ثبت الحكم في السهو ففي العمد أولى واستشكله في البحر بان المفسد هو الخلط ولم يوجد لفساد الركعة بخلوّها عن القراءة ويؤيده ما مرّان السجود الخالي عن الركوع لا يعتد به فكذا الخالي عن القراءة الا ان يفرق بانه قد عهد اتمام الركعة بدون القراءة كما في المقتدي بخلاف الخالية عن الركوع.

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص ۶۸ ۳ طبع: قدیمی کتب خانه)

محصل ترك القعود الاخير وقيد الخامسة بسجدة وان سجد الامام بطلت صلاة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الملتزم أيضا سواء قعد قبل تقييد امامه بالسجود ولم يقعد ،وسواء كان مدركا او مسبوقا والمراد بقوله ما لم يسجد اى بعد الركوع ،واما اذا سجد بدون ركوع فانه يعود لعدم الاعتداد بهذا السجود لان ما دون الركعة محل الرفض.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۵ صفر الخیر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۲۷

﴿عورتوں کے لئے رکوع کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے لئے رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ عورت رکوع کرتے وقت کتنا جھکے گی؟ کیا عورت کا ہاتھ کی انگلیوں کو کھولنا اور گھٹنوں کو پکڑنا ضروری ہے؟

مستفتی: عبدالرحیم

﴿جواب﴾ رکوع وسجود میں بلکہ پوری نماز میں عورت کو ایسی ہیئت اپنانے کا حکم ہے جس میں پردہ زیادہ ہو۔لہذا عورت رکوع میں مرد کی طرح کمر سیدھی کر کے نہ جھکے صرف اتنا جھکنا چاہئے کہ ہتھیلیاں گھٹنوں تک پہنچے، اس کے علاوہ دونوں ٹانگوں اور ہاتھ کی انگلیوں کو ملانے کا حکم ہے اور ٹانگوں میں خم دینے کا حکم ہے، مرد کی طرح ٹانگیں سیدھی رکھنا مناسب نہیں ہے اور دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے ملانے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کا حکم ہے، مرد کی طرح گھٹنے پکڑنے کا حکم نہیں ہے اس طرح ہیئت بنانے میں پردہ وحیاء چونکہ زیادہ ہے اس لئے عورت کو اس ہیئت کے ساتھ رکوع کرنا مسنون ہے۔

دراصل نماز ایک ایسا عمل ہے جس کا مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ پر بڑا گہرا اثر پڑنا مسلّم ہے اور شریعت مطہرہ کو عورت کا پردہ وحیاء بہت زیادہ عزیز ومطلوب ہے، اس لئے نماز میں بھی اس عزیز حکم کی تربیت دی گئی ہے تا کہ عام حالات میں اور بھی زیادہ اس حکم کا وہ خیال رکھے۔

لما في ردالمحتار :(۱/۴۷۶، طبع سعید)

(قوله والصاق كعبيه)اى حيث لا عذر (قوله للرجل)اى سنة للرجل فقط وهذا قيد للاخذ والتفريج ،لان المرأة تضع يديها على ركبتيه وضعاولا تفرج اصابعها كما فى المعراج فافهم.

ولما في تنوير الابصار مع الدر المختار :(۱/۴۷۷ طبع سعید)

(نظره الى موضع سجوده حال قيامه والى ظهر قدميه حال ركوعه ــــــ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی رد المحتار: (۱/۴۹۲،طبع سعید)

اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً و تحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استر لھا فی شرح الوجیز .الخنثی کالمرأۃ.

ولما فی العالمگیریہ: (۱/۷۴،مکتبہ رشیدیہ)

والمرأۃ تنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تعتمد ولا تفرج اصابعھا ولکن تضم یدیھا وضعاًوتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا کذا فی الزاھدی.

ولما فی حلبی الکبیر:(ص۳۱۵،۳۱۶،سہیل اکیڈمی)

فاما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع قلیلاً و لا تعتمد ولا تفرج اصابعھا بل تضمھا و تضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً ولا تحنی ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استر لھا کذا ذکرہ الزاھدی فی شرح القدوری.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۶۵۳

﴿رکوع، قومہ وغیرہ میں دوسرے اذکار کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا نمازی کو قومہ میں "ربنا لک الحمد" کے بعد "حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" اور جلسہ میں "اللھم اغفرلی، وارحمنی، واھدنی، وعافنی، وارزقنی" کے الفاظ بھی پڑھنے چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے لیے ان کلمات کا پڑھنا مستحب ہے اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور اسے اتنا وقت مل جائے کہ ان کلمات کے پڑھنے سے امام سے پیچھے رہنا لازم نہیں آتا تو پڑھ لینا چاہیئے اور اگر امام ہے تو اسے مقتدیوں کی رعایت کرنی چاہیئے کہ ان کیلئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا پاک ارشاد ہے "من ام قوما فلیخفف فان فیھم المریض والکبیر و ذا الحاجۃ" یعنی جو شخص امام بنے تو نماز ہلکی پڑھائے، اس لئے کہ مقتدیوں میں بیمار، بوڑھے اور حاجتمند بھی ہوتے ہیں۔

لما فی التنویر مع الدر: (۲/۲۱۲،طبع امدادیہ)

(ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا لیس (بعد رفعہ من الرکوع) دعاء، وکذا لایاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح (علی المذھب)، وما ورد محمول علی النفل.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفی الشامیة:قوله(ولیس بینهما ذکر مسنون)قال أبی یوسف:سألت الامام:أیقول الرجل اذا رفع رأسه من الرکوع والسجود اللهم اغفرلی؟قال:یقول ربنالک الحمد، وسکت، ولقد أحسن فی الجواب اذالم ینه عن الاستغفار.نهر وغیره أقول:بل فیه اشارة الی أنه غیر مکروه،اذلو کان مکروها لنهی عنه الخ.

واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ٢٠٠
٢٥ ربیع الثانی ١٤٢٧ھ

﴿سجدہ میں ناک کو اچھی طرح ٹیک کر رکھنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں ناک زمین پر نہیں رکھتے،بعض صرف ناک کی نوک لگاتے ہیں،ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ سجدہ میں زمین پر پیشانی کیساتھ ساتھ اچھی طرح ناک رکھنا بھی واجب ہے اور بلا وجہ صرف نوک لگانے پر اکتفا کرنا صحیح نہیں ہے،سجدہ نماز کا اہم ترین رکن ہے،آپ علیہ السلام نے احادیث میں سات اعضاء پر یعنی چہرہ،دونوں ہاتھ،دونوں گھٹنے،اور دونوں پیروں، کی انگلیوں کو زمین پر اچھی طرح ٹیک کر رکھنے کی تعلیم دی ہے اور چہرہ دوسرے اعضاء کی نسبت زیادہ محترم ومقدس ہے،اس لئے سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر اچھی طرح ٹیک کر رکھنے کا حکم ہے،لہٰذا جو لوگ سجدہ میں ناک زمین پر رکھتے نہیں ہیں یا صرف ناک کی نوک معمولی سا لگا کر سجدہ کرتے ہیں تو ایسی نماز واجب رہنے کی وجہ سے واجب الاعادہ ہے، گویا نماز ہوئی نہیں اس لئے نمازیوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

لمافی البخاری:(١١٢/١ طبع،قدیمی)

"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال النبی ﷺ: امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة واشار بیده علی انفه والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولا نکفت الثیاب والشعر".

ولمافی حاشیة الطحطاوی ص:(٢٢٩ طبع،قدیمی)

"ماصلب منه فلو اقتصر علی ارنبته لایکون آتیا بالواجب قوله:ولا تجوز الصلاة بالاقتصار علی الانف فی السجود مالم یکن بالجبهة عذر".

ولمافی حلبی کبیری ص:(٢٨٣،طبع سہیل اکیڈمی)

وفی الزاهدی ذکر الانف وهو اسم لماصلب دلیل علی انه لایجوز السجود علی الارنبة وان علیه ان یمکن ماصلب منه قال: وکفایة المجالس عن ابی حنیفة رضی الله عنه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ان وضع ارنبة انفه لا یجوز وانما یجوز اذا وضع عظم انفه ".

لما فی الدر المختار:(۲۹۸/۱،طبع، سعید)

وسجد بانفه علی ما صلب منه ......قال الامام ابن عابدین الشامی : اما الان منه لا یجوز الاقتصار باجماعهم بحر ".

ولما فی حاشیة الطحطاوی :(ص: ۲۳۱،طبع، قدیمی)

وسجد وجوبا بما صلب من انفه لان ارنبته لیست محل السجود لان ارنبته لیست محل السجود فان اقتصر علیها لا یجوز اجماعا ".

لما فی السعایة:(۱۱۲/۲،طبع ،سہیل اکیڈمی)

ذکر الزاهدی فی شرح مختصر القدوری برمز بط و شح ذکر الانف وهو اسم لما صلب دلیل علی انه لا یکفیه السجود علی الارنبته وان علیه ان یمکن ما صلب منه و فی کفایة المجالس لو وضع ارنبته لا یجوز اذا وضع عظم انفه

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب : محمد حامد یاسین بھکر

یکم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۶۴

﴿عورت سجدہ میں پاؤں کیسے رکھے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ عورت کے لیے سجدہ میں پاؤں رکھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ — مستفتی:تنویر احمد

﴿جواب﴾ عورت کو سجدہ میں پاؤں بچھا کر رکھنے چاہیں ،مردوں کی طرح پاؤں کو کھڑا رکھنا عورتوں کے لیے مسنون نہیں ہے

(لما فی رد المحتار ۵۰۴/۱ طبع سعید

وحاصل ما ذکره ان المخالفة فی ست وعشرین ،وذکر فی البحر انها لا تنصب اصابع القدمین کما ذکره فی المجتبی ،ثم هذا کله فیما یرجع الی الصلوة والا فالمرأة تخالف الرجل فی مسائل کثیرة مذکورة فی احکامات الاشباه فراجعها

(ولما فی البحر الرائق ۳۲۱/۱طبع سعید

(قوله والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذیها)لانه استر لها فانها عورة مستورة یدل علیه ما رواه ابوداود فی مراسیله انه ﷺ مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل ...... ویزاد علی العشر انها لا تنصب القدمین کما ذکره فی المجتبی.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :ضیاء الحق اٹکی

۱۱رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سجدہ کے دوران پاؤں رکھنے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ سجدہ کے دوران دونوں پاؤں کو ملا کر رکھنا چاہیے یا ان میں فاصلہ ہونا ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ سجدہ کرتے وقت دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔

(لما فی ردالمحتار طبع سعید ۱/۵۰۲)

(قوله ويسن ان يلصق كعبيه)قال السيد ابوالسعود وكذا فى السجود أيضاً وسبق فى السنن ايضاً والذى سبق هو قوله والصاق كعبيه فى السجود سنة درولا يخفى ان هذا سبق نظر فان شارحنا لم يذكروا ذلك لا فى الدرالمختار ولا فى الدرالمنتقى ولم أره لغيره ايضاً فافهم بلهم ذلك من انه اذا كان السنة فى الركوع الصاق الكعبين ولم يذكروا تفريجهما بعده فالاصل بقائهما ملصقين فى حالة السجود أيضاً تأمل (تنبيه)تقدم فى الركوع انه يسن الصاق الكعبين ،ولم يذكروا ذلك فى السجود، وقدمنا انه ربما يفهم منه ان السجود كذلك اذا لم يذكروا تفريجهما بعد الركوع، فالاصل بقائهما هنا كذلك تأمل.

(ولما فى السعاية ۱۸۱/۲)سهيل أكيدمى

قلت لقد دارت هذه المسئلة فى سنة اربع وثمانين بعد الالف والمئتين بين علماء عصرنا فاجاب أكثرهم بان الصاق الكعبين فى الركوع والسجود ليس بمسنون ولا اثر له فى الكتب المعتبرة والقول الفيصل ان يقال ان كان المراد بالصاق الكعبين ان يلزق المصلى احد كعبيه بالاخر ولا يفرج بينهما كما هو ظاهر عبارة الدرالمختار والنهر وغيرهما وسبق اليه فهم المفتى ابوالسعود ايضاً فليس هو من السنن على الاصح وقد ذكر المحققون من الفقهاء الاولى للمصلى ان يجعل بين قدميه نحو اربعة اصابع ولم يذكروا انه يلزقهما فى حالة الركوع والسجود وقال العينى فى البناية نقلاً عن الواقعات :ينبغى ان يكون بين قدمى المصلى قدر اربع اصابع لانه اقرب الى الخشوع والمراد من قوله عليه السلام الصقوا الكعاب بالكعاب اجتماعهما.فهذا صريح فى ان المسنون هو التفريج مطلقاً والا لقيده بحالة القيام وان المراد بالصاق الكعب الوارد فى الخبر غير الزاقهما ......وان كان المراد به محاذاة احدى الكعبين بالاخر كما قال العلامه السندى فهو امر حق ولا بعد فى حمل الالصاق على المحاذاة فانه جاء استعماله فى القرب.

واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٹکی

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۳۳۶۲

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سجدہ میں تسبیح کی مقدار اور متابعت امام کا حکم﴾

﴿سوال﴾ سجدے میں تسبیح کی واجب مقدار کیا ہے؟ اگر مقتدی کی تین تسبیح پوری ہونے سے پہلے امام صاحب کھڑے ہو جائیں تو مقتدی اپنی تین تسبیح مکمل کرے یا امام کی متابعت کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے؟ مستفتی: اشفاق احمد

﴿جواب﴾ رکوع و سجود میں تسبیح پڑھنا سنت ہے، نیز تین تسبیح کی مقدار میں پڑھنا بھی سنت ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا (مثلاً سات یا پانچ یا نو دفعہ) مستحب ہے یاد رہے کہ رکوع و سجود میں ایک تسبیح کی بقدر ٹھہرنا واجب ہے۔

اگر مقتدی کی تین بار تسبیح پوری ہونے سے پہلے امام رکوع یا سجدے سے اُٹھ جائیں تو مقتدی کو امام کی متابعت کرتے ہوئے کھڑے ہو جانا چاہیئے کیونکہ امام کی متابعت مقتدی پر واجب ہے جبکہ تسبیح سنت ہے اور جہاں بھی سنت کی وجہ سے واجب میں تاخیر ہو جانے یا اُس کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں واجب کو لیا جاتا ہے۔

لما فی الدر مع الرد: (۲/۱۹۹-۲۰۰، طبع امدادیہ)

لو رفع الامام راسه من الركوع او السجود قبل ان يتمّ المأموم التسبيحات الثلث وجب متابعته. وفي الشامية: ويسبّح فيه ثلاثا فانه سنة على المعتمد المشهور في المذهب لا فرض ولا واجب كما مر فلا يترك المتابعة الواجبة لاجلها ---- بخلاف ما اذا عرضت لها سنة لان ترك السنة اولىٰ من تاخير الواجب الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۵

﴿تشہد کا اشارہ صرف شہادت ہی کی انگلی سے کرنا چاہیئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی شہادت کی انگلی نہ ہو یا شہادت کی انگلی میں تکلیف ہو جس کی وجہ سے وہ اس انگلی کو حرکت نہ دے سکتا ہو تو ایسا شخص تشہد پڑھتے وقت کس انگلی سے اشارہ کرے گا؟ مستفتی: عبدالحنان حیدرآباد

﴿جواب﴾ شہادت کی انگلی سے اگر تشہد میں اشارہ ممکن نہ ہو خواہ تکلیف کی وجہ سے یا کسی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور وجہ سے تو ایسا شخص اشارہ کو ترک کردے کسی اور انگلی سے اشارہ نہ کرے۔

لما فی المراقی:(ص۹۹،طبع قدیمی)

(و)تسن(الاشارۃ فی الصحیح)لانہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع اصبعہ السبابہ......

وتکون(بالمسبحۃ)ای السبابۃ من الیمنی فقط یشیر بھا.

ولما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:(ص۲۶۹،طبع قدیمی)

فرع:لایشیر بغیر المسبحۃ حتی لو کانت مقطوعۃ او علیلۃ لم یشر بغیرھا من اصابع الیمنی ولا الیسری کما فی النووی علی مسلم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

ارجب المرجب۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۷۴۹

﴿شہادت کی انگلی نہ ہو تو التحیات میں اشارہ کی ضرورت نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گاؤں میں بیلنے پر کام کرتا تھا ایک دن میرا ہاتھ گنے کی مشین کے اندر چلا گیا جس سے میرا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا اور میری دو انگلیاں (شہادت اور درمیان والی) کٹ گئیں،اب نماز پڑھتے ہوئے التحیات میں شہادت کے وقت میں کیا کروں کیا دوسری انگلی سے اشارہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟　مستفتی:محمد سلیمان

﴿جواب﴾ جس آدمی کی شہادت کی انگلی نہ ہو پیدائشی طور پر یا کٹ گئی ہو تو اس سے اشارہ کرنا ساقط ہو جاتا ہے،کسی دوسری انگلی سے اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۶۹ فصل فی سننھا طبع قدیمی۔

لایشیر بغیر المسبحۃ حتی لو کانت مقطوعۃ او علیلۃ لم یشر بغیرھا من اصابع الیمنی ولا الیسری.

ولما فی الصحیح المسلم(۲۱۶/۱،طبع قدیمی).

عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنی التی تلی الابھام فدعا بھا ویدہ الیسری علی رکبتیہ باسطھا علیھا ــــــــ عن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قعد یدعو وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ویدہ الیسری علی فخذہ الیسری واشار باصبعہ السبابہ ووضع ابھامہ علی اصبعہ الوسطی ویلقم کفہ الیسری رکبتہ.

ولما فی فتح الملھم تحت ھذا الحدیث(۲۱۴/۴).

ای یرفعھا عند "لا الہ" ویضعھا عند "الا اللہ" لمناسبۃ الرفع للنفی وملائمۃ الوضع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

للاثبات، ومطابقة بين القول والفعل حقيقة،قال ابن حجر:سميت بالسبّابة لانه كان يشار بها عند المخاصمة والسب وسميت ايضاً لانه كان يشار بها الى التوحيد والتنزيه وهو التسبيح.

ولما فی الحلبی الکبیر ص ۴۲۸ سہیل اکیڈمی لاہور.

المروى عن محمد فى كيفية الاشارة قال يقبض خنصره والتى تليها ويحلق الوسطى والابهام ويقيم المسبحة —وصفة الاشارة عن الحلوانى انه يرفع الا صبع عند النفى ويضعها عند الاثبات اشارة اليهما، ويكره ان يشير بكلتا مسبحتيه لما روى الترمذى والنسائى عن ابى هريرة ان رجلاً كان يدعو باصبعيه فقال رسول الله ﷺ احد احد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفااللہ عنہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۶۲

﴿نماز کے بعد صفوں کو توڑنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ سلام پھیر لینے کے بعد صفوں میں اپنی حالت پر بیٹھنا چاہیے یا صفوں کو توڑ کر بیٹھنا چاہیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلام کے بعد اپنی حالت بدلنی چاہیے وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: محمد ارشد ٹیکسلا

﴿جواب﴾ فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ جب نماز پوری ہو جائے اور لوگ سلام پھیر لیں تو مقتدیوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ صفوں کو توڑ دیں اور آگے پیچھے ہو کر بیٹھ جائیں تا کہ نئے آنے والے نمازیوں کو نماز کے پورا ہونے کا پتہ چل جائے اور اشتباہ نہ رہے کہ شاید ابھی امام نے سلام نہیں پھیرا۔

(لما فی ردالمحتار ۵۳۱/۱ طبع سعید)

(وقيل يستحب كسر الصفوف)ليزول الاشتباه عن الداخل المعاين للكل فى الصلوة البعيد عن الامام وذكره فى البدائع والذخيرة عن محمدؒ ونص فى المحيط على انه السنة كما فى الحلية ،وهذا معنى قوله فى المنية والاحسن ان يتطوعا فى مكان آخر.

(ولما فی بدائع الصنائع ۱۶۰/۱ طبع سعید)

وروى عن محمدؒ انه قال يستحب للقوم ايضا ان ينقضوا الصفوف ويتفرقوا ليزول الاشتباه على الداخل المعاين الكل فى الصلوة البعيد عن الامام.

(ولما فی المحیط البرهانی ۱۴۲/۲ طبع ادارۃ القرآن)

وفى "شرح شيخ الاسلام" بعض مشايخنا قالوا: المؤتمون ينقضون الصفوف ويتأخر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بعضهم ، ويتقدم البعض ، قال وهكذا روى عن محمدؒ ۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق ائمی

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ ۔ فتویٰ نمبر:

﴿تکبیراتِ انتقال کب کہی جائیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ خصوصاً ائمہ مساجد نماز کے اندر رکوع، سجود اور قیام کے لئے جو تکبیرات کہی جاتی ہیں ان کو اس وقت ادا کرتے ہیں جب وہ رکوع، سجود یا قیام میں پہنچ چکے ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے سے پہلے ہی ان تکبیرات سے فارغ ہوجاتے ہیں، ان حضرات کا مذکورہ طرزِ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں ہے تو ان تکبیرات کا صحیح محل اور سنت طریقہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ ان تکبیرات کا سنت طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لیے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور رکوع میں پہنچتے ہی ختم کرے، اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت تکبیر شروع کرے اور سجدہ میں پہنچتے ہی ختم کرے اور جب سجدے سے اٹھنے لگے تو تکبیر کی ابتداء کرے قیام یا تشہد کے لئے بیٹھتے ہی ختم کرے اس طور پر کہ تکبیرات اپنی اصل جگہ سے نہ پہلے ادا کی جائیں نہ بعد میں۔ تو ان تکبیرات کا اصلی محل یہ ہے کہ دو رکنوں کے درمیان کہی جائیں، رکوع، سجود، قیام یا تشہد میں پہنچ کر یا دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے سے پہلے تکبیر کہنا خلاف سنت ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما في الحديث: (صحيح البخاري، ۲۵۹/۳)

عن ابي هريرة رضي الله عنه يقول: "كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع ثم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا لك الحمد قال عبد الله بن صالح عن الليث ولك الحمد ثم يكبر حين يهوى ثم يكبر حين يرفع رأسه ثم يكبر حين يسجد ثم يكبر حين يرفع رأسه ثم يفعل ذلك في الصلوة كلها حتى يقضيها ويكبر حين يقوم من الثنتين بعد الجلوس "

ولما في منية المصلي (: ۲۷۳)

وينبغي ان يكون ابتداء تكبيره عند اول الخرور والفراغ منه عند الاستواء راكعا وبعضهم قالوا اذا أتم القرأة حالة الخرور لا بأس به بعد ان يكون مابقي من القرأة حرفا او

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کلمة والقول الاول (وهو المقارنة) اصح الاقوال" وفی شرحه غنیة المستملی :۔بعد ان ذکر الحدیث المذکور فاضافة ظروف الاذکار الی الافعال تقتضی مقارنتها کمقارنة سائر مظروفات لظروفها ولان فی المقارنة عدم اخلاء شیء من اجزاء الصلوة عن ذکر فکانت اولی"

وفی فتاوی الهندیة(۷۴/۱)

ویکبر مع الانحطاط کذافی الهدایة قال الطحاوی وهو الصحیح کذا فی معراج الدرایة فیکون ابتداء تکبیرة عند اول الخرور والفراغ عند الاستواء للرکوع وقال بعد سطور وکذا کل ذکر یؤتی به فی حال الانتقال لا یؤتی به فی غیر محله کالتکبیر الذی یؤتی به عند الانحطاط من القیام الی الرکوع او من الرکوع الی السجود"

وفی المبسوط السرخسی .(۱۳۶/۲)

"قال (وان سها عن التکبیرات سوی تکبیر الافتتاح فعلیه سجود السهو عند مالک رحمه الله اذا سها عن ثلاث تکبیرات فعلیه سجود بالقیاس علی تکبیرات العید) ولکنا نقول بتکبیرة الانتقال سنة لا تضاف الی جمیع الصلوات فبترکها لا یتمکن التغیر فی الصلوة"

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب: عبدالباری پشینی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ ۔۔۔ فتویٰ نمبر: ۳۰۹۵

﴿تکبیر اولیٰ کی تفصیل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ تکبیر اولیٰ کس وقت تک معتبر ہے؟ اگر کوئی شخص دوران سورہ فاتحہ شامل ہوجائے تو کیا اس کو تکبیر اولیٰ پانے والا کہا جائے گا؟

﴿جواب﴾ تکبیر اولیٰ کے متعلق فقہاء کے اقوال مختلف ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پانے والا وہ شخص کہلائے گا جو امام کی تکبیر سے متصل تکبیر کہے۔

صاحبین کے نزدیک اگر ثناء کے وقت تکبیر کہے تو فضیلت حاصل ہوگی بعض کے نزدیک تین آیات پڑھنے سے پہلے اگر شامل ہو تو فضیلت پالے گا، بعض کے نزدیک سات آیات سے قبل یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی بعض فقہاء کے نزدیک پہلی رکعت پانے والا تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پانے والا شمار کیا جائے گا یہی قول صحیح ہے اور زیادہ وسعت والا ہے۔

ولما فی الشامی:(۲۲۰/۲،طبع امدادیه)

وتظهر فائدة الخلاف فی وقت ادراک فضیلة تکبیرة الافتتاح، فعنده بالمقارنة، وعندهما اذا کبر فی وقت الثناء، وقیل بالشروع قبل قرأة ثلاث آیات لو کان المقتدی حاضراً وقبل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سبع لو غانباً أو قيل بادراك الركعة الاولىٰ وهذا أوسع وهو الصحيح اھ وقيل بادراك الفاتحة وهو المختار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۸

﴿جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا واجب الاعادہ ہے؟ کیونکہ بعض علماء کے متعلق سنا ہے کہ وہ عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟ مستفتی: حاجی محمد دین

﴿جواب﴾ زمین کی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے، اس لئے غالباً شریعت نے نہ صرف خانۂ کعبہ بلکہ اس کے مقابل آنے والی پوری فضاء کو قبلہ کا درجہ دیا ہے تاکہ اونچی سے اونچی اور بلند سے بلند جگہ سے نماز ادا کی جا سکے، شروع میں بعض علماء نے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا۔

چونکہ ان بعض علماء کی نظر میں فقہا کرام کی تعریف کے مطابق سجدے کا تحقق نہیں ہوتا فقہاء نے سجدے کی تعریف ''وضع الجبهة على الارض أو على مايستقر عليها'' سے کی ہے یعنی زمین یا زمین پر ٹکی ہوئی چیز پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں، ہوائی جہاز نہ زمین ہے اور نہ اڑتے وقت زمین پر ٹکا ہوا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس تعریف کی رو سے جہاز میں سجدے کا تحقق ممکن نہیں لیکن دیگر عام علماء کی تحقیق کے مطابق فقہاء نے ''ارض'' بول کر ایسی جگہ مراد لی ہے (اپنے زمانے کے اعتبار سے) جس میں بآسانی چلا پھرا جا سکے اور ہوائی جہاز کی مثال سامنے نہ تھی، لہٰذا جمہور علماء کے نزدیک جہاز میں نماز پڑھنا درست ہے اور واجب الاعادہ نہیں ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۵۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سورۃ فاتحہ سے پہلے تعوذ وتسمیہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھنا ضروری ہے؟ اسکی کیا حیثیت ہے اور کیا یہ فرض نماز سے متعلق ہے یا سنت اور نفل کا بھی یہی حکم ہے؟

﴿جواب﴾ منفرد اور امام کیلئے ہر نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے۔

لما فی البدائع:(۱/۲۰۲،طبع سعید)

فالتعوذ سنۃ فی الصلاۃ عند عامۃ العلماء.

ولما فی الھندیۃ:(۱/۷۳،طبع رشیدیہ)

والتعوذ عند افتتاح الصلوٰۃ لا غیر فلو افتتح الصلوٰۃ ونسی التعوذ حتیٰ قرأ الفاتحۃ لا یتعوذ بعد ذالک کذا فی الخلاصۃ.

جبکہ تسمیہ ہر رکعت میں فاتحہ سے پہلے پڑھنا سنت ہے بعض حضرات نے وجوب کا قول کیا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ سنت ہے۔

لما فی حاشیۃ الطحطاوی:(ص۱۴۱،طبع قدیمی)

ویسن التعوذ للقراءۃ وتسن التسمیۃ اول کل رکعۃ قبل الفاتحۃ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتتح صلوٰتہ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم......

ولما فی حلبی کبیری:(ص۳۰۶،طبع سہیل اکیڈمی)

وذکر الزیلعی فی شرح الکنز أن الاصح انہا واجبۃ لان اکثر العلماء قالوا بوجوبہا وھذا ھو الاحوط فان الاحادیث الصحیحۃ تدل علی مواظبۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی عفا اللہ عنہ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰

﴿مقتدی کی نماز میں ثناء پڑھنے اور نہ پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ مندرجہ ذیل حالتوں میں سے کسی حالت میں شریک ہو تو اس کے لئے ہاتھ باندھنے اور ثناء پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (۱) رکوع میں شامل ہوتے ہی امام قومہ کرے (۲) امام حالت سجدہ میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو (۳) حالت قعدہ خواہ اولی یا آخیرہ میں ہو، نیز مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد زمین پر بیٹھنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو اقتداء درست ہوگی یا نہیں؟ یعنی اقتداء کب سے معتبر ہوگی؟

﴿جواب﴾ مقتدی جس حالت میں امام کے ساتھ شریک نماز ہوامام کی اتباع کرے ہاتھ باندھنا کوئی مستقل حکم نہیں ہے، صرف قیام چونکہ طویل ذکر کا موقع ہوتا ہے اور ہاتھوں کے باندھنے میں چونکہ سہولت ہوتی ہے، اس لئے شریعت نے مستحب قرار دیا ہے اور قعدہ کی حالت میں ملے تو ثناء نہ پڑھے، اسی طرح رکوع، سجدہ کی حالت میں امام ملے اب مقتدی اگر ثناء پڑھنے میں مشغول ہوگا تو ظاہر ہے اتنے میں رکوع یا سجدہ نکل جائیگا اس لئے ایسی صورت میں بھی ثناء چھوڑ دیا کریں، البتہ قیام کی حالت میں اگر جہرا قرات نہیں ہورہی تو ثناء پڑھ لیا کریں جہرا قراءت ہورہی ہو تو اس صورت میں بھی ثناء نہ پڑھے قرات پر توجہ دے۔

اور امام صاحب نماز سے نکلنے کے لئے جب ،،السلام،، کہے تو وہ نماز سے نکل جاتے ہیں، اب انکے ساتھ نماز میں شامل ہونے کا موقع نہیں رہا، اس سے پہلے خواہ ایک لحہ پہلے مقتدی کو تکبیر تحریمہ کہنے کا موقع ملے تو وہ شریک ہوجاتا ہے اور شامل ہوتے ہی امام صاحب نے اگر سلام پھیر دیا تو مقتدی اس تحریمہ کے ساتھ اپنی نماز پوری کرے امام کیساتھ نکلنے میں شریک ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اقتداء صحیح ہوگئی ہے۔

لما فی الحلبی الکبیر:(ص ۳۰۵، طبع سہیل اکیڈمی)

(وان ادرک)الامام(فی الرکوع)فانه(یتحری)فی الاتیان بالثناء(ان کان اکبر رایه)یجوز ضبط اکبر بالباء الموحدة وبالثاء المثلثة ای غالب رایه(انه لواتی به)ای بالثناء(یدرک الامام فی شی من الرکوع یاتی به قائما)ثم یرکع لامکان احراز الفضیلتین معا فلایفوت احدیهما ومحل الثناء هو القیام فیفعله فیه(والا)ای وان لم یکن غالب ظنه انه لواتی بالثناء یدرک الامام فی شی من الرکوع بل غلب علی ظنه انه ان اشتغل به لایدرک شی من الرکوع مع الامام اوشک فی ذلک(یرکع ویتابع الامام)ویترک الثناء لان احراز فضیلة الجماعة فی تلک الرکعة اولی من احراز فضیلة الثناء لان سنیة الجماعة آکد واقوی من سنیته حتی ذهب الی وجوبها کثیر من العلماء.

ولما فی ردالمحتار:(۱۶۲/۲، طبع امدادیه)

الامام اذا فرغ من صلاته فلما قال،،السلام،،جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم

لا یصیر داخلا فی صلاتہ لان ھذا اسلام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی شکردرہ

۱۲ صفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۰۳

﴿کسی ناپاک چیز یا نسوار کو جیب میں بھول کر نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے ناپاک چیز مثلاً رومال وغیرہ جسکو خون لگا ہوا ہو جیب میں رکھ لیا ہو اور وہ بھول کر اسی سمیت نماز پڑھ لے تو کیا یاد آنے پر وہ نماز کا اعادہ کرے گا یا پہلی پڑھی ہوئی نماز صحیح ہوگئی ہے، نیز اگر کوئی شخص مسجد میں آکر نسوار جیب میں بھول جائے تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: اودین شاہ کوہاٹی

﴿جواب﴾ نمازی کا بدن، جگہ اور کپڑوں کا ظاہری نجاست سے پاک ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے، البتہ بہت کم مقدار کی نجاست کیساتھ بے خبری میں نماز پڑھ لی تو اعادہ واجب نہیں ہے، کم، زیادہ کے لئے معیار یہ ہے کہ نجاست اگر پھیلنے والی ہے، مثلاً پیشاب، خون وغیرہ تو ہتھیلی کی گہرائی کے اندازے سے کم نجاست کم سمجھی جاتی ہے، اس سے زیادہ ہو تو اسکے ساتھ نماز نہیں ہوگی اور حجم رکھنے والی نجاست مثلاً پاخانہ، لید وغیرہ درھم کے وزن کے برابر یعنی تقریباً (۳ ماشہ ایک رتی ۱/۵ رتی) ہو تو یہ کم ہے، اس سے زیادہ ہو تو اسکے ساتھ نماز نہیں ہوتی، لہٰذا رومال کو مذکورہ مقدار سے کم خون لگا ہوا تھا تو نماز ہوگئی ہے، اس سے زیادہ لگا تھا تو نماز واجب الاعادہ ہے۔

نسوار نجس چیز نہیں ہے، جیب میں ہوتے ہوئے نماز ہو جاتی ہے لیکن اگر نسوار سے بدبو آتی ہو جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث ہو تو مسجد میں لانا منع ہے، البتہ اگر اسطرح تھیلی میں باندھ کر رکھا ہو جو دوسروں کے لئے بدبو اور اذیت کا باعث نہ بنے تو جیب میں رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لما فی التنویر مع الدر: (۳۱۶/۱، طبع سعید)

(وعفا) الشارع (عن قدر درھم) ان کرہ تحریما ...... (وھو مثقال) عشرون قیراطا (فی) نجس (کثیف) لہ جرم (وعرض مقعر الکف) وھو داخل مفاصل اصابع الید (فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ) آدمی.

ولما فی البحر الرائق: (۲۶۷/۱، طبع سعید)

واشار باشتراط طھارۃ الثوب الی انہ لو حمل نجاسۃ مانعۃ فان صلاتہ باطلۃ فکذا لو کانت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

النجاسة فی طرف عمامته او منديله المقصود ثوب هو لابسه فالقى ذلك الطرف على الارض وصلى فانه ان تحرك بحركته لا يجوز لانه بتلك الحركة ينسب لحمل النجاسة.

ولما فی ردالمحتار:(۱/۶۶۱ طبع سعید)

(قوله وأكل نحو ثوم)ای كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فی النهی عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العينی فی شرحه على صحيح البخاری قلت علة النهی أذى الملائكة وأذى المسلمين ولا يختص بمسجده ﷺ بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع الخ وكذلك الحق بعضهم بذلك من بفيه بخر او به جرح له رائحة الخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہائی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر: ۲۱۰۳

﴿رکوع بھول جائے تو رکعت کا سجدہ شمار نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ میں پہلی رکعت میں سجدہ میں گیا جب دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہوا تو یاد آیا کہ رکوع نہیں کیا ہے، اب مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا نماز توڑ کر از سرنو شروع کرنا یا اسی وقت رکوع کرنا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرتا؟ جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی عبیداللہ چارسدوی

﴿جواب﴾ پہلی رکعت کا رکوع جب دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کے بعد یاد آئے تو نہ نماز توڑنی چاہیئے اور نہ اسی وقت رکوع کرنا چاہیئے بلکہ قراءت جاری رکھیں اور جب آپ اس دوسری رکعت کا رکوع کریں گے تو آپ کی ایک رکعت پوری ہو جائیگی، یہ دوسری رکعت اور پہلی رکعت دونوں ایک شمار ہوں گی اگر نماز دو رکعت والی ہے تو ایک رکعت اور اگر چار رکعت والی ہے تو تین رکعت اور ملالیں اور آخر میں سجدہ سہو کریں۔

لما فی بدائع الصنائع:(۱/۱۷۰ طبع سعید)

واما اذا كان المتروك ركوعا فلا يتصور فيه القضاء ---اذا افتتح الصلوٰة فقرا وسجد قبل ان يركع ثم قام الى الثانية فقرء وركع وسجد فهذا قد صلى ركعة واحدة فلا يكون هذا الركوع قضاء عن الاول لانه اذا لم يركع لا يعتد بتلك السجود لعدم مصادفته محله لان محله بعد الركوع فالتحق السجود بالعدم فكانه لم يسجد فكان اداء هذا الركوع فی محله فاذا اتى بالسجود بعده صار مؤديا ركعة تامة...... وعليه سجود السهو فی هذه المواضع لادخاله الزيادة فی الصلوٰة لأن ادخال الزيادة فی الصلاة نقص فيها. هكذا فی فتح القدير:(۱/۲۵۶ طبع رشيديه) وكذا فی بحر الرائق:(۲/۹۸ طبع سعيد)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الشامی:(۱/۴۶۱،طبع سعید)

الترتیب بین الرکوع والسجود مثلا فانه فرض حتی لوسجد قبل الرکوع لم یصح سجود هذه الرکعة لان اصل السجود ترتبه علی الرکوع فی کل رکعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرہ اللہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ ۔ فتویٰ نمبر: ۹۱۳

﴿پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا تو کب ادا کرے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا پھر وہ بقیہ نماز پڑھتا رہا اور نماز کے دوران اسکو یاد آیا تو اب اس سجدے کو کب ادا کرے اور اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نمازی ایک سجدہ بھول جائے اور وہ بقیہ نماز پڑھتا ہے تو جب اسکو یاد آجائے اس سجدے کو ادا کرے چاہے وہ قیام میں ہو یا رکوع میں ہو یا سجود میں ہو اور سجدے کی ادائیگی کے بعد اس رکن کا اعادہ اس شخص پر لازم نہیں کیونکہ ترتیب فرض نہیں ہے، البتہ سجدہ سہو لازم ہے۔

لمافی حاشیة الهدایة:(۱/۱۶۷،طبع رحمانیه)

فان ترک الثانیة من الرکعة الاولی ساهیا ثم قام وصلی صلاته ثم تذکر فعلیه ان یسجد المتروکة ویسجد للسهو ولو تذکر فی رکوع الثانیة انه ترک سجدة من رکعة الاولی فانحط من رکوعه فسجدها لایلزم علیه اعادة الرکوع لان الترتیب لیس بفرض.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۲۷،طبع رشیدیه)

فلو ترک سجدة من رکعة فتذکر فی آخر الصلاة سجدها وسجد للسهو لترک الترتیب فیه ولیس اعادة ما قبلها.

ولمافی الشامی:(۱/۴۶۲،طبع سعید)

قال فی شرح المنیة حتی لو ترک سجدة من رکعة ثم تذکرها فیما بعدها من قیام او رکوع او سجود فانه یقضیها ولا یقضی ما فعله قبل قضائها مما هو بعد رکعتها من قیام او رکوع او سجود بل یلزمه سجود السهو فقط.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ ۔ فتویٰ نمبر: ۷۲۴

﴿تشہد میں صلوٰۃ تنجینا پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے اندر تشہد کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بعد جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں اس میں (صلاۃ تنجینا) پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تشہد کے بعد مسنون دعاؤں میں سے کسی ایک یا زیادہ دعاؤں کو پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور ماثورہ دعاؤں کے علاوہ بھی ایسی کوئی دعا مانگنا جو کلام الناس سے مشابہ نہ ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے لیکن عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دعا مانگنا یا عربی الفاظ کے ذریعے دعا مانگنا جن کا تعلق کلام الناس سے ہو مثلاً "اللھم البسنی ثوبا، اللھم زوجنی فلانة" تو ایسی دعا سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (صلاۃ تنجینا) کے الفاظ اگر چہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں لیکن ان الفاظ کا تعلق کلام الناس سے نہیں ہے صحیح معنی اور مفہوم کے حامل ہیں اور بزرگوں کا معمول بھی رہا ہے، لہٰذا ان الفاظ سے دعا مانگنا بلا شبہ جائز ہے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح:(۵۷۹/۲ طبع رشیدیه)

(ثم لیتخیر) ای لیختر (من الدعاء اعجبه الیه) ای احب الدعاء وارضاه من الدین والدنیا والآخرۃ (فیدعوه) ای فیقرأ الدعاء الاعجب۔

ولمافی المبسوط:(۱۹۸/۱ طبع دار المعرفة بیروت)

وحاصل المذهب عندنا اذا دعا فی صلاته بما فی القرآن او بما یشبه ما فی القرآن لم تفسد صلاته وان دعا بما یشبه کلام الناس نحو قولهم اللهم البسنی ثوبا اللهم زوجنی فلانة تفسد صلاته۔

ولمافی الشامی:(۲۳۵/۲ طبع امدادیه)

وفی البحر: عن الحاوی القدسی: من سنن القعدة الاخیرة الدعاء بما شاء من صلاح الدین والدنیا لنفسه ولوالدیه واستاذه وجمیع المومنین۔

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۸۴

﴿رکوع میں امام کے ساتھ ایک لمحہ کی بھی شرکت کافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امام صاحب کے ساتھ رکوع میں شریک ہوا تسبیح کہنے والا تھا کہ امام صاحب رکوع سے اٹھ گئے تو کیا یہ رکعت شمار ہو گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ امام کے ساتھ اگر چہ تسبیحات نہ ملیں صرف ایک لمحہ رکوع میں شریک ہونے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سے رکعت پانے والا ہوگا اور اس رکعت کو شمار کیا جائے گا۔

لما فی حاشیۃ الطحطاوی:(ص۲۵۵، طبع قدیمی)

والحاصل أنه اذا وصل الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام من حد الرکوع فقد ادرک معه الرکعة والا فلا کما یفیدہ اثر ابن عمرؓ۔۔ اذا ادرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع راسه فقد ادرکت الرکعة وان رفع قبل ان ترکع فقد فاتتک الرکعة.

ولما فی الهندیة:(۱۲۰/۱، طبع رشیدیه)

واجمعوا انه لو انتهی الی الامام وهو قائم فکبر ولم یرکع مع الامام حتی رکع الامام ثم رکع انه یصیر مدرکا لتلک الرکعة واجمعوا انه لو اقتدی به فی قومة الرکوع لم یکن مدرکا لتلک الرکعة کذا فی البحر الرائق.

ولما فی الدر المختار:(۵۱۶/۲، طبع امدادیه)

(ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسه لم یدرک) المؤتم (الرکعة) لان المشارکة فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بها بعد فراغ الامام.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۱۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۱۰۵۵

﴿نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں رفع یدین نہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: محمد طاہر

﴿جواب﴾ نماز میں رفع یدین نہ کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے افعال صلوۃ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے احکام حرکت سے سکون کی طرف آہستہ آہستہ منتقل ہوتے رہے ہیں مثلاً پہلے نماز میں کلام جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا، پہلے عمل کثیر مفسد صلوۃ نہ تھا پھر اسے مفسد قرار دے دیا گیا، پہلے التفات یعنی نماز کی حالت میں ادھر ادھر دیکھنا جائز تھا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا پہلے سلام اور اس کا جواب دینا جائز تھا پھر منع کر دیا گیا، شروع شروع میں رفع یدین بھی بکثرت ہوتا تھا بلکہ ہر انتقال کے وقت مشروع تھا پھر اس میں کمی کی گئی اور صرف پانچ مقامات پر مشروع رہ گیا پھر اور کمی کی گئی اور چار جگہ مشروع رہ گیا پھر اس میں بھی کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہ گیا، ذیل میں اس کے متعلق احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی جامع الترمذی:(۱/۵۲،طبع فاروقی)

عن زید بن ارقمؓ قال کنا نتکلم خلف رسول الله ﷺ فی الصلاۃ ویکلم الرجل منا صاحبه الی جنبه حتی نزلت وقوموا لله قانتین فامرنا بالسکوت ونهینا عن الکلام (رواہ الائمة الخمسة وغیرهم)

لمافی المظهری:(۱/۳۳۷،طبع رشیدیه)

واخرج ابن جریر عن مجاهد قال کانوا یتکلمون فی الصلاۃ وکان الرجل یامر اخاه بالحاجة فانزل الله تعالی وقوموا لله قانتین۔

ولمافی روح المعانی:(۲/۱۵۷ طبع رشیدیه)

اخرج ابن جریر عن ابن مسعودؓ قال اتیت النبی ﷺ وهو یصلی فسلمت فلم یرد علی فلما قضی الصلاۃ قال انه لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انا امرنا ان نقوم (قانتین) لا نتکلم فی الصلاۃ۔

اسی طرح وہ احادیث جن میں رفع یدین ترک کرنے کی صراحت ہے، ذیل میں ملاحظہ ہوں:

لمافی الصحیح لمسلم:(۱/۱۸۱ طبع قدیمی)

عن جابر بن سمرۃؓ قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلاۃ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس گھر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے میں تمہیں دم ہلانے والے شریر گھوڑوں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو، اس حدیث پاک کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں، اس کے علاوہ نماز میں سکون کا مفہوم قرآن مجید سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورۃ المؤمنون، آیت ۲) الذین هم فی صلاتهم خاشعون — الآیة.

اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عمل قرآن کریم کے موافق ہو وہ راجح ہے۔

عن علقمة قال: قال عبدالله بن مسعود رضی الله عنه الا اصلی بکم صلوۃ رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ: ترمذی:(۱/۳۵،طبع فاروقی) ونسائی: (۱/۱۶۱،طبع قدیمی) وسنن ابی داؤد:(۱/۱۱۸ طبع رحمانیه)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی نماز کا عملی طور پر طریقہ دکھایا اور اس میں رفع یدین پہلی مرتبہ کے علاوہ نہیں کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور حافظ ابن حزم نے "محلی" (۴/۸۸، طبع الناشد دار الافاق الجدیدۃ) میں اسے صحیح کہا ہے،
علامہ احمد شاکرؒ شارح ترمذی فرماتے ہیں: (۲/۴۱، طبع دار احیاء التراث العربی)

هذا الحديث صحيح صححه ابن حزم وغيره من الحفاظ وما قالوا في تعليله ليس بعلة.

(۳) عن البراء ابن عازبؓ ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود وفي رواية مرة واحدة وفي رواية ثم لم يرفعهما حتى انصرف. وفي رواية ثم لا يرفعهما حتى يفرغ. (ابو داود: (۱/۱۱۸، طبع رحمانيه) والطحاوي: (۱/۱۵۲، طبع سعيد) ومصنف ابن ابي شيبه: (۱/۲۶۷، طبع امداديه)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

لما في البيهقي: (۲/۷۹، طبع مجلس دائرة المعارف النظامية ببلدة حيدر آباد)

(۴) عن علقمه عن ابن مسعودؓ صليت خلف النبي ﷺ وابي بكر وعمرؓ فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلاة اخرجه البيهقي واسناده جيد.

اس حدیث کا مضمون متواتر روایات سے ثابت ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

بعض محدثین نے محمد بن جابر کی وجہ سے اس روایت کو کمزور کہا ہے کیونکہ وہ نابینا ہو گئے تھے اس لئے ان کی احادیث میں اختلاط ہو گیا تھا، مگر واضح رہے کہ یہ روایت محمد بن جابر کے نابینا ہونے سے پہلے کی ہے، اور وہ صدوق میں سے ہیں اس لئے اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ میزان الاعتدال فی ترجمۃ محمد بن جابر: (۳/۴۴۴)

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے جس طرح رفع یدین کرنے کی روایات منقول ہیں اسی طرح رفع یدین نہ کرنے والی روایات بھی منقول ہیں۔

لما في نصب الراية: (۱/۴۰۲، طبع بيروت)

عن عبد الله ابن عون الخراز عن مالك عن الزهري عن سالم عن عبد الله ابن عمرؓ ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود اخرجہ البیہقی فی الخلافیات

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں شیخ عابد سندھی المدنی المواھب المطیہ میں فرماتے ہیں (ھذا الحدیث عندی صحیح لامحالۃ) جو حضرات رفع یدین کرتے ہیں ان کے عمل کا مدار زیادہ تر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات پر ہے جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل رفع یدین نہ کرنے کا ہے۔

لمانی الطحاوی:(ص ۱۵۵ طبع سعید)

عن مجاھد قال: صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہما فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوۃ (رواہ الطحاوی وابوبکر بن ابی شیبہ والبیہقی فی المعرفۃ وسندہ صحیح، وکذا فی اثار السنن:(۱/۱۰۸)

یعنی حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی آپ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ولی اللہ ڈیروی

۵ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۱۷

﴿تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کر کے انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے یعنی انگلیاں نہ زیادہ کھلی رکھیں اور نہ زیادہ بند بلکہ عام حالات کی طرح چھوڑ دے، ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اس بارے میں دو طرح کی روایات مروی ہیں دونوں روایات پر عمل کرنے کیلئے علماء کرام نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہوں اور پنجوں کا نچلا حصہ کلائی سمیت کندھوں کے برابر یا قریب ہو تو دونوں قسم کے روایات پر عمل ہو جائے گا اور یہ طریقہ اولیٰ ہے، تاہم ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے یا کانوں تک کسی بھی ایک طریقے پر عمل کرنے سے سنت ادا ہو جائیگی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافي سنن ابي داؤد:(۱/۱۱۲،طبع رحمانيه)

عن عبدالجبار بن وائل عن ابيه قال رأيت رسول الله ﷺ يرفع ابهاميه في الصلاة الى شحمة اذنيه.

ولمافي العالمكيرية:(۱/۸۰-۸۱،طبع قديمي)

سننها رفع اليدين للتحريمة ونشر اصابعه اذا ارادالدخول في الصلاة كبر ورفع يديه حذاء اذنيه حتى يحاذي بابهاميه شحمتي اذ نيه وبرؤوس الاصابع فروع اذنيه كذافي التبيين واذا رفع يديه لا يضم اصابعه كل الضم ولا يفرج كل التفريج بل يتركها على ماكانت عليه بين الضم والتفريج.

ولمافي التنوير مع الدر:(۲/۱۸۲،طبع امداديه)(ورفع يديه) (ماسابابهاميه شحمتي اذنيه)

ولمافي البحر الرائق:(۱/۳۰۲،طبع سعيد)

وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر اصابعه وكيفيته ان لا يضم كل الضم ولا يفرج كل التفريج بل يتركها على حالها منشورة بمعنى انه يسن ان يرفعهما منصوبتين لامضمومتين حتى تكون الاصابع مع الكف مستقبلة للقبلة.

ولمافي اعلاء السنن:(۲/۱۷۰،طبع دار الكتب العلمية)

قوله عن وائل)دلالته على رفع اليدين عند التكبير حذاء الاذنين ظاهرة.قوله عن مالك بن رواية مسلم)قال المولف معناه ان يحاذي بابهاميه شحمتي اذنيه.وبرؤوس اصابعه فروع اذنيه وبه يتفق اللفظان وقدذهب اليه صاحب فتح القدير حيث قال تحت قول الهداية حتى يحاذي بابهاميه شحمتي اذنيه مانصه،وبرؤوس اصابعه فروع اذنيه.

ولمافي فتح القدير:(۲/۲۸۷،طبع رشيديه)

ولا معارضة فان محاذاة الشحمتين بالابهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين بالمنكبين والا ذنين،لان طرف الكف مع الرسغ يحاذي المنكب او يقاربه والكف نفسه يحاذي الاذن واليد تقال على الكف الى اعلاها فالذي نصه على محاذاة الابهامتين بالشحمتين وفق في التحقيق بين الروايتين فوجب اعتباره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۷ربیع الاول ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر:۶۵۸

﴿فصل في اداب الصلوٰة﴾

﴿امام صاحب سے پہلے رکوع، سجدہ وغیرہ میں جانا سخت گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صاحب کافی بوڑھے اور کمزور ہو چکے ہیں، اور نماز پڑھانے میں یہ صورت ہوتی ہے کہ مقتدی امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلے جاتے ہیں اور امام صاحب کمزوری کی بناء پر بعد میں رکوع، سجدہ میں جاتے ہیں، تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: عطاء اللہ دیر

﴿جواب﴾ مقتدی پر امام کی متابعت واجب ہے، رکوع، سجدہ وغیرہ کے لیے امام سے پہلے جانا متابعت کے خلاف ہے، اور سخت گناہ ہے، جبکہ بعض صورتوں میں مقتدی کی نماز فاسد بھی ہو جاتی ہے مثلاً رکوع میں امام سے پہلے گیا اور امام ابھی تک رکوع میں پہنچا نہیں کہ مقتدی رکوع سے فارغ بھی ہوا تو ایسی صورت میں گناہ کے علاوہ نماز بھی نہیں ہوتی اس لیے اس کا بڑا خیال رکھیں۔

لما فی الصحیح المسلم:(۱/۱۸۱ باب تحریم سبق الامام برکوع او سجود ونحوها قدیمی)

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اما یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام ان یحول اللہ رأسہ رأس حمار.

ولما فی سنن الکبری للبیہقی:(۲/۲۰۷ باب یرکع برکوع الامام ویرفع برفعه ولا یسبقه)

عن أبی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:" ایها الناس انی قد بدنت فلا تسبقونی بالرکوع والسجود ولکن اسبقکم انکم تدرکون ما فاتکم .لم نضبط عن شیوخنا بدنت او بدنت واختار ابو عبیدة بدنت بالتشدید ونصب الدال یعنی:کبرت ومن قال بدنت برفع الدال فانه اراد کثرة اللحم.

ولما فی الهندیه :(۱/۱۱۹ طبع: قدیمی)

ویکره للمأموم ان یسبق الاما م بالرکوع والسجود وان یرفع راسه فیهما قبل لامام.

ولما فی رد المحتار :(۱/۴۷۱ طبع :سعید).

فلو کانت المتابعة فرضا فی الفرض مطلقا لبطلت صلاته مطلقا نعم تکون المتابعة فرضا بمعنی ان یاتی بالفرض مع امامه او بعده کما لو رکع امامه فرکع مقارنا او معاقبا وشارکه فیه او بعده ما فرغ منه فلو لم یرکع اصلا او رکع ورفع قبل ان یرکع امامه ولم یعده معه او بعده بطلت صلاته .

والحاصل ان المتابعة فی ذاتها ثلاثة انواع :مقارنة لفعل الامام مثل ان یقارن احرامه لاحرام امامه ورکوعه لرکوعه وسلامه لسلامه ،ویدخل فیها ما لو رکع قبل امامه ودام حتی أدرکه امامه فیه ،ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشارکة فی باقیه ،ومراخیة عنه ،فمطلق المتابعة الشامل لهذا لانواع الثلاثة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

واللہ اعلم بالصواب : محمد تنویر پشاوری
فتویٰ نمبر: ۳۶۸۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض ائمہ مساجد ایک ہی سانس میں پوری سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں کیا اس طرح پڑھنا مناسب ہے؟ مستفتی: ایک حعلم

﴿جواب﴾ سورۃ فاتحہ نماز میں ترتیل اور ایک ایک آیت پر وقف کرتے ہوئے پڑھنی چاہئے، تاکہ اس حدیث قدسی کے لئے صحیح مصداق ہو جس میں ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے، اور ہر آیت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو جواب دیا جاتا ہے، اس لئے آپ ﷺ کا یہی معمول رہا کہ ہر ایک آیت پر وقف فرمایا کرتے تھے، امام کو چاہئے کہ سورۃ فاتحہ میں مسنون طریقہ اپنانے کا اہتمام کریں، اس کے خلاف کرنا خصوصاً فرائض میں بلاشبہ خلاف سنت ہے، البتہ تراویح میں نمازیوں کا رجحان مختصر اور جلدی فارغ ہونے کا اگر ہے تو ہر آیت پر وقف کئے بغیر وصل کے ساتھ پڑھنے کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ الفاظ واضح ہوں اور قرأت صحیح طور پر سمجھ آتی ہو۔

لما فی قولہ تعالیٰ سورۃ مزمل آیت ۴.

ورتل القرآن ترتیلا.

ولما فی صحیح لمسلم: ۱۶۹/۱، ۱۷۰، طبع قدیمی۔

عن ابی ہریرۃؓ......فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالی قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسأل فاذا قال العبد الحمد لله رب العالمين قال الله تعالى حمدنى عبدى واذا قال الرحمن الرحيم قال الله تعالى اثنى على عبدى فاذا قال مالک یوم الدين قال مجدنى عبدى وقال مرة فوض الى عبدى فاذا قال اياك نعبد واياك نستعين قال هذا بينى وبين عبدى ولعبدى ماسأل فاذا قال اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال هذا لعبدى ولعبدى ماسأل.

ولما فی حجة الله البالغة: ۱۶/۲، طبع قدیمی۔

ثم يرتل سورة الفاتحة وسورة من القرآن ترتيلا يمد الحروف ويقف على رؤوس الآی.

ولما فی الدر المختار مع الرد: ۵۴۱/۱، طبع سعید۔

وفى الحجة يقرأ فى الفرض بالترسل حرفا حرفا وفى التراويح بين بين وفى النفل ليلا له ان يسرع بعد ان يقرأ كما يفهم.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الفتاوی التاتارخانیة:۱/۳۳۲،طبع قدیمی۔

فی (فتاوی الحجة)ثم القراءة علی ثلاثة أوجه فی الفرائض:علی التؤدة،والترسل،والتدبر حرفا حرفا،وفی التراویح یقرأ بقراءة الأئمة بین التؤدة،والسرعة،وفی النوافل باللیل له ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفهم وذلک مباح۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عمر فاروق لاہوری

۵ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۶۵۱

﴿ آئمہ مساجد عام حالات میں قرأت کی مستحب مقدار پوری کریں ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام پر یہ بات لازمی ہے، کہ وہ قرأت میں مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے مستحب قرأت (طوال مفصل،اوساط مفصل ،قصار مفصل) سے بھی تخفیف کرے، جیسا کے حدیث میں تخفیف کا حکم ہے، یا عموماً مستحب قرأت کالحاظ کر کے نماز پڑھائے؟ مستفتی:ایک حعلم

﴿جواب﴾ امام کے لئے بہتر یہ ہے، کہ عموماً مسنون اور مستحب قرأت کالحاظ کرتے ہوئے نماز پڑھائے ،اور جس حدیث میں تخفیف کا حکم ہے،اس سے مراد قطعاً یہ نہیں کہ مستحب قرأت سے بھی کم قرأت پر اکتفاء کرتا رہے، بلکہ مراد یہ ہے، کہ اتمام کے ساتھ تخفیف اختیار کرے، عام حالات میں مستحب مقدار سے بھی کوئی امام قرأت کم کرتا رہے، تو یہ تخفیف مع النقصان ہے نہ کہ تخفیف مع الاتمام۔البتہ کبھی کبھار کسی خاص وجہ سے نماز فجر میں بھی قصار مفصل پڑھ لے، تو خلاف اولیٰ نہیں ہے، اور عام حالات میں مقتدیوں کے شوق وذوق کے لحاظ سے کبھی تخفیف اور کبھی تطویل اختیار کرے، لیکن بتائے گئے طوال، اوساط اور قصار مفصل کے دائروں میں رہتے ہوئے ،اس لئے کہ طوال مفصل میں بعض زیادہ طویل اور بعض کم طویل سورتیں ہیں، اسی طرح قصار یا اوساط مفصل بھی سب برابر نہیں ہیں، ان میں بعض لمبی سورتیں ہیں، اور بعض نسبتاً چھوٹی ہیں۔تو مستحب مقدار کا خیال رکھتے ہوئے بھی تخفیف کے حکم پر عمل ہوسکتا ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۱/۵۳۹تا۵۴۱،طبع:سعید)

ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکره الحلبی،والناس عنه غافلون،طوال المفصل من الحجرات الی آخر البروج فی الفجر والظهر،ومنها الی آخر "لم یکن" اوساطه فی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

العصر والعشاء، ودونه في الظهر، وفي المغرب في كل ركعة سورة مما ذكره المصلي. واختار في البدائع عدم التقدير وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام.

وفي الشامي ([illegible] طبع سعيد)

(قوله واختار في البدائع عدم التقدير) وعمل الناس اليوم على ما اختاره في البدائع والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدار معين لكل أحد وفي كل وقت كما يفيده تمام عبارته بل تارة يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه وتارة يقرأ أكثر ما ورد إذا لم يثقل على القوم فليس المراد إلغاء الوارد ولو بلا عذر ولذا قال في البحر عن البدائع والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام وهكذا في الخلاصة.

ولما في حلبي كبيري (ص٢٤٦، طبع نعمانيه)

"وفي رواية إذا صلى أحدكم بالناس فليخفف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلى لنفسه فليطول ما شاء" وفي لفظ لمسلم "الصغير والكبير والضعيف والمريض وذا الحاجة" واعلم أن التطويل المكروه هو الزيادة على قدر أدنى المستحب مثل القوم حتى إن رضوا بالزيادة لا يكره وكذا إن ملوا من قدر أدنى السنة لا يكره ولا يكونون معذورين في الملل والتخفيف بسبب ذلك فإنه صلى الله عليه وسلم نهى عن التثقيل بالتطويل وقد كانت قراءته وسائر أفعاله على وجه السنة فلا بد من كون ما نهى عنه غير ما كان دأبه في غير الضرورة وأما حال الضرورة فهو مستثنى كما في تخفيفه عليه السلام لبكاء الصبي وليس المراد بالتخفيف الإخلال بالواجب أو السنة لغير ضرورة كما يفعله الكثير من أئمة زماننا محتجين بلفظ هذا الحديث مع غفلتهم عن معناه كما قررناه وعن قول أنس أخف ولا أتم حيث وصف صلاته عليه الصلوة والسلام بالأتمية مع التخفيف وهل توصف بأتمية صلوة ترك فيها شيء من الواجبات أو السنن ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور.

واللہ اعلم بالصواب: کتبہ: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۶۲۲ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

﴿قرأت میں اتمام مضمون بہتر ہے ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک ساتھی پچھلے رمضان میں جب میں تراویح پڑھاتا تھا، تو میں کبھی کبھار قرأت میں وہ سورتیں پڑھتا، جس کے

شروع میں اللہ جل جلالہ نے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے، جیسے "والفجر ولیال عشر والشفع والوتر" تو میں ایک ہی رکعت میں صرف آیات قسم پڑھتا تھا، اور جواب قسم کے آیات کبھی رہ جاتے تھے، تو وہ ساتھی کہتا، کہ اس طرح پڑھنے سے قرأت نامکمل ہو کر نماز نہیں ہوتی، کہ ایک ہی رکعت میں صرف آیات قسم پڑھ کر جواب قسم کے آیات چھوڑ دیئے جائیں، اور اس بات کو ایک استاذ کی طرف منسوب کرتے تھے، تو کیا اس ساتھی کی بات صحیح ہے؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں نوازش ہوگی۔ مستفتی: مولوی عبداللہ فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

﴿جواب﴾ نماز میں تین چھوٹی آیات یا اس مقدار کے برابر ایک آیت یا اس کا حصہ پڑھنا ضروری ہے، اس سے نماز ہو جاتی ہے، یہ مشروط مقدار آیات قسم پر اگر پوری ہو تو جواب قسم کی آیات پڑھنے کو ضروری قرار دینا تو مشکل ہے، البتہ اتمام مضمون کیلئے بہتر ہے۔ جس استاذ کی طرف یہ بات منسوب ہوتی ہے، بہتر ہے ان کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش کریں، ہوسکتا ہے نسبت غلط ہو یا سننے سمجھنے میں مغالطہ ہو گیا ہو۔

ولما فی التنویر مع الدر :(۲۵۸/۱، ۲۵۹، طبع سعید)

وضم أقصر سورة كالكوثر أو ما قام مقامها وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثم نظر ثم عبس وبسر، ثم أدبر واستكبر "وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثا قصارا ذكره الحلبي وفي الشامية تحته ،قلت :قد صرح به في الدرر أيضا حيث قال :وثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة وكذا الآية الطويلة ــــ وفي التاتارخانية لو قرأ اية طويلة كآية الكرسي أو المداينة البعض في ركعة والبعض في ركعة اختلفوا فيه على قول ابي حنيفة ،قيل لا يجوز لانه ما قرأ آية تامة في كل ركعة ،وعامتهم على أنه يجوز لان بعض هذه الآيات يزيد على ثلاث قصار أو يعدلها ، فلا تكون قراء ته أقل من ثلاث آيات ،وهذا يفيد أن بعض الآية كالآية في انه اذا بلغ قدر ثلاث آيات قصار يكفي.

ولما في الهندية :(۸۲/۱، طبع: قديمي كتب خانه)

ألأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة.

ولما في التنوير مع الدر:(۶۷/۲، طبع: سعيد)

ألأفضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم وأقره المصنف وغيره ،وفي المجتبى عن الامام :لو قرأ ثلاثا قصارا أو آية طويلة في الفرض فقد أحسن ولم يسئ فما ظنك بالتراويح .

وفي الشامية تحته ،وفي التجنيس ــ:واختار بعضهم سورة الاخلاص في كل ركعة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وبعضهم سورة الفيل: الهداء ة منها ثم يعيدها ،وهذا أحسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات ، قال في الحلية :وعلى هذا استقر عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا.

ولما في المحيط البرهاني :(۲ /۷۴،طبع: ادارة القرآن كراچی)

اذا وقف فـي غيـر مـوضـع الـوقف ،أو ابتدأمن غير موضع الابتداء ،فانه على وجهين:الاول:أن لا يتغير به المعنى تغيرا فاحشا ،لكن الوقف والابتداء قبيح نحو ان ابتدأبالخبر ،فقال :"ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات"ووقف ثم ابتدأبقوله :"أولئك هم خير البرية"ونحو ان فصل بين النعت والمنعوت ، والصلة والموصوف ،فقرأ:"انه كان عبدا "ووقف وابتدأ"بشكور"لاتفسد صلاته اجماعاً.

الوجه الثاني :ان يتغير به المعنى تغيرا فاحشاً ،بان قرأ:"شهد الله أنه لااله"ووقف ثم قال :"الاهو"أو قرأ:"وقالت النصارى "ووقف ثم قال :"المسيح ابن الله "وفي هذا الوجه لا تفسد الصلاة عند علمائنا رحمهم الله تعالى ،وعند بعض العلماء تفسد صلاته ،والفتوى على عدم الفساد على كل حال، لان في مراعاة الوقف والوصل والابتداء ايقاع الناس في الحرج، خصوصاً في حق العوام

ومثله في الهندية:۸۹/۱،وفي الشامية :۶۳۲/۱

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :محمد زبیر مروت

۸ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۷۵۳

﴿دوران نماز اونگھ اور کھانسی کو روکنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں؛

(۱) اگر نماز کے اندر اونگھ یا کھانسی آئے تو اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟

(۲) اگر تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور ہتھیلیاں آستینوں کے اندر چھپی رہیں تو کیا ایسا کرنے میں کوئی کراہت ہے؟ مستفتی: اسداللہ ڈیرہ غازی خان

﴿جواب﴾ (۱) دوران نماز اونگھ اور کھانسی جہاں تک ممکن ہو روکنا چاہیے، یہ نماز کے مستحبات میں سے ہے۔ جمائی روکنے سے نہ رکے اور منہ کے بند رکھنے پر قابو نہ ہو سکے تو نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبانے سے جمائی رک جاتی ہے، نہ رکے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت منہ پر رکھیں اور اس کے علاوہ مواقع میں بائیں ہتھیلی، یا آستین سے بھی منہ بند کر سکتے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۲) تکبیر تحریمہ کے وقت جب ہاتھ اٹھائے جائیں تو ہتھیلیاں آستینوں سے باہر نکالنا مستحب ہے۔ آستینوں کے اندر رکھنا تکبرانہ انداز ہے لہذا اس سے بچا جائے.

لما فی البحر (۲۰۲/۱ طبع: سعید)

(قوله وكظم فمه عند التثاؤب) أي امساك فمه والمراد به سده لقوله عليه الصلوة والسلام "التثاؤب في الصلوة من الشيطان فاذا تثاءب احدكم فليكظم ما استطاع" وفي الظهيرية فان لم يقدر غطاه بيده او كمه للحديث (وقوله واخراج كفيه من كميه عند التكبير) لأنه أقرب الى التواضع وابعد من التشبه بالجبابرة وامكن من نشر الاصابع الا لضرورة برد ونحوه (قوله ودفع السعال ما استطاع) لأنه ليس من افعال الصلوة ولهذا لو كان بغير عذر تفسد صلوته فيجتنبه ما امكن.

ولما في الهندية (۱/ ۷۷ مكتبه رشيديه)

وكظم فمه عند التثاؤب واخراج كفيه من كميه عند التكبير ودفع السعال ما استطاع.

ولما في حاشية الطحطاوي (۲۷۷ طبع: قديمی)

(دفع السعال ما استطاع) تحرزا عن المفسد فانه اذا كان بغير عذر يفسد وكذا الجشاء (و) من الادب (كظم فمه عند التثاؤب) فان لم يقدر غطاه بيده أو كمه. قال الطحطاوي: قوله: (يفسد) اي اذا حصل به حروف ومثله الجشاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: صدیق انور

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　　فتوی نمبر:

﴿فرض نماز میں قومہ اور جلسہ کی ماثور دعاؤں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قومہ میں " ربنا لک الحمد" کے ساتھ۔" حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه " ملانا اور دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھنے کا منفرد، مقتدی اور امام کے لیے کیا حکم ہے؟　　　مستفتی: حاجی نصیر احمد

﴿جواب﴾ منفرد کے لیے مذکورہ بالا تسبیحات کا پڑھنا مستحب ہے، اور فرض نمازوں میں مقتدی بھی پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ امام سے پیچھے رہنے کا اندیشہ نہ ہو، البتہ امام کے لیے نبی کریم ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ وہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائیں کیونکہ جماعت کی نماز میں مریض اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں ان کا بھی خیال رکھنا چاہیے تاکہ مقتدی لوگ زحمت ومشقت میں مبتلا نہ ہوں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الشامي (۱/۵۰۲، طبع: سعيد، کراچی)

(قوله مسنون) وفي الأول أي تسبيحه لأنه بعده هناك. ثم الأصل المذكور صرح به المشائخ في القراءة في الركوع والسجود وصرح به في الهداية في القراءة في القومة والجلسة

ولما فيه ايضا (۱/۵۰۵، طبع: سعيد)

(قوله وليس بينهما ذكر مسنون) قال ابو يوسف: سألت الإمام أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود اللهم اغفر لي؟ قال يقول ربنا لك الحمد وسكت، ولقد أحسن في الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار نهر وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه إذ لو كان مكروها لنهى عنه كما ينهى عن القراءة في الركوع والسجود، وعدم كونه مسنونا لا ينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة، بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجا من خلاف الإمام أحمد لإبطاله الصلاة بتركه عامدا، ولم أر من صرح بذلك عندنا لكن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف والله أعلم.

ولما في الدر المختار (۱/۵۱۲، طبع: سعيد)

ويكره تحريما تطويل الصلاة على القوم زائدا على قدر السنة في قراءة وأذكار رضي القوم أو لا لإطلاق الأمر بالتخفيف نهر.

ولما في الشامي: (۱/۵۱۲، طبع: سعيد)

(قوله لإطلاق الأمر بالتخفيف) وهو ما في الصحيحين "إذا صلى أحدكم للناس فليخفف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلى لنفسه فليطول ما شاء."

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بٹوی

۱۲محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۲۲۸۴

دوران نماز ہر رکن کی ادائیگی کے وقت نظر کس جگہ رکھی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا دوران نماز نظر کسی خاص جگہ رکھنے کا واقعی شرعی حکم ہے؟ اگر ہے تو نشاندہی فرمادیں، نوازش ہوگی۔

جواب: نماز میں بندہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، اور رب کی بڑی شان کا تقاضا ہے کہ بندہ نظروں کو جھکا کر مناجات کرے اور ادھر ادھر نہ دیکھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم یوں فرمائی ہے: "اعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك فلايشتغل بسواه" یعنی اللہ تعالی کی عبادت اس کیفیت سے کر گویا تو اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے، پس اگر تو نہیں دیکھ پاتا تو بے شک اللہ تعالی تجھے دیکھ رہا ہے، لہذا اللہ تعالی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سوا دوسری کسی چیز کی طرف تو دھیان نہ کر.

اس لئے فقہائے کرام بتاتے ہیں کہ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ، رکوع میں قدموں پر، سجدوں میں ناک پر اور قعدہ میں جھولی پر نظریں ہونی چاہیے اس میں زیادہ ادب ہے اس لئے مستحب ہے.

لما فی العالمگیریہ (۱/۷۲،۷۳ طبع: مکتبہ رشیدیہ)

(وآدابها) نظره الى موضع سجوده حال القيام والى ظهر قدميه حالة الركوع والى ارنبته حالة السجود والى حجره حالة القعود وعند التسليمة الاولى الى منكبه الأيمن وعند الثانية الى منكبه الأيسر.

ولما فی مراقی الفلاح (۱۰۲، طبع: قدیمی کتب خانہ)

(و) منها (نظر المصلى) سواء كان رجلا او امرأة (الى موضع سجوده قائما) حفظا له عن النظر الى ما يشغله عن الخشوع (و) نظره (الى ظاهر القدم راكعا، والى ارنبة انفه ساجدا والى حجره جالسا) ملاحظا قوله صلى الله عليه وسلم اعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك فلا يشتغل بسواه (و) منها نظره (الى المنكبين مسلما).

ولما فی بدائع الصنائع (۱/۲۱۵، طبع: سعید)

فقال يرمى ببصره الى موضع سجوده فى حالة القيام وفى حالة الركوع الى رؤس اصابع رجليه وفى حالة السجود الى ارنبة انفه وفى حالة القعدة الى حجره لأن هذا كله تعظيم وخشوع وروى فى بعض الأخبار ان الله تعالى حين امر الملائكة بالصلاة امرهم كذالك وزاد بعضهم عند التسليمة الاولى على كتفه الأيمن وعند التسليمة الثانية على كتفه الأيسر.

واللہ اعلم بالصواب: صدیق انور
فتویٰ نمبر:

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ

﴿نماز میں انگلیوں کو قبلہ کی سمت کرنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیئے جبکہ تشہد میں شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے تو اس وقت انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد عمیر کورنگی ۵

﴿جواب﴾ نماز میں ہاتھوں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا درست ہے لیکن حالت تشہد میں سیدھے ہاتھ کی آخری دو انگلیوں کو ہتھیلی کے ساتھ لگانا اور بیچ کی انگلی کو انگوٹھے سے ملا کر حلقہ

بنانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا احادیث سے ثابت ہے فقہاء کرام نے اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔

لما في الصحيح لمسلم:(۱/۲۱٦،طبع قديمي)

عن ابن عمران رسول الله ﷺ كان اذاقعدفي التشهدوضع يده اليسرى على ركبته اليسرى ووضع يده اليمنى على ركبته اليمنى وعقدثلاثاوخمسين واشاربالسبابة.

ولمافي مراقي الفلاح:مع حاشية الطحطاوي:(ص:۹۹،طبع قديمي)

وتسن الاشارةفي الصحيح لانه عليه الصلاة والسلام رفع اصبعه السبابة وقداحناها شئيا من قال انه لايشيراصلافهوخلاف الرواية والدراية.

ولمافي الشامي:(۲/۲۱۷،طبع امداديه ملتان)

والمفتى اى المفتى به عندناخلافه اى خلاف عدم الاشارة وهوالاشارة على كيفية عقدثلاثة وخمسين كماقال به الشافعيؒ واحمدؒ وفي المحيط انها سنة يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات وهو قول ابى حنيفةؒ ومحمدؒ وكثرت به الآثار والاخبار فالعمل به اولى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرلہ

۲۷ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۹۲۷

﴿دوران نماز جمائی روکنے کا حکم اور طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر جمائی آجائے تو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ مستفتی: فضل الدین

﴿جواب﴾ دوران نماز جمائی آنے کی صورت میں اول تو کسی طریقے سے روک لیا جائے لیکن اگر روکنا مشکل ہو جائے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھنا چاہیئے، باقی حالات میں بائیں ہاتھ کی پشت سے جمائی کو روکنا چاہیئے۔

لمافي التنوير مع الدر:(۲/۱۷۶ طبع امداديه)

وامساك فمه عندالتثاؤب فائدة لدفع التثاؤب مجربة:ولوبأخذشفتيه بسنه فان لم يقدرغطاه بظهريده اليسرى وقيل باليمنىٰ لوقائماوالافيسراه.

وفي الشامية:لأن التغطية ينبغي أن تكون باليسرىٰ كالامتخاط فان كان قاعداً يسهل ذلك عليه ولم يلزم منه حركة اليدين بخلاف ماإذاكان قائمافانه يلزم من التغطية باليسرىٰ حركة اليمين ايضالانهاتحتها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۵ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۳۱۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نماز میں خشوع وخضوع کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے اندر خشوع و خضوع برقرار نہیں رہتا بار بار خیالات آتے رہتے ہیں، اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں اور نماز میں خشوع وخضوع کیسے قائم ہوگا؟

﴿جواب﴾ خشوع وخضوع یہ دونوں مترادف الفاظ ہیں بعض نے خشوع کو دل کے ساتھ خاص کیا ہے اور خضوع کو ظاہری اعضاء کیساتھ اور بعض نے خضوع کو دل کے ساتھ خاص کیا ہے اور خشوع کو ظاہری اعضاء کے ساتھ خشوع کی مذکورہ حقیقت کے ساتھ پوری نماز بلاشبہ مشکل کام ہے اور بہت کم خوش قسمت لوگوں کو یہ صفت نصیب ہوتی ہے لیکن اس باطنی صفت کا اثر جو ظاہری اعضاء پر ہوتا ہے یعنی نگاہ اور پورے جسم کو ادب وانکساری کیساتھ رکھنا یہ اختیار سے باہر نہیں، لہٰذا نماز میں ظاہری خشوع کا اہتمام کرنے سے بھی امید ہے اللہ تعالیٰ دلی توجہ پر بھی قابو نصیب فرما دے گا، اس لئے کہ ظاہر کا باطن پر اثر بلاشبہ مسلم ہے البتہ دل میں بار بار خیالات آنے سے نماز تو ہو جائے گی لیکن توجہ اور دھیان نہ دے پڑھنے والے کی نسبت ثواب میں کمی ضرور ہوگی۔

لما فی المظھری:(۱۷-۱۸/ ۲۸۰-۲۸۱ طبع رشیدیہ)

الذین ھم فی صلاتھم خاشعون(مومنون آیت ۲)—وفی البحر نقلا عن التحریر انه اختلف فی الخشوع ھل ھو من فرائض الصلاة او من فضائلھا ومکملاتھا علی قولین والصحیح ھو الاول ومحله القلب والصحیح عندنا خلافه نعم الحق انه شرط القبول لا الاجزاء.

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته:(۱/ ۷۲۶ طبع دار الفکر)

آداب الصلاة عند الحنفیة..... نظر المصلی الی موضع سجوده قائما والی ظاھر قدمیه راکعا والی ارنبة انفه ساجدا والی حجره جالسا والی منکبیه مسلما تحصیلا للخشوع فی الصلاة ملاحظا قوله علیه السلام اعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک.

ولما فی الشامی:(۲/ ۱۲ طبع امدادیه ملتان)

وفی شرح المقدمة الکیدانیة للعلامة القھستانی یجب حضور القلب عند التحریمة فلو اشتغل قلبه بتفکر مسألة مثلا فی اثناء الارکان فلا تستحب الاعادة وقال البقالی لم ینقص اجره الا اذا قصر وقیل یلزم فی کل رکن ولا یواخذ بالسھو لانه معفو عنه لکنه لم یستحق ثوابا کما فی المنیة ولم یعتبر قول من قال لا قیمة لصلاة من لم یکن قلبه فیھا معه کما فی الملتقط والخزانة والسراجیة وغیرھا واعلم ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حضور القلب فراغه من غير ماهو ملابس له وهو هنا العلم بالعمل بالفعل والقول الصادرين عن المصلي وهو غير التفهم فان العلم بنفس اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۷۱۹

﴿واجبات صلوٰۃ﴾

﴿سوال﴾ نماز کے مفتی بہ واجبات کتنے ہیں؟

﴿جواب﴾ نماز کے مفتی بہ واجبات کل تیرہ ہیں: (۱) سورۃ الفاتحہ پڑھنا (۲) اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا (۳) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا (۴) سورۃ الفاتحہ کو سورۃ سے پہلے پڑھنا (۵) رکوع کرکے سیدھا کھڑا ہونا (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) پہلا قعدہ کرنا (۸) التحیات پڑھنا (۹) لفظ سلام سے نماز ختم کرنا (۱۰) ظہر اور عصر میں قراءت آہستہ آواز سے کرنا (۱۱) امام کیلئے مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں اور فجر وجمعہ وعیدین اور تراویح کی سب رکعتوں میں قراءت بلند آواز سے کرنا (۱۲) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا (۱۳) عیدین کی زائد تکبیرات ادا کرنا۔

لمافي حلبي كبير: (ص ۲۹۵ طبع سهيل اكيڈمی)

من الواجبات جملة الاشياء منها تعيين قراءة الفاتحه ومنها تعيين القراءة المفروضة في الصلوة في الركعتين الاولين ومنها الاقتصار فيهما اى فى الركعتين الاوليين على مرة واحدة ومن الواجبات تقديم الفاتحه على السورة ومنها ضم السورة اليها ومن الواجبات الجهر بالقراءة فيما يجهر فيه ومنها المخافتة بالقراءة فيما يخافت منها قراءة القنوت فى الوتر ومنها قراءة التشهد فانها واجبة القعدتين ومن الواجبات القعدة الاولى.

وهكذا في الشامي: (۱/۴۵۸ طبع سعيد)

وهكذا في البحر الرائق: (۱/۲۹۵ طبع سعيد)

وهكذا في البحر الرائق: (۲/۹۶ طبع سعيد)

وهكذا في الشامي: (۱/۴۶۸ طبع سعيد)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۷۲۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سورت کی جگہ دوبارہ فاتحہ پڑھنے سے واجب ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ یا بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات کے بقدر قرأت کرنا واجب ہے اگر کوئی شخص سورۃ کی جگہ سورۃ فاتحہ پڑھ لے تو کیا اس سے واجب ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ مستفتی: نصرت اللہ بنوں

جواب: سورۃ فاتحہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا مستقل واجب ہے، اور اس کے بعد بلا تاخیر کوئی سورت وغیرہ ملانا مستقل واجب ہے، سورت کی جگہ سورۃ فاتحہ پڑھنے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا، لھذا اگر کوئی سورۃ فاتحہ مکرر یعنی سورت کی جگہ بھی پڑھ لے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور بھول سے کوئی پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

لما في الدر مع الرد: ۱/۴۶۰، طبع سعيد.

(وتقديم الفاتحة على كل (السورة) وكذا ترك تكريرها قبل سورة الأوليين)(قوله وكذا ترك تكريرها الخ) فلو قرأ في ركعة من الأوليين مرتين وجب سجود السهو لتأخير الواجب وهو السورة كما في الذخيرة وغيرها.

ولما في حلبي كبير: ۴۶۰ طبع سهيل.

(ولو كرر الفاتحة في) ركعة من (الأوليين) متوليا (او قرأ القرآن في ركوعه او في سجوده او في) موضع (التشهد يجب) عليه سجود السهو للزوم تأخير الواجب وهو السورة في الصورة الاولى وللقراءة فيما لم يشرع فيه فيما بعده والتحرز عن ذلك واجب ولو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا يلزمه السهو وقيل يلزمه.

ولما في الدر مع الرد: ۱/۵۳۸، طبع سعيد.

(وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجب على كل مسلم)(قوله وسورة) اى اقصر سورة او مايقوم مقامها من ثلاث آيات قصار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۸۲

فرض نماز کی آخری دو رکعت میں سورۃ فاتحہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کی آخری دو رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟ اور اگر کوئی شخص نہ پڑھے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: آصف صاحب

﴿جواب﴾ فرض نماز کی آخری دو رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص نہ پڑھے تو اسکی نماز ہو جائے گی، البتہ قصداً ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

لما فی الهداية:(١/١٥٢-١٥٣،طبع رحمانيه)

والقراءة فی الفرض واجبة فی الركعتين وهو مخير فی الاخرين معناه ان شاء سكت وان شاء قرأوان شاء سبح كذاروی عن ابی حنيفة وهو المأثور عن علی وابن مسعود وعائشةؓ.

ولما فی الشامی:(١/٥٢٦،طبع سعيد)

قلت لايخفی ان قراءة الفاتحة فی الشفع الثانی ليست بواجبة بل ذلك علی وجه الدعاء فی ظاهر الرواية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۷۱۱

﴿من نسی فی القعدة الاولیٰ وتجاوز عن قدر التشهد﴾

﴿قعدہ اولیٰ میں " عبده ورسوله " سے تجاوز کرنا﴾

﴿سوال﴾ اذا نسی المصلی فی القعدة الاولی من الفرائض وقعد زائدا من قدر التشهد فبای قدر من التاخير يجب عليه السهو ؟ مستفتی: فياض احمد

﴿جواب﴾ التاخير عن القيام بقدر الركن يوجب سجدة السهو شرع فی الصلاة علی النبی ﷺ اولم يشرع ومقدار الركن علی قول المفتی به هو ان يمكن قراءة سبعة عشر حرفا فمن نسی وتاخر عن القيام مقدار قوله "اللهم صل علی محمد" يجب عليه سجدة السهو والله اعلم.

لما فی التنوير مع الدر:(٢/٢٢٠،طبع امداديه)

لا يُزيد فی الفرض علی التشهد فی القعدة الاولی فان زاد عامدا كره فتجب الاعادة أو ساهيا وجب عليه سجود السهو اذا قال "اللهم صل علی محمد" فقط علی المذهب.

ولما فی البزازية علی هامش الهندية:(٢/٦٢،طبع رشيديه)

والمختار انه اذا قال "اللهم صل علی محمد" لزمه لانه ادی سنة وكيدة فلزم تأخير الركن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد تاجکی

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۹۸۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نیت میں غلطی کرنے سے نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر نے غلطی سے دو رکعت کی بجائے چار رکعت کی نیت کرلی تو کیا اس نماز میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نیت کرتے ہوئے نماز کی تعیین ضروری ہے کہ ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں رکعات کی تعداد میں نیت کرتے ہوئے غلطی ہو جائے تو اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی البحر الرائق:(۲/۲۷۹-۲۸۲ طبع سعید)

(قوله وللفرض شرط تعيينه كالعصر مثلاً......) وقيدبنية التعيين لان نية عددركعات ليست بشرط فى الفرض والواجب لان قصدالتعيين مغن عنه ولونوى الظهر ثلاثا والفجر اربعا جاز.

ولما فی التنویر مع الدر المختار:(۲/۹۵-۹۸ طبع امدادیه)

(ولا بد من التعين عند النية) لفرض ولو قضاء وواجب دون عدد ركعاته لحصولها ضمنا فلا يضر الخطا فى عددها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ۷۶۳

﴿قومہ کی حالت میں امام، مقتدی اور منفرد کا تسمیع و تحمید پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام، مقتدی اور منفرد کیلئے نماز کے دوران قومہ میں تسمیع اور تحمید پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر امام نے دونوں کو جمع کرلیا تو اس سے نماز میں خرابی لازم آتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: ضیاء الرحمٰن چارسدوی

﴿جواب﴾ باجماعت نماز پڑھنے کی حالت میں امام کا وظیفہ تسمیع "سمع الله لمن حمده" اور مقتدی کا وظیفہ تحمید (ربنا لک الحمد) ہے اور منفرد دونوں کو جمع کرے گا امام تسمیع پر اکتفاء کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر دونوں کو جمع کرے تو اسکی بھی گنجائش ہے اس سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۲۰۰-۲۰۲ طبع امدادیه)

(ثم يرفع راسه من ركوعه مسمعا)......قولان (ويكتفى به الامام) وقالا يضم التحميد (و) يكتفى (بالتحميد المؤتم) وافضله اللهم ربنا ولك الحمد......(ويجمع بينهما لو

منفردا) على المعتمد يسمع رافعاو يحمد مستويا.

ولما في الشامي:(۲/۲۰۱، طبع امداديه)

(وقال لا يضم التحميد) وهو رواية عن الامام ايضا، واليه مال الفضلي والطحاوی وجماعة من المتأخرين، معراج عن الظهيرية، واختاره في الحاوي القدسي ومشى عليه في نور الايضاح لكن المتون على قول الامام.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

۲صفر المظفر ۱۴۲۹ھ | فتوی نمبر: ۱۱۷۳

﴿باریک کپڑوں میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اتنے باریک کپڑوں میں نماز پڑھتی ہے جسمیں اسکی پنڈلیاں وغیرہ صاف نظر آتی ہیں، ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد ایاز صاحب چارسدوی

﴿جواب﴾ ایسے باریک کپڑوں میں جن سے عورت کے اعضاء نظر آتے ہوں نماز نہیں ہوتی، نماز کے علاوہ بھی اسطرح کے کپڑے پہننا جائز نہیں ہے: حدیث میں آیا ہے کہ ایسی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

لما في الهداية:(۱/۹۲، طبع رحمانيه)

(ويستر عورته) لقوله تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد اي مايواري عورتكم عند كل صلاة.

ولما في العالمگيرية:(۱/۵۸، طبع رشيديه)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه كذا في التبيين. هكذا في التجنيس:(۱/۲۰۵، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية) والحلبي:(ص ۲۱۴ سهيل اكيڈمی)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

۸صفر الخیر ۱۴۲۹ھ | فتوی نمبر: ۱۱۷۹

﴿حالت رکوع میں پنڈلیوں کو سیدھا رکھنے کی تفصیل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ حالت رکوع میں نصب الساقین کا جو حکم ہے اس کا مقصد صرف پنڈلیوں کو سیدھا رکھنا ہے اگر چہ گھٹنوں میں خم ہی کیوں نہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آئے یا پوری ٹانگ کو سیدھا کرنا ہے بایں طور کہ خم بالکل نہ آئے؟　　المستفتی: حماد پشاوری

﴿الجواب﴾ نصب الساقین کا تذکرہ جو عبارتوں میں ملتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح قوت کے ساتھ رکھنا کہ دونوں ٹانگیں بالکل سیدھی رہیں اور گھٹنوں میں خم نہ رہے، نیز ہاتھوں کو بھی سیدھا رکھیں اور سر کو سرین کی سیدھ میں رکھ کر کمر پھیلا کر سیدھی رکھیں، اس موقع پر فقہ کی کتابوں میں جو لفظ ساق مذکور ہے اس سے مراد نفس پنڈلی نہیں ہے بلکہ پوری ٹانگ مراد ہے، لفظ ساق سے صرف پنڈلی مراد لینا فقہاء کرام کی اس عبارت "فجعلهما شبه القوس كما يفعله كثير من العوام مكروه" کے بالکل متضاد ہے، اس لئے کہ صرف پنڈلیوں میں قوس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔

لما في التنوير مع الدر:(۲/۱۹۶-۱۹۷ طبع امدادیه)

(ويضع يديه) معتمدا بهما (على ركبتيه ويفرج اصابعه) للتمكن ويسن ان يلصق كعبيه وينصب ساقيه (ويبسط ظهره) ويسوى ظهره بعجزه (غير رافع ولا منكس رأسه ويسبح فيه قال صاحب ردالمحتار: هذا كله في حق الرجل اما المرأة فتنحني في الركوع يسيرا ولا تفرج ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا وتحني ركبتيها ولا تجافي عضديها لان ذلك استر لها...... قوله: (وينصب ساقيه) فجعلهما شبه القوس كما يفعله كثير من العوام مكروه وفي سنن أبي داؤد:(۱/۱۲۳ طبع رحمانيه)

ولما في الهندية:(۱/۷۴ طبع رشيديه)

ويعتمد بيديه على ركبتيه — ويفرج بين اصابعه — ويبسط ظهره حتىٰ لو وضع على ظهره قدح من ماء لاستقر ولا ينكس رأسه ولا يرفع يعني يسوى رأسه بعجزه — ويكره ان يحني ركبتيه شبه القوس والمرأة تنحني في الركوع يسيرا ولا تعتمد ولا تفرج أصابعها ولكن تضم يديها وتضع على ركبتيها وضعا وتحني ركبتيها ولا تجافي عضديها كذا في الزاهدي.

ولما في مراقي الفلاح:(ص۹۷-۹۸ طبع قديمي)

(و) يسن (اخذ ركبتيه بيديه) حال ركوعه (و) يسن (تفريج اصابعه) لقوله عليه السلام لانس اذا ركعت فضع كفيك على ركبتيك وفرج بين اصابعك وارفع يديك عن جنبيك ولا يطلب تفريج الاصابع الا هنا ليتمكن من بسط الظهر (والمرأة لا تفرجها) لان مبنى حالها على الستر (و) يسن (نصب ساقيه) لانه المتوارث واحناؤهما شبه القوس مكروه (و) يسن (بسط ظهره) حال ركوعه لانه عليه السلام كان اذا ركع يسوى ظهره حتى لو صب عليه الماء استقر — (و) يسن (تسوية رأسه بعجزه)..... لان النبي

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

علیہ السلام کان اذا رکع لم یشخص رأسہ ولم یصوبہ ولکن بین ذلک ای لم یرفع رأسہ ولم یخفضہ وفی ... (۱/۵۳، ط: ...) اپ کے مسائل اور ان کا حل (۲/۱۹۵، ط: ادارہ یادگار)

واضح رہے کہ ساق پنڈلی کے علاوہ پوری ٹانگ پر بھی بولا جاتا ہے۔ دیکھئے: القاموس الوحید: (ص ۸۲۶)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۱۴ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۱۱۰۰

﴿دعاء قنوت اور فرض سجدہ بھول جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر وتر کی ادائیگی کے دوران دعاء قنوت پڑھنا بھول جائے اور تیسری رکعت کے رکوع یا سجدے میں یاد آجائے تو شرعاً ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) دوران نماز اگر ایک سجدہ ادا کرنا بھول جائے اور اسی نماز کی اگلی رکعتوں میں یاد آجائے تو ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟　　　　مستفتی: محمد ابرار بلال کالونی کورنگی

﴿جواب﴾ (۱) دعاء قنوت وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھنا واجب ہے بھول جانے کی صورت میں فرض رکن چھوڑ کر واپس قنوت کی طرف عود کرنا جائز نہیں ہے، اس شخص کے لیے اب شرعاً حکم یہ ہے کہ وہ نماز جاری رکھے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے، سجدہ سہو سے واجب کی تلافی ہوجاتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر: (۲/۹۰، ط: سعید)

(ولو نسیہ) ای القنوت (ثم تذکر فی الرکوع لا یقنت) فیہ لفوات محلہ (ولا یعود الی القیام) فی الاصح لان فیہ رفض الفرض للواجب (فان عاد الیہ وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاتہ) ... (ویسجد للسہو) قنت اولا لزوالہ عن محلہ.

(۲) نماز کی ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں کوئی ایک بھی بھول جائے تو دوران نماز یاد آنے کی صورت میں فوراً ادا کیا جائے اور مستحب ہے کہ جس رکن میں سجدہ ادا کیا گیا اس کا بھی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اعادہ کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے لیکن اگر بھولے ہوئے سجدہ کو قعدہ اخیرہ تک مؤخر کیا اور قعدہ اخیرہ کے دوران یا اس کے بعد ادا کیا تو دونوں صورتوں میں قعدہ اخیرہ کا اعادہ واجب ہوگا اور سجدہ سہو تو ہر دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

لمافی الدر مع الرد:(۱/۶۱۲-۶۱۳،طبع سعید)

(ولو تذكر)المصلی(فی ركوعه اوسجوده)انه ترك(سجدة)صلبية اوتلاوية فانحط من ركوعه بلا رفع اورفع من سجوده (فسجدها)عقب المتذكر(اعادهما)ای الركوع والسجود(ندباً)لسقوطه بنسيان وسجدللسهوولواخرهاالاخرصلاته قضاهاالخ وفی الشامية:يعنی من غيراعادة ركوع ولاسجودلاافتراضاًولاوجوباًولاندباًبل ان سجدهافی اثناء القعدة الاخيرةاوبعدهااعادهاافتراضاًوعليه سجودالسهولترك الترتيب فيماشرع مكرراً.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۹صفرالخیر۱۴۳۶ھ فتویٰ نمبر:۲۴۳۹

﴿عذر کی بناء پر فجر اور ظہر کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت کرنا بھی درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھنا مسنون ہے مگر آجکل ظہر کی نماز میں اس پر عمل کرنا قدرے مشکل ہوگیا ہے۔ازراہ کرم شرعی تفصیلی حکم مطلوب ہے۔ مستفتی:محمد نعیم

﴿جواب﴾ بے شک فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل یعنی سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک پڑھنا مسنون ہے اور اسی پر عمل ہونا چاہیئے،تاہم اوقات وحالات کے اعتبار سے ظہر وغیرہ کی نماز میں قصار مفصل پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر فجر کی نماز میں معوذتین پر اکتفاء فرمایا تاکہ اس کی ماں پر بار نہ ہو،لہٰذا عام حالات میں اصل مسنون طریقہ پر عمل کرنا چاہیئے،البتہ اوقات وحالات کے اعتبار سے قصار مفصل پر بھی عمل کرسکتے ہیں۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۵۳۹-۵۴۱،طبع سعید)

ويسن فی الحضرلامام ومنفرد.....(طوال المفصل)من الحجرات الی آخر البروج.....واختارفی البدائع عدم التقديروانه يختلف بالوقت والقوم والامام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفي الشامية: (واختاره في البدائع (الخ) وعمل الناس اليوم على ما اختاره في البدائع رملي، والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدار معين لكل أحد وفي كل وقت كما يفيده تمام العبارة بل تارة يقتصر على ادنى ما ورد كاقصر سورة من طوال المفصل في الفجر أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الا عذار "لانه عليه الصلاة والسلام قرء في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه" وتارة يقرء اكثر ما ورد اذا لم يمل القوم فليس المراد الغاء الوارد ولو بلا عذر ولذا قال في البحر عن البدائع: والجملة فيه أنه ينبغي لامام أن يقرء مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد ان يكون على التمام وهكذا في الخلاصة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۶۸۶

﴿سورۃ ملائے بغیر رکوع میں جانے کے بعد یاد آنے پر کیا کرے؟﴾

﴿سوال﴾ میں سورۃ الفاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا گیا مجھے یاد آیا کہ سورت نہیں ملائی فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھی لیکن دوبارہ رکوع نہیں کیا میری نماز ہوگئی؟ اگر نہیں ہوئی تو صحیح طریقہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾ دوران رکوع یاد آیا کہ سورت نہیں ملائی تو کھڑے ہو کر سورت ملائی جائے، اس کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، پہلے رکوع کا اب کوئی اعتبار نہیں رہا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے، البتہ رکوع اور قومہ کے فوراً بعد یاد نہ آئے کہ میں نے سورت نہیں ملائی تو ابھی آخر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائیگی، آپ نے جو صورت اختیار کی ہے اس میں نماز کا اعادہ ضروری ہے، اس لئے کہ آپ نے دوبارہ رکوع نہیں کیا، جبکہ ضروری تھا۔

لما في الشامي: (۵۲۲/۲، طبع امدادیه)

والحاصل ان ما يقرءه يلتحق بما قبل الركوع ويلغو هذا الركوع فتلزم اعادته حتىٰ لو لم يعد بطلت صلوته ...... فقد ظهر ان ايقاع الرّكوع قبل القرأة اصلا او قبل قراءة الواجب يلزم به سجود السهو.

ولما في حاشية الطحطاوي: (ص۲۵۰ طبع قديمي)

ولو ترك السورة فتذكرها في الرّكوع او بعد الرّفع منه قبل السجود فانه يعود ويقرء السورة و يعيد الركوع وعليه السهو لانه بقراءة السورة وقعت فرضا فيرتفض الرّكوع حتى لو لم يعده فسدت صلوته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبید اللہ عابد دیروی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۸۷۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فصل فی الامامۃ والجماعۃ وتسویۃ الصفوف﴾

﴿امامت، جماعت اور صفوں کو سیدھا رکھنے کے مسائل﴾

﴿امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام کو اپنی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے؟
مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں صرف اپنی نماز کی نیت سے بھی امامت درست ہو جاتی ہے۔ البتہ امامت کی نیت کرنے سے امامت کا ثواب بھی مستقل ملیگا اور اپنی نماز پڑھتے ہوئے کسی نے اقتداء کی تو اپنی نماز کا ثواب ملیگا امامت کا ثواب نہیں ملیگا۔

لما فی الدر مع الرد: (۱۰۲،۱۰۳/۲ طبع: امدادیہ)

(والامام ینوی صلاته فقط)و(لا)یشترط لصحة الاقتداء نیة(امامة المقتدی)بل لنیل الثواب عند اقتداء احد به قبله.

وتصح الامامة بدون نیتها .(بل لنیل الثواب)ای بل یشترط نیة امامة المقتدی لنیل الامام ثواب الجماعة.

ولما فی الحلبی کبیر :(ص ۲۵۱،طبع سهیل

(ولا یحتاج الامام)فی صحة الاقتداء به (الی نیة الامامة)حتی لو شرع علی نیة الانفراد فاقتداء به یجوز.

ولما فی الهندیة: (۶۶/۱ طبع: رشیدیه)

والامام ینوی ما ینوی المنفرد ولا یحتاج الی نیة الامامة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۷۳

﴿مقتدی کو امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی کو امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ مقتدی کو امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الشامي:(۱۰۳/۲،طبع :امداديه)

والحاصل ما قاله في الأشباه من أنه لا يصح الاقتداء الابنيته.

ولما في حلبي كبير:(ص۲۲۰،طبع:نعمانية)

واما المقتدى فينوى الاقتداء ايضاً ولا يكفيه في صحة الاقتداء نية الفرض والتعيين أى تعيين الفرض بل يحتاج في صحة الى نيتين نية صلوة مطلقه ان تطوعاً ومعينة ان غيره ونية المتابعة للامام وذالک لانه يلزم من فساد الصلوة الامام بفساد صلوة المقتدى فلا بد من التزامة وهو با لنية.

ولما في السعاية:(۱۰۳/۲ ،طبع:سهيل،اكيڈمی)

قال نية صلاته أى صلوة الامام اذ لا بد في الاقتداء من الموافقة فلا يجوز اقتده من يصلى فرضاً أخر ،قال واقتدائه لانه يلحق به الفساد والصحة من الامامه فلابد من نيت متابعة ،فللمقتدى يلزم ثلث نيات نية اصل صلوة ونية التعيين ونية المتابعة ونيةالاقتداء يغنى عن نية التعيين حتى لو نوى صلوة الامام ولم يعينه لا يجوز عند البعض والاصح هو الجواز كما في التبيين.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:تنویرالرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۹ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر:۳۵۷۲

﴿عورتوں کی امامت کی نیت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کو عورتوں کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی:ایک سائل

﴿جواب﴾ امام صاحب عورتوں کی امامت کی نیت کرے یا نہ کرے نماز عورتوں کی بھی ہو جاتی ہے،البتہ محاذات کی صورت میں عورت کی نماز نہیں ہوگی اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی ہو۔اور اگر ان کی امامت کی نیت کی ہو تو محاذات کی صورت میں مرد کی نماز خراب ہوگی عورت کی نہیں۔تو عورتوں کی امامت کی نیت کرنے نہ کرنے کا اثر صرف محاذات کی صورت میں ظاہر ہوگا عام حالات میں نہیں۔

محاذات کا مطلب یہ ہیکہ فرض نماز کی جماعت میں عورت بھی اسی نیت کے ساتھ نماز میں امام کی اقتداء کرے اور کسی مرد کے برابر صف میں کھڑی ہو تو مذکورہ بالا حکم ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الشامی:(۳۱۹/۲،۳۲۰،طبع:امدادیه)

ظاهر اطلاقه أنه لا تصح صلاتها بلا نية الامام اما متها في الجمعة و العيدين ايضاً لما لـنية شرط فيهـا ايضاً .قال في النهر:وبه قال كثير .الا أن الاكثر على عدمه فيها .وهو الاصح كما في الخلاصة.....وأجمعوا على عدمه في الجنازة .وظاهر عود الضمير في صلاتها على المرأة المحاذية:أي لامام أو لمقتد أنها لو اقتدت غير محاذية لأحد صح اقتدائها وان لم ينوها .الا اذا نفى امامة النساء.كما في القهستاني.وحينئذ فلا يشترط لصحة اقتداء المرأة نية الامام امامتها الا اذا كانت محاذية.

ولما فی الهداية:(۱۲۷/۱،طبع:رحمانية)

وان لم ينو امامتها لم تضره ولا تجوز صلاتها لان الاشتراك دونها لا يثبت عندنا خلافا لزفرؒ الا ترى انه يلزم الترتيب في المقام فيتوقف على التزامه كا لاقتداء وانما يشترط نية الامامة اذا ائتمت محاذ ية وان لم يكن بجنبها رجل ففيه روايتان.

ولما في الفتح القدير:(۳۸۴/۱،۳۸۵،طبع:رشیدیه)

وقوله(وانما يشترط نية الامام اذا ائتمت محاذية)أي اذا اقتدت با لامام محاذية له يشترط نية الامام لفساد الصلوة .....فان كان فا لصواب أن اقتدائها لا يصح الا بالنية من جهة الامام لأنه يلزم الفساد على من بجنبها.......قوله(وان لم يكن بجنبها رجل ففيه روايتان) ى روية لا يصح اقتدائها لاحتمال الفساد من جهتها با لمشي والمحاذاة فتحتاج الى الالتزام .وفي روية يصح (و)على هذه الرواية يحتاج الى (الفرق)وهو (أما الفساد الاول)وهو ما اذا كانت خلفه وليس بجنبها رجل (محتمل) لاحتمال ان تمشي فتحاذى .ولكن الظاهر عدم ذلك .فلم تشترط النية الامام هذا في صلوة يشتركان فيها.

ولما فی حلبی کبیر:(ص ۵۲۲،طبع:سہیل اکیڈمی)

وفي رواية انما تشترط نية امامتها اذا اقتدت محاذية لرجل فان اقتدت غير محاذية له يصح اقتداؤها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۸۵

﴿نماز با جماعت کیلئے امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جماعت کے کھڑے ہونے کا وقت ہوجاتا ہے یا ابھی ایک دو منٹ رہتے ہوں تو بعض لوگ کھڑے ہوکر جماعت کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ ابھی تک امام مسجد میں آیا بھی نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہوتا اور اگر آیا بھی ہو تو ابھی تک اپنی جگہ سے اٹھا نہیں ہوتا، کیا ان بعض لوگوں کا ایسے وقت میں کھڑا ہونا صحیح ہے؟

مستفتی: عبدالغفار رحمٰن گوی

﴿جواب﴾ ان لوگوں کا ایسے وقت میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا صحیح نہیں ہے لہذا اپنی جگہوں پر آرام سے بیٹھے رہیں اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ اگر امام صفوں کے پیچھے کی طرف سے آرہا ہو تو جس صف پر سے گزرے، اس میں موجود لوگ کھڑے ہو جایا کریں، اور اگر امام آگے کی طرف سے مسجد میں داخل ہو جائے تو جیسے ہی لوگوں کی نظر امام پر پڑے فوراً کھڑے ہو جایا کریں، اور اگر امام مصلے کے قریب بیٹھا ہے اور اقامت شروع ہوگئی یہاں تک کہ "حی علی الفلاح" تک اقامت ہوگئی تو بلاتاخیر سب کو کھڑا ہونا چاہیے یعنی امام سمیت سب کو چونکہ نماز کی دعوت دی گئی تو بلاتاخیر سب کو قبول کرنی چاہیے؛ بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس وقت تک بیٹھے رہنے کا حکم ہے، یہ غلط سمجھ ہے، اس طرح صفوں کو سیدھا کرنے کا اہتمام نہ ہو سکے گا جبکہ صفوں کو سیدھا کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے، اس لئے اس سے پہلے کھڑا ہونا کوئی منع نہیں ہے اگر امام آگئے ہوں۔

لمافی البحر (۲۰۲/۱، طبع: سعید)

(قوله والقيام حين قيل حي على الفلاح) لانه امر به فيستحب المسارعة اليه اطلقه فشمل الامام والمأموم ان كان الامام بقرب المحراب والافيقوم كل صف ينتهي اليه الامام وهو الاظهر وان دخل من قدام وقفوا حين يقع بصرهم عليه وهذا كله اذا كان المؤذن غير الامام فان كان واحدا واقام في المسجد فالقوم لايقومون حتى يفرغ من اقامته.

ولمافی المحيط البرهاني (۱۰۵/۲، ۱۰۶)

اما ان يكون المؤذن غير الامام، اويكون هو الامام.

فان كان غير الامام، وكان الامام مع القوم في المسجد، فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن "حي على الفلاح"، عند علمائنا الثلاثه هذا اذا كان المؤذن غير الامام والامام حاضر في المسجد فاما اذا كان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف وقال بعضهم: كلما جاوز صفا قام اليه ذالك الصف، واليه مال شيخ الامام شمس الائمة الحلواني، وشيخ الاسلام المعروف ب "خواهرزاده" والشيخ الامام شمس الائمة السرخسي، وان كان الامام دخل قدامهم يقومون كلما رأوا الامام،

وان كان الامام والمؤذن واحدا فان اقام في المسجد فالقوم لايقومون مالم يفرغ من الاقامة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی مراقی الفلاح(۱۰۲،۱۰۳طبع قدیمی)

(و)من الأدب(القیام)ای قیام القوم والامام ان کان حاضرابقرب المحراب(حین قیل)ای وقت قول المقیم(حی علی الفلاح)لأنه امربه فیجاب وان لم یکن حاضرایقوم کل صف ینتھی الیه الامام فی الأظھر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:صدیق انور

۲۷صفرالخیر۱۴۳۳ھ   فتویٰ نمبر:۲۱۷۸

﴿امام کے تکبیرتحریمہ کہنے کامستحب وقت﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض ائمہ حضرات کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کے دوران قدقامت الصلوٰۃ پرپہنچتاہےتووہ تکبیرتحریمہ کہہ دیتے ہیں،کیااس طرح کرناصحیح ہےیااقامت کے پوراہونے کاانتظارضروری ہے؟

﴿جواب﴾ بہتریہ ہے کہ اقامت کہنے والااقامت سے مکمل فارغ ہوجائے بعدامام تکبیرتحریمہ کہےتاکہ اقامت کہنے والےکوبھی تکبیرتحریمہ میں شامل ہونے کااعلیٰ درجہ ملےتاہم قدقامت الصلوۃ کہنے کے بعدبھی نمازشروع کرنے کی گنجائش ہے.

لمافی التنویرمع الدر(۴۷۹/۱،طبع سعید)

(وشروع الامام)فی الصلاۃ(مذقیل قدقامت الصلوۃ)ولوأخرحتی اتمہالابأس به اجماعا،وھوقول الثانی والثلاثة،وھواعدل المذاھب کمافی شرح المجمع لمصنفه.وفی القھستانی معزیاللخلاصةأنه الأصح.

وفی الشامی تحت ھذا:(قوله لابأس به اجماعا)ای لأن الخلاف فی الأفضلیة فنفی البأس ای الشدة ثابت فی کلاالقولین وان کان الفعل اولی فی احدھما(قوله وھو)ای التأخیرالمفھوم من قوله أخر(قوله انه الأصح)لأن فیه محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن واعانة له علی الشروع مع الامام

ولمافی البحر(۳۰۲/۱طبع سعید)

(قوله وشروع الامام مذقیل قدقامت الصلوۃ)عندابی حنیفة ومحمدوقال أبویوسف یشرع اذافرغ من الاقامة محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن واعانةللمؤذن علی الشروع معه ولھماان المؤذن أمین وقدأخبربقیام الصلوٰۃ فیشرع عنده صونالکلامه عن الکذب وفیه مسارعةالی المناجات وقدتابع المؤذن فی الأکثرفیقوم مقام الکل علی انھم قالواالمتابعة فی الاذان دون الاقامة کذاذکره الشارح وفیه نظرلماقدمناه فی

باب الاذان ان اجابة الاقامة مستحبة وفي الظهيرية ولوأخرحتى يفرغ المؤذن من الاقامة لابأس به في قولهم جميعا والله اعلم.

ولما في مراقي الفلاح (۱۰۲، طبع قديمي)

(و) من الأدب (شروع الامام) الى احرامه (مذقيل) اى عندقول المقيم (قدقامت الصلاة) عندهما وقال ابويوسف يشرع اذافرغ من الاقامة فلوأخرحتى يفرغ من الاقامة لابأس به في قولهم جميعا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: صدیق انور

۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　فتویٰ نمبر:

﴿امام کی قرأت حکما مقتدی کی بھی قرأت ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل حدیث کے بارے میں: عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "من صلّى صلاة لم يقرأفيها بامّ القرآن فهى خداج ثلاثاً فقيل لابى هريرة انانكون وراء الامام قال: اقرأبهافى نفسک ـ الخ" ـ "اقرأبهافى نفسک" کی وضاحت فرمائیں، کیا ہم بھی امام کی اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھتے رہیں؟　　مستفتی: حاجی نصیر احمد

﴿جواب﴾ احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ امام کی قراءت حکما مقتدی کی بھی قراءت ہے بلکہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کو باقاعدہ منع کیا گیا ہے، احادیث میں اس کو جدال (لڑائی) سے تعبیر فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "انى اقول مالى انازع القرآن" (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب: القراءة فى الصلاة، ص: ۸۱، ایچ ایم سعید، رواه مالک واحمدوابوداودوالترمذى والنسائى وابن ماجه) لہٰذا نماز جہری ہو یا سرّی مقتدی کے لئے امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت اور وضاحت سے بھی احناف کے مؤقف کی تائید ہو رہی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرۃؓ کے شاگرد کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں قراءت خلف الامام کا کوئی دستور نہیں تھا، تب ہی تو سوال کی ضرورت پڑی اور ابوہریرۃؓ دل دل میں پڑھنے کا مشورہ دے رہے ہیں اور زبان ہلائے بغیر صرف دل دل میں پڑھنے کو احناف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بھی منع نہیں فرمارہے ہیں، لہٰذا اس روایت سے یہ سمجھنا کہ امام کی اقتداء میں مقتدی بھی سورہ فاتحہ زبان سے پڑھتا رہے، صحیح نہیں ہے بلکہ غلط فہمی ہے۔

لمافی مسندالامام احمدبن حنبل ،(رقم الحديث : ۱۴۶۴۳، ۱۲/۲۲، طبع: بیروت)

"عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: من كان له امام فقراءة الامام له قراءة"

كذافی سنن ابن ماجه ،كتاب الصلاة ،باب: اذاقرء الامام فانصتوا، ۱/۶۱،طبع: قديمی)

كذافی شرح معانی الآثارللطحاوی ،۱/۱۲۹،ایچ ایم سعید

ولمافی مشكاة،(كتاب الصلاة ،باب : القراءة فی الصلاة ،۱/۸۱،طبع ایچ ایم سعید)

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: انما جعل الامام ليؤتم به فاذاكبر فكبرواواذاقرء فانصتوا"(رواه ابوداود والنسائی وابن ماجه)

ولمافی مشكاة المصابيح ،۱/۸۱

"عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال: هل قرء معی احد منكم آنفاً فقال رجل: نعم يارسول الله ! قال : انی اقول : مالی انازع القرآن ،قال: فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ الخ (رواه مالک واحمدوابوداودوالترمذی والنسائی وابن ماجه)"

ولمافی فتح الملهم ،۳/۲۷،طبع: مكتبه دارالعلوم

"وهذاالسؤال منه يدل على انه مارایٰ احداًمن الصحابة والتابعين يقرأخلف الامام ولم يعرفه منهم والافلامعنى لقوله :" انانكون وراء الامام "لوكانت القراءة وراء الامام معروفة عنده"

ولمافی اوجز المسالک ،۲/۲۷۹،طبع: دارالكتب العلمية ،بيروت

اعلم ان المشهوربينهم ان هذاالاثرحجة للقراءة خلف الامام فلوثبت مذهب ابی هريرة رضی الله عنه القراءة خلف الامام مطلقاًبشئی من الروايات نصاً فيؤل هذاالقول اليه ويقال معناه : اقرأبهاسرّاً والافحقيقة القراءة فی النفس هی اجراء هافی القلب المعبربالتدبرفی المعانی الذی هوعين الخشوع فی الصلاة ،ويؤيد ماسيأتی من رواية ابی هريرة بنفسه انهم تركواالقراءة فيماجهربها.

وقال عيسى وابن نافع: ليس العمل علی قوله:" اقرأبهافی نفسک "ولعله ارادالاجراء هاعلی قلبه دون ان يقرأهابلسانه .

ولمافی حاشية صحيح مسلم ،(۱/۱۷۰،طبع: قديمی)

"قال الامام ابوالحسن الصغيرالسندهی :"اقرأبهافی نفسک "فسره من لم يقرالقراءة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

خلف الامام بالتدبر فی قراءة الامام"

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین تلچی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۲۶۰

﴿دورانِ نماز آگے صف میں خالی جگہ پُر کرنے کے لئے آگے بڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صفِ اول میں جگہ خالی ہو تو کیا دورانِ نماز دوسری صف میں کھڑا شخص اس خالی جگہ کو پُر کرسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ عملِ کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، بینوا توجروا۔　　مستفتی: عزیز اللہ کراچوی

﴿جواب﴾ احادیث مبارکہ میں صفوں کے اتصال اور سیدھا رکھنے سے متعلق بڑی تاکید آئی ہے اور اس کے خلاف کرنے پر بڑی وعید وارد ہوئی ہے، اس لئے بعد میں آنے والوں پر لازم ہے کہ اگلی صفوں میں خالی جگہ اگر ہو تو اسے پُر کریں، لہٰذا سامنے جگہ خالی ہو تو اس کو پُر کرنے کے لئے اگرچہ دورانِ نماز ہو آگے بڑھنا چاہیئے، البتہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر آگے بڑھنا چاہیئے۔

لما فی الشامی: (۵۷۰/۱، مطلب فی الکلام علی الصف الأول طبع سعید)

بقی ما اذا رأی فرجة بعد ما أحرم، هل یمشی الیها؟ لم أره صریحاً وظاهر الاطلاق، نعم، ویفیده مسألة من جذب غیره من الصف کما قدمناه، فانه ینبغی له أن یجیبه لتنتفی الکراهة عن الجاذب فمشیه لنفی الکراهة عن نفسه أولی، فتأمل ثم رأیت فی مفسدات الصلاة من الحلیة عن الذخیرة: ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجة فی الأول فمشی الیها لم تفسد صلاته، لأنه مأمور بالمراصة قال علیه الصلاة والسلام: تراصوا فی الصفوف، ولو کان فی الثالث تفسد، لأنه عمل کثیر، وظاهر التعلیل بالأمر أنه یطلب منه المشی الیها فتأمل.

ولما فی فتح الملهم: (۵۱۰/۳، باب ـــ واتمام الصفوف الأول فالأول)

فی قوله: یتمون الصفوف الأول الخ. معناه انهم لا یشرعون فی الثانی حتی یتم الأول ولا فی الرابع حتی یتم الثالث وهکذا، ویبدأ بمن خلف الامام ثم بیمینه ثم بشماله.

ولما فی البدائع: (۲۱۸/۱، طبع سعید کراتشی)

قال بعض المشائخ ان مشی خطوة خطوة لا تفسد صلاته وان مشی خطوتین خطوتین تفسد وعند بعضهم لا تفسد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۴ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۹۹۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اعادہ والی جماعت میں نو وارد کی شمولیت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ حضرت مفتی صاحب بندہ اس وقت مسجد پہنچا کہ جماعت کھڑی تھی جس میں شریک ہو کر نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ترک واجب کی وجہ سے اعادہ نماز تھی، میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ آپ کی نماز ادا نہیں ہوئی، کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ مستفتی: ہارون رشید

﴿جواب﴾ صورت مسؤلہ میں ذکر کردہ اعادہ والی جماعت میں نو وارد شخص کا شریک ہو کر نماز پڑھنا درست ہے، اس لیے کہ یہ دوسری جماعت بعینہٖ فرض صفتِ کمال کی زیادتی کے ساتھ فرض کامل کا درجہ رکھتی ہے اور اب یہی اصلی فرض شمار ہوتی ہے۔

بے شک پہلی بار نماز پڑھنے سے فرض ساقط ہو گیا تھا لیکن نماز ناقص تھی اب اعادہ کی صورت میں وہ نفلی قرار پا گئی اور یہ دوسری نماز فرض شمار ہوتی ہے۔

لمافی الشامیہ:(۲/۶۵،طبع سعید)

(تنبیہ)یوخذمن لفظ الاعادۃ ومن تعریفها بما مر أنه ینوی بالثانیة الفرض لأن مافعل اولاً هو الفرض فاعادته فعله ثانیاً، امّا علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة فظاهر وامّا علی القول الأخر فلأن المقصود من تکریرها ثانیاً جبر نقصان الأولی فالأولی فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الأولی ذاتاً مع زیادة وصف الکمال۔

ولمافی الشامیة:(۲/۲۲۲،طبع سعید)

فالأحسن الجواب عماقاله المقدسی بأن اعادة الولی لیست نفلاً لأن صلاة غیره وان تأدی الفرض وهو حق المیت لکنها ناقصة لبقاء حق الولی فاذا أعادها وقعت فرضاً مکملاً للفرض الاول نظیر اعادة الصلوٰة المؤداة بکراهة فان کلاً منهما فرض کما حقّقناه فی محله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: کتبہ: تاج الدین چترالی

۲۶ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۴۲

﴿بناء علی الفاسد کی صورت میں نماز جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کسی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں جس سے قبلہ کے بارے میں دریافت کرے تحری سے غیر قبلہ کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طرف نماز پڑھ رہا ہو اسی دوران کوئی دوسرا شخص آکر اسکو قبلہ کے بارے بتا دے اور وہ دوران نماز قبلہ کی طرف پھر جائے پھر اسی نماز میں اس کی اقتدا کرے تو کیا ان کی یہ نماز درست ہوگی یا نہیں؟ جواب دیکر عنداللہ ماجور ہو۔

مستفتی: حمید اللہ ضلع مردان

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں مقتدی کی نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ اس نے ایسے امام کی اقتدا کی جسکی نماز شروع میں جہت قبلہ کے خلاف تھی اور یہ بناعلی الفاسد کے قبیل سے ہے البتہ امام کی نماز درست ہے اس لئے کہ تحری کے بعد وہی جہت اس کے حق میں شرعاً قبلہ معتبر ہے۔

لما في الهندية(۱/۶۴،طبع قديمي)

الاعمىٰ اذا صلى ركعة الى غير القبلة فجاء رجل وحوله الى القبلة واقتدى به ان كان الاعمى حين افتتح الصلوة وجد من يسأله عن القبلة فلم يسأل فسدت صلوة الامام والمقتدى وان لم يجد من يسأله جازت صلوة الامام وفسدت صلوة المقتدى۔

وكذا في فتاوى قاضي خان(۱/۷۰،طبع قديمي)

ولما في الدر مع الرد(۱/۳۲۲،طبع سعيد)

ولو اعمى،فسواه رجل بنى ولم يقتد الرجل به ولا بمتحر تحرى (قوله ولو اعمى الخ) قال في شرح المنية:ولو صلى الاعمى ركعة الى غير القبلة فجاء رجل فسواه الى القبلة واقتدى به ،ان وجد الاعمى وقت الشروع من يسأله فلم يسأله لم تجز صلوتهما والا جازت صلوة الاعمى دون المقتدى،لان عنده ان امامه بنى صلوته على الفاسد وهو الركعة الاولى۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد دیروی

۱۱صفر ۱۴۲۵ھ

فتویٰ نمبر ۳۹۴۲

﴿بحالت مجبوری عام آدمی کی امامت اپنے ہم شکلوں کے لئے﴾

﴿سوال﴾ حضرت مفتی صاحب میں چترال سکاوٹ کا ملازم ہوں مختلف پہاڑی چیک پوسٹوں میں ہماری ڈیوٹی ہوتی ہے جہاں نماز کے لئے مساجد کا انتظام نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت حال میں ہمارے لیے انفرادی نماز پڑھنا بہتر ہے یا جماعت کیساتھ؟ جبکہ ہماری پوری ٹیم جاہلوں کی ہے۔

مستفتی: عبدالرحمٰن چترال

﴿جواب﴾ ایسی صورت میں ٹیم میں سے کسی ایسے شخص کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا کرنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زیادہ بہتر ہے جو کم از کم نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو اگر چہ باقاعدہ عالم نہ ہو، انفرادی نماز سے جماعت کیساتھ نماز پڑھنا بدرجہا بہتر ہے ۔

لمافی ردالمحتار:(۵۷۹/۲،طبع سعید)

أماقتداء أخرس بأخرس أوأمی بأمی فصحیح.

ولمافی الھندیة:(۸۵/۱،طبع رشیدیه)

امامة الامی قومااُمّیین جائزة.

ولمافی السراجية:(۱۵/۱،طبع سعید)

امامة الامّی لقوم امی جائز ولوکان خلفه قاری فصلوٰة الکل فاسدة.

ولمافی البحر:(۳۶۶/۱،طبع سعید)

والاخرس امّ خرساناجازت صلاتهم بالاتفاق ـــ فالحاصل أن امامة الانسان لمثله صحیحة الا امامة المستحاضة والخنثی المشکل لمثله غیر صحیحة.

ولمافی حاشیة الطحاوی :(ص۲۸۸،طبع رشیدیه)

فلایصح اقتداء القاری بامی أوباخرس ــ ولنااقتداء أمی بامی أوأخرس بأخرس فصحیح.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
یکم صفرالخیر ۱۴۳۲ھ

واللہ اعلم بالصواب: تاج الدین چترالی
فتوٰی نمبر:۳۰۳۹

﴿اگر امام نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو امامت کرا سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب نے [illegible] ہے کہ جس امام نے سنتیں نہیں پڑھی ہوں مثلاً: فجر کی سنتیں یا ظہر کی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے، پوچھنا یہ ہے کہ حافظ صاحب کی یہ بات کس حد تک درست ہے کیا واقعی نماز نہیں ہوتی یا مکروہ ہے یا کوئی حرج نہیں؟

﴿جواب﴾ جس امام صاحب نے سنن قبلیہ خواہ فجر میں ہو یا ظہر میں نہ پڑھ سکا ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے اور نماز مکروہ بھی نہ ہوگی۔

لمافی التنویر مع شرحه:(۵۵۷/۱،طبع سعید)

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم اذالم یصل اربعاقبل الظهر صلاهن بعدها.هکذافی اعلاء السنن :(۱۲۸/۶ طبع:دار الکتب العلمیه)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی:(۲/۵۵۹،طبع سعید)

قولہ (مطلقا) أی وان کان مخبرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأمنہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد شریف عفا اللہ عنہ

۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر:۵۶۳

﴿امام اگر قادیانی ہونے کا اقرار کرے تو نمازوں کا کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے اقرار کیا کہ وہ قادیانی ہے جبکہ لوگ عرصہ دراز سے اس کی اقتداء میں نماز اور نماز جنازہ ادا کررہے ہیں اور بہت سے لوگوں کے نکاح بھی اس امام نے پڑھائے تھے۔

غرض مسئلہ یہ ہیکہ اس کی اقتداء میں ادا کی جانے والی نمازوں اور جو جنازہ اور نکاح وغیرہ اس نے پڑھائیں ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ نمازوں کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ شخص چونکہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کررہا تھا اس لئے نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ قادیانی ہونے کا جس وقت سے اس بدبخت نے اقرار کیا ہے اس وقت سے اس کو مرتد جاننا ضروری ہے اور ہر طرح کے تعلقات منقطع کرنا واجب ہے۔

لما فی التنویر مع الدر المختار:(۱/۵۹۲،طبع :سعید کراچی)

ولو زعم انہ کافر لم یقبل منہ لان الصلاۃ دلیل الاسلام واجبر علیہ بالقدر الممکن بلسانہ او بکتاب او رسول علی الاصح.

ولما فی الشامی:(۱/۵۹۲،طبع :سعید کراچی)

قولہ لان الصلاۃ دلیل الاسلام ای دلیل علی انہ کان مسلما وانہ کذب بقولہ انہ صلی بھم وھو کافر ،وکان ذلک الکلام منہ ردۃ فیجبر علی الاسلام ،ولا ینافی ذلک مامر اول کتاب الصلاۃ من انہ لا یحکم باسلامہ بالصلاۃ الا اذا صلاھا فی الوقت مقتدیا متمما بخلاف ماصلاھا اماما او منفرد الان ذاک فی الکافر الاصلی المعلوم کفرہ وما ھنا لیس کذلک فان من جھلنا حالہ نشھد لہ بالسلام اذا استقبل قبلتنا کما فی الحدیث بل بمجرد القاء السلام کمافی الایۃ ولذا قال لان الصلاۃ دلیل الاسلام ولم یقل لانہ صار بھامسلما فافھم.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر:۳۷۱۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران فرض یاد آیا کہ سنت نہیں پڑھی تھی۔۔۔؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فجر کی نماز میں امام کیساتھ جماعت میں شرکت کی پھر نماز ہی میں اس کو خیال ہوا کے میں نے سنت فجر نہیں پڑھی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ شخص فرض نماز توڑ کر سنت فجر ادا کرلے یا یہ کہ امام کیساتھ فرض نماز پوری کرے؟ مستفتی: مولوی نور محمد ڈی آئی خان

﴿جواب﴾ فرض نماز شروع کرنے کے بعد سنتوں کیلئے توڑنا جائز نہیں ہے اب فرض جاری رکھیں اور اشراق سے لیکر زوال تک کے درمیانی وقت میں سنتوں کی قضاء کریں سنتوں کی قضاء کا اگرچہ مستقل حکم نہیں ہے لیکن فجر کی سنتوں کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے اس لئے فجر کی سنتوں کی قضاء کرنی چاہئے۔ اور فرض سے فارغ ہونے کے بعد اشراق تک سنت یا نفل پڑھنے کی چونکہ ممانعت ہے اس لئے اس وقت میں نہ پڑھیں.

لما في البحر:(۲۸/۲،طبع سعيد)

ولو تذكر في الفجر أنه لم يصل ركعتي الفجر لم يقطع اهـ وفي الخلاصة: الظاهر من الجواب أن السنة لاتقضى الا سنة الفجر،

ولما في البدائع:(۲۸۷/۱، طبع سعيد)

وأما اذا فاتت (سنة الفجر) وحدها لا تقضى عند أبي حنيفة وأبي يوسف وقال محمد تقضى اذا ارتفعت الشمس قبل الزوال واحتج بحديث ليلة التعريس أنه صلى الله عليه وسلم قضا هما بعد طلوع الشمس قبل الزوال فصار ذلك وقت قضائهما،

ولما في الشامي:(۶۰/۲باب ادراك الفريضة طبع سعيد)

قلت: ووجهه ظاهر؛ لان الجماعة واجبة عندنا أو في حكم الواجب؛ ولذا يترك لاجلها سنة الفجر التي قيل عندنا بوجوبها وبها يوم مراعاة خلاف الامام مالك مستحبة؛ فلا ينبغي تفويت الواجب لاجل المستحب

ولما في البحر:(۲۷/۲،طبع سعيد)

ولما في الصحيحين عن عائشة رضي الله عنها قالت لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيئي من النوافل أشد تعاهدا منه على ركعتي الفجر وفي لفظ مسلم ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۱۲ صفر ۱۴۳۵ھ | فتویٰ نمبر: ۳۹۰۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض بیرون ممالک میں مساجد کے أئمہ حضرات داڑھی منڈوانے والے ہوتے ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: کاشف صاحب فیز۲

﴿جواب﴾ داڑھی رکھنا واجب ہے اور داڑھی منڈوانے والا مرتکب حرام اور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تاہم نماز ہوجائے گی، اتفاق ہوجائے تو نماز پڑھ لینی چاہیے۔

لما فی حدیث البخاری:(۲/۲۹۹رحمانیہ) خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب.

ولما فی الدر المختار:(۶/۴۰۷طبع سعید)یحرم علی الرجل قطع لحیته.

ولما فی القدوری:(ص۲۲،طبع قدیمی)

ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والأعمیٰ وولد الزنا فان تقدموا جاز.

ولما فی کنز الدقائق:(۱/۲۸،باب الامامۃ،طبع قدیمی)

وکرہ امامۃ العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والأعمی وولد الزنا.

ولما فی الهدایۃ:(۱/۱۲۲،باب الامامۃ،طبع رحمانیہ)

ویکرہ تقدیم ــ الفاسق لانہ لایهتم لامر دینه..... وان تقدموا جاز لقوله علیه السلام:صلّوا خلف کل بر وفاجر.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱/۸۶،طبع قدیمی)

واذا صلی الرجل خلف فاسق أو مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعۃ لکن لاینال ثواب من یصلی خلف عالم تقی.

ولما فی التاتارخانیۃ:(۱/۶۳۸)ویکرہ ان یکون الامام فاسقاً ویکرہ للرجال أن یصلوا خلفه.

ولما فی الدر مع الرد:(۱/۵۵۹،طبع سعید)

ویکرہ امامۃ ــ الفاسق وفی المعراج قال اصحابنا:لاینبغی أن یقتدی بالفاسق وأما الفاسق فقد عللوا کراهۃ تقدیمه بأنه لایهتمّ لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للامامۃ تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عابداللہ چترالی

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۷۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿جماعت میں شرارت کی وجہ سے بچوں کو بڑوں کیساتھ کھڑا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مسجد میں مؤذنی کے فرائض سرانجام دیتا ہوں، شروع میں بچوں کو آخری صف میں کھڑا کیا جاتا تھا لیکن ان کی شرارتوں کی وجہ سے بعد میں انہیں بڑوں کیساتھ کھڑا کیا جانے لگا اس پر محلّے کے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ بچوں کو بڑوں کیساتھ کھڑا کرنا صحیح نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں بچوں کو بڑوں کیساتھ صف میں کھڑا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ دلائل کیساتھ وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ بچوں کی صف کے بارے میں سنت طریقہ تو یہی ہے کہ انکی صف مردوں کی صفوں کے بعد ہو لیکن تربیت نہ ہونے کی وجہ سے آجکل کے بچے مساجد کا احترام نہیں کرتے، شور مچاتے ہیں، جس کی وجہ سے انکی اپنی نماز تو خراب ہو جاتی ہے ساتھ ساتھ مردوں کی نماز کو بھی خراب کر دیتے ہیں، اس لئے اس اندیشہ کی وجہ سے بچوں کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہیئے، البتہ جہاں انتظام ہو سکے کہ بچے پیچھے شور نہ مچائیں تو اس سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔

لمافی الشامی:(۱/۵٦۸-۵۷۱،طبع:سعید)

(ویصف الرجال)ظاهره یعم العبد(ثم الصبیان)ظاهره تعددهم فلو واحد دخل الصف وفی تقریرات رافعی(ص۷۳)قال الرحمتی:ربما یتعین فی زماننا ادخال الصبیان فی صفوف الرجال لان المعهود منهم اذا اجتمع صبیان فاکثر تبطل صلاة بعضهم ببعض وربما تعدی ضررهم الی افساد صلاة الرجال۔

ولمافی البحر الرائق:(۱/۳۵۳،طبع سعید)

(ویصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء)لقوله علیه الصلوة والسلام لیلنی منکم أولو الأحلام والنهی..... وظاهر حدیث انسؓ..... یقتضی أیضاً أن الصبی الواحد لا یکون منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفهم۔

ولمافی غنیة المستملی:(ص۴۲۹،طبع نعمانیه)

والسنة أن یصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لما مر من حدیث انسؓ.....ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنة لا فرض هو الصحیح۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۰۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بالائی منزل والی جماعت کی اقتداء نچلی منزل میں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ مسجد کی نچلی منزل میں تعمیراتی کام کی وجہ سے اوپر والی منزل میں باجماعت نماز ادا کی جائے اور جگہ پر ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ نچلی منزل میں کھڑے ہوں تو کیا نچلی منزل میں کھڑے ہونے والوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں ان کی نماز نہیں ہوئی کیونکہ امام اور مقتدیوں کی جگہ متحد نہیں ہے؟

مستفتی: نعیم کراچی

﴿جواب﴾ پوری مسجد ایک ہی مکان ہے لہٰذا یہ کہنا کہ جگہ متحد نہیں ہے صحیح نہیں ہے، البتہ بلاوجہ صفوں سے دور یا ایسی جگہ جہاں امام کا حال مقتدیوں پر مخفی رہنے کا اندیشہ ہو خواہ مسجد کے اندر ہو منع ہے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے لیکن سوال میں جو وجہ بتائی گئی ہے یہ تو شرعی عذر ہے ایسی صورت میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔

لمافی التنویروشرحه الدر:(ج ۱ص۵۸٦باب الامامةطبع سعید)

والحائل لایمنع الاقتداء(ان لم یشتبه حال امامه)بسماع أورؤیةولومن باب مشبک یمنع الوصول فی الأصح(ولم یختلف المکان)حقیقةکمسجدوبیت فی الأصح ولاحکماعنداتصال الصفوف.قال ابن عابدین تحت هذه العبارة(قوله بسماع)أی من الامام أوالمکبر(قوله فی الأصح)بناء علی أن المعتبرالاشتباه وعدمه ــــ وحاصله أنه اشترط عدم الاشتباه وعدم اختلاف المکان ومفهومه انه لووجدکل من الاشتباه والاختلاف أوأحدهمافقط منع الاقتداء (قوله کمسجدوبیت)فان المسجدمکان واحد ولذالم یعتبرفیه الفصل بالخلاء الااذاکان المسجدکبیراجدا...... وعنداتحادالمکان یصح الاقتداء الااذااشتبه علیه حال الامام ــــ وسطح المسجد له حکم المسجدفهوکاقتدائه فی جوف المسجداذاکان لایشتبه علیه حال الامام...... وقدجزم صاحب الهدایةفی مختارات النوازل بأن العبرةللاشتباه الخ.

ولمافی التنویروشرحه الدر:(۱/۲۵٦،مایفسدالصلاةومایکره فیها،طبع سعید)

(و)کره تحریما(الوطء فوقه والبول والتغوط)لأنه مسجدالی عنان السماء.قال ابن عابدین تحت هذه العبارة(قوله لأنه مسجد)علةلکراهةماذکرفوقه قال الزیلعی:ولهذایصح اقتداء من علی سطح المسجدبمن فیه اذالم یتقدم علی الامام ـــ (قوله الی عنان السماء)وکذاالی تحت الثری کمافی البیری عن الاسبیجابی الخ.

ولما فی الهندیة:(۱۰۹/۱،الفصل الثانی فیمایکره فی الصلاة،طبع رشیدیه)

وفناء المسجدله حکم المسجد حتی لوقام فی فناء المسجد واقتدی بالامام صح اقتداء ه وان لم تکن الصفوف متصلة ولا المسجد ملأن.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم :محمد بلال شاہ وزیرستانی

۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر :۲۹۹۸

﴿امام کی متابعت میں فعلی انتقال کا اعتبار ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ ساتھ رکوع سے کھڑا ہو جائے، یا سجدے سے اٹھ جائے اور ابھی تک امام نے "سمع اللہ لمن حمدہ" یا تکبیر نہ کہی ہو، تو کیا اس مقتدی کی نماز صحیح ہوگی؟ اسی طرح بعض دفعہ کوئی مقتدی امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیر لیتا ہے لیکن امام نے ابھی تک سلام نہ کہا ہو، تو کیا ایسے شخص کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مقتدی پر امام کی متابعت واجب ہے، امام سے پہلے کسی رکن کی طرف منتقل ہونا سخت گناہ ہے۔ متابعت یہ ہے کے ساتھ ساتھ منتقل ہو، اور امام کے منتقل ہونے کے بعد اگر منتقل ہو تو یہ بھی متابعت کے خلاف نہیں ہے، اور اصل اعتبار فعلی انتقال کو ہے، زبان سے انتقال کے لئے تکبیر و تسمیع کہنا بطور علامت وضع ہے۔ لھذا امام کو چاہئے کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیر وغیرہ رکن سے نکلنے کے موقع پر کہنا شروع کرے اور دوسرے رکن میں پہنچنے پر ختم کرے، پہلے رکن میں ہوتے ہوئے شروع کرنا یا دوسرے میں پہنچ کر کہنا یا جاری رکھنا خلاف وضع ہے۔

بعض ائمہ اس میں لاپرواہی کرتے ہیں، جسکی وجہ سے بعض نمازیوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، چنانچہ بعد میں شامل ہونے والے نمازی کو امام اگر رکوع کے آخری حصہ میں ملے جب وہ رکوع سے اٹھنے کے لئے تسمیع کہے، اس موقع پر امام اس حکم کا اگر خیال نہ رکھے تو شامل ہونے والے نمازی کو رکعت ملنے یا نہ ملنے میں اشتباہ ہو سکتا ہے، اس لئے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

لما فی الشامی:(۴۹۲/۱،طبع:سعید)

المـفـاد ان السـنـة کـون ابـتـداء الـتـکـبـیـر عـن الـخـرور وانـتـهـاء ه عـنـد اسـتـواء الظهر."وهکذا فی ورقة ۲۹۷/۱"

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی حلبی کبیری:(ص،۲۶۰،طبع: نعمانیۃ)

والافضل كون الرفع مع التكبير بان يكون ابتداء ه عند ابتداء التكبير وانتهاء ه عند انتهاء ه." وفي ورقة ۲۷۳" وينبغي ان يكون ابتداء تكبيره عند اول الخرور والفراغ منه عند الاستواء راكعا." وفي ورقة ۲۷۸" وهو ان المسنون في هذه الاذكار ابتدائها عند ابتداء الانتقال وانتهاء ها عند انتهاء ه ومقتضاه انتهاء تسميع الامام عند انتهاء الرفع وكذا انتهاء تحميد المقتدي،فلو حمد الامام بعد ذالك لوقع تحميده بعد تحميد المقتدي وهو خلاف موضع الامامة لان مايشترك فيه الامام والمقتدي اما ان يأتيا به معاأو يأتي به الامام أوّلا فاما ان ياتي المقتدي اولا فلا.

ولما فی الشامی:(۴۷۱/۱،طبع:سعید)

فعلم من هذا ان المتابعة ليست فرضا،بل تكون واجبة في الفرائض والواجبات الفعلية،وتكون سنة في السنن.....نعم تكون المتابعة فرضاً بمعنى أن ياتي بالفرض مع امامه او بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارناأو معاقبأوشاركه فيه أو بعدما رفع منه،فلو لم يركع اصلاًاو ركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه او بعده بطلت صلاته.والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلاثة انواع:مقارنة لفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه وركوعه لركوعه وسلامه لسلامه،ويدخل فيها ما لو ركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه فيه،ومعاقبته لابتداء فعل امامه مع الشركة في باقيه ومتراخيه عنه،فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلاثة يكون فرضاً في الفرض وواجبا في الواجب وسنة في السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة..... والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عندهما.....اذا علمت ذالك ظهر لك ان من قال ان المتابعة فرض او شرط كما في الكافي وغيره أراد به مطلقها بالمعنى الذي ذكرناه،ومن قال انها واجبة كما في شرح المنية وغيره أراد به المقيدة بعدم التاخير،ومن قال انها سنة أراد به المقارنة

واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۶۱۵

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

﴿چار ایسے افعال جن میں امام کی اتباع نہ کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام کی اتباع نماز کے ہر فعل میں ضروری ہے، یا کچھ ایسے افعال بھی ہیں جسکو اگر امام ادا کرے تو مقتدیوں پر اسکا نہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾ بلاشبہ نماز کے تمام اعمال میں مقتدی پر امام کی متابعت ضروری ہے، البتہ امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کوئی ایسا عمل کرے جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو، یا وہ عمل شریعت کی نظر میں بدعت ہو یا بالاتفاق وہ عمل منسوخ ہو، تو ایسے اعمال میں امام کی متابعت نہ کرے۔ فقہاء کرام نے اسطرح کے کل چار اعمال کی نشاندہی فرمائی ہے۔ (۱) تیرہ سے زیادہ تکبیرات عید اگر کہے، چونکہ تیرہ تک کا ثبوت بعض صحابہ کرام سے ملتا ہے، اس لئے تیرہ تک تو متابعت ضروری ہے، اس سے زیادہ میں نہیں۔ (۲) زائد سجدے میں (۳) نماز جنازہ کے پانچویں تکبیر میں (۴) امام کا پانچویں رکعت کیلئے اٹھنے میں، لیکن اس میں تفصیل ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بقدر تشہد بیٹھا ہو، تو مقتدی قعدے میں اپنے امام کے لوٹنے کا انتظار کرے، اگر پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آئے، تو صحیح ہے، اور مقتدی اپنے امام کے ساتھ سلام پھیر دیں، اور اگر پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے امام نہیں لوٹ آئے، تو مقتدی خود سلام پھیر دے۔ اور اگر چوتھی رکعت پر امام بقدر تشہد بیٹھا نہ ہو، تو مقتدی اپنے امام کی اتباع میں کھڑا ہو جائے، اگر امام سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا، تو سب کی نماز صحیح ہو جائیگی، ورنہ تو پھر سب کی فرض نماز باطل ہو جائے گی۔

لما فی الشامی: (۴۷۰/۱، طبع: سعید)

ثم ذکر ما حاصله انه تجب متابعته للامام فی الواجبات فعلاً وکذا ترکاًان لزم من فعله مخالفته الامام فی الفعل کترکه القنوت ـــ وأنه لیس له أن یتابعه فی البدعة والمنسوخ، وما لا تعلق له بالصلاة فلا یتابعه لو زاد سجدة أو زاد علی أقوال الصحابة فی تکبیرات العیدین أوعلی اربع فی تکبیر الجنازة أو قام الی الخامسة ساهیاً.

ولما فی حلبی کبیری: (ص، ۴۵۴، ۴۵۵، طبع نعمانیه)

وأربعة أشیاء اذا فعلها الامام لا یتابعه القوم لو زاد سجدة أو زاد علی أقوال الصحابة فی تکبیرات العیدین وکان المقتدی یسمع التکبیر منه بخلاف ما اذا کان یسمعه من المؤذن لاحتمال أن الغلط منه أو زاد علی الأربع فی تکبیر الجنازة أو قام الی الخامسة ساهیاًفانه لا یتابعه فی ذالک ثم فی القیام الی الخامسة ان کان قعد علی الرابعة ینتظره المقتدی قاعداًفان عاد سلم من غیر اعادة التشهد وسلم المقتدی معه وان قید الخامسة بالسجدة سلم المقتدی وحده، وان کان لم یقعد علی الرابعة فان عاد تابعه المقتدی وان قیدالخامسة فسدت صلاتهم جمیعاًولا یفید المقتدی تشهده وسلامه وحده ـــ وفی الثانی ان لیس له ان یتابعه فی البدعه والمنسوخ وما لاتعلق له بالصلوة.

ولما فی الدر المختار: (۱۷۲/۲، ۱۷۳، طبع: سعید)

"ولو زاد تابعه الی ستة عشر لأنه مأثور" وفی الشامی تحت (قوله الی ستة عشر) کذا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فی البحر عن المحیط، وفی الفتح قیل یتابعه الی ثلاث عشرة وقیل الی ست عشرة اھ

قلت: ولعل وجه القول الثانی حمل الثلاث عشرة المرویة عن ابن عباس علی الزوائد کما مر عن الشافعی وهی مع الثلاث الأصلیة تصیر ست عشرة والا لم أر من قال بأن الزوائد ست عشرة فلیراجع، وقد راجعت مجمع الآثار للامام الطحاوی فلم أر فیما ذکره من الأحادیث والآثار عن الصحابة والتابعین أکثر مما مر عن ابن عباس فهذا یؤید القول الأول ولذا قدمه فی الفتح ونسبه فی البدائع الی عامة المشائخ علی أن ضم الثلاث الأصلیه الی الزوائد بعید جداً لأن القراءة فاصلة بینهما فتأمل۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۵۵

﴿پانچ وہ افعال کہ اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دیا کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ امام صاحب اگر قعدۂ اولیٰ بھول کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو مقتدی امام کی اطاعت کرنے یا قعدۂ اولیٰ سے فارغ ہو کر امام کے ساتھ شامل ہو؟ امام کی تابعداری واجب ہے لیکن قعدہ اولیٰ بھی تو واجب ہے، اور اس صورت میں دونوں واجب پر عمل ہو سکتا ہے۔ مستفتی: ایک طالب علم

﴿جواب﴾ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے، کہ نماز میں پانچ واجب عمل ایسے ہیں کہ امام صاحب سے اگر چھوٹ گئے تو مقتدی پر بھی ان کا چھوڑنا لازم ہو جاتا ہے۔ (۱) قعدۂ اولیٰ (۲) تکبیرات عیدین (۳) سجدۂ تلاوت (۴) سجدۂ سہو اور (۵) دعائے قنوت۔ البتہ دعائے قنوت سے متعلق یہ تفصیل ہے کہ اگر رکوع میں امام صاحب کے ساتھ شامل ہونے کی امید ہو تو دعائے قنوت مکمل یا اس کا کچھ حصہ پڑھ لینا چاہئے، اور فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو چھوڑ دینا چاہئے۔

لما فی الهندیه: (۱/۱۰۰، طبع: قدیمی کتب خانه)

خمسة اشیاء اذا لم یفعلها الامام ترک المقتدی ایضاً وتابع: تکبیرات العید والقعدة الاولی وسجدة التلاوة والسهو والقنوت اذا خاف فوت الرکوع هکذا فی الوجیزی للکردری، وان کان لا یخاف یقنت ثم یرکع کذا فی الخلاصه.

ولما فی حلبی کبیری (ص: ۴۵۲، طبع: نعمانیة)

خمسة اشیاء اذا لم یفعلها الامام لا یفعلها القوم: القنوت وتکبیرات العیدین والقعدة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الاولیٰ وسجدۃ التلاوۃ وسجود السہو۔۔۔۔۔والاصل فی النوع الاول وجوب متابعۃ الامام فی الواجبات فعلاً وکذا ترکاً ان کانت فعلیۃ او قولیۃ یلزم من فعلھا المخالفۃ فی الفعل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۶۱۱

﴿نو اعمال میں امام کی اتباع نہ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اگر قعدہ اولیٰ بھول جائے، تو مقتدی کو بھی چھوڑنے کا حکم ہے، تو کیا یہ عام حکم ہے کہ امام نماز میں کسی بھی رکن وغیرہ کو چھوڑ دے، تو مقتدی بھی چھوڑ دیا کرے؟　　مستفتی: ایک طالب علم

﴿جواب﴾ امام نماز کے کسی بھی عمل کو چھوڑ دے، تو مقتدی بھی چھوڑ دیا کرے، یہ عام حکم نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے نماز میں کل نو اعمال ایسے بتائے ہیں، کہ امام سے اگر رہ جائیں، تو مقتدی کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔(۱) تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا (۲) ''ثناء'' بشرطیکہ جہری نماز میں امام نے ابھی تک قرأت شروع نہیں کی ہو (۳،۴) رکوع وسجدہ کیلئے تکبیرات انتقال (۵) رکوع وسجدہ میں تسبیحات (۶) رکوع سے اٹھنے کیلئے تسمیع (۷) تشہد (۸) سلام (۹) تکبیرات تشریق۔ ان میں سے جو بھی عمل امام سے رہ جائے، تو مقتدی کو چاہیے کہ وہ ادا کرلے۔

لما فی الشامی :(۱/۴۷۰،۴۷۱، طبع: سعید)

ثم ذکر ما حاصلہ انہ تجب متابعتہ للامام فی الواجبات فعلاً وکذا ترکاً ان لزم من فعلہ مخالفتہ الامام فی الفعل کترک القنوت ۔۔۔۔وأنہ لیس لہ أن یتابعہ فی البدعۃ والمنسوخ وما لا تعلق لہ بالصلاۃ فلا یتابعہ لو زاد سجدۃ۔۔۔۔وانہ لا تجب المتابعۃ فی السنن فعلاً وکذا ترکاً فلا یتابعہ فی ترک رفع الیدین فی التحریمۃ والثناء وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیھما والتسمیع وکذا لا یتابعہ فی ترک الواجب القولی الذی لا یلزم من فعلہ المخالفۃ فی واجب فعلی کالتشھد والسلام وتکبیر التشریق بخلاف القنوت وتکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلھا المخالفۃ فی الفعل وھو القیام مع رکوع الامام "کذا فی الھندیۃ:(۱/۱۰۰، طبع: قدیمی کتب خانہ)

ولما فی حلبی کبیری:(ص،۴۵۵طبع: نعمانیہ)

وتسعۃ أشیاء اذا لم یفعلھا الامام لا یترکھا القوم رفع الیدین فی التحریمۃ وللثناء ما دام الامام فی الفاتحۃ فان شرع فی السورۃ لا یفعلہ المقتدی أیضاً عند محمد خلافاً لابی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

يوسف وتكبير الركوع أو السجود والتسبيح فيهما والتسميع وقراءة التشهد والسلام وتكبير التشريق فلو ترك الامام شيئاً من هذه لا يتركه المقتدى.

ولما في حلبي كبيري أيضاً:(ص،٢٦٥،طبع: نعمانيه)

وروى عن الفقيه أبي جعفر الهندواني انه قال اذا أدرك الامام في الفاتحة يثني بالاتفاق وان أدركه في السورة يثني عند أبي يوسف لا عند محمد،ذكره في الذخيرة وهو بعيد اذلا فصل في قوله تعالىٰ "واذا قرئ القرآن فاستمعوا له"الآية بين الفاتحة وغيرها بل الأصح هوالقول الاولىٰ أنه لا يأتي به مطلقاً لاطلاق النص.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ربیع الاول ۱۴۳۴ھ　　فتویٰ نمبر:۳۶۲۵

﴿جماعت ثانیہ کے مختلف صورتوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جماعت ثانیہ مطلقاً ہر مسجد میں مکروہ ہے یا مساجد کے اعتبار سے اس میں فرق واقع ہوتا ہے؟نیز یہ بھی فرمائیں کہ یہ کراہت کونسی ہے تحریمی یا تنزیہی؟　　مستفتی:عبدالحمید کوثری

﴿جواب﴾ جماعت ثانیہ اگر محلہ کی مسجد میں ہو اور ہیئت اولی پر ہی ہو تب تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے اور اگر ہیئت اولی پر نہ ہو یعنی پہلی جماعت جس جگہ پڑھی گئی ہو اس سے ذرا ہٹ کر دوسری جگہ پڑھی جائے اور اذان واقامت بھی نہ کیا جائے تب بھی کراہت تنزیہیہ سے خالی نہیں ہے،البتہ چند صورتوں میں جماعت ثانیہ جائز ہے(۱) محلہ کی مسجد میں غیر اہل محلہ نے پہلی جماعت پڑھی ہو(۲) مسجد محلہ میں اہل محلہ ہی نے جماعت اولی پڑھی ہو لیکن بغیر اذان کے یا اذان کے ساتھ پڑھی ہو لیکن اذان کسی نے سنی نہ ہو(۳) ایسی مسجد ہو جس کے لئے امام اور مؤذن متعین نہ ہو ان سب صورتوں میں جماعت ثانیہ بالاتفاق جائز ہے(۴) مسجد طریق یعنی راستے یا عام گزرگاہ کی مسجد ہو جس میں لوگ پے درپے آتے رہتے ہوں تو ایسی مسجد میں بھی ہر گروہ کیلئے جماعت ثانیہ کرنا بالاتفاق جائز بلکہ افضل ہے۔

لما في الدر المختار:(١/٥٥٢،باب الامامة،طبع سعيد)

ويكره تكرار الجماعة بأذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا امام له ولا مؤذن.قال ابن عابدينؒ تحت هذه العبارة(قوله ويكره) اى تحريما لقول الكافي

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لا یجوز و المجمع لا یباح و شرح الجامع الصغیر أنه بدعة (قوله بأذان و إقامة الخ) عبارته فی الخزائن أجمع مما هنا و نصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان و إقامة، إلا إذا صلی بهما فیه أولاً غیر أهله أو أهله لکن بمخافتة الأذان و لو کرر أهله بدونهما أو کان مسجد طریق جاز إجماعاً کما فی مسجد لیس له إمام و لا مؤذن و یصلی الناس فیه فوجاً فوجاً فإن الأفضل أن یصلی کل فریق بأذان و إقامة علی حدة الخ.

و لما قال العلامة الشامی فی حاشیته علی البحر: (۲۹۵/۱ طبع سعید)

أقول: و مفاده هذه المنقول کراهة التکرار مطلقاً أی و لو بدون أذان و إقامة و أن معنی قول قاضی خان المار "یصلی بغیر أذان و إقامة أنه یصلی منفرداً لا بالجماعة ــ الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد بلال شاہ جنوبی وزیرستانی

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۵۵

﴿جب تک نچلی منزل میں جگہ ہو اوپر نماز پڑھنا منع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ چار منزلہ مسجد میں نچلی منزل میں گنجائش کے باوجود کوئی شخص دوسری منزل میں نماز پڑھتا ہو تو کیا اس شخص کی نماز معتبر ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں جب تک زمینی منزل میں گنجائش ہو اوپر نماز پڑھنا اقامت صفوف و آداب جماعت کے منافی ہونے اور احادیث مبارکہ کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لے اور اس کو امام کے قیام، رکوع و سجود وغیرہ کی بھی خبر ہو رہی ہو تو نماز ہو جائیگی۔

لما فی سنن أبی داؤد: (باب تسویة الصفوف رحمانیة)

عن أنس بن مالک رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال أتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر.

و لما فی الشامی: (۱/ ۵۶۹ ایچ ایم سعید)

فلو وقف فی الصف الثانی داخلها قبل استکمال الصف الاول من خارجها یکون مکروهاً.

و لما فی الهندیة: (ج ۱ ص ۸۸ باب الامامة)

لو قام علی سطح المسجد و اقتدی بامام فی المسجد ان کان للسطح باب فی المسجد و لا یشتبه علیه حال الامام یصح الاقتداء.

و لما فی الشامی: (۱/ ۵۸۷، ایچ ایم سعید)

و یؤیده ما فی البدائع حیث قال: لو کان علی سطح بجنب المسجد متصل به لیس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بينهما طريق فالتدى به صح اقتداله عندنا، لأنه اذاكان متصلاً به صار تبعا لسطح المسجد وسطح المسجد له حكم المسجد، فهوكاقتدائه في جوف المسجد اذاكان لايشتبه عليه حال الامام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ

۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۲۹

﴿حکم اقتداء بریش تراش﴾

﴿داڑھی کتروانے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ چہ حکم دارد اقتدی کردن کسے کہ ریش خود را می تراشد یا کوتاہ می کند آیا باین چنیں امام اقتدی کند بہتر است یا تنہا نماز گزارد:؟

﴿جواب﴾ این چنین کس را نہ باید امام اختیار کرد و اگر بدون اختیار امام شود و دیگر مسجدی کہ جماعتش کامل است قریب نہ باشد پس اقتدی کردن بہ ریش تراش یا کوتاہ کنندہ بہتر است از تنہا گزاریدن، واللہ اعلم۔

لما في حلبي كبير: (۵۱۴، طبع سهيل اكيڈمی)

ذكر في المحيط: انه لوصلى خلف فاسق اومبتدع احرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلى خلف تقى كيف وقدصلى الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه مالايخفى لكن قال اصحابنا لاينبغى ان يقتدى به الافى الجمعة للضرورة فيها بخلاف سائر الصلوات للتمكن من التحول الى مسجد آخر فيما سوى الجمعة (ثم قال) فينبغى ان تكره الجمعة اذاتعدد الجوامع.

ولما في الدر مع الرد: (۱/۵۶۲، طبع سعيد)

صلى خلف فاسق— نال فضل الجماعة قال الشامیؒ: افادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد ولكن لاينال كماينال خلف تقى ورع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کتبہ: محمد

ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۸۴

﴿مسجد کی جماعت فوت ہونے کے بعد جماعت سے نماز پڑھی جائے یا اکیلے؟﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی مسجد میں نماز کیلئے گیا تو وہاں جماعت ہو چکی تھی تو کیا یہ اب کسی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جا سکتا ہے یا وہیں اکیلے نماز پڑھے؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی تھی تو اسکے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرائے اور اگر مسجد میں اکیلا ہی پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۱/۳۶۶،طبع سعید)

وفی فتح القدیر وانافاتته لایجب علیه الطلب فی المساجد بلاخلاف بین أصحابنا بل ان أتی مسجدا للجماعة آخر فحسن وان صلی فی مسجد حیه منفردا فحسن وذکر القدوری یجمع بأهله ویصلی بهم یعنی وینال ثواب الجماعة وقال شمس الأئمة الاولی فی زماننا تتبعها.

وسئل الحلوانی عمن یجمع بأهله أحیانا هل ینال ثواب الجماعة أولا قال لا ویکون بدعة ومکروها بلا عذر الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ	فتویٰ نمبر: ۴۷۸

﴿عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی ہمارے علاقہ میں کرفیو لگ جاتی ہے، ایسے حالات میں گھروں سے باہر نکلنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا، پوچھنا یہ ہے کہ ایسے حالات میں گھروں میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ یا بہر حال مسجد جانا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ کرفیو میں واقعی مسجد تک جانے کی بھی اجازت اگر نہ ہو، تو ایسی صورت حال میں مسجد جانا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے جو کہ جائز نہیں ہے، لہذا ایسی صورت ہو تو گھر ہی میں جماعت کا اہتمام کر کے نماز ادا کرے۔

لمافی قوله تعالی: "وَلَاتُلْقُوْابِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" (البقرة ۱۹۵)

ولمافی الدر المختار (۱/۵۵۶) سعید

(قوله: أو ظالم) یخاف علی نفسه وماله.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الھندیۃ (۸۳/۱) رشیدیہ

وتسقط الجماعة بالأعذار حتی لاتجب علی المریض ـــ وكذا الخارج يخاف أن يحبسه غريمه في الدين ـــ أويخاف ضياع ماله .

ولما فی البحر (۳۴۶/۱) سعید

وذكر في السراج الوهاج أن منها المطر ـــ و ـــ أو يخاف الظلمة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سیف اللہ

۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر:

﴿بوقت ضرورت گھر میں جماعت کرنے سے تکبیر اولیٰ کا ثواب﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر اتفاقاً کبھی کبھار مسجد میں جماعت کی نماز نہ مل سکے اور کوئی شخص چند ساتھیوں کو جمع کر کے گھر یا کارخانے میں جماعت کروا لے تو کیا اس کو جماعت اور تکبیر اولیٰ کی فضیلت حاصل ہو جائیگی۔

﴿جواب﴾ کسی وجہ سے مسجد میں جماعت کی نماز اگر نہ مل سکے تو مستحب یہ ہے کہ علاقہ کی دیگر مساجد میں جماعت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گھر یا کارخانے میں کبھی کبھار جماعت سے نماز پڑھنے کی ضرورت اگر پیش آجاتی ہے تو جماعت اور تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جاتا ہے البتہ مسجد میں جماعت کے علاوہ مسجد کا بھی ثواب ہوتا ہے ایسی صورت میں وہ اضافی فضیلت حاصل نہ ہو سکے گی۔

لما فی حلبی کبیری: (ص: ۵۰۹، طبع: سہیل اکیڈمی لاہور)

وقال ان رسول الله ﷺ علمنا سنن الهدى وان من سنن الهدى الصلوة في المسجد الذي يؤذن فيه.

ولما فی الشامی: (۵۵۵/۱ طبع: سعید کراچی)

قوله ولوفاتته ندب طلبها فلايجب عليه الطلب في المساجد بلاخلاف بين اصحابنا بل ان اتى مسجد الجماعة آخر فحسن وان صلى في مسجد حيه منفردا فحسن وذكر القدوري: يجمع باهله ويصلي بهم، يعني وينال ثواب الجماعة كذا في الفتح.

ولما فی الھندیہ: (۱۱۶/۱، طبع: رشیدیہ کوئٹہ)

وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة أخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقد حاز

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فضیلۃ ادائھا بالجماعۃ وترک الفضیلۃ الاخری ھکذا قالہ القاضی الامام ابوعلی النسفی والصحیح ان اداء ھا بالجماعۃ فی المسجد افضل وکذالک فی المکتوبات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس عفی عنہ

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۷۶۹

﴿صف میں اپنے لئے جگہ خاص کرنا﴾

﴿سوال﴾ اگر کوئی شخص مسجد میں آکر صف میں اپنا رومال یا تسبیح رکھ کر وضو کیلئے چلا جائے تو یہ شخص اس جگہ کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ بیٹھ جائے تو یہ اس دوسرے شخص کو اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ مختص کرنا اور اس پر مصلی وغیرہ بچھانا درست ہے یا نہیں؟　　　مستفتی حاجی نصیر صاحب

﴿جواب﴾ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اس میں جو بھی پہلے آئے اور آگے جگہ پالے اس کا حق ہے، اس میں اپنے لئے جگہ خاص کرنا یا کوئی چیز رکھ کر اپنا قبضہ تصور کرنا اور دوسروں کو وہاں سے ہٹانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لمافی حاشیۃ الطحطاوی: (ص۱۹۹، قدیمی کتب خانہ)

یکرہ للانسان ان یخص نفسہ بمکان فی المسجد یصلی فیہ لانہ ان فعل ذلک تصیر الصلاۃ فی ذلک المکان طبعا والعبادۃ متی صارت کذلک کان سبیلھا الترک.

ولمافی البحر الرائق: (۵/۲۵۰ طبع سعید)

ویکرہ تخصیص مکان فی المسجد لنفسہ لانہ یخل بالخشوع.

ولمافی الدر المختار: (۱/۶۶۲ ایچ ایم سعید)

وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ ازعاج غیرہ منہ وقال الشامی تحت ھذہ الجملۃ لان المسجد لیس ملکا لاحد بحر عن النھایۃ.

البتہ اگر کوئی شخص پہلے سے نماز کے انتظار میں صف میں بیٹھا تھا اور تجدید وضو کی حاجت ہوئی اور اپنی جگہ پر کوئی چیز مثلاً: کپڑا وغیرہ چھوڑ کر واپسی کی نیت سے چلا جائے تو دوسروں کو چاہیئے کہ اس کی رعایت کرے اور اس کے کپڑے وغیرہ کو نہ ہٹائیں۔

لمافی ردالمحتار: (۱/۶۶۲، ایچ ایم سعید)

وینبغی تقییدہ بما اذا لم یقم علی نیۃ العود بلا مھلۃ کما لو قام للوضوء

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مثلا ولاسيما اذا وضع فيه ثوبا للتعلق سبق يده.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: کتبہ: محمد حسین

۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۸　　　　فتویٰ نمبر: ۷۱۶

﴿گھر میں جماعت کرانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے ہاں مہمان آیا ہو اور ایسے میں جماعت یعنی نماز کا وقت ہو جائے اور مہمان اور میزبان دونوں اس بات پر قادر ہوں کہ وہ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیں لیکن میزبان اس غرض سے کہ مہمان خانہ سے نکلتے ہوئے چونکہ صحن میں سے گزرنا پڑتا ہے اور بے پردگی کا خوف ہوتا ہے وہی مہمان خانہ میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد طیب

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں بیان کردہ عذر مسجد کی جماعت کو ترک کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کیونکہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے پردہ کا انتظام کروایا جا سکتا ہے، تاہم نماز ہو جائے گی۔

لما فی الشامی: (۱/ ۵۵۴، ایچ ایم سعید)

(قوله فی مسجد او غيره) قال فی القنية: واختلف العلماء فی اقامتها فی البيت والاصح انها كاقامتها فی المسجد الا فی الافضلية.

ولما فی مراقی الفلاح: (ص ۲۸۶ قدیمی)

(والصلاة بالجماعة سنة) فی الاصح مؤكدة شبيهة بالواجب فی القوة (للرجال) للمواظبة.

ولما فی حاشية الطحطاوی علی المراقی:

والجماعة فی اللغة الفرقة المجتمعة وشرعا الامام مع واحد سواء كان رجلا او امرأة حرا او عبدا او صبيا يعقل او ملكا او جنيا فی مسجد او غيره وفی القنية: الاصح ان اقامتها فی البيت كاقامتها فی المسجد وان تفاوتت الفضيلة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدا بخش

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۶۸۷

﴿مسجد کی چھت پر جماعت کرانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ مسجد کی چھت کے اوپر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جماعت کرانا درست ہے یا نہیں؟ مستفتی: کلیم اللہ منگو پیر کراچی

﴿جواب﴾ عام حالات میں مسجد کی چھت کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے چنانچہ محض گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت کے اوپر جماعت کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے، البتہ مسجد تنگ ہو تو ضرورت کی وجہ سے چھت پر بھی نمازیوں کا جانا جائز ہے۔

لمافی الهندية:(۵/۳۲۲،طبع رشيديه)

الصعود علىٰ سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر يكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود علىٰ سطحه للضرورة كذافي الغرائب.

ولمافي الشامية:(۱/۶۵۶،طبع سعيد)

ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود علىٰ سطح المسجد ويلزمه كراهة الصلاة ايضا فوقه فاليتامل وكذافي للقهستاني:(ص۱۹۹م،طبع سعيد)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر: ۲۶۵۷

﴿مقتدی اپنی بیوی ہو تو کہاں کھڑی ہو؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے مسجد کی نماز فوت ہوگئی اور وہ گھر آکر بیوی کو دائیں جانب تھوڑا سا پیچھے جس طرح ایک امام اور مقتدی (مرد) کھڑے ہوتے ہیں کھڑا کرے اور جماعت سے نماز پڑھے تو کیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر مقتدی عورت ہو تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو امام کے قریب کھڑی نہ ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد، تاہم مذکورہ صورت میں نماز درست ہے۔

لما في قاضي خان(۱/۹۰،طبع قديمي)

وكذا المرأة اذا صلت مع زوجها في البيت ان كان قدمها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعة وان كان قدماها خلف قدم الزوج الا انها طويلة تقع راس المرأة في السجود قبل راس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم.

ولمافي العناية على هامش فتح القدير:(ج ا ص ۳۷۱،رشيديه)

(وقوله وان حاذته امرأة)اعلم ان المحاذاة المفسدة هي انه يحاذي قدم المرأة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عضوامن الرجل فی الصلوٰۃ.

لمافی الدرمع الرد:(۱/۵۷۲ طبع سعید)

(واذا حاذته ولوبعضو واحدوخصه الزیلعی بالساق والکعب).

وانه لواقتدت به متاخرۃعنه بقدمها صحت صلاتهاوان لزم منه محاذاۃ بعض اعضائهاالقدمه اوغیره فی حالۃالرکوع والسجودلان المانع لیس محاذاۃ ای عضومنهالای عضومنه، ولامحاذاۃقدمه لای عضومنهابل المانع محاذاۃ قدمهاالفط لای عضومنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ چارسدوی

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۸۸۳

﴿جماعت کی صورت بن جائے تو قرأت میں جہرواجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فجر کی نماز میں جبکہ وہ اکیلا تھا امامت کی نیت کی، اس کی اقتداء کرنے والا کوئی شخص نہیں تھا، اب اس شخص نے ایک رکعت میں جہراً قراءت کی اوراورایک میں سرًا، سلام پھیرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی اہلیہ نے بھی اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، بعد میں کوئی سجدہ سہو بھی نہیں کیا ہے؟ شریعت کی روشنی میں اس نماز کا کیا حکم ہے۔ مستفتی: سیدنویدنیئر،کراچی

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا صورت میں امامت کی نیت کرنے سے اوراہلیہ کے اقتداء کرنے کی وجہ سے جماعت کی صورت ہوگئی ہے، اب وہ شخص امام اوراس کی اہلیہ مقتدیہ ہے، جماعت کی نماز میں فجر کی دونوں رکعتوں میں امام پر جہراً قراءت کرناواجب ہے، مذکورہ بالاصورت میں چونکہ امام نے ایک رکعت میں سرًا قراءت کرکے ترک واجب کیا ہےاورترک واجب اگر سہواً ہو تو سجدہ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے، لاعلمی کی وجہ سے ہوتواعادہ ضروری ہوتا ہے، لہٰذا دونوں اپنی نماز کا اعادہ کریں۔

ولمافی الشامی:(۲/۸۱ طبع سعید)

(والجهر فیمایخافت فیه) للامام (وعکسه) فی العبارۃ قلب صوابها: والجهر فیمایخافت لکل مصل وعکسه للامام و(یجب السهو بهما) ای بالجهروالمخافتۃ".

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الشامی:(۱/۵۳۲، طبع: ایچ ایم سعید)

"(ویجهر الامام) وجوبا بحسب الجماعة "ویجهر بالسورة ان قصد الامامة والا فلا یلزمه الجهر "(ان قصد الامامة)" عزاه فی القنیة الی فتاوی الکرمانی ووجهه ان الامام منفرد فی حق نفسه ولذا لا یحنث فی لا یؤم احدا ما لم ینو الامامة ولا یحصل ثواب الجماعة الا بالنیة. فاذا کان کذالک فکیف تلزمه احکام الامامة بدون التزام" ــــــ "(فی الفجر واولی العشاء اداء وقضاء)" (ویجهر الامام)" ای جهرا واجبا علی انه مصدر بمعنی اسم الفاعل، وقوله: بحسب الجماعة صفة ثانية للجهر".

ولما فی فتاوی رحیمیه ۱۲۷/۴، طبع: دارالاشاعت

"امام کو امامت کی نیت ضروری نہیں ہے، چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیت باندھ لے تو اس کی امامت اور اس کی اقتداء صحیح ہے"۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین کلکتی

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۸۵

﴿با جماعت نماز میں اہلیہ کو ایک صف پیچھے کھڑا کیا جائے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے کبھی جماعت کی نماز رہ جاتی ہے تو کیا ایسی صورت میں اپنی اہلیہ اور ہمشیرہ وغیرہ کو گھر میں جماعت کروا سکتا ہوں تاکہ مجھے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے اور اگر صرف اہلیہ یا ہمشیرہ وغیرہ ہو یعنی ایک ہی خاتون ہو تو اسکو جماعت کراتے وقت کہاں کھڑا کروں اپنے دائیں طرف یا پیچھے؟

﴿جواب﴾ اتفاقاً جماعت سے کوئی رہ جائے تو گھر میں اہلیہ اور ہمشیرہ وغیرہ کیساتھ باجماعت نماز پڑھنا صحیح ہے اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی لیکن مسجد کا ثواب نہیں ملے گا صرف ایک عورت کو نماز پڑھانے کی صورت میں عورت کو ایک صف پیچھے کھڑا کر لیا کریں مرد کی طرح دائیں جانب کھڑی نہ ہو۔

لما فی الطحطاوی علیٰ نور الایضاح: (ص ۱۵۶، طبع قدیمی)

والاصح ان اقامتها فی البیت کاقامتها فی المسجد وان تفاوتت الفضیلة ــــ لو صلی فی بیته بزوجته وجاریته او ولده فقد اتی بفضیلة الجماعت کذا فی الشرح ولکن فضیلة المسجد اتم.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی:(۱/۵۲۲ طبع ایچ ایم سعید)

اما الواحد فيتأخر فلو كان معه رجل ايضاً يقيمه عن يمينه والمرأة خلفهما ولو رجلان يقيمهما خلفه والمرأة خلفهما لا بحذائهما وتأخر الواحد محله اذا اقتدى به رجل لا امرأة مطلقاً

ولما فی بدائع الصنائع:(۱/۱۵۹ طبع سعید)

واذا كان مع الامام امرأة اقامها خلفه لان محاذاتها مفسدة وكذلك لو كان معه خنثى مشكل لاحتمال انه امرأة ولو كان معه رجل وامرأة او رجل وخنثى اقام الرجل عن يمينه والمرأة والخنثى خلفه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ سبحانہ اعلم: [illegible]

۱۴۲۹ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۰۳۶

﴿ہاتھوں پر نشانات کھدوانے والے کی امامت جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس امام صاحب نے ہاتھوں پر سوئی کے ذریعے نشانات کھدوائے ہوئے ہوں ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جی ہاں ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

لما فی الشامی:(۱/۳۳۰ طبع سعید)

وفی الفتاوى الخيرية من كتاب الصلاة سئل فی رجل على يده وشم هل تصح صلاته وامامته معه أم لا أجاب نعم تصح صلاته وامامته بلا شبهة. وكذا فی الخيرية:(۱/۳۰).

ولما فی الشامی:(۱/۳۳۰ طبع سعید)

حكم الوشم فی نحو اليد وهو أنه كالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس لأنه اذا غرزت اليد أو الشفة مثلا بإبرة ثم حشي محلها بكحل أو نيلة ليخضر تنجس الكحل بالدم فاذا جمد الدم والتأم الجرح بقي محله أخضر فاذا غسل طهر لأنه أثر يشق زواله لأنه لا يزول الا بسلخ الجلد أو جرحه، فاذا كان لا يكلف بازالة الأثر الذي يزول بماء حار أو صابون فعدم التكليف هنا أولى.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۲۱۳

﴿پینٹ شرٹ میں امامت کرانا پسندیدہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم کوچنگ میں پڑھتے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں جسکی وجہ سے عشاء کی نماز باجماعت نہیں پڑھ پاتے، پیریڈ ختم ہونے کے بعد ہم کلاس کے لڑکے وہی جماعت کرالیتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا ایک ساتھی جو کہ حافظ بھی ہے اور ڈاڑھی بھی مکمل ہے، وہ پینٹ شرٹ پہن کر آجاتا ہے تو کیا اس موقع پر اسکو امام بنانا درست ہے؟ جو نمازیں ایسی حالت میں ادا کی ہیں انکا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد شارق کراچی

﴿جواب﴾ پینٹ شرٹ کے عام رواج کی وجہ سے اگرچہ غیر مسلم اقوام سے تشبہ اس درجہ کا نہیں رہا مگر خواص اور عوام کی نظروں میں یہ صلحاء کا لباس شمار نہیں ہوتا، لہذا اب تک جو نمازیں آپ نے انکی اقتداء میں ادا کی ہیں وہ تو ہوگئیں اور کبھی کبھار اسطرح کا اتفاق ہوتا ہو تو آئندہ کیلئے بھی اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر یہی ہے کہ انکی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں، البتہ ایسے شخص کو مستقل امام بنانا درست نہیں ہے۔

لما فی کنزالعمال: (۲۲/۶ برقم الحدیث: ۱۴۸۱۱ طبع رحمانیه)

صلوا خلف کل بر وفاجر وصلوا علی کل بر وفاجر وجاهدوا مع کل بر وفاجر.

ولما فی امدادالفتاوی: (۲۶۸/۴ طبع دارالعلوم کراچی)

''میں اس باب میں یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ جس جگہ یہ لباس قومی ہے، جیسے ہندوستان میں وہاں اسکا پہننا ''من تشبه بقوم'' میں داخل ہوتا ہے اور جہاں ملکی ہے جسکی علامت یہ ہے کہ وہاں سب قومیں اور سب مذاہب کے لوگ ایک ہی لباس پہنتے ہیں وہاں پہننا کچھ حرج نہیں''۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: اقبال نعمان عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۵۳۰

﴿مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار کس کو ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار متولی کو ہے یا اہل محلہ کو؟ مستفتی: عبدالباسط

﴿جواب﴾ مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار متولی (مسجد کی کمیٹی) کو حاصل ہے اگر اہل محلہ کے تجویز کردہ امام متولی کے تجویز کردہ امام سے نیکی اور تقویٰ میں زیادہ ہوں تو متولی مسجد کو چاہیے کہ اس کو امام رکھ لے البتہ بہتر یہ ہے کہ متولی اہل محلہ کی رائے کی رعایت رکھتے ہوئے امام منتخب کرے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی حلبی کبیر:(ص ۶۱۵،طبع سہیل اکیڈمی)

وان تنازع البانی فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولیٰ من الذی اختاره البانی فاختیار اهل المحلة اولی لان ضرره و نفعه عائد الیهم وان کانا سواء فاختیار البانی اولیٰ.

ولمافی البحر:(۵/۲۴۹،طبع سعید)

تنازع اهل المحلة والبانی فی عمارته او نصب المؤذن أو الامام فالأصح أن البانی اولیٰ به الاأن یرید القوم ماهوأصلح منه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۲۸

﴿امامت کا حق دار کون ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ امامت کا حقدار سب سے پہلے اُعلم پھر اُقرء وغیرہ ہے لیکن مساجد میں عام طور پر اس ترتیب کی رعایت نہیں رکھی جاتی اس کی کیا وجہ ہے؟　　مستفتی: عطاء الحسن

﴿جواب﴾ مساجد میں جو امام مستقل مقرر ہوتا ہے تو امامت کے لئے بھی وہی امام اولیٰ ہے اگر چہ حاضرین میں سے اس مقرر امام کے علاوہ کوئی اور اُعلم یا اُقرء موجود ہو، البتہ تقرری کے وقت انتظامیہ کو چاہیے کہ امامت کی خدمات کو قبول کرنے والوں میں سے اُعلم و اُقرء کو ترجیح دیں۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۵۵۹،طبع سعید)

(و)اعلم ان(صاحب البیت)ومثله امام المسجد الراتب(اولیٰ بالامامة من غیره مطلقا.

ولمافی ردالمحتار:(۱/۵۵۹،طبع سعید)

(مطلقا) وان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم واقرأ منه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد قذافی

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　فتویٰ نمبر ۱۴۶

﴿متبع السنۃ کو امام بنانا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قرآن مجید کمزور پڑھتا ہے تاہم لحن جلی نہیں کرتا باقی وہ پابند شریعت ہے۔ یعنی سنت لباس و حلیہ رکھتا ہے۔ دوسرا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

داڑھی کتروانے والا ہے پنٹ پتلون پہنتا ہے. البتہ تلفظ بہتر ہے قاریوں کی طرح پڑھتا ہے لیکن داڑھی اور دوسرا حلیہ سنت کے خلاف ہے تو نماز میں کس کو امام بنانا بہتر ہے؟

﴿جواب﴾ ہمارے معاشرہ میں تجوید کیمطابق عام لوگ اگر چہ قرآن مجید نہیں پڑھتے لیکن اتنا غلط بھی نہیں ہوتا جس سے نماز نہ ہوتی ہو۔ انکے مقابلہ دوسرا شخص جو غیروں کے وضع وقطع کو پسند کرتا ہے وہ اس مقام واحترام کا لائق نہیں ہے. البتہ اتفاق ہوجائے تو اسکی اقتداء میں بھی نماز ہوجاتی ہے.

لمافی الهندیه:(۱/۲،طبع: قدیمی)

الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة هکذا فی المضمرات هذا اذا علم من القراءة قدر ماتقوم به السنة القراءة هکذا فی التبیین. ولم یطعن فی دینه کذا فی الکفایة ویجتنب الفواحش الظاهره وان کان غیره اورع منه.

ولمافی فتاوی قاضی خان:(۱/۸۶،طبع:قدیمی)

اما من سواهم یجوز الاقتداء بهم ویکره' وکذا الاقتداء بمن کان معروفا باکل الربا، والفسق مروی ذلک عن ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ.

ولما فی بدائع الصنائع:(۱/۱۵۷، طبع سعید)

وأما بیان من هو احق بالامامة واولی بها فالحر اُولی بالامامة من العبد والتقی اُولی من الفاسق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوھائی

۲۴ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۱۸

﴿تعلقات میں معمولی خرابی ترک جماعت کیلئے عذر نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ ہمارے گاؤں میں ایک خاندان کے آدمی گاؤں کی مسجد میں نہیں آتے اور گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں قبیلے سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں ہیں حالانکہ دوسرے معاملات میں اور اٹھنے بیٹھنے میں تعلق رکھتے ہیں کیا یہ عذر ترک جماعت کیلئے کافی ہے؟

﴿جواب﴾ مسجد اللہ کا گھر ہے کسی کی ملکیت نہیں ہے محلے کے تمام افراد بلاتفریق اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں فلاں قبیلے سے ہمارے تعلقات اچھے نہیں ہیں یہ شیطانی بہانہ ہے. جماعت کی نماز چھوڑنے کیلئے یہ عذر کافی نہیں ہے. جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، البتہ مذکورہ قبیلے نے اگر باقاعدہ منع کیا ہے تو ان لوگوں سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے، ایسی صورت میں گناہ ان لوگوں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پر ہوگا اوران خاندان والوں کو چاہیئے کہ الگ مسجد کا انتظام کریں یا کم از کم نماز کیلئے جماعت کا اہتمام کریں۔

لما فی الدر المختار:(۱/۵۵۲،طبع سعید)

(والجماعة سنة مؤكدة للرجال)قال الزاهدي ارادوا بتاكيد الوجوب.

ولما في ردالمحتار:(۱/۵۵۲،طبع سعید)

(قوله قال الزاهدي)توفيق بين الاقوال بالسنية والقول بالوجوب الآتي وبيان ان المرادبهما واحد اخذامن استد لالهم بالاخبار الواردة وبالوعيد الشديد بترك الجماعة.

ولما في شرح المنية:(۵۰۹،طبع سهیل اکیڈمی)(وفي أبي داؤد:۱/۹۲ رحمانیه)

وكذاالاحكام تدل على الوجوب.من ان تاركها من غير عذر يعزروترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه وهذه كلها أحكام الواجب.عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺ من سمع المنادي فلم يمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف اومرض لم يقبل منه الصلاة التي صلى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ أعلم بالصواب:اسلام بادشاہ کھیٹی

۱۷ربیع الاول ۱۴۳۰ھ | فتوی نمبر ۲۱۰۸

﴿داڑھی منڈانے والے حافظ کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بعض حفاظ کرام سال بھر داڑھی منڈاتے ہیں صرف رمضان المبارک کے لیے داڑھی رکھ لیتے ہیں اسکے باوجود کہ انکی داڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے تراویح بھی پڑھاتے ہیں اور بعض فرض نماز بھی پڑھاتے ہیں، کیاان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف (حافظ) فاسق وفاجر ہے اور فقہاءِ کرام نے صاف طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ فاسق کی امامت مکروہِ تحریمی ہے،لہٰذا مذکورہ حافظ کی امامت مکروہ تحریمی ہے خواہ تراویح میں ہو یا کسی اور نماز میں، ہاں اس نے اگر صحیح توبہ کرلی اور اسکے آثار بھی ظاہر ہوں تو کراہت نہ ہوگی۔

لما في التنوير وشرحه:(۲/۴۱۷،طبع سعید)

او تطويل اللحية اذاكانت بقدر المسنون وهو القبضة ــــــــ اما الاخذ منها وهي دون ذلك ــ فلم يبحه احد ــ والسنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فمازاد منها

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

علی البضعۃ الطعمۃ کذا ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ اخذ محیط(۱/۲۰۷،طبع سعید)

ولمافی شرح المنیۃ:(ص۵۱۳،طبع سہیل اکیڈمی)

وفیہ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتناء
ہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعدمنہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ۔

ولمافی الشامی:(۱/۵۶۰،طبع سعید)

واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعا..... ولذالم تجز الصلاۃ خلفہ عندمالکؒ۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین چترالی

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۳۹۶

﴿مسجد سے روکنے والے امام کی اقتداء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک حافظ صاحب نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ مسجد کیلئے وقف کر دیا، مسجد تیار ہونے کے بعد بطور امام انکا تقرر ہوا، لیکن چند سال کا عرصہ بیت جانے بعد انہوں نے اہل محلہ کو وہاں نماز پڑھنے سے منع کرنا شروع کر دیا اور انکا کہنا ہے کہ اہل محلہ مجھے تنخواہ نہیں دے رہے ہیں، لہذا آج کے بعد کسی کو یہاں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل محلہ اسکی تنخواہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔اب استفسار طلب مسئلہ یہ ہے کہ حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے؟ اگر اتفاقاً کبھی نماز پڑھنا پڑے تو کیا اسکا لوٹانا ضروری ہے؟ برائے مہربانی دلائل کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

مستفتی:عبدالصمد صاحب

﴿جواب﴾ حافظ صاحب نے اپنی جائیداد سے ایک حصہ مسجد کیلئے دیدیا ہے اور وہ شرعی مسجد قرار پا گئی، تو حافظ صاحب کی ملکیت سے یہ حصہ نکل گیا، لہذا نمازیوں کو مسجد سے روکنا تو غلط ہے اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے، البتہ امامت کی جو اجرت علاقہ میں عام رائج ہے اتنی تنخواہ دینا محلہ والوں کی ذمہ داری ہے اور حافظ صاحب کو مطالبہ کا حق حاصل ہے، محلہ والے حافظ صاحب کو اگر مناسب تنخواہ نہیں دے رہے ہیں تو یہ ان کی طرف سے زیادتی ہے، لیکن اس کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باوجود نمازیوں کو مسجد سے منع کرنا جائز نہیں ہے، حافظ صاحب اور اہل محلہ آپس کے اس تنازع کو ختم کریں۔ باقی حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے نمازیوں کو روکنا اگرچہ گناہ ہے، لیکن اپنا حق وصول کرنے کی غرض سے ایسی غلطی ہوئی ہے اور حافظ صاحب اپنی ناقص سمجھ کے مطابق مسجد کو اب بھی اپنی جائیداد کا حصہ جانتے ہیں جو کہ لاعلمی کا نتیجہ ہے اس لئے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

لما فی الشامی :(۱/۵۵۹،طبع:سعید کراچی)

(ولو ام قوما وهم له كارهون وان)الكراهة(لفساد فيه اولانهم احق بالامة منه كره)له ذالك تحريما لحديث ابي داؤد "لايقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون۔" ثم قال :فيكره لهم التقدم ويكره الاقتداء بهم تنزيها فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والافالاقتداء اولى من الانفراد (ويكره امامة عبدواعرابى وفاسق واعمى)قوله وفاسق من الفسق:وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر.

ولما فی کتاب التجنیس والمزید :(۲/۸۰۷،طبع:ادارۃ القرآن)

رجل ام قوما وهم له كارهون فهذا على ثلاثة اوجه:اما اذا كانت الكراهة لفساد فيه أوكانوا احق بالامامة منه اوهو احق بالامامة منهم ولافساد فيه مع هذا كرهوا فالاول والثاني مكروه هكذا روى الحسن البصري رحمه الله عن اصحاب رسول الله ﷺ والثالث لا،لان الجاهل والفاسق يكره العالم والصحيح ،وهو الصحيح.

ولما فی البحر:(۱/۳۴۸،طبع:سعید)

وفي الخلاصة:وغيرها رجل ام قوما وهم له كارهون ان كانت الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة يكره له ذلك وان كان هو احق بالامامة لايكره له ذلك.

ولما فی الھندیۃ:(۱/۸۴،طبع:رشیدیہ،کوئٹہ)

ولو صلى خلف مبتدع اوفاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ماينال خلف تقي كذافي الخلاصة.

ولما فی کتاب التجنیس والمزید:(۲/۳،طبع:ادارۃ القرآن)

اذاصلى رجل خلف رجل فاسق اومبتدع ينال فضل الجماعة لقوله عليه الصلوٰة والسلام "صلو خلف كل بر وفاجر"لكن لاينال كماينال خلف تقي ورع لماروى عن النبي ﷺ انه قال من صلى خلف عالم تقي فكانه صلى خلف نبي من الانبياء.

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر:۳۰۰۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿داڑھی منڈوانے والے کی امامت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی کٹانے یا منڈوانے والے کوامام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ضرورت کے وقت ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد اقبال خان کراچی

﴿جواب﴾ داڑھی کٹانے یا منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے تاہم اگر مسجد کی انتظامیہ نے ایسے شخص کو امام بنایا ہے اور قریب میں کوئی نیک، صالح امام ملنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے اور انفرادی نماز پڑھنے سے افضل ہے لیکن مسجد کی منتظمہ کمیٹی پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو منصب امامت سے ہٹا کر کسی نیک اور باشرع امام کو مقرر کریں ورنہ ذمہ داران مسجد گنہگار ہونگے، اسی طرح اگر سب داڑھی منڈے یا کٹانے والے جمع ہوں تو کسی ایک کو امام بنا کر نماز پڑھنی چاہیے انفرادی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

لمافی الشامیة:(۱/۵۶۰،طبع سعید)

واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لاتزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالک ورواية عن احمد.

ولمافی الدرالمختار:(۲/۳۰۱،طبع امدادیه)

صلى خلف فاسق اومبتدع نال فضل الجماعة وفي الشامية تحته افاد ان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۲۸۴

﴿مسافر کی امامت کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان دو مسئلوں کے بارے میں کہ (۱) اگر مسافر امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ظہر کی نماز کو قصر کے بجائے پوری چار رکعت پڑھائے تو مقیم مقتدیوں کی نماز درست ہے یا مقتدی نماز کو دوبارہ لوٹائیں؟ (۲) مقیم مقتدی اگر مسافر امام کی اقتداء کرے تو امام کی فراغت کے بعد مقتدی باقی رکعات میں قراءت کرے گا یا نہیں؟　　　مستفتی: زین الدین

﴿جواب﴾ (۱) مسافر کے لئے دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے فجر کی دو رکعتیں جس طرح فجر کی دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں، اسی طرح مسافر کا ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز نہیں، جو مقیم ایسے امام کی اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ وہ آخری دو رکعتوں میں نفل پڑھنے والے امام کی اقتدا کر رہے ہیں۔

اور خود امام اور اس کے مقتدی مسافروں کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے بھول کر چار رکعتیں پڑھی تھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کر لیا تو ان کی نماز ہوگئی اور اگر مسافر امام نے قصداً چار رکعتیں پڑھائیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا تو فرض تو ادا ہوگیا لیکن یہ شخص گنہگار ہوگا اس پر توبہ لازم ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب ہے۔

لمافی البحر مع منحة الخالق :(۱۳۰/۲،طبع سعید)

وقال العلامة ابن نجيمؒ: وأما الثالث أعنى حكم السفر فهو تغيير بعض الاحكام فذكر المصنفؒ منها قصر الصلاة والمراد وجوب قصرها حتى لو أتم فانه آثم عاص لان الفرض عندنا من ذوات الاربع ركعتان فى حقه لا غير ومن مشايخنا من لقب المسئلة بان القصر عندنا عزيمة والاكمال رخصة قال فى البدائع وهذا التلقيب على أصلنا خطأ لان الركعتين فى حقه ليستا قصرا حقيقة عندنا بل هما تمام فرض المسافر والاكمال ليس رخصة فى حقه بل اساءة و مخالفة للسنة ــ (قوله فلو أتم وقعد فى الثانية صح والالا) أى وان لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه لانه اذا قعد فقد تم فرضه وصارت الاخريان له نفلا كالفجر وصار آثما لتاخير السلام وان لم يقعد فقد خلط النفل بالفرض قبل اكماله ....الخ

لمافى الشامى:(۱۲۳/۲،طبع سعید کراچی)

(صلى الفرض الرباعى ركعتين) وجوبا لقول ابن عباسؓ: ان الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم اربعا والمسافر ركعتين ولذا عدل المصنف عن قولهم قصر لان الركعتين ليستا قصرا حقيقة عندنا بل هما تمام فرضه والاكمال ليس رخصة فى حقه بل اساءة قلت: وفى شروح البخارى ان الصلوات فرضت ليلة الاسرى ركعتين سفرا وحضرا الا المغرب فلما هاجر عليه الصلوة والسلام واطمأن بالمدينة زيدت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

والا ركعتين في الحضر الا المغرب لانها وتر النهار لما استقر فرض الرباعية خلف فيها في السفر بعد نزول قوله تعالى فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة وكان القصر في السنة الرابعة من الهجرة وبهذا تجتمع الادلة اه كلامهم ملخصا.

لمافي منحة الخالق :(۲/۱۲۵،طبع سعید کراچی)

مسافر أم قوما مسافرين فلما صلى ركعتين نوى الاقامة لالتحقيق الاقامة بل ليتم صلاة المقتدين لا يصير مقيما ولا ينقلب فرضه اربعا اه. وفي منحة الخالق على البحر الرائق (قوله لا يصير مقيما ولا ينقلب فرضه اربعا)قال في الظهيرية تلوه حتى لو أتم المقتدون صلاتهم معه فسدت صلاتهم لان هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح اه قال الرملي يجب تقييده بما اذا لم ينووا مفارقته أما اذا نووا مفارقته لا تفسد صلاتهم وان وافقوه في الاتمام صورة اذ لا مانع من صحة مفارقته بعد اتمام فرضه واتصال النفل منه بصلاته لا يمنعها بلا شبهة

(۲)امام کی فراغت کے بعد مقیم مقتدی کے لئے اپنی بقیہ نماز کا پڑھنا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ امام کے پیچھے شمار ہوتا ہے اس لئے مقتدی کے ذمے آخری رکعات میں قراءت ضروری نہیں ہے بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے ہو کر رکوع کرے گا۔

لمافي العلائية:(تنویر مع الدر:۲/۶۱۰)

(وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فاذا قام)المقيم(الى الاتمام لايقرأ)ولا يسجد للسهو(في الاصح).

ولمافي البحر الرائق:(۲/۱۳۵طبع سعید) وکذافي الهداية:(۱/۱۷۵طبع رحمانیه)

واذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم لان المقتدي التزم الموافقة في الركعتين فينفرد في الباقي كالمسبوق الا انه لا يقرأ في الاصح لانه مقتد تحريمة لا فعلا والفرض صار مؤدى فيتركها احتياطا بخلاف المسبوق لأنه أدرك قراءة نافلة فلم يتادى الفرض فكان الاتيان أولى اه وفي الخانية لا قراءة عليهم فيما يقضون ولا سهو عليهم اذا سهوا ولا يقتدي احدهم بالآخر اه.وكذافي غنية المستملي:(ص۳۴۵).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین ڈیروی

۱۰ربیع الثانی۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۱۱۲

﴿امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ امام کا محراب کے اندر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بعض قدم کا اعتبار ہوگا یا پورے قدم کا؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ امام کا محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ اس کے قدم بھی محراب کے اندر ہوں مکروہ ہے اگر قدم کا کوئی حصہ محراب سے باہر ہو تو کراہت ختم ہو جائیگی، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اعتبار بعض قدم کا ہے نہ کہ پورے قدم کا۔

لما فی الدر المختار: (۲/ ۴۴)

وقیام الامام فی المحراب لا سجوده فیه وقدماه خارجه لان العبرة للقدم۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۲

﴿نمازی کے لئے سترہ کی کیفیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب آدمی کسی میدان وغیرہ میں نماز پڑھے اور اس کے پاس سترہ کے لئے کوئی لاٹھی وغیرہ موجود ہو لیکن اس لاٹھی وغیرہ کو زمین سخت ہونے کی وجہ سے گاڑنا ممکن نہ ہو تو کیا اس صورت میں وہ لاٹھی وغیرہ زمین پر لٹا دینے سے سترہ کے قائم مقام ہو جائے گی یا نہیں؟ مستفتی: صفی اللہ شیخ

﴿جواب﴾ سترہ کے لئے ضروری ہے کہ زمین میں کوئی ایسی چیز گاڑ دی جائے کہ جس کی لمبائی ایک ہاتھ کے برابر ہو اور موٹائی ایک انگلی کے برابر ہو یا اس مقدار کی کوئی چیز سامنے رکھ دی جائے مثلاً کوئی تھیلہ وغیرہ۔ اگر سترہ گاڑنا ممکن نہ ہو تو زمین پر لاٹھی وغیرہ صرف لٹا دینے سے وہ سترہ کے قائم مقام نہ ہوگی اور نمازی کے آگے سے گزرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ صرف سترہ کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے یا اپنی دل جمعی کے خاطر نمازی اپنے سامنے لاٹھی وغیرہ لٹا دے یا خط کھینچ لے تو اس کی گنجائش ہے۔ خط یا تو لمبائی میں قبلہ رخ کھینچے یا پھر عرضاً محراب کی شکل میں کھینچے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

لما فی مراقی الفلاح: (ص ۱۳۵، طبع قدیمی)

(لذا ظن) ای مرید الصلاة (مروره) ای المار (یستحب له) ای مرید الصلاة (ان یغرز

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سترة) لما روينا ولقوله ﷺ ليستتر احدكم ولوبسهم وان (تكون طول ذراع فصاعدا) لأنه سئل رسول الله ﷺ عن سترة المصلى فقال مثل مؤخرة الرحل بضم الميم وهمزة ساكنة وكسر الخاء المعجمة العود الذى فى آخر الرحل يحاذى رأ س الراكب على البعير وتشديد الخاء خطأ وفسرت بانها ذراع فما فوقه (فى غلظ الاصبع) لذلك ادناه لان مادونه لا يظهر للناظر فلا يحصل المقصود منها

ولما فى سنن ابى داود: (۱/۱۰۹، طبع رحمانيه)

عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا صلى احدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئا فان لم يجد فلينصب عصا فان لم يكن معه عصا فليخطط خطا ثم لا يضره ما مر امامه

ولما فى بذل المجهود: (۱/۳٦۷، طبع مكتبة الشيخ)

واما عند الحنفية فقال فى البدائع حكى ابو عصمة عن محمد انه قال لا يخط بين يديه فان الخط وتركه سواء لانه لا يبدو للناظر من بعيد فلا يمتنع فلا يحصل المقصود ومن الناس من قال يخط بين يديه خطا اما طولا شبه ظل السترة او عرضا شبه المحراب لقوله ﷺ اذا صلى احدكم فى الصحراء فليتخذ بين يديه سترة فان لم يجد فليخط بين يديه خطا لكن الحديث غريب ورد فيما تعم به البلوى فلا نأخذ به

ولما فى الحلبى الكبيرى: (ص ۳۲۰، طبع المكتبه النعمانيه كوئته)

ثم انما يجزى الغرز اما الالقاء والخط فاختلف فيه اذ لم يمكن الغرز فاختار فى الهداية العدم لانه لا فائدة فيه لعدم ظهوره للناظر ومن جوز استدل بحديث ابى داود المتقدم فان لم يكن معه عصا فليخط خطا وتقدم ما فيه لكن قد يقال انه يجوز العمل بمثله فى الفضائل كما مر آنفا ولذا قال ابن الهمام والسنة اولى بالاتباع مع انه يظهر فى الجملة اذ المقصود جمع الخاطر بربط الخيال به كيلا ينتشر انتهى وايضا ان سلم انه غير مفيد فلا ضرر فيه مع ما فيه العمل بالحديث الذى يجوز العمل به فى مثله وقال ابو داود قالوا الخط بالطول وقالوا بالعرض مثل الهلال انتهى واما الوضع ففى الكفاية يضع طولا لا عرضا ليكون على مثال الغرز

واللہ اعلم بالصواب: نعیم اللہ شیخ غفرلہ ولوالدیہ	الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی عنہ
فتویٰ نمبر ۳۰۲۳	۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

﴿امام کی اقتداء میں رکن کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابینا شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے لیکن کبھی تیسری رکعت میں وہ یہ محسوس کر لیتا ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہے (کیونکہ امام صاحب تکبیر کو کھینچتے نہیں ہیں) قعدہ میں بیٹھ کر التحیات مکمل کر لیتا ہے جب امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رکوع میں جانے کیلئے تکبیر کہتا ہے تب اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ امام رکوع میں گیا ہے یہ کھڑے ہو کر قیام کر لیتا ہے تو کیا اسکی نماز ہو گئی ہے؟ مستفتی: خبیب الرحمٰن

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جب یہ نابینا مقتدی قیام کر کے امام کیساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو اسکی نماز ہو گئی، متابعت امام میں تاخیر ہو گئی تاہم من جملہ متابعت پھر بھی پائی گئی۔

ولما فی رد المحتار: (۱/۴۷۱، طبع سعید)

فلو كانت المتابعة فرضا في الفرض مطلقا لبطلت صلاته مطلقا نعم تكون المتابعة فرضا بمعنى ان يأتي بالفرض مع امامه اوبعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارنا او معاقبا وشاركه فيه او بعدما فرغ منه فلولم يركع اصلا اوركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه اوبعده بطلت صلاته.

ولما فی رد المحتار: (۱/۵۹۵، طبع سعید)

فلونام في الثالثة واستيقظ في الرابعة فانه يأتي بالثالثة بلا قرأة فاذافرغ منها صلى مع الامام الرابعة وان فرغ منها الامام صلاها وحده بلا قرأة ايضا فلو تابع الامام ثم قضى الثالثة بعد السلام صح واثم.

ولمافی الکفایة بهامش فتح القدير: (۱/۱۴۸، طبع رشیدیه)

(وكذا قاله شيخنا رحمه الله ناقلا عن كتب المشائخ رحمهم الله قال الامام القاضي ظهير الدين ثمرة الخلاف تظهرفي ان هذا عنده لاحق في هذه الركعة حتى يأتي بهاقبل فراغ الامام وعندنا هو مسبوق بها حتى يأتي بعد فراغ الامام واجمعوانه انتهى الى الامام وهو قائم فكبر ولم يركع حتى رفع الامام ثم ركع انه يصير مدركا لتلك الركعة واجمعوا انه لو اقتدى به في قومة الركوع لا يصير مدركا لتلك الركعة.

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۲۳ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:

﴿امام جس حالت میں ملے بلا تاخیر اقتداء کرنی چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آکر فوراً امام کی اقتداء کر کے نماز میں شامل ہو جاتے ہیں خواہ امام جس حالت میں بھی ہو اور بعض ایسا کرتے ہیں کہ امام قومہ یا سجدہ میں ہو تو امام کے اٹھنے کا انتظار کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اقتداء فوراً ہی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کر لینی چاہیے یا امام کے اٹھنے کا انتظار کیا جائے؟ مستفتی: محمد حنیف کراچی

﴿جواب﴾ بعد میں شامل ہونے والے مقتدی کو چاہیے کہ امام کو جس حالت میں پائے تکبیر تحریمہ کہہ کر اسی حالت میں شامل ہو جائے امام صاحب کے اٹھنے کا انتظار کرنا غلط ہے۔

لمافی مشکوٰۃ (۱/۱۰۲، باب ما علی المأموم من المتابعة، طبع سعید)

اذا اتی احدکم الصلوۃ والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام۔

لما فی الدر المختار: (۲/۵۱۷، طبع امدادیه)

ومتی لم یدرک الرکوع معه تجب المتابعة فی السجدتین وان لم تحسبا له.

ولما فی الشامی: (۲/۵۱۷، امدادیه)

وحاصله انه اذا لم یدرک الرکعة لعدم متابعته له فی الرکوع او لرفع الامام ر ا ... منه قبل رکوعه لا یجوز له القطع کما یفعله بعض الجهلة لصحة شروعه، ویجب علیه متابعته فی السجدتین وان لم تحسبا له، کما لو اقتدی به بعد رفعه من الرکوع أو وهو ساجد کما فی البحر.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبد الرحمٰن

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر: ۲۰۳۹

﴿متوضی کی اقتداء متیمم کے پیچھے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دینی علوم کا طالبعلم ہوں، کچھ عرصہ پہلے میں ریل گاڑی میں سفر کر رہا تھا مغرب کی نماز کا وقت ہوا اور گاڑی مسلسل چل رہی تھی میرے آس پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں نے مجھے باشرع آدمی سمجھ کر نماز پڑھانے کو کہا لیکن اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور گاڑی میں پانی بھی موجود نہیں تھا جبکہ میرے باقی سارے ساتھیوں نے عصر کیلئے پانی سے وضو کیا تھا، اب میں نے تیمم کر کے انکو مغرب کی نماز پڑھائی بعد میں مجھے شک ہوا کہ کیا متوضی کی نماز متیمم امام کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

مستفتی: ثاقب محمد مردان

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں اگر واقعی پانی کی عدم موجودگی میں آپ نے تیمم کر کے انکو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نماز پڑھائی ہے تو نماز ادا ہو گئی ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۵۸۸،طبع: سعید)

(و صح اقتداء متوضی)لا ماء معه (بمتیمم)قال العلامة الشامی (قوله وصح اقتداء متوضئی متیمم)ای عندهما بناء علی ان الخلیفة عندهما بین الآلتین وهما الماء و التراب والطهارتان سواء

ولمافی الهندیة: (۱/۸۴، طبع رشیدیة)

ویجوز أن یأم المتیمم المتوضئین عند أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما الله تعالی هکذا فی الهدایة

ولما فی البحر الرائق:(۱/۳۶۳، طبع: سعید)

(قوله لا اقتداء متوضئ بمتیمم) أی لا یفسد، أطلقه فشمل الاقتداء فی صلاة الجنازة أو غیرها ......و ترجح المذهب بفعل عمرو بن العاص حین صلی بقومه بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضئون و لم یأمرهم علیه السلام بالاعادة حین علم۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: علی حیدر چارسدوی

۶ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ ۔ فتویٰ نمبر: ۳۳۳۰

﴿امام، مقتدی اور منفرد کی نماز میں فرق﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام، مقتدی اور منفرد کی نماز میں کیا فرق ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: طارق علیم

﴿جواب﴾ امام، مقتدی اور منفرد کی نماز میں مندرجہ ذیل امور میں فرق پایا جاتا ہے:

(۱) منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والے کیلئے صرف اپنی نماز کی نیت وارادہ ضروری ہے اور مقتدی یعنی جماعت کیساتھ نماز پڑھنے والے کیلئے اپنی نماز کی نیت وارادے کیساتھ ساتھ امام کی اقتداء کی نیت بھی ضروری ہے، جبکہ امام کیلئے اپنی نماز کے ساتھ امامت کی نیت کرنا باعث ثواب ہے، اگر امامت کی نیت نہیں کی تو کوئی فرق نہیں پڑتا.

لمافی تنویر الابصار مع الدر المختار: (۱/۴۲۰،طبع:سعید)

وینوی المقتدی (المتابعة)وفی الشامیة قوله (وینوی المقتدی)اما الامام فلا یحتاج الی نیة الامامة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وایضاً:(۱/۴۲۴،طبع سعید)

والامام ینوی صلاتہ فقط ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ.

(۲) پہلی رکعت کے شروع میں ثناء کے بعد امام اور منفرد کیلئے تعوذ یعنی "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھنا، جبکہ مقتدی امام کے پیچھے تعوذ نہ پڑھے

(۳) ہر رکعت کے شروع میں امام اور منفرد تسمیہ یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھے۔ جبکہ مقتدی امام کے اقتداء میں تسمیہ نہ پڑھے۔

لما فی تنویر الابصار مع الدر المختار:(۱/۴۸۹،طبع:سعید)

وکما استفتح تعوذ)بلفظ اعوذ سرا)......للقراءۃ .....(الا المقتدی)لعدمہا ....وکما تعوذ سمی غیر بلفظ البسملۃ ....سرا .....فی اول کل رکعۃ

وفی الشامیۃ قولہ غیر المؤتم)وہو الامام والمنفرد اذلادخل للمقتد لانہ لا یقرء

(۴) امام کیلئے جہری نمازوں میں (فجر،مغرب کی دو رکعات اورعشاء کی دو رکعات، تراویح، وتر اس طرح جمعہ اور عیدین میں آواز کیساتھ قراءت کرنا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے، اور منفرد کیلئے جہری نمازوں میں جہر اور اخفاء میں اختیار ہے جبکہ سری نمازوں میں امام اور منفرد دونوں سرًا قراءت کریں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۵۲۲،۵۳۳،طبع:سعید)

(یجہر الامام) وجوبا ....(فی الفجر اولی العشاء ین اداء وقضاء وجمعۃ وعیدین وتراویح ووتر بعدہا)یسر فی غیرہا (ویخیر المنفرد فی الجہر)وفی السریۃ یخافت

وایضا فی بحر الرائق:(۱/۳۴۴،طبع:سعید)

ولا یقرء المؤتم بل یسمع وینصت الخ

(۵) امام کیلئے تسمیع یعنی "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا اور مقتدی کیلئے تحمید یعنی "ربنا لک الحمد" کہنا، جبکہ منفرد کیلئے تسمیع اور تحمید دونوں کا کہنا سنت ہے

کذافی تنویر الابصار مع الدرالمختار:(۱/۴۹۲،طبع:سعید)

(۶) امام تکبیر تحریمہ، تکبیرات انتقالات، تسمیع، اور اس طرح سلام بلند آواز سے کہے گا جبکہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مقتدی تکبیر تحریمہ، تکبیرات انتقالات، تحمید اور سلام آہستہ پڑھے گا، اور منفرد بھی تکبیر تحریمہ، تسمیع، تحمید تکبیرات انتقالات اور سلام آہستہ پڑھے۔

لمافی تنویر الابصار مع الدر: (۱/۴۷۵، طبع سعید)

(وجهر الامام بالتكبير) بقدر حاجة للاعلام با الدخول والا نتقال وكذا با لتسميع والسلام وأما المؤتم والمنفرد فيسمع نفسه

وايضا فى حاشية الطحطاوى: (۲۶۲، طبع قديمى)

ويسن (جهر الامام با لتكبير والتسميع) لحاجته الى الا علام بالشروع والا نتقال ولا حاجة للمنفرد كالمأموم مراقى الفلاح (قوله ويسن جهر الامام الخ) وكذا السلام والمراد بالتكبير ما يعم تكبير العيدين والجنازة

(۷) مقتدی امام کی اقتداء میں متابعت کا ایسا اہتمام کرتا کہ ہر رکن ساتھ ساتھ بلا تأخیر ادا کرے جبکہ منفرد اور امام کسی کا متابعت نہیں کرینگے۔

وایضا فی رد المحتار: (۱/۴۸۱، طبع سعید)

والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عند هم.

(۸) مقتدی کی نماز فاسد ہونے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ البتہ امام کی نماز فاسد ہوجانے سے مقتدی کی نماز فاسد ہوجاتی ہے

(۹) امام پر سجدہ سہوہ لازم ہونے سے مقتدی پر بھی سجدہ سہوہ لازم ہوتا ہے جبکہ مقتدی کا امام کی اقتداء میں موجب سہوہ کام کرنے سے مقتدی اور امام دونوں پر سجدہ لازم نہیں ہوتا۔

لمافی الشامی: (۱/۵۹۱، طبع سعید)

واذ ظهرت حدث امامه .... (بطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفسادا

ولمافی بدائع الصنائع: (۱/۱۷۵، طبع سعید)

وسهو الامام يوجب السجود عليه وعلى المقتدى .... فاما المقتدى اذا سها فى صلاته فلا سهو عليه لانه لايمكن السجود.

(۱۰) منفرد اگر کسی وجہ سے جمعہ اور عیدین کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا، تو منفرد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہونے کے صورت میں جمعہ اور عیدین کی نماز نہ پڑھے بلکہ جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز پڑھے اور عیدین کا کوئی متبادل نہیں ہے۔

لما فی الدر المختار:(۱۵۷/۲،طبع سعید)

وکذا (اهل مصر فاتتهم الجمعة) فانهم يصلون الظهر بغير آذان ولا اقامة ولا جماعة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

﴿توبہ کرنے والے قاتل کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک آدمی نے چالیس سال پہلے کسی کو قتل کیا اور ابھی اس نے تبلیغ میں چلہ لگایا کبھی کبھی امامت بھی کراتا ہے جبکہ ایک دو مرتبہ بطور جرأت اس قتل کا تذکرہ بھی کیا تو کیا اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اسکی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر وہ یہ کہے کہ میں نے توبہ کر لی تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: شیر علی کوئٹہ

تنقیح: پہلے یہ بات واضح ہو کہ اس شخص نے قتل کیوں کیا تھا؟ ہوسکتا ہے جائز قتل کیا ہو؟ تاکہ صحیح جواب دیا جاسکے۔

جواب تنقیح: ناجائز قتل کیا تھا۔

﴿جواب﴾ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا ان بڑے گناہوں میں سے ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ناحق قتل کا معاملہ تو اور بھی سنگین ہے کہ اس میں صرف توبہ ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ مقتول کے ورثاء کو راضی کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، نیز کسی گناہ پر بجائے ندامت کے بطور فخر اس کا تذکرہ کرنا اور بھی زیادہ خطرناک ہے، چنانچہ صورت مذکورہ میں زبانی توبہ کرنے کے باوجود اس شخص کا فسق باقی ہے اسکی اقتداء بوجہ فسق مکروہ تحریمی ہے، البتہ کبھی اتفاق ہو جائے تو اسکی اقتداء میں بھی نماز ہو جاتی ہے دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی الشامی:(۲۹۸/۲،باب الامامۃ،طبع امدادیہ)

(وفاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك، كذا في البرجندي اسماعيل۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الهندية:(۱/۸۵)

وتجوز امامة الاعرابیّ والاعمى والعبد وولد الزنا والفاسق كذافی الخلاصة الا انهاتكره هكذا فی المتون.

ولمافی الشامی:(۱/۵۲۸،كتاب الجنايات)

(لاتصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقود وهبانية):ای لاتكفيه التوبة وحدها قال فی تبيين المحارم:واعلم أن توبة القاتل لاتكون بالاستغفار والندامة فقط بل يتوقف على ارضاء أولياء المقتول فان كان القتل عمداالابدأن يمكنهم من القصاص منه فان شاؤاقتلوه وان شاؤاعفوعنه مجاناًفان عفواعنه كفته التوبة"ه ملخصا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالرحمٰن

۲۰محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۵۲

﴿ایک مقتدی ہونے کی صورت میں امامت کاحکم﴾

﴿سوال﴾ ایک طالب علم سے سنا تھا کہ صرف ایک مقتدی کی صورت میں اقامت کی ضرورت نہیں ہوتی اسکی کیاحیثیت ہے؟نیز اس ایک مقتدی کااگروضوءٹوٹ جائے نماز کے درمیان میں یاوضوءشروع ہی سے نہ ہو،تواس صورت میں امام کی نماز میں کوئی خلل واقع ہوگایانہیں؟

﴿جواب﴾ صرف ایک مقتدی کی صورت میں بھی اقامت کہنا سنت ہے اوراس کاترک کرنا مکروہ ہے نیز مسؤلہ صورت میں مقتدی اگر بے وضوء ہو جائے توامام کی نماز پرکوئی اثر نہیں پڑےگااورامام کوجماعت کاثواب بھی مل جائیگا۔

ولمافی الدرالمختار:(۲/۶۳مطبع امدادیه)

(وكره تركهما)معاً (لمسافر)ولو منفرداً(وكذا تركها)لاتركه لحضور الرفقة.

لمافی مراقی الفلاح:(ص ۱۹۵،طبع قديمی)

أخرج عبدالرزاق عن سلمان رضی الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاكان الرجل بارض فخافت الصلوٰة فليتوضاء فان لم يجدماء فليتيمم فان أقام صلى معه ملكان وان اذن وأقام صلى معه من جنودالله مالايرى طرفاه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۵ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿امام کا دورانِ نماز کھانسنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر امام قراءت کرتے ہوئے آواز صحیح کرنے کی غرض سے کھانسے تو نماز میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بغیر کسی عذر کے کھانسنے سے اگر حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن آواز صحیح کرنے کی غرض سے یا تحسین صوت کی غرض سے کھانسنے پر نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا نماز درست ہو جاتی ہے۔

لمافی الهندية:(۱۰۱/۱،طبع رشيديه)

ويفسد الصلاة التنحنح بلاعذر بان لم يكن مدفوعاً اليه وحصل منه الحروف هكذا في التبيين وفيها أيضا بعد أسطر: ولو تنحنح لاصلاح صوته وتحسينه لاتفسد على الصحيح.

ولمافي التنوير و شرحه: (۳۷۷/۲،طبع امداديه)

(والتنحنح) بحرفين (بلا عذر) اما به بان نشأ من طبعه فلا (او) بلا (غرض صحيح) فلو لتحسين صوته أو ليهتدى امامه أو للاعلام أنه في الصلاة فلا فساد على الصحيح قال العلامة الشامي تحت هذا القول لانه يفعله لا صلاح القرأة فيكون من القرأة معنى كا المشي للبناء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی
فتویٰ نمبر: ۳۱۲

﴿جماعت کا وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مسجد میں کھڑے کھڑے امام کے اٹھنے کا انتظار کرتے ہیں جبکہ نماز کے لئے ابھی کچھ وقت باقی ہوتا ہے تو اس وقت میں ان کا بیٹھنے کے بجائے کھڑا رہنا کیسا ہے؟

مستفتی: عطاء الرحمٰن

﴿جواب﴾ مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں وقار اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا اور ہر طرح سے اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا سب نمازیوں کی ذمہ داری ہے، وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے اور مسجد کے آداب کے بھی خلاف ہے، اس لئے ایسے امور سے بچنا چاہیئے بلکہ وقت پورا بھی ہو جائے تب بھی امام سے پہلے کھڑے ہونا مناسب نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهندیة:(۵۷/۱،طبع رشیدیه)

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات.

ولمافی الدرالمختار:(۷۱/۲،طبع امدادیه)

دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد الى قيام الامام في مصلاه.

ولمافی البحر الرائق:(۲۵۷/۱،طبع سعید)

ولو أخذ المؤذن في الاقامة ودخل رجل في المسجد فانه يقعد الى أن يقوم الامام في مصلاه.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
فتوی نمبر: ۱۳۲

﴿فرض نماز کے بعد امام کیلئے بلا تاخیر جگہ تبدیل کرنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ امام جب فرض نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کیلئے سنتوں کیلئے جگہ تبدیل کرنا سنت مؤکدہ ہے یا مستحب ہے؟ بینوا توجروا
مستفتی: مولوی گل محمد

﴿جواب﴾ نماز سے فارغ ہو کر فقہا کرام نے امام کیلئے جگہ بدلنے کو مستحب لکھا ہے اور اسی جگہ سنت ونوافل پڑھنے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مستحب حکم ہے سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

لما في الدر المختار مع رد المحتار ۵۳۱/۱ طبع سعيد

وفي الخانية يستحب للامام التحول ليمين القبلة يعني يسار المصلي لتنفل او ورد وخيره في المنية بين تحويله يمينا وشمالا واماما وخلفا (قوله وخيره) لكن التخيير الذي في المنية ان كان صلاة لا تطوع بعدها فان شاء انحرف — وان كان بعدها التطوع وقام يصليه يتقدم او يتاخر اوينحرف يمينا او شمالا او يذهب الى بيته فيتطوع ثمه وهذا التخيير لا يخالف ما مر في الخانية لانه بيان الجواز وذاك لبيان الافضل وعلى هذه الصفحة ايضا (قوله يكره للامام التنفل في مكانه) بل يتحول مخيرا كما ياتي عن المنية والكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانيه

ولما في المراقي الفلاح ص ۱۱۶ طبع قديمي

ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى يساره ليتطوع بعد الفرض

ولما في العالمگيرية ۸۵/۱ طبع قديمي

واذا سلم الامام من الظهر والمغرب والعشاء كره له المكث قاعدا لكنه يقوم الى التطوع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فی مکان الفریضۃ ولکن ینحرف یمنۃ و یسرۃ او یتاخر وان شاء رجع الی بیتہ یتطوع فیہ

ولما فی البدائع ۱/۱۸۵ طبع بیروت

عن ابن عمرؓ انہ یکرہ للامام ان یتنفل فی المکان الذی ام فیہ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شفقت اللہ

۲۱ صفر الخیر ۱۴۲۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۰۶

﴿اگلی صف میں خالی جگہ ہو تو کس طرح آگے جانا چاہیے؟﴾

﴿سوال﴾ پہلی صف میں خلا کو پر کرنا دوران نماز کیسا ہے؟ اگر ضروری ہے تو جانے کا کیا طریقہ ہے قدموں کو گھسیٹ کر یا قدم اٹھا کر جائے نیز شروع نماز میں خلا باقی رہے یا نماز کے درمیان میں خلا واقع ہو جائے ان دونوں کے حکم میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اور اگر دو صفوں کے درمیان کوئی سترہ ہو تو اس پر سے جا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دوران نماز اگر کوئی جگہ سامنے سے خالی ہو جائے یا شروع ہی سے کوئی جگہ خالی تھی لیکن نیت باندھنے کے بعد اس پر نظر پڑ گئی تو پچھلی صف میں کھڑے شخص کے لئے ضروری ہے کہ آگے بڑھ کر خلا کو پر کر دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو کسی اور کے لئے اس جگہ کو پر کرنا جائز ہے، چاہے نمازیوں کے سامنے سے گزرنا پڑے یا صف چیر کر جانا پڑے اور اگر نیت باندھنے سے پہلے اگلی صف میں خالی جگہ ہے تو پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے دوران نماز، نماز کی اصلاح کے لئے قدم اٹھا کر چلنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی تاہم چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر جانا چاہیئے۔

لما فی الدر المختار: (۲/۲۱۲-۲۱۳، طبع امدادیہ)

ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرھم.

وفی الشامیۃ: وفی القنیۃ قام فی اٰخر صف وبین الصفوف مواضع خالیۃ فللداخل أن یمر بین یدیہ لیصل الصفوف لانہ أسقط حرمتہ فلا یأثم المار بین یدیہ.

ولما فی البدائع: (۱/۲۱۸، طبع سعید)

قال بعض المشائخ ان مشی خطوۃ خطوۃ لاتفسد صلاتہ وان مشی خطوتین خطوتین تفسد وعند بعضھم لاتفسد کیفما کان لان المسجد فی حکم مکان واحد لکن لا اقل من الکراھۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿صفوف کے اتصال وانفصال کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ نماز میں صفوف کے متصل ہونے کی کیا حیثیت ہے؟ کتنا فاصلہ انفصال کہلائے گا؟ کیا دو تین فٹ کی دیوار کے حائل ہو جانے سے انفصال متحقق ہو جائے گا؟

﴿جواب﴾ جماعت کی نماز کے لئے اتصالِ صفوف ضروری ہے صفوں کے اتصال کے بغیر اقتداء صحیح نہیں ہوگی، انفصال کی حد یعنی صفوں کے درمیان فاصلے کی صورتیں مختلف ہیں مثلاً: مسجد کے اندر اگر چہ زیادہ فاصلہ ہو تب بھی اقتداء درست ہے، اسی طرح چھوٹے گھر میں نماز باجماعت ہو رہی ہو تو زیادہ فاصلے سے بھی اقتداء درست ہوگی کیونکہ مکان ایک ہے اور اگر مکان امام اور مقتدی کا الگ الگ ہو تب تو بلا اتصالِ صفوف اقتداء درست نہیں ہوگی، صحراء اور بیاباں میں اگر صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے یعنی جسمیں دو صفیں سماسکیں وہ فاصلہ مانعِ اقتداء ہے، اسی طرح بڑا گھر جسکی وسعت چالیس ہاتھ ہو، کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر دو صفوں کے درمیان کوئی عام راستہ ہو یا نہر جاری ہو یا تالاب ہو جسکی لمبائی، چوڑائی دس دس ہاتھ ہو تو مانعِ اقتداء ہے، دو صفوں کے درمیان اگر کوئی دیوار حائل ہو تو اگر انتقالاتِ امام سے مقتدی باخبر ہوں تو دیوار کے ورے انکی اقتداء درست ہے اور اگر انتقالاتِ امام رکوع وسجود کے بارے میں اشتباہ ہو تو ان کی اقتداء درست نہیں ہے۔

لمافی تنویر الابصار: (۲/۳۳۰ طبع مدادیہ)

(ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیہ العجلة اونہر تجری فیہ السفن اوخلاء فی الصحراء یسع صفین والحائل لایمنع) الاقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت...... ولواقتدیٰ من سطح دارہ المتصلة بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان.

ولمافی الشامی: (۲/۳۳۴ طبع امدادیہ)

حاصل کلام الدرران اختلاف المکان مانع مطلقا اما اذا اتحد، فان حصل اشتباہ منع والا فلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حكم تكرار الجماعة﴾

﴿سوال﴾ هل يجوز تكرار الجماعة ولنا مسجد قريب من السوق له امام وقوم معين يأتى الناس من السوق بعد جماعة المحلة ويصلون بالجماعة هل يجوز هذا؟

﴿جواب﴾ يكره تكرار الجماعة لصلوة واحدة فى مسجد محلة له امام وقوم معين واما مسجد الطريق او السوق فيجوز تكرار الجماعة فيهما لعدم اختصاصهما بقوم واحد واما المسجد المذكور فلا بأس بتكرار الجماعة فيه لانه فى حكم مسجد السوق لقربه منه والله اعلم.

لما فى الدر المختار: (۲/ ۲۸۸، طبع امداديه)

ويكره تكرار الجماعة باذان واقامة فى مسجد محلة لا فى مسجد طريق او مسجد لا امام له ولا مؤذن.

ولما فى الولوالجية (۱/ ۷۲، طبع فاروقيه پشاور)

واذا صلى اهل المسجد بالجماعة باذان كره الاذان والجماعة لغيرهم الا اذا كان المسجد على الطريق لانا لو جوزنا ذلك يؤدى الى تقليل الجماعة۔۔ بخلاف ما اذا كان المسجد على الطريق

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد غفرلہ ولوالدیہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۱۳

﴿بچے کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میرا ایک بچہ جس کی عمر ۵ سال ہے میرے ساتھ مسجد جانے پر اڑا رہتا ہے اسلئے میں اسے اپنے ساتھ مسجد نماز کیلئے لے جاتا ہوں اور بڑوں کی صف میں اسے بھی اپنی ایک جانب میں کھڑا کرتا ہوں اور وہ اچھے انداز سے نماز کے ارکان بڑوں کو دیکھ کر ادا کرتا ہے بعض نمازیوں کا کہنا ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے اس لیے اس کو لیکر اگلی صف میں کھڑا نہیں ہونا چاہیے بلکہ پیچھے بچوں کی صف میں ہی اسے کھڑا کرنا ضروری ہے، عرض یہ ہے کہ کیا میرا مذکورہ بچے کو لے کر مسجد آنا اور اگلی صف میں اپنے ساتھ اسے کھڑا کرنا شریعت کی رو سے درست ہے؟

﴿جواب﴾ بچہ اگر اتنا چھوٹا ہو کہ اس کے سبب سے مسجد کے ناپاک ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو جیسے پیشاب وغیرہ کرنے کا خطرہ ہو تو اسے مسجد میں لانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کم سنی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باوجود مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنا جانتا ہو، نیز نماز وضو سے بھی واقف ہو تو ایسے بچے کو مسجد لانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اسے بچوں کی صف میں کھڑا کیا جائے، تاہم اگر بچے زیادہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ کرتے ہوں یا مجمع بڑا ہونے کی وجہ سے ان کے گم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بچوں کو بڑوں کے بیچ میں کھڑا کرنا بھی درست ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ کا اپنے بچے کو مسجد لانا اگر مذکورہ بالا شرائط کے موافق ہے تو جائز ہے، نیز اگر گڑبڑ کرنے کا اور گم ہو جانے وغیرہ کا اندیشہ ہے یا اور اس قسم کی بات ہو تو اپنے ساتھ کسی بھی صف میں اُسے کھڑا کر سکتے ہیں۔

لمافی الشامی:(۲/۳۱۴،طبع امدادیہ)

ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف ....وكذالو كان المقتدى رجلا وصبيا يصفهما خلفه لحديث انسؓ فصففت انا واليتيم ورآنه والعجوز من ورآئنا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ | فتوی نمبر:۴۲

﴿مسجد کی پانچویں منزل سے زمینی منزل پر کھڑے امام کی اقتداء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک پانچ منزلہ مسجد جس کے ابتدائی دو منزلیں پنجگانہ نماز میں عام طور پر نمازیوں سے بھر جاتی ہیں جبکہ باقی منزلیں نماز جمعہ وعیدین کیلئے استعمال ہوتی ہیں، نماز پنجگانہ میں سے کسی نماز میں اگر کوئی پانچویں منزل میں کھڑے ہو کر زمینی منزل پر کھڑے امام کی اقتداء کرے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بوجہ عذر کرے تو کیا حکم ہے؟ بلا عذر کرے تو کیا حکم ہے؟

مستفتی: فیاض احمد ایبٹ آبادی

﴿جواب﴾ نماز تو بہر حال ہو جاتی ہے، البتہ بلا عذر شرعی ایسا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اس سے اجتناب ضروری ہے، یہ سب اس وقت ہے جبکہ امام کے انتقالات میں اشتباہ نہ ہوتا ہو ورنہ نماز کسی حال میں بھی درست نہ ہوگی۔

لمافی التنویر:(۲/۳۲۳،طبع امدادیہ)

والحائل لا يمنع ان لم يشتبه حال امامه ولم يختلف المكان.

ولمافی الرد:(۲/۳۳۵،طبع امدادیہ)

فقد تحرر بما تقرر ان اختلاف المكان مانع من صحة الاقتداولو بلا اشتباه وانه عند

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الاشتباه لا يصح الاقتداء وإن اتحد المكان.

ولما في الهندية:(۱/۱۰۷،طبع رشيديه)

ويكره للمقتدي ان يقوم خلف الصفوف وحده اذا وجد فرجة.

ولما في البزازية بهامش هندية:(۲/۵۵-۵۷،طبع رشيديه)

والمسجد وإن كبر الفاصل لا يمنع - الخ- صلى خلف الصفوف منفردا مختارا بلا ضرورة كره الخ.

ولما في الطحطاوي(ص۱۹۹،طبع قديمي)

نقلا عن الخلاصة ان صلى خلف الصف منفردا مختارا من غير ضرورة يجوز و تكره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبیداللہ عابد یروی

۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر ۱۸۳۱

﴿اگلی صف پُر کرنے کیلئے سنتیں پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور پیچھے صفوں میں لوگ سنتیں وغیرہ پڑھ رہے ہوں مثلاً: تین چار آدمی ساتھ کھڑے ہیں اور سنتیں پڑھ رہے ہیں اور انکے سامنے کافی جگہ خالی ہیں تو صف بندی کی خاطر انکے سامنے سے گزرنا جائز ہے یا ناجائز؟ یا انکے سلام پھیرنے تک وہ جگہ خالی رہے؟ مستفتی: حاجی مظہر یعقوب ابوبکر مسجد ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ عام حالت میں کسی نمازی کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے احادیث مبارکہ میں اس پر سخت وعید آئی ہے، البتہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور اگلی صف میں خالی جگہ ہو جس کو پُر کرنے کیلئے کسی نمازی کے سامنے سے بھی گزرنا پڑے تو شریعت میں اسکی گنجائش ہے مذکورہ صورت میں چار افراد ایک ساتھ متصل کھڑے ہو کر سنتیں وغیرہ پڑھ رہے ہیں یہ انکی غلطی ہے انکے سامنے گزرنے سے گناہ بھی انہی کو ہوگا جماعت کھڑی ہونے کا وقت قریب ہو تو سنت پڑھنا منع ہے یا کم از کم صفوں سے ہٹ کر پڑھے، اسی طرح ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں اسکے سامنے سے گزرنے پر لوگ مجبور ہوں تو گناہ نمازی کو ہوگا۔

لما في اعلاء السنن:(۵/۸۱،طبع دار الكتب بيروت)]

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم "لو يعلم احدكم ماله في ان يمر بين يدي اخيه معترضا في الصلوة كأن لأن يقيم مائة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عام خير من الخطوة التي خطاها".

ولما في رد المحتار:(۱/۶۳۵،طبع سعيد)

وقد أفاد بعض الفقهاء ان هنا صورا اربعا الاولىٰ ان يكون للمار مندوحة عن المرور بين يدى المصلى ولم يتعرض المصلى لذالك فيختص المار بالاثم ان مر الثانية مقابلتها وهي ان يكون المصلى تعرض للمرور والمار ليس له مندوحة عن المرور فيختص المصلى بالاثم دون المار. الثالثة ان يتعرض المصلى للمرور ويكون للمار مندوحة فيأثمان أما المصلى فلتعرضه واما المار فلمروره مع امكان ان لا يفعل. الرابعة ان لا يتعرض المصلى ولايكون للمار مندوحة فلا يأثم واحد منهما كذا نقله الشيخ تقى الدين بن دقيق العيد رحمة الله تعالى..... والظاهر ان من الصورة الثانية ما لو صلى عند باب المسجد وقت اقامة الجماعة ، لان للمار ان يمر على رقبته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۹۹

﴿ایک مقتدی ہو تو قعدہ اخیرہ میں تیسرا شخص کس طرح شامل ہو؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ امام کی اقتداء میں ایک ہی مقتدی دائیں جانب کھڑا ہو تیسرا آدمی ایسے وقت آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں تھا تو یہ تیسرا آدمی کس طرح جماعت میں شامل ہو۔

﴿جواب﴾ امام کی اقتداء میں ایک ہی مقتدی اگر نماز پڑھ رہا ہو اور تیسرا آدمی قعدہ اخیرہ میں اقتداء کیلئے آیا تو امام صاحب کی بائیں جانب کھڑا ہو، پہلے والے مقتدی کو پیچھے ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما في رد المحتار:(۱/۵۶۸،طبع سعيد)

والذى يظهر انه ينبغى للمقتدى التأخر اذا جاء ثالث فان تأخر والاجذبه الثالث ان لم يخش افساد صلوته فان اقتدى عن يسار الامام يشير اليهما بالتأخر وهو اولىٰ من تقدمه لانه متبوع ولان الاصطفاف خلف الامام من فعل المقتدين لاالامام،فالاولىٰ ثباته فى مكانه وتأخر المقتدى ويؤيده مافى الفتح عن صحيح مسلم قال جابر "سرت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى غزوة فقام يصلى فجئت حتى قمت عن يساره فاخذ بيدى فادارنى عن يمينه فجاء ابن صخر حتى قام عن يساره فاخذ بيديه جميعا فدفعنا حتى اقامنا خلفه" وهذا كله عند الامكان والا تعين الممكن والظاهر أيضا اذا لم يمكن فى القعدة الاخيرة والا اقتدى الثالث عن يسار الامام ولا تقدم ولا تأخر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۱۷ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۶۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صف میں نمازی کا اپنے لئے جگہ خاص کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مسجد میں صف میں اپنے لئے جگہ خاص کر لیتے ہیں جب بھی مسجد میں آتے ہیں اس ایک جگہ پر بیٹھتے ہیں اس ایک جگہ پر نماز پڑھتے ہیں، کیا اس طرح مسجد میں جگہ خاص کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں اپنے لئے جگہ خاص کرنے کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے، لہٰذا اس کی عادت بنانے سے بچنا چاہیے۔

لمافی مراقی الفلاح:(۱/۱۹۹،طبع قدیمی)

یکرہ للانسان ان یخص نفسہ بمکان فی المسجد یصلی فیہ لأنہ ان فعل ذالک تصیر الصلاۃ فی ذالک المکان طبعا والعبادۃ متی صارت کذلک کان سبیلھا الترک ولہٰذا کرہ صوم لأبد.

ولمافی الدرالمختار:(۲/۲۳۹،طبع امدادیہ)

وتخصیص مکان لنفسہ قال الشامی تحت ھذہ المسئلۃ (وتخصیص مکان لنفسہ) لانہ یخل بالخشوع کذا فی القنیۃ: أی لأنہ اذا اعتادہ ثم صلی فی غیرہ یبقی بالہ مشغولاً بالأول بخلاف اذا لم یألف مکانا معینا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۲۲۲

محاذاۃ المرأۃ کی حقیقت

سوال: محاذاۃ المرأۃ سے کیا مراد ہے؟ کیا اس میں محرم خواتین، ماں، بہن، بیوی، بیٹی وغیرہ بھی داخل ہیں؟ اور کیا اس سے عورت کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے یا صرف مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے؟ جواب تفصیل کیساتھ عنایت فرمائیں۔ مستفتی: امیر حمزہ

جواب: محاذاۃ المرأۃ کا مطلب یہ ہے کہ عورت باجماعت نماز میں مرد کے برابر کھڑی ہو جائے اور دونوں کی ایک ہی نماز ہو محاذاۃ میں پنڈلی اور ٹخنوں کا اعتبار ہے، محرمہ اور غیر محرمہ کا کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں، اگر کوئی بالغہ عورت کسی مرد کے محاذاۃ میں کھڑی ہو جائے تو چند شرائط کے ساتھ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے (۱) مثلاً بغیر کسی حائل ورکاوٹ کے مکان ایک ہو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۲) عورت عاقلہ بالغہ ہو مجنونہ نہ ہو (۳) تحریمہ اور اداء کے لحاظ سے مرد اور عورت میں اشتراک ہو (۴) امام نے عورت کی اقتداء کی نیت کی ہو (۵) محاذاۃ رکن کامل میں ہو (۶) ان دونوں کی جہت متحد ہو (اسکی وضاحت حوالہ میں موجود ہے) (۷) رکوع اور سجدہ والی نماز ہو (۸) مرد کا کوئی عضو عورت کے قدموں کا محاذی ہو جائے (۹) مرد نے اسے ہٹنے کیلئے اشارہ نہ کیا ہو وغیر ذلک۔

مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی ایک شرط کے مفقود ہونیکی صورت میں مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے مرد (امام) نے عورتوں کی اقتداء کی نیت نہ کی ہو یا مرد نے عورت کو ہٹنے کا اشارہ کیا ہو اور وہ نہ ہٹی ہو تو ان صورتوں میں صرف عورت کی نماز فاسد ہوگی۔

لما في الهندية: (۸۹/۱، باب الامامة، الفصل الخامس، طبع رشيديه)

(ومنها) ان يكونا في مكان واحد حتى لو كان الرجل على الدكان والمرأة على الارض والدكان مثل قامة الرجل لاتفسد صلاته (ومنها) ان يكونا بلاحائل حتى لو كان في مكان متحد بان كانا على الارض أو على الدكان الا ان بينهما اسطوانة لاتفسد صلاته هكذا في الكافي..... (ومنها) ان ينوي الامام امامتها أو امامة النساء وقت الشروع لابعده ولايشترط حضور النساء لصحة نيتهن (ومنها) ان تكون المحاذاة في ركن كامل حتى لو كبرت في صف وركعت في آخر وسجدت في ثالث فسدت صلاة من عن يمينها ويسارها وخلفها من كل صف. (ومنها) ان تكون جهتهما متحدة حتى لو اختلفت لاتفسد ولا يتصورا ختلاف الجهة الافي جوف الكعبة.....

لما في الدر على الرد: (۳۱۲/۲ تا ۳۲۰، باب الامامة، طبع امداديه)

(واذا حاذته) ولو بعضو واحد وخصه الزيلعي بالساق والكعب (امرأة) ولوامة (مشتهاة) حالاً كبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمة أو ماضيا كعجوز (ولا حائل بينهما) أقله قدر ذراع في غلظ اصبع أو فرجة تسع رجلاً (في صلاة) وان لم تتحد كنيتها ظهراً بمصلي عصر على الصحيح، سراج، فانه يصح نفلا على المذهب بحر. وسيجئ (مطلقة) خرج الجنازة (مشتركة) فمحاذاة المصلية لمصل ليس في صلاتها مكروهة لامفسدفتح (تحريمة) وان سبقت ببعضها (وأداء) ولو حكماً كلاحقين بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقين والمحاذاة في الطريق (واتحدت الجهة) فلو اختلف كمافي جوف الكعبة وليلة مظلمة فلا فساد (فسدت صلاته) لو مكلفا والا لا (ان نوى) الامام وقت شروعه لابعده.....

الجواب صحيح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۴۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿محاذات کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کی امامت کررہا تھا، کوئی اور شریک نہیں تھا وہ آ کر اس طرح کھڑی ہوئی جیسا کہ ایک امام اور ایک مقتدی کھڑے ہوں، تو کیا بیوی کا ان کیساتھ اس طرح کھڑے ہونے سے محاذات کا حکم ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ محاذات اس کو کہا جاتا ہے کہ عورت کا ٹخنہ اور پنڈلی مرد کے کسی عضو کے برابر ہو، البتہ بعض فقہاء نے پورے قدم کی محاذات کا اعتبار کیا ہے، صورت مذکورہ میں اگر عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے برابر میں ہو تو محاذات کہلائیگی اور نماز نہیں ہوگی لیکن تھوڑی مؤخر ہونے کی صورت میں نماز ہوجائیگی۔

لمافی الشامی:(۵۷۲/۱،طبع:سعید)

قال :المرأة اذاصلت مع زوجها فی البیت ان کا ن قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة ،وان کان قدما ها خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع رأس المرأة فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم الاتری أن صید الحرم اذا کان رجلاه خارج الحرم یحل أخذه ..... المحاذت أن تساوی قدم المرأة شیأمن اعضاء الرجل ،فالقدم ما خوذ فی مفهوم علی ما نقل عن المطرزی .....فمساواة غیر قدمها لعضوه غیر مفسدة ،وأنه لو اقتدت به متأخر ه عنه بقدمها صحت صلا تها وان لزم منه محاذاة بعض أعضا نها لقد مه أو غیر ه فی حالة الرکوع أو السجود ،لأن المانع لیس محاذاة ای عضو منها لأی عضومنه ،ولا محاذاة قدمه لأی عضومنها بل المانع محاذاة قدمها فقط لأی عضو منه

ولما فی الهندیة: (۸۹/۱،طبع:رشیدیه)

والمعتبر فی المحاذاة الساق والکعب علی الصحیح هکذا فی التبین ولمرأة تتناول الا جنبیة والمحرمة والحلیة ولصغیرة المشتهاة ولکبیرة التی ینفر عنها الرجال هکذا فی الکفایة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ
فتویٰ نمبر: ۳۲۳۶

﴿ابرص آدمی کو امام بنانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو برص کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بیماری ہے برص پورے جسم میں پھیلا ہوا ہے اور لوگ اس سے نفرت بھی کرتے ہیں کیا ایسے آدمی کو امام بنانا جائز ہے؟ بینوا توجروا
مستفتی محمد عادل پشاور

﴿جواب﴾ ایسا آدمی جس کو مذکورہ بالا بیماری ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسے آدمی کو امام نہیں بنانا چاہیے۔

لما فی الهندية:(۱/۸۷،طبع رشيديه)

رجل ام قوماوهم له كارهون ان كانت الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة يكره له ذلك،هكذافی كنزالدقائق.(ص۲۸حاشية۸،طبع قديمی)

ولمافی الدرالمختار:وكذاتكره خلف امرد وسفيه،ومفلوج وابرص شاع برصه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی
۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
فتویٰ نمبر: ۷۸۷

﴿دو آدمیوں کی جماعت کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ دو آدمی ایک ساتھ جماعت ادا کر رہے ہیں تو قیام کا طریقہ کیا ہوگا؟ اسی دوران اگر تیسرا آجائے تو وہ کہاں کھڑا ہوگا؟
مستفتی: عتیق الرحمٰن بکر

﴿جواب﴾ دو آدمیوں کی جماعت کی صورت میں ایک امام بن جائے اور دوسرا مقتدی بن جائے اور مقتدی امام کے دائیں جانب تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہو جائے اگر اسی دوران تیسرا شخص آجائے تو پہلے والے مقتدی کو چاہیے کہ وہ پیچھے ہو جائے، اگر وہ پیچھے نہ ہو تو نیا مقتدی آرام سے اس کو پیچھے کھینچے اگر اس کے فساد صلوٰۃ کا اندیشہ نہ ہو یا امام صاحب ہاتھ کے ذریعہ پیچھے کی طرف کر دیں اور اگر ساتھ کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے، امام صاحب کو آگے نہیں ہونا چاہیے۔

لمافی الصحيح للبخاری:(۱/۹۷،طبع قديمی)

عن ابن عباس بت عند خالتی ميمونة فقام النبی ﷺ يصلی من الليل فقمت أصلی معه فقمت عن يساره فأخذبرأسی وأقامنی عن يمينه.

لمافی رد المحتار:(۱/۵۶۸،طبع سعيد)

والذی يظهرانه ينبغی للمقتدی التأخراذاجاء ثالث فان تأخروالاجذبه الثالث ان لم يخش افساد صلوته فان اقتدی عن يسار الامام يشير اليهمابالتأخروهواولیٰ من تقدمه لانه متبوع ولان الاصطفاف خلف الامام من فعل المقتدين لاالامام،فالاولیٰ ثباته فی

مکانه وتأخر المقتدی وبإزاءه مافی الفتح عن صحیح مسلم قال جابر "سرت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی غزوة فقام یصلی فجئت حتی قمت عن یساره فاخذ بیدی فادارنی عن یمینه فجاء ابن صخر حتی قام عن یساره فاخذ بیدیه جمیعا فدفعنا حتی اقامنا خلفه" وهذا کله عند الامکان والا تعین الممکن والظاهر أیضا انه لم یمکن فی القعدة الاخیرة والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تأخر.

ولما فی فتح القدیر: (۱/۲۰۹، طبع رشیدیه)

ولو اقتدی واحد بآخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبه قبل التکبیر لا یضره وقیل یتقدم الامام ویکره ان یصلی منفردا خلف الصف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرہ اللہ

۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر:

﴿عذر کیوجہ سے جماعت چھوڑنے کی گنجائش﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں بعض دفعہ مریض کا معائنہ کرتے ہوئے کچھ کام باقی ہوتا ہے کہ جماعت کا وقت ہو جاتا ہے اب اگر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے جاتا ہوں تو مریض کو تکلیف ہوگی مزید برآں ساری محنت پر پانی پھیر جاتا ہے تو کیا اس صورت میں میرے لئے گنجائش ہے کہ میں جماعت سے تاخیر کروں یا جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے؟ مستفتی: ڈاکٹر حازم حسین

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا صورت میں آپ کیلئے جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے۔

لما فی مراقی الفلاح: (ص ۱۱۱، طبع قدیمی)

ویسقط الجماعة بواحد من ثمانیة عشر شیأ ومنها قیامه بمریض یستضر بغیبته

لما فی الهندیة: (۱/۸۳، طبع رشیدیه کوئٹه)

وتسقط الجماعة بالاعذار ــ او کان قیما لمریض.

ولما فی الشامیة: (۲/۲۹۳، طبع امدادیه ملتان)

وقیامه لمریض ای یحصل بغیبته المشقة والوحشة کذا فی الامداد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۸۰۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دفتر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص اپنے دفتر ہی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرے۔ اور مسجد جانے کا اہتمام نہ کرے اور مسجد نہ جانے کا یہ عذر بتلائے کہ اگر ہم یہاں دفتر میں جماعت کا اہتمام نہ کریں تو دفتر کے دوسرے لوگ بالکل ہی نماز نہ پڑھیں گے تو اسکا کیا حکم ہے؟ نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ جماعت کا ثواب ملیگا یا نہیں؟ اور ایسی سوچ رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نماز ہو جائیگی، جماعت کا ثواب بھی ملیگا لیکن مسجد کی اپنی ایک فضیلت ہے وہ اس صورت میں اگرچہ حاصل نہ ہوگی لیکن اگر اس شخص کا یہ عمل واقعی دعوت ہی کی غرض سے ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی نماز پڑھ لیں سستی کی وجہ سے نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کو جو اجر و ثواب ملیگا، بلاشبہ وہ مسجد کے اجر و ثواب سے بھی زیادہ ہوگا، البتہ خیال رہے کہیں یہ دائمی عمل نہ بن جائے بلکہ دوسروں کی بھی ایسی تربیت کریں کہ وہ بھی مستقل مسجد میں جماعت کیساتھ نماز کا اہتمام کرنے والے بن جائیں، وماذالک علی اللہ بعزیز۔

لمافی روح المعانی:(۱۰/۲۶۲،طبع رشیدیہ)

انما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر---الاية.والمراد بالعمارة مايعم مرمة---وأدامة العبادة والذكر ودراسة العلوم الشرعية فيها ونحو ذلك---وفيه ايضا:تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر---الاية.

ولمافيها البزار والطبراني:كذافي فضائل اعمال)

عن قباث ابن اشيم الليثيؓ قال:قال رسول الله ﷺ:صلوة الرجلين يؤم احدهما صاحبه ازكى عندالله من صلوة اربعة تترى وصلوة اربعة ازكى عندالله من صلوة ثمانية تترى وصلوة ثمانية يؤمهم احدهم ازكى عندالله من صلوة مائة تترى.

ولمافي التنوير مع الدر:(۲/۵۵۲،طبع سعيد)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال واقلها اثنان واحد مع الامام ولو مميزا أو ملكا أو جنيا في مسجد أو غيره---الخ.

ولمافي الشامية:(۲/۵۵۲،طبع سعيد)

(قوله في مسجد أو غيره) قال في القنية:واختلف العلماء في اقامتها في البيت والاصح

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

انها كالامتهالى المسجدالالى الأفضلية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: انیس کان اللہ لہ

۱۰ صفر ۱۴۳۶ھ — فتویٰ نمبر: ۲۴۱۹

﴿دورانِ نماز اگلی صف میں خالی جگہ پُر کرلینی چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر دورانِ نماز نمازی کے سامنے والی صف میں جگہ خالی ہو تو نمازی چل کر اگلی صف میں جا سکتا ہے؟ مستفتی: محمد آصف

﴿جواب﴾ دورانِ نماز اگر نمازی کے سامنے والی اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو آگے چل کر اس جگہ کو پُر کرنا چاہیے اگر اس کے علاوہ دائیں بائیں یا پچھلی صف میں نماز پڑھنے والوں میں سے بھی کوئی اس جگہ کو پُر کرسکتا ہے چاہے دوسرے نمازیوں کے سامنے سے گزرنا پڑے اس کو کوئی گناہ نہ ہوگا، البتہ قدم اُٹھائے بغیر ٹھہر ٹھہر کر اگلی صف میں جائے۔

لمافی الدر مع الرد: (۱/۶۳۲، طبع سعید)

ولو كان فرجةفللداخل أن يمر على رقبةمن لم يسدهالأنه أسقط حرمتنفسه فتنبه (قوله ولو كان فرجةالخ) كان تامة وفرجة فاعلها قال في القنية: قام في آخر الصف في المسجد بينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل أن يمر بين يديه ليصل الصفوف لأنه أسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه دل عليه ما ذكر في الفردوس برواية ابن عباسؓ عن النبي ﷺ أنه قال "من نظر الى فرجة في صف فليسدها بنفسه فان لم يفعل فمر مار فليتخط على رقبته فانه لا حرمة له" أي فليتخط المار على رقبة من لم يسد الفرجة قلت: وليس المراد بالتخطي الوطء على رقبته لأنه قد يؤدي الى قتله ولا يجوز بل المراد أن يخطو من فوق رقبته واذاكان له ذالک فله أن يمر من بين يديه بالأولى فافهم.

ولمافی رد المحتار أيضا:

ولو وجد فرجة في الأول لا الثاني له خرق الثاني لتقصيرهم وفي الحديث "من سد فرجة غفر له وصح خياركم ألينكم مناكب في الصلوة بقي ما اذا رأى الفرجة بعد ما أحرم هل يمشي اليها؟ لم أره صريحا وظاهر الاطلاق نعم قال ... ثم رأيت في مفسدات الصلوة من الحلية عن الذخيرة ان كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الأول فمشى اليها لم تفسد صلاته لأنه مأمور بالمراصة قال عليه الصلوة تراصوا في الصفوف ولو كان في الصف الثالث تفسد لأنه عمل كثير.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزل شاہ

۲۱ رجب ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۹۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿خاص عذر کی وجہ سے صف سے الگ نماز پڑھنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں اگر نماز پڑھنے مسجد جاؤں تو میری وجہ سے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور اگر گھر میں پڑھوں تو تسلی نہیں ہوتی بعد میں پتہ چلا کہ میرے لیے گھر میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے جب تک شفایاب نہ ہو جاؤں، پوچھنا یہ ہے کہ اس دوران میں نے مسجد میں بہت سی نمازیں ایسی پڑھی تھیں کہ جماعت کے ساتھ تو شامل تھا لیکن صفوں سے دور مسجد کے کونے میں اکیلے کھڑے ہو کر ادا کی تھیں حالانکہ صفوں میں اتصال اور تسویہ ضروری ہے، لہذا میری یہ نمازیں درست ہیں یا لوٹانی پڑیں گی؟

﴿جواب﴾ بلا عذر صفوں میں خالی جگہ چھوڑنا اور صفوں کے درمیان اتصال قائم کیے بغیر نماز پڑھنا خلاف سنت ہے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے، البتہ عذر کی وجہ سے ہو تو کراہت نہیں رہتی، لہذا عذر کی وجہ سے آپ نے جو نمازیں مسجد کے کونے میں ادا کی ہیں وہ بلا کراہت درست ہیں اس وقت آپ کے لئے افضل یہی تھا کیونکہ کامل مسلمان وہ ہے جو دوسروں کو ایذا نہ پہنچائے۔

لمافی الهندية:(۱/۱۲۱، كتاب الصلاة، باب فيما يفسد الصلاة طبع قديمي)

وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو قام في فناء المسجد واقتدى بالامام صح اقتداؤه وان لم تكن الصفوف متصلة ولا المسجد ملآن.

ولما في ردالمحتار:(۲/۵۷، باب ادراك الفريضة، ايچ . ايم . سعيد)

والحاصل أن السنة في سنة الفجر أن ياتي بها في بيته..... لكن فيما اذا كان للمسجد موضعان والامام في أحدهما ذكر في المحيط أنه قيل لا يكره لعدم مخالفة القوم وقيل يكره لأنهما كمكان واحد.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: حفیظ اللہ بیگ چترالی

۲۸ صفر ۱۴۳۲ھ   فتویٰ نمبر: ۲۹۲۹

﴿صفوف کے درمیان خالی جگہ کیسے پُر کریں؟﴾

﴿سوال﴾ مسجد میں صف کے درمیان خالی جگہ دیکھ کر گھسنا کیسا ہے؟ جبکہ چند رکعتیں بھی ہو چکی ہوں ایسی صورت میں اگر نمازی کے سامنے سے گزرنا پڑ جائے تو نمازی کے سامنے سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

گذرنا الگ گناہ نہیں؟ برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مسجد میں اگر صف کے درمیان جگہ خالی ہو تو اس کو پر کرنا نہ صرف درست ہے بلکہ ضروری ہے چاہے ایک رکعت ہوئی ہو یا چند رکعتیں ہوگئی ہوں نمازی کے سامنے سے گذرنا اس وقت منع ہے جب نمازی انفرادی نماز پڑھ رہا ہو، جماعت میں شریک نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت نہیں خصوصاً صف کے خلاء کو پر کرنے کیلئے۔

لمافی سنن ابی داؤد :(۱۰۹/۱،باب سترۃ الامام سترۃ لمن خلفه،طبع رحمانیه)

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال هبطنا مع رسول الله ﷺ من ثنية اذخر فحضرت الصلاة يعني فصلى الى جدر فاتخذه قبلة ونحن خلفه فجاءت بُهمة تمر بين يديه فمازال يدارئها حتى لصق بطنه بالجدر ومرت من ورائه.

ولمافی الشامية:(۵۷۰/۱)

(قوله لتقصيرهم)يفيد ان الكلام فيما اذا شرعوا وفي القنية قام في آخر صف وبينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل ان يمر بين يديه ليصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه دل عليه مافي الفردوس عن ابن عباس ؓ عنه ﷺ من نظر الى فرجة في صف فليسدها بنفسه.

اور اسی طرح شامی میں حدیث نقل کی گئی ہے :توسطوا الامام وسدوا الخلل.

ولمافی تنویر الابصار:(۶۳۸/۱)

(وكفت سترة الامام)للكل اى للمقتدين به كلهم وعليه فلو مر مار في قبلة الصف في المسجد الصغير لم يكره اذا كان للامام سترة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: کتبہ عبدالستار

۱۴۲۸ھ فتوی نمبر:

﴿حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کرنے والے کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی پر حج فرض تھا اس نے ادا نہیں کیا اور اس رقم سے زمین خرید لی، یہ آدمی کبھی کبھی امامت کرتا ہے، کیا اس شخص کی اقتداء میں نماز ہو جاتی ہے؟ سائل: عبدالرحیم

﴿جواب﴾ زمین کے بغیر اگر اس آدمی کے گھر کا گزارا ممکن ہے تو زمین کو فروخت کر کے حج ادا کرنا ضروری ہے یا کسی سے قرض لیکر حج ادا کرے بشرطیکہ بعد میں واپسی کی بھی قدرت ہو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یہ سب کچھ ممکن نہ ہو تو گناہ پر توبہ واستغفار کرتا رہے اور اس کی اقتداء میں نماز ہو جاتی ہے۔

لما فی الدر: (۲/۴۵۵، طبع امدادیہ)

لو لم یحج حتیٰ اتلف ماله وسعه ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائه.

ولما فی الرد نقلا عن الظهیریة:

ان لم یکن عنده مال واراد ان یستقرض فان استقرض وادیٰ ولم یقدر علی قضائه حتی مات یرجی ان یقضی الله تبارك وتعالی دینه فی الآخرة، وان کان اکبر رأیه انه لو استقرض لایقدر علی قضائه کان الافضل له عدمه واذا کان هذا فی الزکوٰة المتعلق بها حق الفقراء ففی الحج اولی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبیداللہ عابد دیروی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۷۶

﴿امام کا علماء پر افتراء کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام ہے جو دوسرے علماء پر افتراء برا بھلا اور غیبت کرتا رہتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ایک امام صاحب دیگر علماء کرام پر افتراء کرتا ہے برا بھلا کہتا ہے یہ یکطرفہ بات ہے پوری طرح اس کی صداقت پر اطمینان نہیں ہو رہا آخر امام صاحب خود بھی تو عالم دین ہوگا۔

افتراء برا بھلا علماء کرام کے علاوہ کسی عام آدمی پر کرنا گناہ کبیرہ ہے جبکہ علماء کرام پر افتراء برا بھلا کہنا نہ صرف گناہ کبیرہ ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر کا بھی اندیشہ ہے تو کسی امام صاحب کی شان سے یہ بات بہت دور ہے، امام صاحب کی طرف اس گناہ کی نسبت اگر نمازیوں کے علم میں بھی ہے تو امام کو چاہئے کہ اس بارے میں اپنی صفائی پیش کریں تاکہ نمازیوں کا ذہن صاف ہو، اس سے امام صاحب کی عزت مجروح نہ رہیگی بلکہ عزت میں اضافہ ہوگا۔

امامت بڑا نازک شعبہ ہے، امام کو بڑا وسیع ظرف اور اخلاق کا بلند معیار رکھنا چاہئے، ان کی ہر بات کا عام لوگوں پر اچھا یا برا اثر پڑتا ہے۔

لما فی قوله تعالی: (سورة الحجرات آیة ۱۲)

ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً فکرهتموه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

و قال صاحب روح المعانی فی تفسیر ہذہ الآیة:(۲۲/۲۹ طبع: رشیدیه)

و منها ما لا ينبغي ان يشكّ في انه من أكبر الكبائر كغيبة الاولياء و العلماء بالفاظ الفسق والفجور و نحوها من الالفاظ الشديدة الايذاء.

وقال صاحب كشاف اصطلاحات الفنون:(۱۱۳۲/۲ طبع سهيل اكيڈمی لاهور)

الفسق في اللغة :عدم إطاعة امرالله تعلى.

وفي الشرع :(ارتكاب المسلم كبيرة اوصغيرة مع الاصرار عليها)فالمسلم المرتكب للكبيرة أو المصر على الصغيرة يسمى فاسقا.

ولما في المشكوة:(۴۱۱ طبع سعيد)

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر(متفق عليه)

ولما في المشكوة :(۴۱۲ طبع سعيد)

عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال اتدرون ما الغيبة قالوا الله ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل افرأيت ان كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه ما تقول فقد اغتبته وان لم يكن فيه ماتقول فقد بهته(رواه مسلم)

ولما في الحديث كنزالعمال:(۲۲/۶رقم ۱۴۱۱ رحمانيه)

صلو خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدو مع كل بر وفاجر (هق ابى هريرة)

ولما في قاضی خان :(۸۷/۱ طبع قديمی)

واذاصلى الرجل خلف فاسق او مبتدع يكون محرزا ثواب الجماعة لمارويناه من الحديث

ولما في الشامی :(۵۶۰/۱ طبع سعيد)

واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً ولا يخفى أنه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة ،فانه لا يؤمن ان يصلي بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال.

ولما في الهداية اولين :(۱۲۴ طبع رحمانيه)

(ويكره تقديم العبد) لانه لايتفرغ للتعلم (ولا عرابى) لأن الغالب فيهم الجهل (والفاسق) لانه لا يهتم لا مر دينه.

ولما في الهنديه :(۲۶۰/۲)

يخاف عليه الكفر اذا شتم عالما اوفقيها من غير سبب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :نصرت اللہ بنوی غفرلہ ولوالدیہ

۸ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۵۳۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ولد الزنا کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ ایک آدمی نے ولد الزنا کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ قرآن کریم کا حافظ بن گیا اور آئندہ کیلئے علم دین حاصل کرنے کا عزم کیا ہے اسکے جملہ اخراجات پرورش کرنے والا برداشت کرتا ہے، کیا ایسا لڑکا بلوغت کے بعد مستقل امام بن سکتا ہے؟ اور عالم بننے کے بعد درس قرآن وکتب دے سکتا ہے؟ پرورش کرنے والے کو اسکے اخراجات برداشت کرنے کا ثواب ملے گا؟ اور یہ لڑکا بھی علم دین اور حفظ قرآن کے ثواب کا مستحق ہوگا؟　　سائل: محمد زید

﴿جواب﴾ زنا سے کوئی بچہ پیدا ہوتو اس میں اس بچے کا کوئی قصور نہیں ہے یہ بیچارہ تو مظلوم ہے، دوسروں کے برے عمل سے اس کی عزت نفس مجروح ہوئی ہے، حفظ وعلم کا اجر وثواب اس کو ملے گا اور پرورش کرنے والے کو بھی ملے گا اس کو چاہیے کہ ایسے علاقے میں امامت یا دین کے دوسرے شعبے میں خدمات انجام دے جہاں لوگوں میں اس کا ولد الزنا ہونا معروف نہ ہو، ایسے علاقے میں امامت وغیرہ میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ جہاں عام لوگ جانتے ہوں کہ یہ ولد الزنا ہے تو وہاں اس کو امام نہیں بنانا چاہیے اور مسجد کے انتظامیہ کیلئے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے آدمی کو مستقل امام مقرر کریں۔

لما فی البحر الرائق (۱/۳۴۸-۳۴۹، طبع سعید)

وکره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولد الزنی اما الکراهة فمبنیة علی قلة رغبة الناس فی الاقتداء بهؤلاء...... وینبغی ان یکون کذلک فی العبد وولد الزنا اذا کانا افضل القوم فلا کراهة اذا لم یکونا محتقرین بین الناس لعدم العلة للکراهة.

ولما فی التنویر: (۱/۵۶۲،) (وولد الزنا)

وفی الشامیة: انه لیس له اب یربیه ویؤدبه ویعلمه فیغلب علیه الجهل بحر. اولنفرة الناس عنه.

ولما فی کتاب الاختیار لتعلیل المختار: (۱/۸۰)

لان امامتهم تقلل الجماعات...... وولد الزنا یستخف به عادة ولیس له من یعلمه فیغلب علیه الجهل.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: عبید اللہ عابد دیروی

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۹۷۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اعادہ والی نماز میں نو وارد لوگوں کی شرکت صحیح ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام پر سجدہ سہو واجب ہو گیا تھا امام بھول کر اسے ادا نہ کرسکا مقتدیوں کے یاد دلانے پر دوبارہ جماعت پڑھتے وقت نو وارد حضرات جماعت ثانی میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ کئی فتاویٰ دیکھ لئے ہیں، بعض نے جواز اور بعض نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مستفتی: فرمان اللہ گلشن آباد

﴿جواب﴾ اس مسئلہ میں اختلاف کی اصل وجہ فقہاء کرام کا یہ مسئلہ ہے کہ نماز میں صرف واجب اگر چھوٹ جائے تو نمازی فرض سے بری الذمہ ہو جاتا ہے، البتہ نماز کا اعادہ واجب رہتا ہے لوٹانے کی صورت میں پہلی نماز فرض دوسری واجب یا پہلی نماز نفل دوسری فرض یا دونوں فرض کا حکم رکھتی ہیں؟ دونوں کو فرض کا حکم دینے سے تکرار فرض لازم آئیگا، پہلی نماز کو نفل کہنا بھی مشکل ہے، ورنہ فرض سے بری الذمہ کیسے قرار دے سکتے ہیں، اس لئے بعض نے پہلی نماز کو فرض اور دوسری کو واجب کا درجہ دیا جب کہ بعض نے دونوں کو فرض اور بعض نے دوسری نماز کو فرض، اور پہلی کو نفل کا حکم دیا۔

لمافی الدر المختار (۱/۴۵۷، طبع سعید)

وكذا كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها.

ولمافی الشامیة: (۱/۴۵۸، طبع سعید)

(والمختار انه) اى الفعل الثانى جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة على الاصح، كذا فى شرح الأكمل على اصول البزدوى ومقابله ما نقلوه عن ابى اليسر من ان الفرض هو الثانى، واختار ابن الهمام الاول قال لان الفرض لايتكرر وجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالاول انه لازم ترك الركن لا الواجب، الا ان يقال المراد ان ذلك امتنان من الله تعالى، اذ يحتسب الكامل وان تاخر عن الفرض لما علم سبحانه انه سيوقعه اه يعنى ان القول بكون الفرض هو الثانى يلزم عليه تكرار الفرض لان كون الفرض هو الثانى دون الاول يلزم منه عدم سقوطه بالاول وليس كذلك، لان عدم سقوطه بالاول انما يكون بترك فرض لا بترك واجب وحيث استكمل الاول فرائضه لاشك فى كونه مجزئا فى الحكم وسقوط الفرض به وان كان ناقصا بترك الواجب، فاذا كان الثانى فرضا يلزم منه تكرار الفرض، الا ان يقال اه فافهم.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جنہوں نے پہلی نماز کو فرض اور دوسری کو واجب جان لیا تو اس کے نتیجے میں جماعت ثانی میں نو وارد کی اقتداء کو ناجائز قرار دینا پڑتا کہ قوی عمل (فرض) کی اقتداء کمزور (واجب) کے پیچھے لازم نہ آئے جیسا کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز نہیں ہے، بعض اردو فتاوی میں اسی قول پر فتوی دیا گیا ہے (امداد الاحکام ۱/۵۶۳، خیر الفتاوی ۲/۳۹۵، فتاوی دار العلوم دیوبند) لیکن علامہ ابن عابدینؒ نے فتاوی شامیہ میں اس کے خلاف قول کو ترجیح دی ہے یعنی وقت کے اندر اعادہ کیصورت میں دوسری نماز کو فرض علی وجہ الکمال اور پہلی نماز کو نفل کا درجہ دیا ہے اور تمام اشکالات کے معقول جوابات دینے کے بعد سلف کے اس نزاع کو نزاع لفظی قرار دیکر بہترین تطبیق دی ہے، چنانچہ دوسرے مقام پر اس مسئلہ میں تفصیلی بحث فرماتے ہیں: (۲/۶۵، سعید)

(تنبیہ) یؤخذ من لفظ الاعادۃ ومن تعریفھا بما مر انہ ینوی بالثانیۃ الفرض، لان ما فعل اولا ھو الفرض، فاعادتہ فعلہ ثانیا اما علی القول بان الفرض یسقط بالثانیۃ فظاھر، واما علی القول الآخر فلان المقصود من تکریرھا ثانیا جبر نقصان الاولی فالاولی فرض ناقص، والثانیۃ فرض کامل مثل الاولی ذاتا مع زیادۃ وصف الکمال.

یعنی لفظ اعادہ اور اس کی تعریف سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ دوسری نماز فرض ہی کی نیت سے ادا کر رہا ہے، اس لئے کہ جو عمل پہلے کیا وہ فرض تھا تو اعادہ بھی اسی عمل کا کہلائے گا، سو جو لوگ دوسری نماز کو مسقط فرض قرار دے رہے ہیں ان کے نزدیک تو دوسری نماز کو فرض کہنا کوئی مشکل نہیں ہے اور جو لوگ پہلی نماز کو مسقط فرض قرار دے رہے ہیں تو انکے قول کی بناء پر بھی تطبیق ہو سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ اعادہ سے مقصود پہلی نماز میں ہونے والے نقصان کی تلافی ہے، لہذا پہلی نماز فرض ناقص اور دوسری وصف کمال کی زیادتی کیساتھ فرض کامل کہلائے گی، پھر فرمایا: ۲/۶۵

ولو کانت الثانیۃ نفلا لزم ان تجب القراءۃ فی رکعاتھا الاربع وان لا تشرع الجماعۃ فیھا ولم یذکروہ

یعنی دوسری نماز اگر نفل ہوتی تو تمام رکعتوں میں قراءت بھی لازم ہوتی اور با جماعت ادا کرنا بھی جائز نہ ہوتا چونکہ اس موقف پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ دوسری نماز کو اگر فرض مان لیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلی نماز سے فرضیت ساقط نہیں ہوئی جبکہ اس پر تو اتفاق ہے کہ فرضیت تو پہلی مرتبہ نماز پڑھنے سے ذمہ سے ساقط ہوگئی ہے اس اشکال کا جواب دے رہے ہیں:

ولا یلزم من کونھا فرضا عدم سقوط الفرض بالاولی، لان المراد انھا تکون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فرضا بعد الوقوع، اما قبله فالفرض هو الاولى (۲/۶۵، طبع سعید).

یعنی دوسری نماز کو فرض مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نماز سے فرضیت ساقط نہیں ہوئی یا تکرار فرض لازم آرہا ہے، اس لئے کہ دوسری کو فرض قرار دینا دوسری کی ادائیگی کے بعد ہی ہے اور جب تک یہ دوسری ادا نہیں ہوئی تب تک پہلی ہی فرض کے حکم میں تھی: (۲/۶۵، طبع سعید)

وحاصله توقف الحكم بفرضية الاولى على عدم الاعادة وله نظائر كسلام من عليه سجود السهو يخرجه خروجا موقوفا.

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ پہلی نماز کو فرض کا حکم ملنا عدم اعادہ پر موقوف ہے اعادہ کیا جائے تو پہلی کی فرضیت نہیں رہے گی اور اس موقف کیلئے نظائر بھی ہیں مثلاً: کسی کو سجدہ سہو یاد نہ رہے اور سلام پھیر دے تو اس سلام سے خروج مصلی جو کہ فرض ہے متحقق تو ہوجائیگا لیکن یہ خروج موقوف رہیگا، سجدہ سہو یاد آنے کیصورت میں خروج کالعدم شمار ہوگا بشرطیکہ سلام کے بعد کوئی دوسرا عمل منافی صلاۃ نہ کرے: (۲/۶۵، طبع سعید) وكفساد الوقتية مع تذكر الفائتة كما سياتي.

دوسری نظیر: صاحب ترتیب کو دوران نماز فوت شدہ نماز یاد آجائے تو اسکی یہ جاری نماز فاسد ہوجائیگی لیکن یاد آنے کے باوجود اگر فوت شدہ نماز کا اعادہ نہیں کیا یہاں تک کہ صاحب ترتیب نہ رہے تو وہ فساد ختم ہوجائیگا اور وہ نماز صحیح قرار پائیگی۔

تیسری نظیر: عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں مغرب کی نماز اگر کوئی پڑھ لے تو مزدلفہ میں اس کا اعادہ ضروری ہے اور وہی فرض کہلائیگی لیکن طلوع فجر تک اگر اس کا اعادہ نہیں کیا تو راستے میں مغرب کے وقت جو نماز پڑھی تھی اسی کو فرض صحیح کا حکم مل جائیگا، اس کے بعد علامہ شامیؒ نے دونوں قولوں میں تطبیق فرمائی اور اس نزاع کو صرف لفظی نزاع قرار دیا، چنانچہ فرماتے ہیں: (۲/۶۵، طبع سعید)

وبهذا ظهر التوفيق بين القولين وان الخلاف بينهما لفظي، لان القائل ايضا بان الفرض هو الثانية اراد به بعد الوقوع.

اور اس موقف کو اختیار کرنے کی وجہ بیان فرمائی: (۲/۶۵، طبع سعید)

والا لزم الحكم ببطلان الاولى بترك ما ليس بركن ولا شرط كما مر عن الفتح، ولزم ايضا انه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یلزمه الترتيب في الثانية لوتذكر فائتة والغالب على الظن انه لايقول بذلك احد ونظير ذلك القراة في الصلاة فان الفرض منها آية والثلاث واجبة والزائد سنة وماذاك الا بالنظر الى ماقبل الوقوع بدليل انه لوقرأ القرآن كله في ركعة يقع الكل فرضا وكذالواطال القيام والركوع والسجود.

آخر میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اس مسئلہ کی حقیقت مجھ پر واضح فرمائی اسکو غنیمت سمجھو اور یہ وضاحت آپکو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملی گی۔

هذانهاية ماتحررلي من فتح الملك الوهاب ،فاغتنمه فانه من مفردات هذاالكتاب(۲/۱۵).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد عفا اللہ عنہ

۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:

﴿امام کا صفوں کو سیدھا کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مساجد میں خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد امام بلند آواز سے صفوں کو سیدھا کرنے کا حکم دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ جماعت کی نماز میں صفوں کا سیدھا ہونا بڑا اہم ہے جس کیلئے امام اگر بلند آواز سے مقتدیوں کو اس کی ہدایت کرتا ہے تو یہ نہ صرف صحیح بلکہ مستحب عمل ہے۔

لمافي البحرالرائق:(۱/۳۵۲،طبع سعيد)

وينبغي للقوم اذاقامواالى الصلاة ان يتراصواويسدواالخلل ويسووابين مناكبهم في الصفوف ولاباس ان يامرهم الامام بذلك وهكذافي الهندية:(۱/۸۹).

ولمافي التنويرمع الدر:(۱/۵۶۸،طبع سعيد)

(ويصف):اي يصف الامام بان يامرهم بذلك قال الشمني : وينبغي ان يامرهم بان يتراصواويسدواالخلل ويسووامناكبهم ويقف وسطا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۷۹۷

﴿امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں جگہ اتنی تنگ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے کہ اس میں دو صفیں بن سکتی ہیں اور اگر امام محراب سے باہر نکل کر کھڑا ہو تو ایک صف بنتی ہے تو کیا ایسی صورت میں امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا جائز ہے؟ مستفتی: محمد اسلم کمالیہ

﴿جواب﴾ امام کا بغیر عذر محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر کوئی عذر ہو یعنی جگہ تنگ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

لمافی الهندية:(۱۰۸/۱ طبع رشیدیه)

ویکره قیام الامام وحده فی الطاق وهوالمحراب ولایکره سجوده فیه اذاکان قائما خارج المحراب هکذافی التبیین اذاضاق المسجدبمن خلف الامام فلاباس بان یقوم فی الطاق کذافی الفتاوی البرهانية.

ولمافی الشامية:(۲/۲۱۴-۲۱۵،طبع امدادیه)

(وقیام الامام فی المحراب لاسجوده فیه)وقدماه خارجه لان العبرة للقدم (مطلقا)وان لم یتشبه حال الامام ان علل بالتشبه وان بالاشتباه ولااشتباه فلااشتباه فی نفی الکراهة —وهذا کله(عند عدم العذر)کجمعة وعید فلوقاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان.

(قوله:ان علل بالتشبه—)قید للکراهة—الی ان قال وفی حاشیة البحر للرملی: الذی یظهر من کلامهم انها کراهة تنزیه(قوله:فلوقاموا—)تفریع علی عدم الکراهة عند العذرفی جمعة وعید قال فی المعراج:وذکرشیخ الاسلام انما یکره هذااذلم یکن من عذر: اما اذا کان فلایکره کمافی الجمعة اذاکان القوم علی الرف وبعضهم علی الارض لضیق المکان وحکی الحلوانی عن ابی اللیث: لایکره قیام الامام فی الطاق عندالضرورة بان ضاق المسجدعلی القوم.

واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی	الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ۸۱۴	۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

﴿غیر مقلدین کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ غیر مقلدین کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ اگر غیر مقلد امام کے بارے میں یہ یقین ہے کہ دوسرے مذہب کی رعایت کر کے نماز پڑھاتا ہے بایں طور کہ نماز میں کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کرتا جس کی وجہ سے حسب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مذہب امام نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسے غیر مقلد کے اقتداء میں نماز بلاشبہ صحیح ہے۔

لما فی الهندية:(۱/ ۸۴،طبع رشیدیه)

والاقتداء بشافعی المذهب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف.

اور اگر اس امام کے بارے میں یہ یقین ہو کہ رعایت کر کے نماز نہیں پڑھاتا تو ایسے امام کی اقتداء صحیح نہیں۔

لما فی الدر:(۲/ ۳۰۲،طبع امدادیه)ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح.

عموماً غیر مقلدین بدوں رعایت کے نماز پڑھادیتے ہیں بلکہ بے شمار مسائل تو ایسے بھی ہیں جن میں جمہور احناف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان کے نزدیک وضو پر کوئی اثر ہی نہیں پڑتا مثلاً: زخم سے خون نکل کر بہہ جانا، ریح کا نکلنا جب کہ بو محسوس نہ ہو تو ان حضرات کے نزدیک وضو برقرار رہتا ہے، اسی طرح کپڑے پر منی کا درہم کی مقدار سے زیادہ ہونا جرابوں پر مسح کا درست ہونا وغیرہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ کرامؒ پر سب وشتم بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ فاسق قرار پاتے ہیں، لہٰذا ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے حتی الامکان بچنا چاہیئے لیکن اگر فتنہ وفساد پھیلنے کا اندیشہ ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ ان کے پیچھے پڑھ لے بعد میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اعادہ کرلے۔

لما فی امداد الفتاوی :(۱/ ۲۵۳،طبع دار العلوم کراچی)

ان غیر المقلدین هم اصناف فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتهادیة ----ومنهم من یختلف معهم فی الاجماعیات عند اهل السنة ---وتجویز سب اهل السلف وامثال ذلک.....فالاولیٰ ان یقتدی بهم دفعاللفتنة ثم یعید اخذابالاحتیاط.

ولما فی الشامی:(۲/ ۳۰۳،طبع امدادیه)

فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذالم یجد غیره والا فالاقتداء بالموافق افضل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: راحت اللہ عفااللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۹۳

﴿کیا صحت اقتداء کے لئے امام کا حال معلوم ہونا ضروری ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رائے ونڈ مرکز میں تقریباً

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ایک ہزار طالب علم اور تقریباً تین ہزار تبلیغی حضرات مقیم ہیں اس کے علاوہ روزانہ تقریباً چار پانچ ہزار کا مجمع مسافر رہتا ہے، عرض یہ ہے کہ اگر کسی مسافر کی مرکز میں پہلی جماعت فوت ہوگئی اور دوسری جماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھے اور امام صاحب کے بارے میں علم نہ ہو کہ مسافر ہیں یا مقیم تو کیا لاعلمی کے اقتداء صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر اقتداء صحیح ہے تو یہ مسافر مقتدی جس کو امام کے ساتھ ایک رکعت ملی ہو پوری نماز پڑھے یا قصر کرے؟

﴿جواب﴾ اقتداء صحیح ہونے کے لئے امام کا حال معلوم ہونا ضروری ہے کہ امام مسافر ہے یا مقیم، تاہم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی اگر معلوم ہو جائے کہ امام مسافر ہے یا مقیم اور مقتدی مسبوق نے اس کے مطابق نماز پوری کی ہو تو اس سے بھی نماز صحیح ہو جائیگی، امام مسافر ہو تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اعلان کرنا چاہئے کہ ہم مسافر لوگ ہیں اگر کوئی مقیم ہے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

تبلیغی مرکز میں مسافروں کا مجمع غالب رہتا ہے زیادہ تر دوسری جماعت ایسے ہی لوگ ادا کرتے ہیں وہاں کے مقیم لوگ پہلی جماعت میں حاضری کا اہتمام کرتے ہیں اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ بعد میں جماعت ادا کرنے والا مسافر ہی ہوگا اس ظاہری حال سے استدلال کرتے ہوئے مسافر نمازی کو چاہیے کہ وہ بھی سفر کی نماز پوری کرے، البتہ بعد میں اگر اس کے خلاف معلوم ہوا تو نماز لوٹانا واجب ہوگا۔

لما فی البحر:(۱۲۶/۲، باب صلاۃ المسافر، طبع سعید)

ویستحب ان یقول ذلک (اتموا صلاتکم فانا قوم سفر) بعد السلام کل مسافر صلی بمقیم لاحتمال ان خلفہ من لا یعرف حالہ ولا یتیسر لہ الاجتماع قبل ذہابہ فیحکم بفساد صلاۃ نفسہ بناء علی ظن اقامۃ الامام ثم افسادہ بسلامہ علی راس الرکعتین وھذا محمل ما فی الفتاوی اذا اقتدی بالامام لا یدری امسافر ھو ام مقیم لا یصح لان العلم بحال الامام شرط الاداء بجماعۃ اھ لا انہ شرط فی الابتداء.

لما فی المبسوط:(۱۳۵/۲، طبع دار المعرفۃ بیروت)

لان الظاہر من حال من فی موضع الاقامۃ انہ مقیم والبناء علی الظاہر واجب حتی یتبین خلافہ فان سافروا فاخبرھم انہ مسافر جازت صلاتھم۔ وفی القدیۃ وان کان خارج المصر لاتفسد ویجوز الاخذ بالظاہر فی مثلہ.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی العنایة علی ھامش فتح القدیر:(۲/۱۴ طبع رشیدیه)

واما اذا علموا بعد الصلوة بحال الامام جازت صلاتھم وان لم یعلموا بحاله وقت الاقتداء و بھذا یعلم حاله فی الآخرة بقوله.

ولما فی الدر المختار:(۲/۱۱۶ طبع امدادیه)

(وندب للامام)ھذا یخالف الخانیة وغیرھا ان العلم بحال الامام شرط لکن فی حاشیة الھدایة للھندی:الشرط العلم بحال الامام فی الجملة لا فی حال الابتداء وفی الشامیة:وحاصله تسلیم اشتراط العلم بحال الامام ولکن لا یلزم کونه فی الابتداء ...... والبناء علی الظاھر واجب حتی یتبین خلافه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عبداللہ عفا اللہ عنہ

اا جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر:۸۷۹

﴿تعلیماً نابالغ حافظ کی اقتداء کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ حافظ قرآن کریم پختہ کرنے کیلئے نوافل میں سنائے اور بالغ حافظ اسکی اقتداء کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نابالغ حافظ کی اقتداء نوافل میں بھی درست نہیں ہے،البتہ اگر وہ اپنا قرآن پختہ کرنے اور تراویح کی عادت ڈالنے کیلئے نوافل میں قرآن مجید سنائے تو لقمہ دینے کیلئے ایک حافظ ہو اور اگر ایک کافی نہ ہو تو دو حافظ تعلیماً اقتداء کر سکتے ہیں البتہ فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے اقتداء جائز نہ ہوگی۔(فتاویٰ رحیمیہ ۴/۱۸۷)

لما فی المبسوط:(۱/۱۸۰،طبع دار المعرفة بیروت)

واما الاقتداء بالصبی فی التطوع فقد جوز محمد بن مقاتل الرازی للحاجة الیه والاصح عندنا لا یجوز لان نفل الصبی لا یلزمه القضاء بالافساد وبناء القوی علی الضعیف لا یجوز کیف وقد قال رسول اللہ ﷺ الامام ضامن والصبی لا یصلح ضامنا للنفس فکیف یصح منه الضمان لصلاة المقتدی

وکذا فی الھندیة:(۱/۸۵رشیدیه)وکذا فی کبیری:(۵۱۶ سھیل اکیڈمی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:ریاض الرحمٰن

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر:۱۶۰۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿امام کے پیچھے اقتداء کب تک جائز ہے؟﴾

﴿سوال﴾ الی متی یصح الاقتداء فاذا سلم الامام بالتسلیمۃ واحدۃ فاقتدی به احد فهل یصح اقتدائه ام لا؟

﴿جواب﴾ لا یصح الاقتداء بعد التسلیمۃ الاولی لان بها یحصل التحلیل الا اذا سلم من علیه السهو فاقتدی به احد فان سجد للسهو یصح اقتدائه به والا فلا.

لما فی حلبی کبیری:(ص۴۷۵،طبع سهیل اکیڈمی)

ویبتنی علی هذا مسائل منها انه لو اقتدی به احد بعد السلام یصح اقتدائه مطلقا عند محمدؒ وعندهما ان سجد للسهو صح والا فلا.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۲۹،طبع رشیدیه)

ان سلم بنیة القطع من وجب علیه السهو فهو فی الصلاة ان سجد للسهو والا لا عندهما وهو الاصح عند محمدؒ وزفرؒ هو فیها وان لم یسجد فبعد السلام ان اقتدی به رجل صح عند محمدؒ مطلقا وعندهما صح ان سجد للسهو.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: معراج الدین لطراله

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۳۴۴

﴿جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کے لئے دو تکبیریں کہنا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے یا تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع کیلئے دوسری تکبیر کہنا بھی ضروری ہے؟ بینوا توجروا مستفتی: ایک طالب علم

﴿جواب﴾ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کے لئے رکوع میں جانے کے لئے الگ تکبیر کہنا ضروری نہیں بلکہ تکبیر تحریمہ ہی کافی ہے البتہ تکبیر تحریمہ کا کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے۔

لما فی حاشیة الطحطاوی علی المراقی:(ص:۲۵۶، طبع قدیمی)

(ولا یشترط تکبیرتان للاحرام والرکوع) الذی فی الفتح ومدرک الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیرتین خلافاً لبعضهم اھ وهی اولی من عبارة المصنف وابن امیر حاج عن التتمة والخانیة والمحیط هذا بخلاف مدرکه فی السجود والقعود فانه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یکبر للافتتاح ،والاخری للانحطاط و لعل وجهه قربة فی الاول من الرکوع فاغنت تکبیرة الافتتاح التی فی القیام عن تکبیرة ما قرب منه ولا کذالک التکبیرة ما للانحطاط المذکور.

لما فی البحر الرائق:(۷۶/۲، ۷۷ طبع سعید)

وفی فتح القدیر ومدرک الامام فی الرکوع تکبیرتین خلافاً لبعضهم ولونوی بتلک التکبیرة الواحدة الرکوع لاالافتتاح جاز ولغت نیته .

ولما فی الخانیة :(۸۳/۱ طبع : قدیمی)

وکذالک لوأدرک الامام فی الرکوع فقال الله اکبرالاان قوله الله کان فی قیامه وقوله اکبرفی رکوعه لایکون شارعاً فی الصلاة .

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(ص:۲۱۸،طبع :قدیمی)

والثانی من شروط صحة التحریمة الاتیان بالتحریمة قائماً.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد ابرار غفرلہ ولوالدیہ

۶ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۷۶۷

﴿امام کا آنے والے کیلئے قراءت یارکوع کولمبا کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے نماز میں قراءت یارکوع کولمبا کیا تا کہ آنے والا شخص رکعت کو پالے تو اس نماز کا کیا حکم ہیں؟ مستفتی:محمد عظیم

﴿جواب﴾ بعد میں آنے والے نمازی کیلئے قراءت یارکوع کولمبا کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ ہیکہ اگر امام آنے والے کو پہچانتا ہو اور اس کی رعایت کرتے ہوئے قراءت یارکوع کولمبا کرے تو یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں رضائے الٰہی نہیں ہے بلکہ آنے والے کی رضا ہے ،دوسری صورت یہ ہے کہ امام آنے والے کو پہچانتا نہیں تو اس صورت میں گنجائش ہے لیکن اس قدر لمبا نہ کرے کہ باقی مقتدیوں پر دشوار گزرے مثلاً: معتاد تسبیح پر ایک یا دو تسبیح زیادہ کرلے لیکن ترک طوالت بہرصورت بہتر ہے۔

لمافی الدرمع الرد:(۴۹۴/۱-۴۹۵،طبع سعید)

وکره تحریماً اطالة رکوع اوقراءة لادراک الجائی وفی شرحه :ای ان عرفه والافلا باس به ولواراد التقرب الی الله تعالی لم یکره اتفاقالکنه نادروتسمی مسئلة الریافینبغی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

التحرز عنها (قوله والا فلا باس) ای وان لم یعرفه فلا باس به لانه اعانة علی الطاعة لکن یطول مقدار ما لا یثقل علی القوم بان یزید تسبیحه او تسبیحتین علی المعتاد ولفظة لا باس تفید فی الغالب ان ترکه افضل وینبغی ان یکون هنا کذلک فان فعل العبادة لأمر فیه شبهة عدم اخلاصها لله تعالی لاشک ان ترکه افضل لقوله علیه السلام دع ما یریبک الیٰ ما لا یریبک ولانه وان کان اعانة علی ادراک الرکعة ففیه اعانة علی التکاسل.

ولما فی حلبی کبیر:(ص۲۱۷ طبع سهیل اکیڈمی)

ولو أطال الامام الرکوع لا دراک الجائی فی الرکوع لا تقربا ای لم یطل الرکوع لاجل التقرب به لله تعالیٰ فهو ای ذالک مکروه کراهة تحریم واکثر العلماء حملوا الکراهة وکذا المروی علیٰ ما اذا کان الامام یعرف الجائی بعینه اما اذا کان لا یعرفه فقد قالوا لا بأس به لانه اعانة علی الطاعة لٰکن یطول مقدار ما لا یثقل علی القوم بان یزید تسبیحة او تسبیحتین علی المعتاد لان الزیادة علیٰ ذالک سبب للتنفیر وعلیٰ هٰذا لو طول القرأة فی الرکعة الاولیٰ لیدرک الناس تلک الرکعة لا بأس به اذا کان مقدار ما لا یثقل الیٰ اٰخره.

ولما فی الهندیة:(۱۰۸/۱ طبع رشیدیه)

اذا سمع الامام حس جاء وهو فی الرکوع فطول لیدرک الجائی فان عرف الذی یجیء یکره وان کان لا یعرفه لا بأس بذالک مقدار تسبیحة او تسبیحتین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

۳ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۱۵۳

﴿شیعہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟　　　　مستفتی: خلیل اللہ دیروی

﴿جواب﴾ جو آدمی حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہو یا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صحابیت کا منکر ہو یا قرآن مجید کے بارے میں کمی کا عقیدہ رکھتا ہو یا حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگاتا ہو تو ایسا شخص خواہ جس فرقہ سے تعلق رکھتا ہو دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس لیے کہ ان تمام باتوں سے قرآن کریم کا انکار لازم آتا ہے، نیز یہ تمام باتیں دین اسلام کی بنیادی اصول سے انحراف کو مستلزم ہیں، لہٰذا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی، البتہ جس کا عقیدہ صرف حضرت علیؓ کی افضلیت کا ہو یعنی حضرت علیؓ کو شیخین پر فضیلت دے رہا ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تحریمی ہے، اگر کوئی اور امام نہ ہو تو تفضیلی کی اقتداء میں نماز جائز ہوگی کراہت کے ساتھ۔

لمافی الشامیة:(۲/۲۲۷،طبع سعید)

ولا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ونقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۵۶۰،طبع سعید)

او مبتدع:ای ...... وخلف صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ لا بمعاندة بل بنوع شبهة وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بها.

لمافی الهندیة:(۱/۸۴،طبع رشیدیه)

تجوز الصلاة خلف صاحب هوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن وحاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة والافلا ..... وهو الصحیح ..... ولو صلی خلف مبتدع فاسق فهو محرز ثواب الجماعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:

﴿حکم الصلاة خلف من یتعلق بالفرقة البریلویة﴾

﴿سوال﴾ ماذا یقول علماء الحق ومتبعی السنة فی من یصلی خلف امام یتعلق بالفرقة البریلویة ؟بینوا بیانا شافیا وتوجروا اجرا وافیا.

﴿جواب﴾ الصلاة خلف اهل الهوی افضل من ادائها فردا مالم یبلغوا فی هواهم الی حد الشرک لان صحة الصلاة مبنیة علی وجود الاهلیة مع اداء الشرائط والارکان ولحدیث (صلوا خلف کل بر وفاجر) فمن بلغ منهم فی هواه الی حد الشرک ولم یکن لتاویل کلامه مجال فلا تجوز الصلاة خلفه لکفره لالهواه نعم هذه الفرقة وان لم یحکم بکفرهم لکن لاشک فی کونهم من اهل البدعة والصلاة خلف المبتدع مکروه ذکره العلماء فمن کان له بد فلیصلی خلف عالم تقی لینال ثواب الجماعة مع ثواب الصلاة خلف الامام التقی وفی الحدیث (ان سرکم ان یقبل الله صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم).

لما فی البحر الرائق:(۱/۳۴۹،طبع سعید)

فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهة فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو الافضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد.

ولما فی حاشیة البحر للشامیؒ:(۱/۳۴۹ طبع سعید)

(قوله: فالحاصل انه یکره)قال الرملیؒ:ذکر الحلبیؒ فی شرح المنیة ان کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة تحریم واما العبد والاعرابی وولد الزنا والاعمی فالکراهة فیهم دون الکراهة عنهما ولا یخفی ان ماهنا اوجه لما تقدم من الدلیل تأمل.

ولما فی الدر مع الرد:(۱/۵۵۹-۵۶۰،طبع سعید)

(ویکره)تنزیها(امامة عبدو فاسق ومبتدع وقال الشامیؒ تحت هذه العبارة:فیکره لهم التقدم ویکره الاقتداء بهم تنزیها فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد(وقال بعد الصحفة عند تشریح الفاسق)فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لماذکرنا ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالکؒ وروایة عن احمد.

ولما فی شرح المنیة:(۵۱۲-۵۱۳،طبع سهیل اکیڈمی)

وفیها اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یأثمون بناءا علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور الدینیة(وقال بعد الصفحة)ویکره تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهواشد من الفاسق من حیث العمل.

ولما فی البحر الرائق:(۱/۳۴۹،طبع سعید)

لقوله علیه السلام(من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی)قال ابن امیر الحاجؒ ولم یجده المخرجون نعم اخرج الحاکم فی مستدرکه مرفوعا(ان سرکم ان یقبل الله صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:معراج الدین غفرلہ

۱۲محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۱۰۱

﴿تراویح میں قریب البلوغ لڑکے کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس لڑکے کی عمر چودہ (۱۴)سال ہے ابھی تک بالغ نہیں لیکن قریب البلوغ ہے تو اسکو تراویح میں امام بنانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ لڑکے کے بلوغ کیلئے علامات بلوغ کا ظاہر ہونا ضروری ہے یا یہ کہ عمر پندرہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۱۵) سال تک پہنچ جائے تو پھر اگر چہ علامات بلوغ موجود نہ ہوں لیکن یہ بالغ شمار ہوگا اور اس پر بالغوں کے احکامات جاری ہونگے اس لڑکے کی عمر پندرہ سال نہیں ہے اور بلوغ کی علامات بھی ظاہر نہیں ہیں تو اسکی امامت تراویح اور دوسرے نوافل میں بھی درست نہیں ہے، اسلئے کہ ان کے اور بالغین کے نوافل میں فرق ہے نابالغ کے اوپر نفل نماز کو فاسد کرنے سے قضاء لازم نہیں ہوتی بخلاف بالغ کے کہ اس پر نفل نماز کو فاسد کرنے سے قضاء لازم ہوگی۔

لمافی الدرالمختار:(۱۵۳/۲،طبع سعید)

(بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال)والاصل هوالانزال۔۔۔(فان لم يوجد فيهما)شيئ (فحتیٰ يتم منهماخمس عشرة سنة به يفتىٰ) اه.

ولمافی الهندية:(۸۵/۱،طبع رشيديه)

وامامة الصبي المراهق لصبيان مثله يجوز كذافی الخلاصة وعلىٰ قول ائمة بلخ يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة كذافی فتاوىٰ قاضيخان المختار انه لايجوزفی الصلوٰة كلهاكذافی الهداية وهوالاصح هكذافی المحيط وهوقول العامة وهوظاهرالرواية.

ولمافی الدرالمختار:(۳۲۱/۲-۳۲۲،طبع امداديه)

(ولايصح اقتداء رجل بامرأة)وخنثى(وصبي مطلقا)ولو في جنازة ونفل على الاصح قال صاحب رد المحتار:قوله:(ونفل على الاصح)قال في الهداية وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم يجوزه مشائخنا۔۔۔والمختارانه لايجوزفی الصلوة كلها.

ولمافی حلبی كبير:(ص ۵۱۲،طبع سهيل اكيڈمی)

ولايصح اقتداء البالغ غير البالغ في الفروض وغيره وهو الصحيح لان صلوٰة البالغ اقوىٰ للزومها ولايجوزبناء القوى على الضعيف وهو اصل يخرج عليه كثير من المسائل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۱۳

﴿داڑھی کٹانے یا منڈانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی داڑھی کٹانے یا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

منڈانے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو کیا حکم ہے؟ نیز نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟
مدلل جواب مطلوب ہے بینوا توجروا۔ مستفتی: محمد ساجد ابوبکر مسجد ڈیفنس

﴿جواب﴾ ایک مشت داڑھی رکھنا ضروری ہے، اس سے کم رکھنا یا منڈانا ناجائز وحرام ہے ایسا کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اگر اتفاقاً ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو نماز درست ہوجائے گی اور اس کا اعادہ ضروری نہیں اور انفرادی نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

لما جاء فی الحدیث:

قال النبی صلی الله علیه وسلم :صلوا خلف کل برّ و فاجر.

ولما فی الدر المختار:(۲/۲۹۷-۲۹۸،طبع امدادیه)

لا یکره دهن شارب......أو تطویل اللحیة اذا کانت بقدر المسنون وهو القبضة۔

واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد و أخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم.

ولما فی رد المحتار:(۲/۲۹۹،طبع امدادیه)

واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه و بان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا.

ولما فی الدر مع الرد:(۲/۳۰۱،طبع امدادیه)

وفی النهر عن المحیط: صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة.

وفی الشامیه:(نال فضل الجماعة) افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد لکن لا ینال خلف تقی ورع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۳۳۰

﴿نماز سفر کے متعلق ایک سوال﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اس نو محرم الحرام کو سہ روزہ کی جماعت میں ٹھٹھہ کیطرف ایک گاؤں میں کراچی کورنگی سے جا رہے تھے کہ قائد آباد کراچی میں ہوتے ہوئے ظہر کی اذان ہوگئی لیکن ہم نے نماز کراچی کے حدود سے باہر تقریباً ایک گھنٹہ سفر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کرنے کے بعد جماعت کیساتھ پوری پڑھ لی امام ہمارا ہی ساتھی بنا تھا، پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں پوری نماز پڑھنا واجب تھا یا قصر کر کے؟

مستفتی: محمد علی صاحب کورنگی

﴿جواب﴾ ٹھٹھہ کراچی سے چونکہ ۴۸ میل سے زیادہ مسافت پر ہے اس لئے آپ لوگوں پر فرض کی دو رکعت پڑھنا واجب تھی کیونکہ نماز کے آخر وقت میں آدمی جس حال پر ہوتا ہے اسی حالت کا اعتبار کر کے وہی نماز اداء کرنی ضروری ہوتی ہے، لہذا آپ لوگ جب نماز کے آخری وقت میں مسافر تھے تو سفر کی نماز پڑھنی واجب تھی۔

لما في الدر المختار: (۱۳۱/۲، طبع سعید)

(والمعتبر في تغير الفرض اخر الوقت) وهو قدر مايسع التحريمة (فان كان) المكلف (في اخره مسافرا وجب ركعتان والا فاربع) لانه المعتبر في السببية عند عدم الاداء قبله.

ولما في فتاوى قاضيخان: (۱۵۰/۱، طبع قديمي)

اذاكان الرجل مقيما في اول الوقت فلم يصل حتى سافر في اخر الوقت كان عليه صلوة السفر وان لم يبق من الوقت الا قدر مايسع فيه بعض الصلوة الايرى انه لو مات او اغمي عليه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۱ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۲۸۴۳

﴿مسافر امام بجائے دو کے چار رکعت پڑھائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر امام نے مقیمین کو چار رکعت پڑھائی، ایسی صورت میں امام اور مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں امام نے قصداً اگر چار رکعتیں پڑھائی ہیں جبکہ مسافر ہونے کی وجہ سے اس پر قصر لازم تھا تو ایسی صورت میں امام کی نماز واجب الاعادہ ہے۔

لما في الهداية: (۱۶۴/۱، طبع رحمانيه)

وفرض المسافر في الرباعية ركعتان لا يزيد عليهما وان صلى اربعا وقعد في الثانية قدر التشهد اجزأته الاوليان عن الفرض والاخريان نافلة اعتبارا بالفجر ويصير مسيئا لتاخير السلام.....الخ.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اقتداء کرنے والوں کو اس کے مسافر ہونیکا علم تھا اس لئے آخری دو رکعتوں میں اس کی اقتداء نہیں کی خواہ صورۃً اقتداء نظر آرہی تھی تو ایسی صورت میں مقتدیوں کی نماز درست ہوگئی ہے واجب الاعادہ نہیں ہے۔

لمافی الدر المختار مع رد المحتار:(۲/۶۱۱-۶۱۲،طبع امدادیہ)

ولونوی الا قامة لا لتحقیقها بل لیتم صلاة المقیمین لم یصر مقیما.(قوله ولم یصر مقیما)فلوا تم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض خلف المتنفل "ظهیریة" أی اذاقصدوا متابعته لمالونوو امفارقته ووافقوه صورة فلافساد،أفاده الخیر الرملی.

اور اگر امام کے مسافر ہونے کا علم نہیں تھا یا ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا بہر حال آخری دو رکعت بھی با قاعدہ امام کی متابعت میں ادا کی ہیں تو ان کی نماز فاسد ہے اور واجب الاعادہ ہے۔

لمافی التاتارخانیة:(۲/۲۲ طبع قدیمی)

رجل صلّی بقوم الظهر رکعتین فی مدینة و فی "السغناقی" أوفی قریة ولا یدرون أمسافر أومقیم فصلاتهم فاسد سواء کانوا مقیمین أومسافرین.

اور اگر امام نے بھولے سے چار پڑھائی ہیں تو سجدہ سہو سے ان کی نماز درست ہوسکتی تھی البتہ مقتدیوں کی نماز ہر دو صورتوں میں واجب الاعادہ ہوگی۔

لمافی الفقه الاسلامی:(۲/۳۲۶ طبع رشیدیه)

ویستحب للمسافر الامام ان یقول عقب التسلمتین أتموا صلاتکم فانی مسافر لدفع توهم انه سها ولئلا یشتبه علی الجاهل عدد رکعات الصلاة فیظن ان الرباعیة رکعتان----اذ اقام الامام للاتمام سهوًا أو جهلًا بعد نیة القصر سبح له المأموم بان یقول: سبحان الله "فان رجع سجد لسهوه وان لم یرجع فلایتبعه بل یجلس حتی یسلم امامه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد اسلم چترالی غفرلہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۰۷

﴿ایسی کرسی موجود ہو جس سے صف سیدھی رہتی ہے تو بڑی کرسی کا استعمال منع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل مسجد کی صفوں میں کرسیاں رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے ان میں نمازی صفوں سے قدرے آگے نکل جاتے ہیں لیکن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ایسی کرسیاں بھی بازار میں موجود ہیں جو ان موجودہ کرسیوں کی بنسبت جگہ بھی کم لیتی ہیں ان میں آدمی بآسانی تسویۃ الصفوف ''صفوں کی برابری'' کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں ان کرسیوں پر نماز پڑھنا چاہیے یا موجودہ کرسیوں پر ہی نماز پڑھی جائے گی؟ جس میں تسویۃ الصفوف پر خاطر خواہ عمل نہیں ہوسکتا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ کرسیوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت صرف عذر کی بناء پر دی گئی ہے اور کرسیوں پر بیٹھنے کی صورت میں صفوں سے قدرے آگے نکل جانا بھی مجبوری وعذر کی بناء پر ہوتا ہے اسلئے تسویۃ الصفوف ''صفوں کی برابری'' کے منافی ہوتے ہوئے بھی گنجائش ہے لیکن اب اگر ایسی کرسیاں آگئی ہیں جن میں تسویۃ الصفوف کا لحاظ رکھتے ہوئے نماز بآسانی پڑھی جاسکتی ہے اور اس قسم کی کرسیاں موقع پر مسجد میں موجود بھی ہوں تو انہی کرسیوں کو استعمال کرنا ضروری ہوگا بلاوجہ خلاف کرنے کی صورت میں نماز مکروہ ہوگی، موقع پر موجود نہ ہوں لیکن مہیا کرنا کوئی مشکل بھی نہ ہو تو نمازیوں کو چاہیے کہ ایسی ہی کرسیوں کا انتظام کرلیں تا کہ ان کی ضرورت پوری ہو اور صفیں بھی سیدھی رہیں۔

لما فی الاشباہ والنظائر:(ص ۱۳ طبع قدیمی)

ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا و یقرب منھا ما جاز بعذر بطل بزوالہ.

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۳/ ۱۵۷، طبع رشیدیہ)

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رصّوا صفوفکم وقاربوا بینھما وحاذوا بالاعناق فو الذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الخذف قال العلامۃ الملاعلی القاریؒ تحت ھذا الحدیث وقاربوا بینھما:ای بین الصفوف......والظاھران محلہ حیث لاعذر کحر أوبرد شدید.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۳۸

﴿مسجد کی صف میں کرسی رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) آجکل مساجد میں کرسیوں پر نماز پڑھنے کا رجحان کچھ زیادہ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے، کیا بغیر عذر کے کرسی پر نماز پڑھنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟ عذر کے لئے معیار ہے یا نہیں؟ (۲) کرسی پر نماز جائز ہونے کی صورت میں ٹیبل پر سجدہ ضروری ہے یا اشارہ سے نماز ہوجائے گی؟ (۳) ایک شخص ٹیبل پر سجدہ کرسکتا ہے لیکن مسجد میں تنگی کی وجہ سے ناممکن ہے، کیا یہ شخص جماعت چھوڑ کر گھر ہی میں ٹیبل پر سجدہ کا اہتمام کرلے یا مسجد میں اشارہ پر اکتفاء کرتا رہے؟ (۴) کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں آدمی صف سے کچھ آگے نکل جاتا ہے اور کرسی کو پیچھے کرنے کی وجہ سے پیچھے کی صف میں نمازی لوگوں کے لئے سجدہ کی جگہ نہیں رہتی ایسا شخص کیا طریقہ اختیار کرے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) قیام، رکوع، سجود نماز کے ارکان میں سے ہیں ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور انکی اصلی ہیئت وصورت کا لحاظ رکھنا بھی فرائض میں سے ہے۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۲۵۶،مطبوعہ سہیل آکیڈمی لاہور)

اما فرائض الصلاۃ: ای ارکانها التی توجد ماهیتها بمجموعها فثمان ،فرائض منها ست علی الوفاق......وهی الفرائض المتفق علیها تکبیرة الافتتاح......والقیام و القراءة والرکوع والسجود والقعدة الاخیرة.

ولمافی الشامیة فی بحث السجود والرکوع:(۱۳۲/۲ طبع امدادیه)

وفی شرح المنیة :هو طأطأة الراس ای خفضه لکن مع انحناء الظهر......واما کماله فبانحناء الصلب حتی یستوی الراس بالعجز وهوحد الاعتدال فیه......ومنها السجود هو لغة الخضوع...... وفی البحر حقیقة السجود وضع بعض الوجه علی الارض مما لا سخریة فیه.

بغیر کسی عذر کے رکوع یا سجدہ اشارہ سے ادا کیا تو نماز نہیں ہوگی، ہاں عذر کی وجہ سے ہو تو جائز ہے، عذر کے لئے معیار یہ ہے کہ نمازی اصلی ہیئت وصورت کیساتھ سجدہ ورکوع کرنے پر قادر نہ ہو یا اس ہیئت پر ادا کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو ایسی صورت میں رکوع، سجدہ اشارہ سے ادا کرنا جائز ہے سامنے ٹیبل وغیرہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

لما فی حلبی کبیرایضاً:(ص ۲۶۱-۲۶۲،طبع سہیل آکیڈمی)

وان عجز المریض عن القیام عجز حقیقیا اوحکما کما اذا قدر حقیقة لکن یخاف بسببه زیادة مرض او بطوء برء أو یجد الما شدیدا یصلی قاعدا أویسجد......فان لم یستطع الرکوع والسجود قاعدا ایضا أومی ایماء براسه لهما ایماء وجعل السجود أخفض من الرکوع ولا یرفع الی وجهه شیأیسجد علیه عن وسادة أوغیرها.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یہ بھی واضح رہے کہ جو شخص سجدہ اصلی ہیئت کے ساتھ زمین پر نہ کرسکتا ہو تو اس کے ذمہ قیام بھی باقی نہیں رہتا اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا خواہ وہ قیام پر قادر ہو جائز ہے۔

لمافی حلبی کبیر ایضا:(ص۲۶۲،طبع سهیل اکیڈمی)

وذکر فی الذخیرة انه اذا قدر علی القیام والرکوع دون السجود یعنی یقدر أن یقوم واذا قام یقدر ان یرکع ولکن لا یقدر أن یسجد لم یلزمه القیام وعلیه أن یصلی قاعدا بالایماء.

(۲) ایسا شخص جماعت کے ساتھ رکوع، سجدہ اشارہ سے ادا کرتا ہے ٹیبل سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرنا کوئی ضروری نہیں بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اسکو نماز کی حالت میں تکیہ پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے تکیہ اٹھا کر پھینک دیا اس آدمی نے لکڑی اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے لکڑی کو بھی پھینک دیا اور فرمایا: آپ اصلی ہیئت کے ساتھ زمین پر سجدہ کر سکتے ہیں تو ایسا ہی کریں نہیں کر سکتے تو اشارہ سے نماز پڑھتے رہیں اور سجدہ کے لئے نسبتاً رکوع سے کچھ زیادہ جھکا کریں۔

لمافی حاشیة الطحطاوی:(ص۲۳۵،طبع قدیمی)

وکذا لو عجز عن السجود و قدر علی الرکوع یومی بهما لان النبی ﷺ عاد مریضا فراه یصلی علی وسادة فأخذ ها فرمی بها فاخذ عودا لیصلی علیه فرمی به وقال صل علی الارض ان استطعت والا فاوم ایماء واجعل سجودك اخفض من رکوعك.

ولمافی اعلاء السنن:(۷/ ۱۹۸ ،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

عن جابر بن عبد اللهؓ قال،عاد رسول الله ﷺ مریضا وانا معه فراه یصلی ویسجد علی وسادة فنهاه وقال ان استطعت ان تسجد علی الارض فاسجد والا فاوم ایماء و اجعل السجود اخفض من الرکوع.

ولمافی سنن ابی داود:(۱/۱۳۶ مطبوعه امد ادیه ملتان)

عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال امرت وربما قال حماد امرنبیکم ان یسجد علی سبعة آراب،.....عن ابن عباسؓ بن عبد المطلب انه سمع رسول الله ﷺ یقول اذ اسجد العبد وسجد معه سبعة آراب وجهه وکفاه ورکبتاه وقد ماه.

(۳) اگر قیام پر قادر نہ ہو یا سجدہ اصلی ہیئت کے ساتھ زمین پر نہ کرسکتا ہو تو ایسے شخص کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اہتمام کرے اگر چہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے کی بھی گنجائش ہے، مجبوری کی وجہ سے کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں صف میں سے آگے نکلنے کی وجہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سے نماز بلا کراہت جائز ہو جائے گی، کرسی پیچھے کی صف میں رکھنے کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو پریشانی کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کرے، پہلی صورت اختیار کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے چونکہ اس نمازی کا صفوں سے تھوڑا سا آگے نکل جانا عذر کی بناء پر ہے، اس لئے اس کی نماز بلا کراہت جائز ہو جائے گی۔

لمافی مرقاة المفاتیح:(۲/ ۱۵۷ مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالاعناق فوالذي نفسي بيده اني لارى الشيطان يدخل من خلل الصف كانها الحذف. قال الملا على القاري تحت هذا الحديث وقاربوا بينهما أي بين الصفوف..... والظاهر أن محله حيث لا عذر كحر أو برد شديد.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۱۱ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۸۷

﴿حافظات کیلئے تراویح کی جماعت کرانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی حافظہ ہے قرآن پختہ کرنے کی غرض سے اگر نوافل میں سنا کروں تو کیا حکم ہے؟ اور اگر صرف عورتوں کو سنائے تو کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ عورت کی اقتداء میں مرد کی نماز درست نہیں یعنی مرد کی نماز عورت کے پیچھے نہیں ہوتی

لمافی شرح الوقاية:(ص۱۷۶ طبع امدادیه)

لا صلاة رجل بامرأة او صبي أن الواجب تاخيرهن بالنص عن ابن مسعود انه قال اخروهن من حيث اخرهن الله.

حافظہ کو اگر قرآن بھولنے کا اندیشہ ہو اور قرآن پختہ کرنے کی غرض سے کسی حافظہ کو سناتی ہو تو اس کی گنجائش فقہاء کرام نے دی ہے کہ تداعی کے بغیر اپنے گھر کی عورتوں کو باقاعدہ تراویح کو بھی مستحسن قرار دیا گیا ہے، چنانچہ خیر الفتاوی میں ہے: پہلے زمانہ میں عورتیں مساجد میں آتی تھیں اس کا شریعت نے انسداد یعنی بند کیا بعض مواضع میں مکروہ تنزیہی کا خلاف اولیٰ ہوتا ہے، رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت کا مہینہ ہے بالخصوص حافظوں کے لئے ضروری ہے، اسی مصلحت کے لئے اس کو مستحب قرار دیا جائے گا، چنانچہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امامت کرانا ثابت ہے۔ (خیر الفتاوی ۲/ ۵۲۳، طبع امدادیہ)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے مجموعۃ الفتاوی میں لکھا ہے: کہ اکثر حنفیہ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے مگر کوئی معتد بہ دلیل کراہت پر پائی نہیں جاتی اور جو دلیلیں فقہاء نے کراہت پر قائم کی ہیں وہ مخدوش ہیں، چنانچہ فتح القدیر اور بنایہ شرح ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور اخبار وآثار سے اس جماعت کی مشروعیت ثابت ہے جس میں عورتیں ہی عورتیں ہوں سنن ابوداود کی طویل حدیث میں ہے:

وکانت ای ام ورقة قد قرأت القرآن فاستاذنت النبی ﷺ ان تتخذ فی دارها مؤذنا فاذن لها وامرها ان تؤم اهل دارها. مجموعة الفتاوی:(۱/ ۲۱۶،طبع سعید).

اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار (۱/ ۲۱۶-۲۱۷) میں لکھا ہے:

اخبرنا ابو حنیفه نا حماد عن ابرهیم عن عائشة انها کانت تؤم النساء فی شهر رمضان فتقوم وسطهن: عن ام سلمة انها امت النساء فتقوم وسطهن.

واضح رہے کہ حضرت اقدس مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے اس فتوی پر دیگر علماء کرام کا اتفاق نہیں البتہ حافظہ خاتون کو مذکورہ ضرورت کے پیش نظر رمضان المبارک میں تراویح کی مشروط اجازت ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی
۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ	فتویٰ نمبر: ۱۱۲۶

﴿ تنہا عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنے کا حکم؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تنہا عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا کیسا ہے. اگر درست نہیں تو کیا وجہ ہے بعض لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور باقاعدہ عورتوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں تو اس کا کیا جواب ہے. نیز یہ جو کہا گیا ہے؟ کہ جب تنہا عورتیں باجماعت نماز پڑھیں تو جو عورت امامت کر رہی ہے وہ صف کے بیچ میں کھڑی ہو آگے منفرد اور نمایاں ہو کر کھڑی نہ ہو تو اس کی کیا حقیقت ہے؟

مستفتی: عارف رشید بٹ صاحب

﴿جواب﴾ تنہا عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے احادیث میں عورت کے لیے گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب آئی ہے اور مسجد کے مقابلہ میں گھر کی نماز زیادہ فضیلت والی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بتائی ہے بلکہ آپ ﷺ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ عورتوں کی باجماعت نماز میں کوئی خیر نہیں؛ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ وہ قوم ہرگز بامراد نہیں ہوگی جس نے عورت کو ذمہ داری سونپی۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تمہارے اہم کام عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زندگی سے موت بہتر ہے۔ مان لیا ان دونوں احادیث میں اصالۃً امامت کبریٰ مراد ہے لیکن الفاظ حدیث اپنے عموم کی وجہ سے امامت صغریٰ کو بھی شامل ہیں۔ بعض لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک آدھ بار ثابت عمل کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے رکھا ہے یعنی مردوں کی طرح عورتوں کو ذمہ داری نہ دو یہ قولی حدیث ہے اور امامت کے جواز پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عملی اثر ہے اس لیے علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل کو تعلیم پر محمول کیا ہے چونکہ دین اسلام کا نیا دور تھا مسائل کا علم خواتین کو کم تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک آدھ بار عورتوں کو نماز پڑھانا تعلیم و تعلم پر محمول کیا جا سکتا ہے اس لیے مشروط و مقید جواز ثابت ہو سکتا ہے غیر مشروط و غیر مقید جواز ثابت نہیں ہو سکتا ورنہ دیگر احادیث سے صرف نظر لازم آتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے لہٰذا حق بات یہی ہے کہ تنہا عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ کوئی حافظ قرآن خاتون گھر کی دیگر خواتین کو ختم قرآن کی غرض سے تراویح پڑھائے تاکہ قرآن مجید یاد رہے تو علماء حق عورت کی امامت کی اس طرح محدود اجازت دیتے ہیں اور ایسی صورت میں تراویح پڑھانے والی حافظ قرآن کو صف کے درمیان میں اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کے پاؤں کی ایڑھیاں مقتدی عورتوں کی ایڑھیوں سے آگے ہوں مرد امام کی طرح بالکل سامنے کھڑا ہونا منع ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔

لما فی الترمذی:(۵۱/۲ فاروقی کتب خانہ)

عن الحسن عن ابی بکرۃ قال عصمنی اللہ بشیء سمعته من رسول اللہ ﷺ لما هلک کسری قال من استخلفوا قالو ابنته فقال ﷺ لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأۃ فلما قدمت عائشه يعنی البصرۃ ذكرت قول رسول اللہ ﷺ فعصمنی اللہ به.

وعن ابی هريرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ اذا كانت أمرائكم خياركم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وأغنيائكم سمحائكم واموركم شورى بينكم فظهر الارض خير لكم من بطنها .واذا كانت أمرائكم شراركم واغنيائكم بخلائكم واموركم الى نسائكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها .

ولما فی سنن ابی داؤد:(۱/۹۴ طبع: رحمانیہ)

عن عبدالله عن النبی ﷺ قال :صلوة المرأة فی بيتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بيتها.

ولما فی اعلاء السنن:(۲۲۶/۳ طبع:بیروت)

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ قال :لا خير فی جماعة النساء الا فی المسجد أو فی جنازة قتيل رواه احمد

ولما فی بذل المجهود:(۳۳۱/۱ مکتبة الشيخ)

قوله عليه السلام أخروهن من حيث أخرهن الله

ولما فی تنویر الابصاروالدر:(۵۶۵/۱ طبع: سعید)

(و)يكره تحريما (جماعة النساء)ولو فی التراويح فی غير صلوة جنازة (لانها لم تشرع مكررة فلو انفردن تفوتهن بفراغ احداهن).

ولما فی الرد المحتار:(۵۶۵/۱ طبع: سعید)

(قوله ويكره تحريما)صرح به فی الفتح والبحر (ولو فی التراويح)افاد ان الكراهة فی كل ما تشرع مكررة الخ قال فی الفتح واعلم ان جماعتهن لاتكره فی صلوة جنازة لانها فريضة وترك التقدم مكروه فدار الامر بين فعل المكروه لفعل الفرض او ترك الفرض لتركه فوجب الاول بخلاف جماعتهن فی غيرها .

ولما فی الهندية:(۹۴/۱ قدیمی کتب خانه)

وتكره امامة المرأة للنساء فی الصلوات كلها من الفرائض والنوافل الا فی صلوة الجنازة وان فعلن وقفت الامام وسطهن وبقيامها وسطهن لا تزول الكراهة وان تقدمت عليهن امامهن لم تفسد صلوتهن وصلوتهن فرادى افضل.

ولما فی حاشية الطحطاوی: ص۳۰۲ قدیمی کتب خانه)

(و)كره جماعة(النساء)بواحدة منهن ولا يحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة (فان فعلن)يجب ان (يقف الامام وسطهن)مع تقدم عقبها فلو تقدمن كا لرجال أثمت وصحت الصلوة .

واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اکی
فتوی نمبر:۳۲۰۵

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۸ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اگلی صف پُر ہونے کی صورت میں پیچھے اکیلے کھڑا ہونا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جماعت میں ایسے وقت آیا کہ اگلی صفیں ساری مکمل تھیں، پوچھنا یہ ہے کہ وہ اکیلا کھڑا ہو جائے یا کسی کو اگلی صف سے کھینچ کر اپنے ساتھ صف میں کھڑا کرے یعنی مذکورہ صورت کے مطابق آخری صف میں اکیلا کھڑا ہونے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟　مستفتی: محمد حسن شاہ حسن خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ اگلی صف میں سے کسی کو آہستہ سے کھینچ کر ساتھ کھڑا کر دیا جائے لیکن اس وقت عام لوگ مسائل سے ناواقف ہیں اندیشہ ہے نمازی لڑائی پر آمادہ ہو جائے گا یا حیران ہو کر نماز توڑ دیگا، اس لئے اکیلے کھڑا ہونا ہی مناسب ہے ہاں کہیں ایسا ماحول ہو جہاں کے نمازی ایسے مسائل سے واقف ہوں تو وہاں پر مذکورہ صحیح طریقہ پر عمل کرنا چاہیے اور اکیلے کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

لمافی الشامیۃ:(۲/۳۱۲،طبع امدادیہ)

ولو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنۃ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ.

ولمافی الخلاصۃ:(۱/۱۵۷ طبع رشیدیہ)

فان صلی خلف الصفوف منفردا مختارا من غیر ضرورۃ یجوز و یکرہ وینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد أو فی الصحراء.....قال الفقیہ ابو جعفر هذا اذا کان فی الصف فرجۃ فان لم یکن لا یکرہ ولا یجر احدا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد عفا اللہ عنہ

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ　فتویٰ نمبر: ۱۷۰۲

﴿مسجد کی جماعت کی فضیلت گھر میں با جماعت نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آصف کو کہیں سفر میں جانا ہے اور اسکو جماعت کی نماز فوت ہونے کا یقین ہے پس اس نے اپنے ساتھی عامر سے کہا کہ تم میرے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لو، سوال یہ ہے کہ کیا عامر اس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ انکو کوئی عذر لاحق نہیں اور اس کیلئے مذکورہ نماز پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: محمد عظیم ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آصف کو عذر لاحق ہے، اس لئے گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی گنجائش ہے جسکی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنی مستورات کو نماز پڑھائے یا عامر نوافل کی نیت سے آصف کی اقتداء کرے بشرطیکہ ممنوع وقت نہ ہو اور بعد میں مسجد کی جماعت کے ساتھ اپنی فرض نماز ادا کرلیں اور اگر آصف کی اقتداء میں فرض نماز ادا کی تو بھی نماز ہوجائیگی لیکن مسجد میں جماعت کے ثواب سے محروم رہیگا۔

لمافی الشامية:(۲/۲۹۰،طبع امدادیه)

قال فی القنية واختلف العلماء فی اقامتها فی البیت والاصح انها کاقامتها فی المسجد الافی الافضلية.

ولمافی حاشية الطحطاوی:(ص۱۵٦،طبع قديمی)

والاصح ان اقامتها فی البيت کاقامتها فی المسجد وان تفاوتت الفضيلة......لو صلیٰ فی بيته بزوجته اوجاريته اوولده فقد أتیٰ بفضيلة الجماعة کذا فی الشرح ولکن فضيلة المسجد أتم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۱۴ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۰۹

﴿دوران نماز آگے بڑھ کر اگلی صف میں خلا پر کرنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں بعض اوقات امام صاحب کے تکبیر اولیٰ کہتے ہی نماز میں شامل ہوجاتا ہوں تو اس کے بعد میرے سامنے والی صف میں جگہ اور خلا رہ جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس خلا کو پر کرنے کیلئے مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا دوران نماز آگے بڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: ارسلان خان کراچی

﴿جواب﴾ ایسی صورت میں کوئی دوسرا خلا کو پر کرنے والا نہ ہو تو صرف ایک صف تک آگے بڑھنے کی گنجائش ہے آہستہ آہستہ قدم اٹھائے بغیر سیدھی سمت میں بڑھ کر خلا پر کرنا چاہیئے۔

لما فی الشامية:(۲/۲۸۹،طبع امدادیه)

وقيل تاويله اذا مشیٰ مقدار مابين الصفين کما قالوا فی من رایٰ فرجة فی الصف الاول فمشیٰ اليها فسدها فان کان فی الصف الثانی لم تفسد صلوته وان کان فی الصف الثالث فسدت ونص فی الظهيرية علیٰ ان المختار انه اذا کثر تفسد.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الھندیۃ:(۱/۱۰۳،رشیدیہ)،لو مشیٰ فی صلوتہ مقدار صف واحد لم تفسد صلوتہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم:عبدالرزاق عفااللہ عنہ

یکم ربیع الثانی۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر:۱۲۷۴

﴿بد فعلی کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک امام لواطت کے عمل میں پکڑا گیا اور مقتدیوں میں یہ بات اب مشہور ہوگئی ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی:ضیاء الرحمٰن چارسدوی

﴿جواب﴾ پیش امام واقعی اس قسم کے گناہ میں اگر پکڑا گیا ہے اور مقتدیوں کے علم میں بھی یہ بات آگئی ہے تو ایسی صورت میں اسے چاہیے کہ خود استعفیٰ دیدے اور اس علاقہ میں امامت نہ کرے خواہ اب توبہ کرچکے ہوں اور متقی و پرہیزگار ہوگئے ہوں، اس لئے کہ ایسی صورت میں یہ شخص چونکہ مجرم ثابت ہوا ہے اور اسی نظر سے مقتدی لوگ اسکو دیکھیں گے، وہ خود استعفیٰ نہ دے تو انتظامیہ کو چاہیے کہ اس سے معذرت کرلے(بشرطیکہ حقیقت ہو تہمت نہ ہو) اسلئے کہ وہ امام لوگوں کی نظر میں باوقار نہیں رہا، لہٰذا اس علاقہ میں اس کی امامت مکروہ ہے۔

لما فی الدر:(۲/۲۹۷-۲۹۸،طبع امدادیہ)

(ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان) الکراھۃ(لفساد فیہ أو لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون(وان احق لا) والکراھۃ علیھم......(وفاسق و اعمی).

وفی الشامیۃ:(قولہ وفاسق)من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربوا ونحو ذلک کذا فی البرجندی اسمعیل......اما الفاسق فقد عللو کراھۃ تقدیمہ لانہ لا یتھم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایومن ان یصلی بھم بغیر طھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علیٰ ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ عند مالک.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم:عزیز الرحمٰن چارسدوی

۲۶ رجب المرجب۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر:۱۷۰۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿غلط پڑھنے والے کی امامت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب جو سورۃ فاتحہ میں ایاک نعبد کی جگہ ایاہ نعبد پڑھتا ہے اور ایاک نستعین کی جگہ ایاہ نستعین پڑھتا ہے اسطرح اور بھی بڑی غلطی کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے قراء اور صحیح پڑھنے والوں کی موجودگی میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا مستفتی: محمد صدیق ڈیروی

﴿جواب﴾ صحیح پڑھنے والوں کی موجودگی میں ایسے شخص کی امامت جائز نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے، البتہ یہ آدمی صحیح پڑھنے کی کوشش میں اگر لگا رہتا ہے تو عذر کی وجہ سے اسکی اپنی نماز صحیح ہوگی، کوشش نہ کرنے کی صورت میں اسکی اپنی نماز بھی درست نہیں ہوگی۔

لما فی الدر المختار: (۱/۵۸۲، طبع سعید)

ولا تصح صلاته اذا امكنه الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهده اووجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه هذا هو المختار فى حكم اللثغ،......فما دام فى التصحيح والتعلم لم يقدر عليه فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة كما فى المحيط.

ولما فى الحلبى الكبير: (ص۳۱۶، طبع نعمانيه)

فالحاصل ان اللثغ يجب عليهم الجدد ائما وصلاتهم جائزة ماداموا على الجهد،.....انه ان كان يجتهد آناء الليل واطراف النهار فى التصحيح ولا يقدر عليه فصلاته جائزة وان ترك جهده فصلاته فاسدة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۱۴

﴿نوافل کی جماعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت مطہرہ میں نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد حارث

﴿جواب﴾ نوافل کی جماعت امام کے علاوہ صرف دو، تین مقتدیوں پر مشتمل ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اس سے زیادہ افراد کی جماعت ہو تو جائز نہیں ہے، بعض لوگ بڑے اہتمام کیساتھ صلوۃ التسبیح پڑھاتے ہیں یہ طریقہ سنت کے خلاف اور بدعت ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی التنویر وشرحہ:(۴۸/۲،بحث صلوۃ التراویح،طبع سعید)

(ولا يصلى الوتر)لا(التطوع بجماعة خارج رمضان)أى يكره ذلك على سبيل التداعى بأن يقتدى أربعة بواحد.

وفى الشامية:(قوله:يكره ذلك)......ويمكن أن يقال:الظاهرأن الجماعة فيه غير مستحبة ،ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمرؓ كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لأنه خلاف المتوارث.

ولما فى التاتارخانية:(۶۸۷/۱،نوع آخرمن المتفرقات،طبع قديمى)

ولا يصلى تطوعا بجماعة الأقيام رمضان وحكى عن شمس الائمة السرخسىؒ:أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعى مكروه ،أما لو اقتدى واحد بواحدأواثنان بواحد لا يكره ، واذا اقتدى ثلاثة بواحدذكر هو رحمه الله تعالى أن فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم يكره،وقال بعضهم لا يكره ، واذااقتدى أربع بواحدكره بلا خلاف.

ولمافى خلاصة الفتاوى:(۶۳/۱،الفصل الثالث فى التراويح،طبع رشيديه)

ولوزادعلى العشرين بالجماعة يكره عندنا بناء على أن صلوة التطوع بالجماعة مكروه.وهكذا فى بدائع الصنائع:(۲۹۰/۱،طبع سعيد)والتطوع المطلق بجماعة مكروه.وهكذا فى الخانية على هامش الهندية:(۲۳۳/۱،طبع رشيديه).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:علی خان

۱۸صفرالخیر۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر:۲۴۶۰

﴿اگلی صف میں جگہ نہ ہوتو پیچھے اکیلے کھڑا ہونا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں کبھی کبھی نماز میں تھوڑا سا لیٹ ہو جاتا ہوں، آگے والی صف میں بالکل جگہ نہیں ہوتی اور پیچھے والی صف میں میں اکیلا ہوتا ہوں میں نے سنا ہے کہ اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے اگلی صف سے کسی کو ساتھ ملانا چاہیے لیکن آجکل لوگوں کو مسئلہ کا علم تو ہے نہیں اگر کسی کو کھینچا جائے تو بجائے اسکے کہ وہ پیچھے آجائے لڑنے لگے گا تو ایسی صورت میں اگلی صف سے کسی کو پیچھے کھینچا جائے یا اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی جائے؟ مستفتی:زاہد محمود

﴿جواب﴾ اگر اگلی صف میں بالکل جگہ نہ ہوتو اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگلی صف میں سے کسی کو آہستہ سے کھینچ کر ساتھ کھڑا کرلیا جائے لیکن آجکل لوگ مسائل سے ناواقف ہیں اور تحمل بھی نہیں رہا،اس لئے لڑنے کا خطرہ رہتا ہے یا سامنے والے کی نماز خراب ہو جانے کا قوی اندیشہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رہتا ہے، اس لئے اکیلے کھڑا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی حلبی کبیر:(ص ۳۱۴،طبع نعمانیه)

(ویکره للمقتدی ان یقوم خلف الصف وحده الا اذا لم یجد فی الصف فرجة) ...... والاصح ما روی هشام عن محمد انه ینتظر الی الرکوع فان جاء رجلا والاجذب الیه رجل ،قال رضی الله عنه یعنی نفسه والقیام وحده اولی فی زماننا لغلبة الجهل علی العوام فاذا جره یفسد صلاته.

لمافی التاتارخانیة:(۱/ ۲۱۵،طبع قدیمی)

ویکره للمقتدی ان یقوم خلف الصفوف وحده اذا وجد فرجة فی الصفوف وان لم یجد فرجة فی الصفوف روی محمد بن شجاع والحسن بن زیاد عن ابی حنیفة انه لا یکره وان جر احدا من الصف الی نفسه وقام معه فذلک اولی.

ولمافی البحر الرائق:(۲/ ۳۳)ومنهاان یقوم خلف الصف وحده مقتدیاللامام الا اذا لم یجد فرجة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفااللہ عنہ

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر:۱۵۶۰

﴿امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں ظہر کی نماز امام کی اقتدا میں پڑھ رہا تھا التحیات پوری کرنے کے بعد اس خیال سے کہ شاید ظہر کی سنت پڑھ رہا ہوں سلام پھیر دیا پھر خیال آیا کہ میں تو امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا ہوں تو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے میں نے سلام پھیر دیا میری نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ امام سے پہلے آخری تشہد پوری کر کے مقتدی نے عذر یا کسی وجہ سے سلام پھیر دیا مثلاً: حدث لاحق ہونے کا خطرہ ہو یا جمعہ کے دن جمعہ کا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو یا یہ خطرہ ہو کہ لوگ آگے سے گزریں گے تو اس صورت میں نماز بلا کراہت ہو جائیگی اور اگر بلا وجہ ایسا کیا تو نماز اس صورت میں بھی ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی، مذکورہ صورت میں چونکہ بے خیالی میں ایسا کیا لہٰذا نماز بلا کراہت ہوگئی ہے۔

لما فی الشامیة:(۲/ ۲۴۰،طبع امدادیه)

ولو أتمه قبل امامه فتکلم جاز وکره :قال ابن عابدینؒ لو أتم المؤتم التشهد بأن أسرع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فيه وفرغ منه قبل اتمام امامه فاتى بما يخرجه من الصلوة كسلام أو كلام أو قيام جاز:أى صحت صلوته لحصوله بعد تمام الاركان.لأن الامام وان لم يكن أتم التشهد لكنه قعد قدره .لأن المفروض من القعدة قدر أسرع ما يكون من قراءة التشهد وقد حصل. و انما كره للمؤتم ذالك لتركه متابعة الامام بلاعذر فلوبه كخوف حدث أوخروج وقت جمعة أو مرور مار بين يديه فلا كراهة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفااللہ عنہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۴۰

﴿نماز میں بوقت ضرورت ایک صف تک چلنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو نماز میں چلنے کی ضرورت پڑھے تو وہ کتنی مقدار تک چل سکتا ہے،اور کیا اس چلنے سے اسکی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نمازی شخص کو نماز میں اگر چلنے کی ضرورت پیش آئے،تو بقدر ضرورت ایک صف تک چلنے کی گنجائش ہے،تاہم اسکا چلنا وقفہ،وقفہ کیساتھ ہو تواتر کے ساتھ نہیں چلنا چاہیئے، اس لئے کہ دو صفوں تک بغیر وقفہ یعنی تواتر کے ساتھ چلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

لما فى العالمگيريه :(۱۰۲/۱ طبع قديمى)

ولو مشى فى صلاته مقدار صف واحد لم تفسد صلاته ولو كان مقدار صفين ان مشى دفعة واحدة فسدت صلاته وان مشى الى صف ووقف ثم الى صف لاتفسد، وكذا فى فتاوى قاضيخان۔

ولما فى خلاصة الفتاوى :(۱۲۱/۱ طبع رشيديه)

ولو مشى فى صلاته ان كان قدر صف واحد لاتفسد وان مشى قدر صفين بدفعة واحدة تفسد ،ولو مشى الى صف ووقف ثم مشى الى صف اخر ووقف ثم وثم لاتفسد صلوته.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریحان اللہ روغانی

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۷۸

﴿صف کے خلا کو پُر کرنا ضروری ہے اگر چہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بسا اوقات ہم جماعت میں اس وقت پہنچتے ہیں کہ جب امام رکوع میں ہوتا ہے،اور اگلی صف میں جگہ خالی ہوتی ہے لیکن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اگر ہم اگلی صف میں جاتے ہیں تو رکعت سے رہ جاتے ہیں کیا اس صورت میں پیچھے والی صف میں اکیلے کھڑا ہونا درست ہے؟ مستفتی: بنیامین بنوں

﴿جواب﴾ صف میں خالی جگہ کو پُر نہ کرنا اور پیچھے اکیلے کھڑا ہونا دونوں مستقل مکروہ ہے، سامنے خالی جگہ ہو تو پُر کئے بغیر نماز شروع کرنا مکروہ ہے، اور اکیلے کھڑا ہونا یہ الگ ممنوع ہے لھذا رکوع نکلنے کا اگر چہ اندیشہ ہو خالی جگہ کو پُر کرنا اور صف میں شامل ہونا ضروری ہے، البتہ پیچھے کی صف میں اگر شامل ہو سکے تو رکوع ملنے کو ترجیح دیں، اور سامنے کی صف میں دوران نماز آہستہ آہستہ قدم اٹھائے بغیر بڑھے، اور اس کو بھی پُر کریں بشرطیکہ بہت زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

لما فی الشامی:(۵۷۰/۱، طبع سعید)

قال فی الاشباہ :اذا ادرک الامام راکعاً فشروعہ لتحصیل الرکعة فی الصف الاخیر افضل من وصال الصف اھ اما لو لم یدرک الصف الاخیر فلا یقف وحدہ ،بل یمشی الیہ ان کان فیہ فرجة وان فاتتہ الرکعة کما فی آخر شرحہ المنیة معللا بان ترک المکروہ اولی من ادراک الفضیلة تامل ،ویشھد لہ ان ابابکرة رضی اللہ عنہ رکع دون الصف ثم دبّ الیہ فقال لہ ﷺ:زادک اللہ حرصاً ولاتَعُد.

ولما فی البدائع:(۲۱۸/۱ ،طبع سعید)

قال بعض المشائخ ان مشی خطوة خطوة لاتفسد صلوتہ وان مشی خطوتین خطوتین تفسد وعندبعضھم لاتفسد کیفماکان لان المسجد فی حکم مکان واحدلکن لاتقل من الکراھة

وفی تقریرات الرافعی علی ھذاالقول:(۷۳/۱)

(قولہ معللاًبأن ترک المکروہ أولی الخ)فیہ ان ھذہ العلة متحققة فی مسئلة الاشباہ اذ ترک وصل الصف مکروہ ، نعم صلاتہ فی المسئلة الثانیة وحدہ یلزمہ ارتکاب مکروھین وھوعدم سدالفرجةوانفرادہ عن الصف ، بخلاف الاولی فان صلوتہ فی الصف الاخیر یلزمہ ارتکاب مکروہ واحد.

ولما فی الحلبی الکبیر:(ص:۲۱۹ ،طبع:سھیل اکیڈیمی لاھور)

انتھی الی الامام وھوفی الرکوع ان قام فی الصف الاخیریدرک الرکعة وان مشی الی الصف الاول لایدرکھالایمشی، وان کان بحیث لومشی الی الصف فاتتہ الرکعة وان قام وحدہ لاتفوت یمشی ولایقوم وحدہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی عفی عنہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۲۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿صف سے آگے بڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ھذا کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں درمیان صف میں ایک ستون ہے اگر اس ستون کے آگے کھڑا ہو کر آدمی نماز پڑھے تو یہ نمازی اور نمازیوں سے آگے بڑھا ہوا ہوتا ہے یعنی صف سے متجاوز ہوتا تو اس کی نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: اختر حسین

﴿جواب﴾ ستون کے سامنے کھڑے ہو کر صف اگر سیدھی نہیں رہتی تو یہاں کھڑا نہیں ہونا چاہئے نماز مکروہ ہوگی۔ ستون کی وجہ سے صف میں اگرچہ خلا رہتا ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ صف کو سیدھا رکھنے کی چونکہ زیادہ تاکید آئی ہے، اس لئے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ستون کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنے کی صورت میں رکوع میں بھی دشواری ہوتی ہے۔

لما فی المبسوط السرخسی: (۳۵/۲، بیروت)

و الاصطفاف بین الاسطوانتین غیر مکروہ لانہ صف فی کل فریق و ان لم یکن طویلاً و تخلل الاسطوانۃ بین الصف کتخلل متاع موضوع او کفرجۃ بین رجلین و ذلک لا یمنع صحۃ الاقتداء و لا یوجب الکراھۃ.

ولما فی البخاری: (۱۰۰/۱، قدیمی)

عن نعمان بن بشیر یقول قال النبی ﷺ "لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم".

و لما فی الترمذی: (۳۱/۱، فاروقی کتب خانہ)

وقد کرہ قوم من اھل العلم ان یصف بین السواری و بہ یقول احمد و اسحق و قد رخص من اھل العلم فی ذلک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۲۹

﴿درمیان میں صفوں کو خالی چھوڑ کر پیچھے نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جماعت سے نماز ہو رہی تھی کہ دو یا ایک صف چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہو گئے تو ان کی نماز ہو گی یا نہیں؟ نیز بڑی مسجد اور چھوٹی مسجد کے حکم میں فرق ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اتصال صفوف کی بڑی اہمیت ہے اس کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے نماز مکروہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تحریمی ہے تاہم مسجد کی حدود کے اندر اندر نماز ہو جاتی ہے اگر چہ مکروہ تحریمی ہے اور گناہ ہے لیکن مسجد کے علاوہ صحرا میں اتصال صفوف کے بغیر نماز ہوتی نہیں، اسی طرح بہت بڑی مسجد مثلاً: بیت المقدس یا اس جیسی کوئی اور بڑی مسجد ہو اور صفوں سے دور کسی کونے میں کوئی امام کی اقتداء کرتا ہے تو ایسی صورت میں بھی نماز نہیں ہوتی، عام مساجد میں نماز ہو جاتی ہے اگر چہ مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

لمافی التنویر وشرحه:(۲/۲۱۲،طبع امدادیه)

لوصلیٰ علیٰ رفوف المسجدان وجدفی صحته مکاناکره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة وفی الشامیة الکراهة تنزیهیة اوتحریمیة ویرشدالی الثانی قوله علیه السلام ومن قطعه قطعه الله.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۰۷،طبع رشیدیه)

ویکره للمنفرد ان یقوم فی خلال صفوف الجماعة فیخالفهم فی القیام و القعود و کذا للمقتدی ان یقوم خلف الصفوف وحده اذا وجد فرجة فی الصفوف.

ولمافی الحلبی الکبیر:(ص۵۶۴طبع سهیل آکیڈمی)

وقد قالوا ان المسجد اذا کان کبیرا جداً کمسجد بیت المقدس المشتمل علیٰ المساجد الثلٰثة وقام المقتدی فی اقصاه من غیر اتصال الصفوف لا یجوز.

ولمافی التاتارخانیة:(۱/۶۵۳،طبع قدیمی)

ولوصلی خلف الصف ولم یلحق بالصف......ذکرمحمدبن شجاع ان علی قول أبی حنیفةؒیکره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

۳صفرالخیر۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۵۷

﴿خلیفہ بنانے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک امام صاحب کو نماز کے دوران عذر پیش آنے کی وجہ سے خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑی جبکہ امام نے پہلی دو رکعتوں میں بھول سے قراءت بھی نہیں کی تھی چنانچہ اس نے ایک ایسے آدمی کو خلیفہ بنایا جو اسی وقت نماز میں شامل ہوا تھا اور دو رکعتیں اس سے نکل چکی تھیں تو شرعاً اس خلیفہ کو کتنی رکعتوں میں قراءت کرنا ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: احمد سعید

﴿جواب﴾ خلیفہ بننے والے مسبوق کو نماز کے ایسے مسائل معلوم ہوں تو خلیفہ بنے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

،بصورت دیگر امام کے اشارہ سے مصلی کی طرف نہ بڑھے تاکہ سب کی نماز خراب نہ ہو مذکورہ صورت میں امام نے پہلی دو رکعتوں میں بھول سے اگر فرض مقدار کے برابر قراءت نہیں کی تھی اور خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آئی تو اشارہ سے خلیفہ کو سمجھا دے کہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت نہیں ہوئی اور سجدہ سہو بھی واجب ہے .خلیفہ اپنی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرے تاکہ لوگوں کی نماز درست ہو پھر سلام پھیرے بغیر کسی مدرک کو خلیفہ بنادے ،خلیفہ ثانی سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور خلیفہ اوّل بھی بحیثیت مقتدی سجدہ سہو میں شامل ہو، جب خلیفہ ثانی نماز مکمل کرے تو خلیفہ اوّل بقیہ دو رکعتوں میں بھی قراءت کرے اس لیے کہ اس کی اپنی پہلی دو رکعتیں قرأت کی وجہ سے امام اوّل کی دو رکعتیں شمار ہوئیں جن میں یہ شریک بھی نہیں تھا اب آخری دو رکعتوں میں اگر یہ قرأت نہیں کرے گا تو اس کی اپنی نماز فرض قرأت سے خالی رہے گی اس لیے ضروری ہے کہ یہ آخری دو رکعتوں میں بھی قرأت کرے۔

لما فی التنویر:(۱/۶۱۰طبع: سعید)

(ولو استخلف الامام لو مسبوقا)أو لاحقا أو مقيما وهو مسافر (صح)والمدرك اولى ولو جهل الكمية قعد فى كل ركعة احتياطاً ولو مسبوقا بركعتين فرضنا القعدتين ولو أشار له انه لم يقرأ فى الاوليين فرضت القراءة فى الاربع (فلو أتم)المسبوق (صلوة قدم مدركا للسلام.

ولما فى الرد المحتار:(۱/۶۱۰طبع: سعيد)

(قوله فرضنا القعدتين)لان القعدة الاولى فرض على امامه وهو قائم مقامه والثانية فرض عليه (قوله فرض القراءة فى الاربع)لانه لما قرأ فى الركعتين نيابة عن الامام التحقت بالاوليين فخلت الاخريان عن القراءة فصار كان الخليفة لم يقرأ فى الاخريين فاذا قام الى قضاء ما سبقه لزمه القراءة فيما سبق به ايضاً كما حكم المسبوق من انه منفرد فيما يقضيه .

ولما فى البحر الرائق:۱/۳۷۷طبع: سعيد)

فلو استخلف فى الرباعية مسبوقا بركعتين فصلى الخليفة ركعتين ولم يقعد فسدت صلوته ولو اشار اليه الامام انه لم يقرأ فى الاوليين لزمه ان يقرأ فى الاخريين بقيامه مقام الامام واذا قرأ التحقت بالاوليين فخلت الاخريان عن القراءة فصار كان الخليفة لم يقرأ فى الاخريين فاذا قام الى قضاء ما سبقه لزمه القراءة فيما سبق به من الركعتين فقد لزمه القراءة فى جميع الفرض الرباعى.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی المحیط البرھانی:(۲/۱۳۰۱،طبع:دارۃ القرآن)

وفی 'النوادر' الامام اذا نسی القراءۃ فی الاولیین من الظھر ثم سبقه الحدث واستخلف رجلا جاء ساعتئذ فعلی الثانی ان یقرأ فی الاخریین قضاء عن الاولیین فاذا انتھی الی موضع سلام الامام استخلف من یسلم بھم وقام بقضاء الاولیین وقرأ فیھما ولو ترک القراءۃ فیھما فسدت صلوته وان قرأ مرۃ فی رکعتین ،لان تلک القراءۃ التحقت بالاولیین فبقیت الاخریان بغیر قراءۃ ،فاذا قضی الاولیین فلا بد له من القراءۃ فیھما.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٰنکی

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

فتویٰ نمبر: ۳۲۱۰

﴿نماز میں خلیفہ بنانے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک امام صاحب کو دوران نماز کوئی عذر پیش آگیا اور اسے خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑی چنانچہ اس نے ایک آدمی کو خلیفہ بنایا لیکن اس کو معلوم ہی نہیں کہ امام کس رکن میں تھا اور اب مجھے کیا پڑھانا ہے تو امام اس کو کیسے بتلائے؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: محمد طاسین

﴿جواب﴾ خلیفہ کو سمجھانے کی ضرورت ہو تو صرف معمولی اشارے سے سمجھانے کی گنجائش ہے مثلا ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو رکعتیں باقی ہوں تو دو انگلیوں سے اشارہ کرے رکوع کا بتانا ہو تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر ہاتھ رکھے قرأت باقی ہو تو منہ پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کرنا ہو تو پیشانی اور زبان پر ہاتھ رکھے اگر سجدہ سہو واجب ہوا ہے تو سینے اور دل پر ہاتھ رکھے .زبان سے بتا دیا یا عمل کثیر کر کے سمجھانے کی کوشش کی تو تمام کی نماز فاسد ہو جائیگی.

لما فی الدر المختار:(۱/۶۰۱طبع: سعید)

ویشیر باصبع لبقاء رکعة وباصبعین لرکعتین ویضع یده علی رکبته لترک رکوع وعلی جبھته لسجود۔۔وعلی فمه لقرائۃ وعلی جبھته ولسانه لسجود تلاوۃ أو صدرہ لسھو

ولما فی التاتارخانیۃ:(۱/۵۰۵ قدیمی کتب خانه)

(وفی الفتاوی العتابیه والاستخلاف یکون بالاشارۃ لرکعۃ واحدۃ باصبع واحد ولسجدۃ یضع اصبعه علی الجبھۃ ان کانت واحدۃ وان کانت الثنتین باصبعین ولسجدۃ التلاوۃ یضع اصبعه علی الجبھۃ واللسان وللسھو یشیر بذلک بعد السلام بتحول رأسه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یمینا وشمالا وقیل یضع اصبعه علی قلبه وفی الظهیریه هذا اذا لم یعلم الخلیفة بذلک أما اذا علم فلا حاجة الی ذلک

ولما فی الهندیة:(۱۰۶/۱ قدیمی کتب خانه)

ولو ترک رکوعا یشیر بوضع یده علی رکبتیه أو سجودا یشیر بوضعها علی جبهته أو قراءة یشیر.......بوضعها علی فمه کذا فی البحر وان بقی علیه رکعة واحدة یشیر باصبع واحد وان کان اثنتین فباصبعین ولسجدة التلاوة یضع اصبعه علی الجبهة واللسان وللسهو علی قلبه هکذا فی الظهیریة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٹکی

۲۸ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۲۲

﴿مسافر امام کا مسافر اور مقیم مقتدیوں میں مقیم کو خلیفہ بنانے پر نماز کی ترتیب﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر امام کی اقتداء میں مسافر اور مقیم نمازی لوگ نماز اگر پڑھیں، اور امام کو حدث لاحق ہو جائے، اور مقیم مقتدی کو وہ خلیفہ بنا لے تو یہ لوگ اب کس ترتیب سے نماز پوری کریں گے، اور خلیفہ اگر مسافر مقتدی کو بنالیا تو کیا حکم ہو گا؟ اسی طرح امام اگر مقیم ہے، اور مسافر مقتدی کو خلیفہ بنالیا، تو نماز کی ترتیب میں فرق ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مسافر امام کو خلیفہ بنانے کی اگر ضرورت پیش آئی، تو بہتر یہ ہے کہ مسافر مقتدی کو خلیفہ بنالے تاکہ اصل امام کی ترتیب سے دو رکعت نماز پوری کر کے سلام پھیر دے، مسافر مقتدی بھی سلام پھیر لیں گے، اور مقیمین باقی ماندہ اپنی نماز پوری کرلیں گے۔ اور اگر مقیم مقتدی کو خلیفہ بنالیا، تب بھی بلا کراہت نماز جائز ہے، لیکن اس صورت میں اصل امام پر دو رکعتوں کے بعد والا قعدہ فرض تھا، خلیفہ مقیم پر بھی اسی درجہ میں ضروری ہوگا، خدانخواستہ بھول سے اگر رہ گیا یا واجب سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا، تو سب کی نماز باطل ہوگی، اور مسافر مقتدی لوگوں کی نماز دو رکعتوں پر پوری ہوگی، اس لئے سلام پھیرنے کیلئے مقیم خلیفہ کو مسافر مقتدی کو خلیفہ بنانا ضروری ہوگا، اور باقی مقیم مقتدی لوگ خلیفہ اول سمیت لاحق کی طرح اپنی اپنی نمازیں پوری کریں گے۔ لہذا مقیم مقتدی کو خلیفہ بنانے میں باریکیاں ہیں، جن کی وجہ سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ مسافر مقتدی کو خلیفہ بنالے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور امام اگر مقیم ہے، تو تمام مسافر لوگوں پر بھی اتمام لازم ہو جاتا ہے، اس لئے وہ اپنا خلیفہ مسافر کو بنا لے یا مقیم کو، نماز کی ترتیب میں کوئی فرق نہیں آتا۔

لما فی المبسوط لسرخسی:(۱۷۸/۱، ۱۷۹، طبع: دار المعرفة بیروت)

(امام أحدث وهو مسافر وخلفه مقيمون ومسافرون فقدم مقيماً صح ذالک)لأن المقيم شريكه في هذه الصلوة ولا يتغير به فرض المسافرين .....ثم على الثاني أن يتم بهم صلاة المسافرين لأنه خليفة الأول فيأتي بما كان على الأول فاذا قعد قدر التشهد قدم مسافراً ليسلم بهم لأنه عاجز عن التسليم بنفسه لبقاء البناء عليه،ثم يقوم هو مع المقيمين فيتمون صلاتهم وحداناًهكذا"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين صلى بعرفات أتموا يا أهل مكة صلاتكم فانا قوم سفر "فان اقتدوا فيما يقضون فسدت صلاتهم،لأن الاقتداء في موضع يحق فيه الانفراد كالانفراد في موضع يحق فيه الاقتداء،لما بينهما من المخالفة في الحكم،وان مضى الامام الثاني في صلاته حتى أتمها صلاة الاقامة والقوم معه فان قعد في الثانية قدر التشهدفصلاته وصلاة المسافرين تامة___فأما صلاة المقيمين فاسدة، لأن عليهم الانفراد في الأخريين.

ومثله في الفتح القدير:(۲۹۸/۱، ۲۹۹، طبع: رشيدية)

ولما في حلبي كبيري:(ص، ۲۶۷، طبع:نعمانية)

اذا عرفت هذا فنقول اذا اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت صح ولزمه الاتمام لم قلنا.

ولما في التنوير مع الدر:(۵۹۴/۱، طبع: سعيد)

ومقيم ائتم بمسافر ___وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولاسهو.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۸ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۲۷

﴿مقتدی کو جب خلیفہ بنایا جائے تو اس کیلئے نیت کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام کو کوئی عذر پیش آجائے اور وہ کسی مقتدی کو خلیفہ بنائے تو کیا اس خلیفہ کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ امام جس مقتدی کو خلیفہ بنائے اس کو امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔ ورنہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

لما في الشامي:(۱۰۳/۲، طبع امداديه)

من كانت امامته بطريق الاستخلاف فانه لا يصير اماماً مالم ينو الامامة بالاتفاق كما

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نص علیه فی المعراج فی باب الاستخلاف.

ولما فی الفقه الاسلامی:(۱/۷۷۶،طبع رشیدیه)

ولو ترکها فی صلوة لاستخلاف ،صحت له،وبطلت علی المأمومین.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۰۷،طبع:قدیمی)

والامام المحدث علی امامته ما لم یخرج من المسجد ،أو یستخلف رجلاً ویقوم الخلیفة فی مقامه ینوی أن یئوم الناس.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:تنویرالرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ — فتوی نمبر:۳۵۷۱

﴿فصل فی اللاحق والمسبوق﴾

﴿لاحق نماز کس طرح پڑھے؟﴾

﴿سوال﴾ ایک شخص تکبیر اولیٰ کیساتھ جماعت میں شریک ہوا اب امام صاحب نے پہلی رکعت کا رکوع اور سجدہ کیا لیکن اس کو خبر نہ ہوئی دوسری، تیسری، چوتھی رکعت امام کیساتھ پڑھی اب یہ آدمی اپنی پہلی رکعت کس طرح قضاء کرے گا؟ جواب حوالے کیساتھ مطلوب ہے۔

﴿جواب﴾ یہ شخص پہلے اپنی اسی رکعت کی قضاء کرے بغیر قراءت کے اور اسکے بعد امام کی متابعت کرے لیکن اگر امام فارغ ہو چکا ہو تو بقیہ نماز کی بھی بغیر قراءت کے قضاء کرے تاہم اگر اس ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور امام کیساتھ نماز مکمل کر کے آخر میں قضاء کی یعنی مسبوق کی طرح تو بھی نماز درست ہو جائیگی لیکن گنہگار ہوگا۔

لمافی الشامیة:(۲/۳۲۵،طبع امدادیه)

وحکمه أنه یبدأ بقضاء مافاته بالعذر ثم یتابع الامام ان لم یفرغ وهذا واجب لاشرط حتی لو عکس یصح فلو نام فی الثالثة واستیقظ فی الرابعة فانه یأتی بالثالثة بلاقراءة فاذا فرغ منها صلی مع الامام الرابعة وان فرغ منها الامام صلاها وحده بلاقراءة ایضا فلو تابع الامام ثم قضی الثالثة بعد سلام الامام صح وأثم.

هکذافی حلبی کبیر:(ص ۴۷۰).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سجدے کی حالت میں امام کی اقتداء کی اور شریکِ سجدہ نہ ہوا﴾

﴿سوال﴾ میں امام کے ساتھ اس حال میں شریک ہوا کہ امام صاحب پہلے سجدے میں تھے لیکن میں امام صاحب کے ساتھ دونوں سجدوں میں شریک نہ ہوا باقی نماز میں امام کے ساتھ برابر کا شریک رہا اور آخر میں صرف ایک رکعت پڑھ لی ان سجدوں کی قضاء تو میرے ذمے نہیں؟

﴿جواب﴾ امام صاحب سجدے میں ہیں تو مسبوق کو بھی اس سجدے میں شامل ہونا ضروری ہے، البتہ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تو ان سجدوں کی الگ قضاء نہیں ہے، اس لئے کہ فوت شدہ رکعت کے اداء کرتے وقت دونوں سجدے بھی مستقل اداء ہو جاتے ہیں، البتہ ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی التجنیس:(۲/۴۳،طبع ادارۃ القرآن)

رجل انتهى الى الامام وقد سجد سجدة فكبر ونوى الاقتداء به ومكث قائما حتى قام الامام ولم يتابعه فى السجدة ثم تابعه فى بقية الصلوة ، فلما فرغ الامام قام وقضى ما سبق تجوز صلوته لانه يصلى تلك الركعة الفائتة بسجدتيها بعد فراغ الامام وان كانت المتابعة حين شرع الامام واجبة فى تلك السجدة.

ولمافی الرد:(۲/۱۶۱،مکتبہ امدادیہ)

بعموم هذه القاعدة على هذا الوجه لم ارمن ذكره نعم وجوب فعل هاتين السجدتين مع الامام مسلم لوجوب المتابعة وان لم تحسبا له من الركعة التى يقضيها واما لزوم قضائهما فان اراد به انه ياتى بهما فى الركعة التى يقضيها فمسلم ايضا وان اراد انه ياتى بهما زيادة على الركعة المذكورة كما هو المتبادر من كلامه فيحتاج الى نقل والمنقول وجوب المتابع وانه يقضى ركعة تامة فقط

ولمافی مراقی الفلاح:(ص۱۷۶،طبع قدیمی)

(واذا وجد الامام ساجدا تجب مشاركته فيه) وفى الطحطاوى وان لم يتابعه ووقف حتى قام ثم تابعه فى بقية الصلوة وقضى ما فاته من الركعات بعد الفراغ تجوز صلوته لانه يصلى تلك الركعة الفائتة بسجدتيها.

ولمافی البحر:(۲/۷۷،طبع سعید)

صرح قاضيخان فى فتاواه بأن عليه المتابعة فى السجدتين وان لم يحتسبا له وصرح به فى العمدة وصرح فى الذخيرة بان المتابعة فيهما واجبة ومقتضاه ان لو تركهما لم تفسد صلوته.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عبیداللہ عابد ویروی

۲صفر المظفر ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۸۷۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿امام کے ساتھ سجدہ سہو میں مسبوق کا عمداً یا ساہیاً سلام پھیرنے سے نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق سجدہ سہو میں جان بوجھ کر یا بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ مستفتی: سہیل

﴿جواب﴾ مسبوق جان بوجھ کر سجدہ سہو کے سلام میں امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوگا اور اگر بھول کر سلام پھیر دے گا تو اس کی نماز درست ہوگی، اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا خواہ اس کا سلام امام کے سلام کے بعد کیوں نہ ہو۔

لمافی بدائع الصنائع:(۱/۱۷۲،طبع سعید)

ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السہو دون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السهو لا فی سلامه وان سَلَّم فان کان عامداً تفسد صلوته وان کان ساهیا لا تفسد ولا سهو علیه لأنه مقتد وسهو المقتدی باطل.

ولمافی مراقی الفلاح حاشیة الطحطاوی:(۱/۲۵۳،طبع قدیمی)

وان سَلَّم بعده أی بعد سلام الامام من سجود السهو فقط اما سلامه بعد سلام الامام الاول من الصلوة فلا یلزم به السهو لأنه لما سجد للسهو معه عاد الی الاقتداء ولا سهو علی المقتدی فتامل فیه کله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۴۲۷ھ | فتویٰ نمبر:

﴿مسافر امام کی اقتدا کرنے والے مقیم مسبوق کی نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعات والی نماز میں ایک مقیم آدمی نے مسافر امام کی اقتداء اس وقت کی جب ایک رکعت ہو چکی تھی اب امام کی فراغت کے بعد یہ آدمی بقیہ رکعات کس طریقے سے پڑھے گا؟ مستفتی: شاکر اللہ

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر پہلی دونوں رکعات بغیر قراءت کے ادا کرے گا یعنی الحمد اور سورۃ نہیں پڑھے گا، اس لئے کہ یہ لاحق ہے اور حکماً امام کے پیچھے ہے، لہٰذا قراءت کرنے کی ضرورت نہیں اور آخری رکعت (جو امام کے پیچھے پڑھنی تھی) میں یہ

مسبوق ہے، لہٰذا اس میں قراءت کرے گا یعنی الحمد اور سورۃ پڑھے گا۔

لمافی التنویر و شرحہ:(۲/۲۲۳-۲۲۴ طبع امدادیہ)

واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتداء ه بعذر كغفلة الى ان قال ومقيم ائتم بمسافر...... ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق قال العلامة ابن عابدين الشامیؒ تحت هذه المسئلة (و مقيم الخ) فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقاً ايضاً كما اذا فاتته اول صلاة امامه المسافر.هكذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند:(۲۵۸/۲)وكذافی فتاوی مفتی محمودؒ(۵۰۵/۲)وكذافی كفایت المفتی(۳۸۷/۳)وفتاوی محمودیه(۲۶۷/۲).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۳

﴿باقی ماندہ نماز پوری کرتے ہوئے مسبوق ثناء پڑھ لیا کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام درجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں، اگر کسی مقتدی سے پہلی رکعت نکل گئی، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ مقتدی اپنی ایک فوت شدہ رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، الحمد شریف اور سورت تمام کو پڑھے گا، یا صرف تسمیہ، الحمد شریف اور سورت پڑھے گا؟ مسئلہ ہذا کا تسلی بخش جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: محمد اختر حسین قصور

﴿جواب﴾ یہ شخص مسبوق کہلاتا ہے، مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعت کیلئے کھڑا ہو، تو سب سے پہلے ثناء پھر تعوذ اور بسم اللہ پڑھے، اور یہ سنت عمل ہے، اگر چہ نماز میں شامل ہونے کے موقع پر بھی اس نے ثناء پڑھ لیا ہو، تب بھی پڑھ لینا چاہیئے۔

لما فی تنویر الابصار مع الدرّ:(۵۹٦/۱ طبع: سعید)

والمسبوق من سبقه الامام بها أو ببعضها وهو منفرد حتى يثنى ويتعوّذ ويقرأ.

ولما فی الشامی:(۴۸۸/۱،۴۸۹ طبع: سعید)

واقول ما ذكره المصنف جزم به فی الدرر.وقال فی المنح:وصححه فی الذخيرة وفی المضمرات وعليه الفتوى ومشى عليه فی منية المصلی والشارح فی الخزائن وشرح الملتقى واختاره قاضی خان حيث قال :ولو ادرك الامام ما اشتغل بالقراءة قال ابن الفضل لا يثنى ،وقال غيره يثنى ،وينبغی التفصيل،ان كان الامام يجهر لا يثنى ،وان كان يسر يثنى وهو مختار شيخ الاسلام خواهر زاده،وعلّله فی الذخيرة بما حاصله بأن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الاستماع في غير حالة الجهر ليس بفرض بل يسن تعظيما للقراءة فكان سنة غير مقصودة لذاتها وعدم قراءة المؤتم في غير حالة الجهر لا لوجوب الانصات بل لأن قراءة الامام له قراءة ،واما الثناء فهو سنة مقصودة لذاتها ،وليس ثناء الامام ثناء للمؤتم ،فاذا تركه يلزم ترك سنة مقصودة لزاتها للانصات الذى هو سنة تبعا بخلاف تركه حالة الجهر فكان المعتمد ما مشى عليه المصنف فا فهم.

ولما في الهندية : (۱/۹۰،۹۱، طبع: شيدية)

منها أنه اذا ادرك الامام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء ـــ سواء كان قريبا أو بعيدا أو لا يسمع لصممه هكذا في الخلاصة فاذا قام الى قضاء ما سبق يأتي بالثناء ويتعوذ للقراءة كذا في فتاوى قاضيخان والخلاصة والظهيرة وفي صلاة المخافتة يأتي به هكذا في الخلاصة ويسكت المؤتم عن الثناء اذا جهر الامام هو الصحيح الخ.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر لکی مروت

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۴۸۳

﴿مسبوق پر باقی ماندہ رکعت میں قرأت کی ترتیب کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ مغرب،عشاء یا فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں ملے،اور امام اس رکعت میں ”قل أعوذ برب الناس“ پڑھے،تو یہ مسبوق مقتدی اپنی باقی ماندہ رکعت میں کیا پڑھے؟اسی طرح اگر امام دوسری رکعت میں ”لایلاف قریش“ پڑھے،تو کیا مسبوق مقتدی پر ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے بعد والی سورت پڑھنا لازمی ہے؟ مستفتی: ایک طالب علم

﴿جواب﴾ باقی ماندہ نماز پوری کرتے ہوئے مسبوق کی حیثیت منفرد کی طرح ہوتی ہے،اس پر لازم نہیں ہے، کہ امام کی قرأت کا لحاظ کرتے ہوئے ترتیب سے قرأت کرے،وہ کہیں سے بھی پڑھ سکتا ہے۔

لما في التنوير مع الدر: (۱/۵۹۶، طبع: سعيد)

والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه بعد متابعته لامامه ـــ ويقضي اوّل صلاته في حق قراءته وآخرها في حق تشهد.

ولما في العالمكيرية:(۱/۹۱، طبع: رشيدية)

ومنها انه يقضي أول صلاته في حق القراءة وآخرها في حق التشهد حتى لو ادرك ركعة من

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۲۴

﴿مسبوق کیلئے فوت شدہ رکعتوں میں قراءت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چار رکعتوں والی نماز میں امام کی اقتداء دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں کی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رہی ہوئی رکعتوں میں قراءت کی کیا ترتیب ہوگی؟ مستفتی: عبداللہ پورٹ قاسم

﴿جواب﴾ جو شخص نماز میں امام کی اقتداء دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں کرے اسے مسبوق کہتے ہیں مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعات حسب ذیل تفصیل کے مطابق مکمل کرے گا:

مثلاً: اگر مسبوق چار رکعتوں والی نماز کی چوتھی رکعت میں امام کی اقتداء کرے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ و تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورت کی قراءت کے بعد رکوع کرے گا دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورت کی قراءت کرے گا جبکہ تیسری رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع کرے گا۔

اسی طرح اگر تیسری رکعت میں شامل ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ کی قراءت کرے گا جبکہ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ کی قراءت کے بعد رکوع کرے گا، اسی طرح اگر دوسری رکعت میں امام کی اقتداء کی تو ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورت کی قراءت کے بعد اپنی نماز مکمل کرے گا۔

لما في التنوير و شرحه: (۵۹۶/۱، احكام المسبوق والمدرك، طبع سعيد)

والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه حتى يثنى ويتعوذ ويقرأ (وبعد سطر) ويقضى اول صلاته في حق قرأة و آخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط.

ولما في البزازية: (۵۵/۱، نوع في المسبوق، طبع قديمي)

ولو ادرك ركعة من ذوات الاربع صلى ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم صلى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اخری بفاتحة وسورة ولا يتشهد.

ولما في قاضي خان:(۱/۸۴،قبيل فصل فيمن يصح الاقتداء،طبع قديمي)

ان المسبوق لم ياتي بالثناء في اول الصلاة لقام الى قضاء ما سبق ذكر في الكيسانيات انه ياتي بالثناء عند محمد ولم يذكر فيه خلافا(وبعد سطر)والمسبوق اذاقام الى قضاء ماسبق قالوا ان تعوذكان حسنا.

ولمافي الكبيري:(ص۲۶۵،طبع نعمانيه)

والمسبوق ياتي بالثناء اذاادرك الامام حالة المخافتة ثم اذا قام الى قضاء ما سبق به ياتي به ايضاكذاذكره في الملتقط.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: ناجد محمود کھوٹ

۲۳محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۷۸۷

﴿مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کب کھڑا ہو؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کب کھڑا ہو؟ امام کا ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد یا جیسے ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے فوراً کھڑا ہو؟　　　مستفتی: حاجی عباس ڈیفنس فیز۲ کراچی

﴿جواب﴾ مسبوق کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اتنی دیر تک انتظار کرنا چاہیے کہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ امام کی نماز پوری ہو گئی ان پر مزید کوئی سجدۂ سہو وغیرہ لازم نہیں ہے اس کے بعد باقی ماندہ نماز کے لئے کھڑا ہو۔

لمافي الدر:(۱/۵۹۷،طبع سعيد)وينبغي ان يصبر حتى يفهم أنه لاسهوعلى الامام.

وفي الشامية:(قوله وينبغي أن يصبر الخ):اى ليقوم بعدالتسليمة أوالتسليمتين بل ينتظرفراغ الامام بعدهماكمافي الفيض والفتح والبحر،قال الزندويستي:في النظم يمكث حتى يقوم الامام الى تطوعه أويستندالى المحراب ان كان لاتطوع بعدها اه، قال في الحلية:وليس هذابلازم بل المقصودمايفهم أن لاسهوعلى الامام أويوجدله مايقطع حرمة الصلاة اه.

ولمافي الهندية:(۱/۹۱،الفصل السابع في المسبوق واللاحق،طبع رشيديه)

(ومنها)أنه لايقوم الى القضاء بعدالتسليمتين بل ينتظرفراغ الامام كذافي البحر الرائق،ويمكث حتى يقوم الامام الى تطوعه ان كان صلاة بعدهماتطوع أويستدبر المحراب ان لم يكن أوينتقل عن موضعه أويمضي من الوقت مقدارمالوكان عليه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سهو المسجد كذا في التمرتاشي في باب العيد.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۲۹۳۸

﴿لاحق اور مسبوق کی نماز میں فرق ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے چار رکعت والی نماز میں امام کی اقتدا کی جبکہ شروع تحریمہ سے امام کے ساتھ شریک تھا پہلی رکعت مکمل کرنے کے بعد اسکو حدث پیش آنے کیوجہ سے وہ وضو کرنے کے لیے چلا گیا تو اس سے دوسری رکعت فوت ہوگئی، پھر وضو کرنے کے بعد تیسری رکعت میں بناء کی نیت سے امام کے ساتھ شریک ہونا چاہتا ہے جبکہ اس دوران اس سے کوئی بھی ایسا عمل جو منافی صلاۃ ہو سرزد نہیں ہوا، پوچھنا یہ ہے کہ زید مسبوق کی طرح نماز ادا کرے گا یا فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو اسکی وجہ کیا ہے؟ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں زید مسبوق کی طرح امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی فوت شدہ رکعت کو ادا نہیں کریگا بلکہ زید پہلے اپنی فوت شدہ رکعت کو بغیر قراءت کے پوری کرے پھر امام کے ساتھ شریک ہوجائے۔

اور وجہ فرق یہ ہے: کہ یہ شخص لاحق ہے گویا امام کی متابعت میں نماز پڑھ رہا ہے جبکہ مسبوق فوت شدہ رکعتوں کو اصالۃً پڑھ رہا ہوتا ہے۔

لما في الهندية :(۹۲/۱ مكتبه رشيديه)

اللاحق وهو الذي ادرك اولها وفاته الباقي لنوم أو حدث أو بقي قائم للزحام أو الطائفة الأولى في صلاة الخوف كأنه خلف الامام لا يقرأ ولا يسجد للسهو كذا في الوجيز للكردري ولو سجد للسهو لا يتابع اللاحق قبل قضاء ما عليه بخلاف المسبوق كذا في الخلاصة، اللاحق اذا عاد بعد الوضوء ينبغي له أن يشتغل أولاً بقضاء ما سبقه الامام بغير قراءة يقوم مقدار قيام الامام ركوعه وسجوده ولو زاد أو نقص فلا يضره. هكذا في شرح الطحطاوي.

ولما في البحر:(۳۶۷/۱ باب الحدث في الصلاة طبع سعيد كراچي)

قوله ومن سبقه حدث توضأ وبنى بالقياس فسادها، لأن الحدث ينافيها والمشي والانحراف يفسدانها فأشبه الحدث العمد، ولنا قوله عليه الصلاة والسلام من قاء أو رعف أو أمذى فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلاته ما لم يتكلم، ولا نزاع في

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صحته مرسلاً، وهو حجة عندنا وعند أكثر أهل العلم ومذهبنا ثابت عن جماعة الصحابة.

ولما في البحر:(۱/۹۹ مطبع سعيد كراچی) الاترى انه لايقرأ ولايسجد للسهو.

ولما في التاتارخانية:(۱/۲۹۹، الحدث في الصلاة، قديمی كتب خانه)

وان كان مقتديا يذهب ويتوضا وان كان فرغ من الوضوء من قبل أن يفرغ الامام من الصلاة، فعليه أن يعود الى مكانه لامحالة، لأنه بقي مقتديا، (وفي التفريد) ويقضي مافاته أولاً بغير قرآءة ثم يتابع الامام ولوسها فيه لايسجد بخلاف المسبوق.

ولما في الهندية:(۱/۹۲ مكتبه رشيديه كوئٹه)

ألمسبوق يخالف اللاحق في القضاء في ستة أشياء: في محاذاة المرأة والقرأة والسهو والقعدة الأولى اذاتركها الامام وفي ضحك الامام في موضع السلام وفي نية الامام الاقامة اذا قيد المسبوق الركعة بالسجدة كذافي الظهيرية.

ولما في الهندية:(۱/۹۱ مكتبه رشيديه كوئٹه)

ولو أدرك (المسبوق) ركعة من الرباعية فعليه أن يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي ركعة أخرى كذالك ولايتشهد.

لما في البحر:(۲/۱۳۵ مطبع سعيد)

بخلاف المسبوق لأنه أدرك قرآءة نافلة فلم يتادى الفرض فكان الاتيان أولى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۷۷

﴿مسبوق مسافر قراءت مقیم کی طرح پوری کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر مقتدی نے مقیم امام کی اقتداء کی جبکہ وہ تیسری رکعت پڑھا رہا تھا، اب امام کی نماز ختم ہوجانے کے بعد مسافر جو دو رکعتوں کو پورا کرے گا تو خاموش کھڑا ہوگا یا سورۃ فاتحہ مع السورۃ پڑھے گا؟

﴿جواب﴾ یاد رہے کہ جب مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو اس پر مقیم کی طرح نماز پڑھنا لازم ہے، لہذا مذکورہ صورت میں مسافر پر چار رکعات لازم ہیں، اور چونکہ اس نے امام کیساتھ آخری دو رکعات پڑھی ہے وہ چونکہ قراءت سے خالی تھیں، لہذا البقیہ دو رکعات سورۃ فاتحہ کیساتھ کوئی سورۃ ملا کر پڑھیگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی النهر الفائق:(۱/۳۴۷، طبع:قدیمی)

(وان اقتدی مسافر بمقیم فی الوقت)سواء اقتدی به فی جزء من صلاته اوکلها(صح)اقتدائه (واتم)صلاة المقیمن بقی الوقت او خرج قبل اتمامها لتغیرفرضیة بالتبعیة.

ولما فی القهستانی:(۱/۲۵۶طبع:سعید)وبانه لواقتدی بالمقیم فی الشفع الثانی یتم اربعا.

ولما فی الشامی:(۱/۵۹۵،طبع سعید)

فانه اذاقضی مافاته یقرء ویسجد للسهو اذاسها فیه ویتغیرفرضه لوکان مسافر أو نوی الاقامة ویتابع امامه قبل قضاء مافاته.

ولما فی الدرالمختار:(۱/۵۹٦،طبع سعید)

(والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد)حتی یثنی ویتعوذ ویقرء ......(فیما یقضیه)......ویقضی اول صلاته فی حق قرءة وآخرها فی حق تشهد.

ولما فی الهدایة:(۱/۱۷۵،طبع رحمانیه)

(وان اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعا)لانه یتغیر فرضه الی اربع للتبعیة کما یتغیر بنیة الاقامة لاتصال المغیربالسبب وهوالوقت.

الجوب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۱۰ صفرالخیر ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر:۲۸۴۱

﴿دعائے قنوت اور تشہد پوری کی جائے یا امام کی اتباع ؟﴾

﴿سوال﴾ صلوٰۃ وتر جماعت سے پڑھی جارہی تھی تو امام مقتدی کی دعائے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو کیا مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا امام کی تابعداری بجالاتے ہوئے فوراً رکوع میں چلا جائے؟ نیز چار رکعت والی نماز میں تشہد کی تکمیل سے پہلے امام صاحب کھڑے ہوئے (تیسری رکعت کی طرف) کیا مقتدی کو تشہد پوری کرنی ضروری ہے یا امام کی تابعداری میں فوراً کھڑا ہو؟

﴿جواب﴾ مقتدی کی تشہد کی تکمیل سے پہلے امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد مکمل کر کے کھڑا ہو جائے کیونکہ اتمام تشہد واجب ہے۔

لما فی الشامی:(۲/۴۴۷،طبع امدادیه)

فان الامام لو سلم او قام للثالثة قبل اتمام الموتم التشهد فانک لا یتابعه بل یتمه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لوجوبه كما قدمه فى الشروع فى الصلوٰة.

امام جب مقتدی کے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو مقتدی کیلئے ضروری ہے کہ قنوت چھوڑے اور متابعت امام کرے کیونکہ قنوت کا مقصود دعا ہے اور دعا قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے، قنوت کو مکمل کرنا مستحب ہے اور متابعت امام واجب ہے پس واجب کے پیش نظر مندوب کو چھوڑا جائے گا۔

لمافى التنوير وشرحه:(۲/۴۴۷،طبع امداديه)

ركع الامام قبل فراغ المقتدى من القنوت قطعه و تابعه ولو لم يقرء منه شيئا،قال ابن عابدين الشامى تحت هذا القول (قطعه وتابعه) لان المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق على القليل والكثير وما اتى به منه كاف فى سقوط الواجب وتكميله مندوب والمتابعه واجبة فيترك المندوب للواجب.

اگر مقتدی نے قنوت بالکل نہ پڑھی ہو اور امام رکوع کرے تو اگر رکوع چھوٹنے کا خوف ہو تو رکوع کرے ورنہ قنوت پڑھ کے رکوع میں جائے۔

لمافى الرد:(۲/۴۴۷،طبع امداديه)

لو ركع الامام ولم يقرء المقتدى شيئا من القنوت ان خاف فوت الركوع يركع والا يقنت ثم يركع خانيه و غيرها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۱۴۰

﴿امام رکوع میں ملے تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے اور فوراً شامل ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں بعض دفعہ کچھ لوگ جب امام کو رکوع میں پا لیتے ہیں تو جلدی سے تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں جا کر امام صاحب سے جا ملتے ہیں، اور رکوع کے لئے جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بعض حضرات سے سنا ہے کہ اس سے نماز خراب ہو جاتی ہے، کیا ان لوگوں کی بات صحیح ہے؟

مستفتی:خضر حیات مروت

﴿جواب﴾ بعد میں آنے والے مقتدی کو امام جس حال میں ملے فوراً شامل ہونے کا حکم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔آپ کے گاؤں کے لوگ تکبیر تحریمہ اگر قیام کی حالت میں کہہ کر رکوع میں جاتے ہیں تو یہی طریقہ اپنانا شرعاً مطلوب ہے۔رکوع کے لئے مستقل تکبیر کہنا سنت ہے، بلا وجہ چھوڑنا نہیں چاہئے، تاہم جلدی میں رہ جائے تو اس سے فرق نہیں پڑتا، البتہ تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہنا ضروری ہے، لہذا رکوع ملنے کے لئے اتنی جلدی کرنا کہ جھکتے جھکتے تکبیر تحریمہ کہے، تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوگی، قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۴۸۰/۱، ۴۸۱، طبع: سعید)

ویشرط کونه قائماً فلو وجدالامام راکعا فکبر منحنیاً ان الی القیام اقرب صح ولغت نیة تکبیرة الرکوع.

ولما فی العالمگیریة:(۶۹/۱ ،طبع: قدیمی کتب خانه)

وکذا لو ادرك الامام فی الرکوع فقال:الله اکبر الا ان قوله الله کان فی قیامه وقوله:اکبر وقع فی رکوعه لا یکون شارعا فی الصلوة.

ولما فی حلبی کبیری:(ص،۲۲۸، طبع: نعمانیة)

وکذا لو ادرك الامام راکعاً فقال الله فی حال القیام ولم یفرغ من قوله اکبر الا وهو فی الرکوع لا یصح شروعه لان الشرط وقوع التحریمة فی محض القیام.

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(ص،۲۱۸،طبع: قدیمی کتب خانه)

ولو ادرك الامام راکعاً فحنی ظهره ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو اراد به تکبیر الرکوع وتلغو نیته لان مدرك الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیر مرّتین خلافا لبعضهم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح الشروع.

ولما فی فتاوی قاضیخان:(۸۴/۱،طبع: قدیمی کتب خانه)

ولو ادرك المقتدی الامام فی الرکوع فانه یکبر للافتتاح قائماً ویترك الثناء ویکبر ویرکع.

الجواب صحیح :عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ
یکم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ	فتوی نمبر: ۳۵۶۸

﴿ آیت سجدہ سننے کے بعد اگر امام کیساتھ شامل ہوتو۔۔۔ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی سنت یا نفل پڑھتے ہوئے کوئی شخص امام صاحب سے سجدۂ تلاوت اگر سن لے اور پھر امام صاحب کی اقتداء کر لے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جبکہ امام صاحب نے سجدۂ تلاوت اداء کرلیا ہو، تو کیا اس مقتدی پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا
مستفتی: ایک متعلم

﴿جواب﴾ ایسی صورت میں امام کیساتھ سجدۂ تلاوت میں اگرچہ شامل نہ ہو سکے لیکن وہی رکعت اگر مل گئی جس میں سجدۂ تلاوت امام نے اداء کردیا ہے تب بھی کافی ہے۔ البتہ وہی رکعت بھی اگر نہ ملے تو نماز کے بعد اپنے طور پر سجدۂ تلاوت اداء کرنا ضروری ہوگا۔

ولما فی الهندية:(۱/۱۴۷، طبع: قديمی كتب خانه)

"سمع من امام فدخل معه قبل ان يسجد سجد معه وان دخل فی صلاة الامام بعد ما سجدها الامام لا يسجدها وهذا اذا ادركه فی آخر تلك الركعة اما لو ادركه فی الركعة الاخرى يسجدها بعدالفراغ كذا فی الكافی".

ولما فی التنوير مع الدر:(۲/۱۱۰، طبع: سعيد)

ومن سمعها من امام ولو باقتداء ه به فأتم به قبل ان يسجد الامام لها سجد معه ولو اتتم بعده لا يسجد اصلاً كذا اطلق فی الكنز تبعا للاصل وان لم يقتد به اصلا سجدها وكذا لو اقتدى به فی ركعة اخرى على ما اختاره البزدوی وغيره وهو ظاهر الرواية وفی الشامية تحت (قوله وكذا الخ)ای يسجدها ولكن بعد الفراغ من الصلاة وهذا مقابل قوله كذا اطلق فی الكنز وبه جزم فی النقاية واصلاحها والفتح وشرح المنية وكذا فی المواهب وقال انه الاظهر وتبعه فی نور الايضاح وقد علمت ان اطلاق الكنز والاصل محمول عليه وقد صرح صاحب الكنز بحمله اطلاقه عليه فی كتابه الكافی وصاحب الدار أدرى.

ولما فی حلبی كبيری: (ص،۴۲۲، طبع: نعمانية)

وان اقتدى بعد ما سجد لها فان كان اقتداء ه فی الركعة التی تلاها فيها سقطت عنه ان ادرك معه الركوع لانها اثر القراءة التی قد تحملها الامام عنه فی تلك الركعة ولو لم يدرك معه تلك الركعة او لم يقتد لا تسقط فلا بد من سجوده لها لعدم المسقط."وكذا فی مراقی الفلاح(ص:۱۸۶) طبع قديمی كتب خانه".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۶۱۴

﴿اقتداء کی ایسی صورت کہ مسبوق ہے تو لاحق بھی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مقیم ہے اور اس کو عصر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی نماز میں مسافر امام کے پیچھے صرف قعدہ اخیرہ مل گیا۔ تو یہ آدمی بقایا نماز کیسے پوری کرے گا؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: رضوان اللہ بونیر

﴿جواب﴾ مقیم آدمی چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کی اقتداء میں قعدہ میں اگر شریک ہوا تو وہ ایسی صورت میں ایک لحاظ سے مسبوق ہے اور دوسرے لحاظ سے لاحق بھی، اب اس کو چار رکعتیں اس طرح پڑھنی ہیں کہ پہلے دو رکعتیں پڑھے اور ان میں یہ لاحق کی طرح نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت کیونکہ ان رکعتوں میں وہ حکماً امام کی اقتداء میں ہے، پھر باقی دو رکعتیں پڑھے جو امام کے ساتھ وہ نہ پڑھ سکا۔ اس لئے ان میں فاتحہ اور کوئی سورت پڑھنا ضروری ہے۔ اس ترتیب سے پڑھنا اولیٰ اور مستحب ہے یعنی خلاف کرنے کی صورت میں بھی نماز ہو جائیگی اگرچہ بہتر یہی صورت ہے جو بتادی گئی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۱/۵۹۴، طبع: سعید)

واللاحق من فاتة الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتداء ه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف ومقيم ائتم بمسافر ـــــ وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولا سهو.

ولما فی الشامی :(۱/۵۹۴، طبع: سعید)

وان كان اقتداء ه في الركعة الثانية مثلاً فاته بعضها ويكون لاحقاً مسبوقاً ـــ (قوله ومقيم الخ) فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقا أيضا كما اذا فاته أول صلاة امامه المسافر. كذا في حاشية الطحطاوي على الدر: (۱/۲۵۴، طبع: رشيديه)

ولما فی حاشية الطحطاوی علی المراقی :(ص۲۲۸، طبع: قدیمی کتب خانه)

قوله:(لانه أدرك الخ) بيانه انه لما كان لاحقا كان خلف الامام حكما فكان مقتديا به من هذا الوجه وهو منفرد حقيقة فبالنظر الى انه مقتد تكره له القراءة تحريما وبالنظر الى انه منفرد تستحب له القراءة اذ فرض القراءة قد تأدى في الشفع الاول واذا دار الأمر بين الحرمة وندب فالاحتياط هو الترك فكان جعله مقتديا اولى من جعله منفردا، بخلاف المسبوق فانه أدرك قراءة نافلة فلم يسقط فرض القراءة عنه، فدارت قراءته بين ان تكون مكروهة تحريماً، او ركناً تفسد الصلوة بتركه، فكان الاحتياط في حقه القراءة فصار جعله منفردا اولى من جعله مقتدياً فكانت قراءته فيما يقضي فرضاً.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۸ صفر الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۲۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مقتدی دوسری رکعت میں تشہد پورا کر کے کھڑا ہو یا امام کی متابعت کرے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ مقتدی اگر دوسری رکعت میں تشہد پڑھنا بھول جائے جبکہ امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر مقتدی کو یاد آئے تو کیا تشہد پورا کر کے اٹھے یا امام کی متابعت کرتے ہوئے بغیر تشہد کے اٹھ جائے؟ نیز آخری قعدہ میں اگر مقتدی نے تشہد کے بعد درود اور دعا نہ پڑھی ہو اور امام صاحب سلام پھیر دیں تو مقتدی کیا کرے؟ برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: شکیل احمد صوابی

﴿جواب﴾ چونکہ دوسری رکعت میں تشہد کا پڑھنا واجب ہے اس لئے مقتدی کو چاہیے کہ تشہد پورا کر کے تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو اور اگر تشہد کو چھوڑ دیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ایسی نماز کا اعادہ کرنا چاہیے، البتہ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود اور ادعیہ وغیرہ مسنون ہیں اس لئے اگر یہ چھوٹ جائیں اور امام سلام پھیر دے تو امام کے ساتھ سلام پھیر دینا چاہیے۔

لما فی التنویر وشرحه:(۱/۴۹۶،طبع سعید)

وجب متابعته بخلاف سلامه او قيامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز ولو سلم والموتم فی ادعية التشهد تابعه لانها سنة والناس عنه غافلون.

ولما فی الشامية:(۱/۴۹۶،طبع سعيد)

ولو لم يتم جاز ای صح مع كراهة التحريم كما افاده والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غير تاخير واجبة فان عارضها واجب لا ينبغی ان يفوته بل ياتی به ثم يتابعه لان الاتيان به الخ.

ولما فی الهندية:(۱/۹۰،طبع رشيديه)

الامام اذا تشهد وقام من القعدة الاولىٰ الى الثالثة فنسى بعض من خلفه التشهد حتى قاموا جميعا فعلىٰ من لم يتشهد ان يعود ويتشهد ثم يتبع امامه الخ.

ولما فی الاشباه والنظائر:(ص۱۶۶)

كل صلاة اديت مع ترك واجب..... تعاد وجوبا فی الوقت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۵ صفر الخیر ۱۴۱۳ھ
فتویٰ نمبر: ۲۳۲۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مسبوق اگر بھول کر سلام پھیرے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو کیا اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مسبوق نے بھول کر اگر امام سے قبل یا امام کے بالکل متصل سلام پھیرا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں لیکن اگر امام کے بعد پھیرا ہو تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے لیکن چونکہ عموماً امام کی معیت میں سلام نہیں پھیرا جاتا اور اسمیں غفلت اور کوتاہی برتی جاتی ہے اسلئے فقہاء نے سجدہ سہو کا حکم فرمایا ہے۔

لمافی الدر المختار:(۱/۵۹۹ طبع سعید)

(ولو سلم ساهيا) (لزم السهو) لانه منفرد فى هذه الحالة (والا لا) اى وان سلم معه او قبله لايلزمه لانه مقتد فى هاتين الحالتين...... وبعد بقول العلامة: قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعية وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۶۲

﴿پانچویں رکعت میں مسبوق کی اقتداء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ چار رکعت والی نماز میں اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے غلطی سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں اور ملالے تو ان دو رکعتوں میں مسبوق امام کی اقتدا کر سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: قمر الدین کورنگی نمبر ۱

﴿جواب﴾ قعدۂ اخیرہ کے بعد اگر امام سہواً کھڑا ہو جائے تو مسبوق کو اس زائد نماز میں امام کی اقتدا جائز نہیں، اگر اقتدا کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

لمافی الخانية:(۱/۱۰۲ طبع رشیدیہ)

اذاقام الامام الى الخامسة وتابعه المسبوق ان كان الامام قعد على الرابعة فسدت صلاة المسبوق وان لم يكن قعد لاتفسد صلاة المسبوق حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذاقيدها بالسجدة فسدت صلاته فى حق المسبوق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فلا یجوز للمسبوق متابعته. ومثله فی الهندیة: (۱/۹۲، طبع رشیدیه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۲

﴿مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں کیا پڑھے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں کیا پڑھے؟ ''التحیات،، کے ساتھ درود اور دعا بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مسبوق بقیہ رکعات کی ادائیگی کیلئے کب کھڑا ہو؟ پہلے سلام کے ساتھ یا دوسرے سلام کے بعد؟

﴿جواب﴾ مسبوق کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ تشہد کو اس قدر آہستہ پڑھے کہ وہ امام کے سلام کے قریب ختم ہو جائے۔

لمافی الهندیة: (۱/۹۱، طبع رشیدیه)

والصحیح ان المسبوق یترسل فی التشهد حتی یفرغ عند سلام الامام کذا فی الوجیز للکردری وفتاوی قاضیخان وهکذا فی الخلاصة وفتح القدیر.

(۲) بقیہ رکعات کی ادائیگی کیلئے مسبوق اس وقت کھڑا ہو جب اس کو یقین ہو جائے کہ امام پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

لمافی الدر المختار: (۲/۳۴۸، طبع امدادیه) وینبغی ان یصبر حتی یفهم انه لاسهو علی الامام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۶۱

﴿مسبوق تشہد پورا کر کے اُٹھے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز میں اس وقت شامل ہوا کہ امام سلام پھیرنے کے قریب تھا اس آدمی نے التحیات للہ والصلوات تک پڑھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا اب یہ آدمی تشہد پورا کر کے اٹھے یا امام کے سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے اکثر لوگ سلام کے بعد فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں دونوں کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ بہتر یہی ہے کہ تشہد پورا کر کے اٹھنا چاہیے اور اگر فوراً امام کے سلام کے بعد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اٹھے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

لمافی الهندیة:(۱/۹۰ طبع رشیدیه)

اذا أدرك الامام فی التشهد وقام الامام قبل أن یتم المقتدی أو سلم الامام فی اٰخر الصلوٰة قبل أن یتم المقتدی التشهد فالمختار أن یتم التشهد كذا فی الغیاثیه. وان لم یتم أجزاه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۴۲۷/۲۲ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۵

﴿مسبوق آدمی مابقیہ نماز کو کس طرح ادا کرے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی امام کے ساتھ دوسری دو رکعتوں میں شریک ہوا ہو، امام کے سلام پھیرنے کے بعد پہلی دو رکعتوں کو کس طرح ادا کرے؟ اس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے یا پہلی رکعت میں ثناء، سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے؟ مستفتی: عبدالحق پشاور

﴿جواب﴾ مسبوق کو نماز کی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے باقی ماندہ نماز ادا کرنی چاہیے، لہٰذا مذکورہ صورت میں مسبوق کو چاہیے کہ جب امام صاحب نماز سے فارغ ہوں تو پہلی رکعت میں ثناء اور سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائیں اور دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے، البتہ ثناء نہ پڑھے۔

لمافی الهندیة:(۱/۹۱، طبع رشیدیه)

المسبوق من لم یدرك الركعة الاولی مع الامام وله احكام كثیرة ......فاذا قام الی قضاء ما سبق یاتی بالثناء ویتعوذ للقراء ة......ومنها انه یقضی اول صلاته فی حق القراء ة وآخرها فی حق التشهد.

ولما فی رد المحتار:(۱/۵۹۶ طبع سعید)

(والمسبوق من سبقه الامام بها) ای بكل الركعات بان اقتدی به بعد ركوع الاخیرة وقوله او ببعضها ای بعض الركعات (قوله حتی یثنی) تفریع علی قوله منفرد فیما یقضیه بعد فراغ امامه فیاتی بالثناء والتعوذ لانه للقراء ة ویقرأ لانه یقضی اول صلاته فی حق القراء ة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۶۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عید کی نماز مسبوق کسطرح پڑھے؟﴾

﴿سوال﴾ اگر عید کی نماز میں کوئی آدمی دوسری رکعت میں شامل ہو جائے تو وہ پہلی رکعت کی زائد تکبیرات کب ادا کرے؟

﴿جواب﴾ امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ آدمی جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے قراءت کرے بعد میں پہلی رکعت کی زائد تکبیرات کہے پھر رکوع کرے۔

لما فی الفتاوی التاتارخانیة:(۲/۷۳،طبع قدیمی)

ولو ان رجلا فاتته رکعة من صلاة العید مع الامام...... وقد قام الرجل یقضی مافاته،فانه یبدا بالقراءة ثم بالتکبیر.

ولمافی البحر:(۲/۱۶۱،طبع سعید)

ثم المسبوق برکعة اذا قام الی القضاء یقرأ ثم یکبر لانه لو بدأ بالتکبیر یصیر موالیا بین التکبیرات ولم یقل به احد من الصحابة.

ولما فی الدرالمختار:(۲/۵۶،طبع سعید)ولوسبق برکعة یقرأثم یکبر لئلایتوالی التکبیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۵ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۰۳۰

﴿امام پر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو مسبوق سجدہ سہو اور تشہد میں متابعت نہ کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر امام نے اس خیال سے سجدہ سہو کر لیا کہ اس پر سجدۂ سہو واجب ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ سجدہ سہو واجب نہ تھا، اب اس صورت میں اگر مسبوق نے یہ خیال کیا ہو کہ میرے ذمہ بھی سجدہ سہو ہے، اس لئے امام کے ساتھ سلام اور دونوں سجدوں میں شرکت کی ہو تو مسبوق کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟ (۲) اور اگر مسبوق نے صرف سجدوں میں اقتداء کی ہو تو پھر نماز درست ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ (۱) امام پر جب سجدہ سہو واجب ہو تو مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اقتداء نہیں کرے گا صرف سجدوں اور تشہد میں اقتداء کرے گا اور اگر امام پر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو مسبوق امام کا سجدوں اور تشہد میں بھی اقتداء نہیں کرے گا، تاہم اگر مسبوق نے عمداً سلام پھیرا ہو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تو نماز کا لوٹانا واجب ہوگا اور مذکورہ صورت میں مسبوق کا اس خیال سے سلام پھیرنا کہ میرے ذمہ بھی سجدہ سہو ہے یہ عمداً سلام کے حکم میں ہے، اسلئے نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

لمافی الشامی:(۲/۸۲،طبع سعید)

(والمسبوق یسجد مع امامه) قید بالسجود لانه لایتابعه فی السلام ،بل یسجد معه ویتشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا فسدت (الی ان قال)ولو سلم علی ظن ان علیه ان یسلم فهو سلام عمد یمنع البناء.

ولما فی بدائع الصنائع:(۱/۱۷۶،طبع سعید)

ولا یسلم اذا سلم الامام لان هذالسلام للخروج عن الصلوٰة وقد بقی علیه ارکان الصلوٰة فاذا سلم مع الامام فان کان ذاکرا لما علیه من القضاء فسدت صلوٰته لانه سلام عمد.

(۲) اگر مسبوق نے صرف سجدوں میں اقتداء کی ہو جبکہ امام پر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو اس صورت میں اصل قاعدہ کیمطابق نماز فاسد ہو جاتی ہے (لاقتدائه فی موضع الانفراد) اس لئے کہ جب امام سجدۂ سہو کیلئے ایک طرف سلام پھیرے گا تو نماز سے خارج ہو جائیگا اور مسبوق کا اس دوران سجدوں اور تشہد میں شریک ہونا حالت انفراد میں لازم آئیگا جس پر مابقیہ نماز کی بناء درست نہیں، البتہ متاخرین فقہاء نے غلبہ جہل کیوجہ سے عدم فساد کا فتوی دیا ہے، اس بناء پر مذکورہ صورت میں مسبوق کی نماز درست ہوگی، ہاں اگر بعد میں امام کے اس بے محل سجدہ سہو کا علم ہو جائے تو نماز کا لوٹانا بہتر ہے۔

لما فی التاتار خانیة:(۱/۵۳۸،طبع قدیمی)

(الحاوی)ظن الامام ان علیه سجدتا السهو فسجد الامام وتابعه المسبوق فیها ثم تبین انه لم یکن علیه قیل لاتفسد صلوٰة المسبوق وقیل : تفسد والاحواط أن یعید صلوٰته وفی الغیاثیة صلوٰته جائزة عند المتاخرین وعلیه الفتوٰی.

ولما فی الخلاصة الفتاوی:(۱/۱۶۳-۱۶۴،طبع رشیدیه)

اذا ظن الامام ان علیه سهوا فسجد للسهو وتابعه المسبوق فی ذٰلک ثم علم ان الامام لم یکن علیه سهو فیه روایتان واختلف المشائخ لاختلاف الروایتین واشهرهما ان صلوٰة المسبوق یفسد وقال الامام ابو حفص الکبیرؒ لایفسد والصدر الشهیدؒ لخذ به فی واقعاته وان لم یعلم الامام ان لیس علیه سهو لم یفسد صلوٰة المسبوق عندهم جمیعا.

ولمافی الدر المختار:(۲/۳۵۰،طبع امدادیه)

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان ان لاسهو فالاشبه الفساد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لاقتدائه فی موضع الفساد وقال العلامة الشامیؒ (فالاشبه الفساد) وفی الفیض: وقیل لاتفسد وبه یفتیٰ ، وفی البحر عن الظهیریة: قال ابواللیثؒ: فی زماننا لاتفسد لان الجهل فی القرآء غالب اھ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۷۸

﴿مسبوق کا سجدہ سہو میں امام کے ساتھ سلام پھیرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسبوق تھا امام پر سجدہ سہو لازم ہوگیا، امام نے سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرا تو اس مسبوق نے بھی ساتھ سلام پھیر دیا تو اب اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد دریام ڈیفنس فیز 1

﴿جواب﴾ مسبوق اگر جان بوجھ کر سجدہ سہو کے لیے امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوگا اور اگر بھول کر سلام پھیر دے تو اس کی نماز درست ہوگی اور اس پر سجدہ سہو بھی لازم نہ ہوگا خواہ اس کا سلام امام کے سلام کے بعد ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ وہ مقتدی ہے۔

لمافی بدائع الصنائع: (۱/۱۷۶ طبع سعید)

ثم المسبوق انمایتابع الامام فی السهو دون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السهو لافی سلامه وان سلم فان کان عامدا تفسد صلاته وان کان ساهیالا تفسد ولاسهو علیه لانه مقتدوسهو المقتدی باطل.

ولمافی الشامیة: (۲/۵۴۶ طبع امدادیه)

(والمسبوق یسجد مع امامه مطلقا) سواء کان السهو قبل الاقتداء اوبعده قال: قیدبالسجود لانه لایتابعه فی السلام بل یسجد معه ویتشهد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۳ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۰۸

﴿مسبوق کی بقیہ رکعات کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز میں ایک شخص کو ایک رکعت مل گئی تو وہ اپنی بقیہ نماز جب ادا کرے گا تو ایک رکعت پڑھنے کے بعد تشہد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیلئے بیٹھے گا یا نہیں؟ برائے مہربانی مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا شخص کو شریعت میں مسبوق کہتے ہیں، مسبوق کی باقی ماندہ نماز قراءت کے حق میں اول ہوتی ہے اور تشہد کے حق میں آخر، پس جس آدمی کو امام کیساتھ آخری رکعت ملے، امام کے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت ثناء اور فاتحہ کیساتھ سورۃ ملا کر پوری کر کے تشہد کیلئے بیٹھ جائے اور پھر دوسری رکعت میں بھی فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملالے یہی صحیح طریقہ ہے، تاہم بھول سے اس کے خلاف کیا یعنی تشہد کے لیے نہیں بیٹھا تب بھی نماز درست ہوگی سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔

لمافی فتح القدیر: (۱/۴۰۱،طبع رشیدیه)

ثم المسبوق یقضی اول صلاته فی حق القرائة وآخرها فی حق التشهد حتی لوادرك مع الامام رکعة من المغرب فانه یقرأفی الرکعتین بالفاتحة والسورة ولو ترك فی احداهما فسدت صلاته،وعلیه ان یقضی رکعة بتشهدلانهاثانیه ولوترك جازت استحسانالاقیاسا

ولمافی العالمگیریة: (۱/۹۱،طبع رشیدیه)

(ومنها)انه یقضی اول صلاته فی حق القرائة وآخرهافی حق التشهد حتی لو ادرك رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فیکون بثلاث قعدات وقرا فی کل فاتحة وسورة.

ولمافی الشامیة: (۱/۵۹۶-۵۹۷،طبع سعید)

(قوله ویقضی اول صلاته فی حق قرائة)هذاقول محمدؒ کمافی مبسوط السرخسی -----وفی الفیض عن المستصفی:لوادرکه فی رکعة الرباعی یقضی رکعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یاتی بالثالثة بفاتحة خاصة عند ابی حنیفةؒ وقالا:رکعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم رکعتین اولاهما بفاتحة وسورة وثانیتهمابفاتحة خاصة اه وظاهر کلامهم اعتماد قول محمدؒ (وقوله وتشهد بینهما)قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحسانا لاقیاسا ولم یلزمه سجود السهو لکون الرکعة الاولی من وجه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۷۶۳

﴿قعدۂ اولیٰ یا اخیرہ میں شامل ہوتے ہی امام اٹھ جائے یا سلام پھیر دے تو۔۔۔؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کیساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ظہر کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں آکر شریک ہوا اور اس کے بیٹھتے ہی امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے یا قعدہ اخیرہ میں شریک ہوا اور اس کے بیٹھتے ہی امام صاحب نے سلام پھیر دیا تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد نوید

﴿جواب﴾ مذکورہ دونوں صورتوں میں اس شخص کو چاہیے کہ وہ تشہد پڑھ کر اٹھے یہی حکم اس شخص کا ہے جس کی تشہد پورا ہونے سے پہلے امام صاحب کھڑے ہو جائیں یا سلام پھیر دیں.

لما فی التنویر مع الدر المختار:(۴۹۶/۱،طبع سعید)

(بخلاف سلامه) أو قيامه الثالثة (قبل تمام المؤتم التشهد) فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه، ولو لم يتم جاز، ولو سلم والمؤتم في ادعية التشهد تابعه لانها سنة.

ولما فی الشامی:(۴۹۶/۱،طبع سعید)

(قوله فانه لا يتابعه): أي ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به في الظهيرية، وشمل باطلاقه مالو اقتدى به أثناء التشهد الأول أو الأخير، فحين قعد قام امامه أو سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم ولم أره صريحا ثم رأيته في الذخيرة ناقلا عن ابي الليث، المختار عندي انه يتم التشهد (قوله لوجوبه): أي لوجوب التشهد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم: رضوان اللہ حقانی

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۰۸

﴿چوتھی رکعت میں امام کو پانے والے مسبوق کی نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ظہر کی نماز میں امام کیساتھ اس وقت شریک ہوگیا جبکہ امام آخری رکعت پڑھ رہا تھا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ شخص باقی نماز کس ترتیب سے پوری کرے؟ مستفتی: محمد عمران صاحب

﴿جواب﴾ امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد یہ مسبوق کھڑا ہو پہلی رکعت میں ثناء، سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ ملا کر رکعت پوری کرے اور قعدہ کرے، اس لئے کہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ ہے، التحیات پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو اس میں بھی فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھے، اس لئے کہ شروع کی دو رکعتوں میں امام صاحب نے قرائت کی تھی لیکن اس وقت یہ شامل نہیں تھا اور آخری رکعت میں فاتحہ پر اکتفا کرے یہ رکعت بھی امام کیساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہیں ملی تھی لیکن امام صاحب نے بھی سورۃ ملائے بغیر پڑھی تھی۔

لما فی الهندية:(۱/۹۱،طبع رشيديه)

ولو ادرك ركعة من الرباعية فعليه ان يقضي ركعة يقرأ فيها الفاتحة والسورة ويتشهد ويقضي ركعة اخرى كذالك ولا يتشهد وفي الثالثة بالخيار والقراءة افضل.

ولما في خلاصة الفتاوىٰ:(۱/۱۶۲،طبع رشيديه)

ولو ادرك ركعة مع الامام في صلوة الظهر والعصر والعشاء وقام الى القضاء فعليه ان يقضي ركعة ويقرا فيها بالفاتحة وسورة ويتشهد لانه يقضي أخرى الصلوة في حق التشهد ويقضي ركعة آخرى و يقرا فيها بالفاتحة وسورة ولا يتشهد وفي الثالثة بالخيار والقراءة افضل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: رضوان اللہ حقانی

۱۸ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۱۱

﴿دوسرے مقتدی کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کرنا﴾

﴿سوال﴾ آج عصر کی نماز میں جب میں شامل ہوا تو مجھ سے کچھ رکعتیں چھوٹ گئیں تھیں جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کیلئے کھڑا ہو گیا لیکن مجھے یاد نہ رہا کہ مجھ سے کتنی رکعتیں چھوٹی ہیں، اسلئے دوسرے مقتدی کو دیکھ کر میں نے اپنی بقیہ رکعات پوری کیں، وہ دوسرا مقتدی اور میں ایک ساتھ شریک ہوئے تھے اس صورت میں میری نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اپنی باقی ماندہ نماز کا اندازہ ساتھ والے سے لگانا درست ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں نماز صحیح ہوگئی ہے بشرطیکہ دوسرے مقتدی کو امام کی حیثیت نہ دی ہو۔

لما في خلاصة الفتاوى:(۱/۱۶۳،طبع رشيديه)

لونسي احدهما انه بكم سبق فنظر الى صاحبه وقضى مقتدر ماقضى صاحبه ولم يقتدبه يجوز صلاته.

ولما في الهندية:(۱/۹۲،طبع رشيديه)

ولونسي احد المسبوقين المتساويين كمية ماعليه فقضى ملاحظا للآخر بلا اقتداء به صح.

ولما في الدر المختار:(۱/۵۹۷)

ونسي احد المسبوقين يقضي ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح.

وفي الشامية:(قوله لونسي الخ)حاصله انه لو اقتدى اثنان معا بامام قد صلى بعض

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صلاته فلما قاما الی القضاء نسی احدهما عدد ما سبق به فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء به صح کما فی الخانية والفتح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۸۲۳

﴿نماز جمعہ کی تشہد میں شریک ہونے والے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ اگر کوئی نمازی جمعہ کی نماز میں اس وقت شریک ہوا جب امام صاحب قعدہ میں بیٹھے ہوئے تھے، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد مذکورہ نمازی دو رکعت جمعہ پڑھیگا یا ظہر کی چار رکعت پڑھیگا یعنی اس شخص کو جمعہ مل گیا یا نہیں؟ مستفتی ضیاء الدین کراچوی

﴿جواب﴾ جو شخص نماز جمعہ کی تشہد میں شریک ہو جائے اسکو نماز جمعہ مل گئی، پس وہ دو رکعت نماز جمعہ پڑھ لے ظہر کی چار رکعت نہ پڑھے۔

لما فی البحر الرائق: (۱۵۴/۲ طبع سعید)

(قوله ومن ادرکها فی التشهد او فی سجود السهو اتم جمعة) یعنی عند ابی حنيفة وابو يوسف وقال محمدؒ ان ادرك معه اكثر الركعة الثانية بنى عليها الجمعة وان ادرك اقلها بنى عليها الظهر ـــ واشار المصنفؒ الى انه لابد ان ينوى الجمعة دون الظهر حتى لو نوى الظهر لم يصح اقتداءه كذا فی المبسوط وفی المضمرات انه مجمع عليه.

ولما فی الهندية: (۱۴۹/۱ رشيد)

ومن ادركها فی التشهد او فی سجود السهو أتم الجمعة عن الشيخين رحمهما الله تعالى.

ولما فی الدر المختار: (۱۵۷/۲ طبع سعيد)

(ومن ادركها فی التشهد اوسجود سهو) على القول به فيها (يتمها جمعة) خلافا لمحمدؒ (كما) يتم (فی العيد) اتفاقا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۶ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۶۲

﴿لاحق کی نماز کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کوئی شخص نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور ایک یا دو رکعت کے بعد اسکو کوئی عذر لاحق ہو جائے وہ وضو کر کے آئے تو پہلی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرے یا امام کے ساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شریک ہوجائے اور اپنی نماز بعد میں پوری کرلے؟ مستفتی: عرفان اللہ

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اسے پہلے فوت شدہ رکعت بلا قراءت پڑھنی چاہیے جو عذر کی وجہ سے فوت ہوگئی پھر امام اگر نماز میں ہوتو اس کے ساتھ شریک ہوجائے ورنہ اکیلا اپنی نماز پوری کرلے، تاہم اگر امام کیساتھ ملکر امام کی فراغت کے بعد اپنی نماز پوری کرلے تو اس کی بھی گنجائش ہے لیکن پہلی صورت زیادہ بہتر ہے۔

لمافی الهندية:(۹۲/۱،طبع رشیدیه)

اللاحق اذاعادبعدالوضوء ينبغی له ان يشتغل اولا بقضاء ماسبقه الامام بغيرقرائة يقوم مقدارقيام الامام وركوعه وسجوده لوزاداونقص فلايضره كذافی شرح الطحاویؒ وقال بعدسطرواحدولولم يشتغل بقضاء ماسبقه الامام ولكن يتابع الامام اولاثم قضی ماسبقه الامام بعدتسليم الامام جازت صلاته عندنا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ   فتویٰ نمبر: ۹۴۵

﴿مسبوق ثناء کب پڑھے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق میں کہ مسبوق ثناء کب پڑھے گا؟ داخل ہوتے ہی پڑھیگا یا باقی ماندہ نماز پوری کرنے کے وقت؟ نیز سری اور جہری نمازوں میں فرق کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: حاجی محمد ابراهیم شاہ حسن خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ مسبوق جب نماز میں قیام کی حالت میں داخل ہو اور نماز جہری ہو تو ثناء نہیں پڑھیگا باقی ماندہ نماز پوری کرتے وقت پڑھیگا اور اگر نماز سری ہے تو داخل ہوتے وقت پڑھے گا اور باقی ماندہ نماز پوری کرتے وقت بھی پڑھیگا۔

لمافی الدرالمختار:(۲۸۸/۱-۲۸۹،طبع سعید)

(وقرأ)......(سبحانك اللهم تاركا) ......(مقتصراعليه)......(الا اذا)شرع الامام فی القرائة سواء (كان مسبوقا)أومدركا(و) سواء كان(امامه يجهربالقرائة)أو لافانه(لاياتی به)لما فی النهرعن الصغری أدرك الامام فی القيام يثنی مالم يبدأ بالقرائة وقيل فی المخافتة يثنی، (قوله:لما فی النهر الخ)تعليل لتحويل الشارح عبارة المصنف،لأن قضية المتن الاتيان بالثناء فی المخافتة وان بدأالامام بالقرائة وهوضعيف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لتعبير الصغرى عنه بقيل ووجهه أنه اذا امتنع عن القرائة فبالاولى أن يمتنع عن الثناء، وأقول: ماذكره المصنف جزم به في الدرر. وقال في المنح: وصححه في الذخيرة وفي المضمرات وعليه الفتوى ومشى عليه......

وهكذا في الخلاصة :(١/١٦٥، طبع رشيديه)

المسبوق اذا ادرك الامام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء فاذا قام الى قضاء ماسبق به يأتي بالثناء و يتعوذ للقراءة وعند أبي يوسفؒ يتعوذ عند الدخول في الصلوة وعند القرائة أيضا وهذا استحباب أما كونه سنة فقدمر في فصل الاداب ثم في الثناء ان كان قريبا من الامام أو بعيدا أو لا يسمع لصممه في صلوة الجهر يسكت وفي صلوة المخافتة يأتي بالثناء اذا أدركه قائما.

لما في الهندية:(١/٩٠ مكتبه رشيدية)

المسبوق من لم يدرك الركعة......(منها)انه اذا أدرك الامام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء كذا في الخلاصة هو الصحيح كذا في التجنيس وهو الاصح هكذا في الوجيز للكردري سواء كان قريبا أو بعيدا أو لا يسمع لصممه هكذا في الخلاصة فاذا قام الى قضاء ماسبق يأتي بالثناء ويتعوذ للقراءة كذا في فتاوى قاضيخان والخلاصة والظهيرية وفي صلاة المخافتة يأتي به كذا في الخلاصة ويسكت المؤتم عن الثناء اذا جهر الامام هو الصحيح، كذا في التاتارخانية في فصل ما يفعله المصلي في صلاته.

وكذا في منحة الخالق على البحر:(١/٢٠٩-٢١٠، طبع سعيد) وكذا في منية المصلي:(ص ٣٠٢)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۹۰

﴿دوران نماز خاتون کو حدث لاحق ہو تو باقی ماندہ نماز کس طرح مکمل کرے گی؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی خاتون کو دوران صلوۃ حدث لاحق ہو جائے تو باقی ماندہ نماز کس طرح مکمل کرے گی؟ براہ کرم بناء کی وضاحت فرمائیں۔

مستفتیہ: معلمہ جامعہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ دوران نماز حدث لاحق ہو جائے تو فوراً وضو بنا کر باقی ماندہ نماز کی بناء کر سکتی ہیں اور از سر نو پڑھنا زیادہ بہتر ہے، بناء کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک نماز پڑھی تھی وضو کرنے کے بعد دوبارہ وہی سے شروع کریں اور نماز پوری کریں، بظاہر یہ عمل یعنی وضو کے لئے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آنا اور وضو بنانا اگرچہ نماز کے منافی ہے لیکن شریعت نے اسکی گنجائش دی ہے، البتہ بناء کیلئے کچھ شرائط ہیں مثلاً یہ کہ لاحق ہونے والا حدث نادرالوقوع نہ ہو، اختیاری نہ ہو، لاحق ہونے کے بعداتنی تاخیر نہ کرے جس میں ایک رکن اداء ہوسکے اور وضو کے علاوہ کوئی دوسرا عمل منافی نہ کرے یہاں تک کہ اپنے اختیار سے ستر بھی نہ کھولے۔

مذکورہ شرائط کی رعایت کی تو بناء کی گنجائش ہے ورنہ ازسرنو نماز پڑھنا ضروری ہوگا، ویسے پسندیدہ یہ ہے کہ بجائے بناء کے ازسرنو پڑھ لے، خصوصاً عورت کیلئے، اسلئے کہ سر اور بازو عورت کے ستر میں داخل ہیں اور وضو کرتے وقت بازو اور سر سے کپڑا دور کئے بغیر دھونا، مسح کرنا مشکل ہے، پھر معذوری اور نامعذوری میں فرق کرنا بھی مشکل ہے، اسلئے بعض صورتوں میں بناء جائز نہیں ہوگی اور وہ سمجھے گی کہ میرے لئے بناء کرنا جائز ہے، اسلئے احتیاطاً اسمیں ہے کہ عورت ازسرنو نماز پڑھے بناء نہ کرے۔

لما في الهندية:(۱/۹۳-۹۴،طبع رشيديه)

من سبقه حدث توضأ وبنى......والرجل والمرأة في حق حكم البناء سواء......والاستيناف أفضل وهذا في حق الكل عند بعض المشائخ وقيل هذا في حق المنفرد قطعا......(ثم لجواز البناء شروط)(منها)أن يكون الحدث موجبا للوضوء، ولا يندر وجوده وان يكون سماويا لا اختيار للعبد فيه ولا في سببه......

(ومنها) ان ينصرف من ساعته حتى لو أدى ركنا مع الحدث أو مكث مكانه قدر ما يؤدي ركنا فسدت صلاته......(ومنها)أن لا يفعل بعد الحدث فعلا منافيا للصلاة......

(ومنها)ان لا يظهر حدثه السابق بعد الحدث السماوي الخ.

ولما في حلبي كبير:(ص ۴۵۲،طبع سهيل اكيڈمي)

(ومنها)أن لا يعرض له ما ينافي الصلاة من كلام ونحوه أو كشف عورة حتى لو كشفت رأسها للمسح أو ذراعيها للغسل تفسد ولا تبني في الصحيح وكذا لو كشف الرجل أو المرأة للاستنجاء من تحت الثياب وكذا تغسل النجاسة وتمسح رأسها وتغسل ذراعيها بلا كشف ان أمكن والا لزم الاستيناف في ذلك كله.

ولما في الدر المختار مع رد المحتار:(۱/۶۰۵،طبع سعيد)

(لو كشف عورته في الاستنجاء)أو المرأة ذراعيها للوضوء(اذا لم يضطر له)فلو اضطر لم تفسد

وفي الشامية تحته :قال في الخانية :قال الامام أبو علي النسفي :ان لم يجد بُدا من

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ذلک لم تفسد صلاته والا تمکن من الاستنجاء وغسل النجاسة تحت القميص فسدت وكذا المرأة لها أن تكشف عورتها وأعضاءها في الوضوء اذا لم تجد بدا من ذلک، وقال بعضهم :اذاكشف عورته في الوضوء لا يبني ،وكذا المرأة و الصحيح هو الاول لان جواز البناء للمرأة منصوص عليه مع انها تكشف عورتها في الوضوء ظاهرا قال نوح أفندی :وصحح الزيلعی الثانی والاعتماد على تصحيح قاضیخان أولى، ولهذا اختاره المصنف يعنی صاحب الدرر لكن فی الفتح عن الزيلعی أن الفساد مطلقا ظاهر المذهب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی

۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۸۵

﴿مسبوق کا بھول کر امام کیساتھ سلام پھیرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسبوق بھول کر امام کیساتھ سلام پھیرلے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد امتیاز خان

﴿جواب﴾ مقتدی عموماً امام کے سلام پھیرنے کے بعد ہی سلام پھیرتا ہے اسلئے مذکورہ صورت میں اس پر سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ جب امام نے سلام پھیرا تو مقتدی اسکی اقتداء سے نکل گیا اب اسکا حکم منفرد یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کیطرح ہے اور منفرد پر بھول کر سلام پھیرنے کیصورت میں سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

لما فی الدر المختار:(۱/۵۹۹ طبع سعید)

ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والالا وقال الشامیؒ :قوله والا لا ای وان سلم معه أوقبله لا يلزمه لأنه مقتد فی هاتين الحالتين.

ولما فی التاتار خانية:(۱/۵۳۲ طبع قديمی)

واذاسلم المقتدی المسبوق حين سلم الامام ساهيابنی على صلوته وعليه سجود السهو الی قوله.....هذااذاسلم بعدماسلم الامام وفی الكبری وهوالمختار.

ولما فی الحلبی:(۱/۴۶۵ طبع سهيل اكيڈمی)

وفی المحيط ان سلم فی الاولى مقارنا لسلامه فلا سهو عليه لأنه مقتدبه وبعده يلزمه لأنه منفرد الی.....فعلى هذا يراد بالمعية حقيقتها وهونادر الوقوع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۸۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مسبوق قعدہ اخیرہ میں صرف تشہد پر اکتفاء کریگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درپیش مسئلہ کے متعلق کہ مسبوق قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعاء پڑھے گا یا صرف تشہد پر اکتفاء کریگا؟ برائے مہربانی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: ایم ایاز عمرکوٹ

﴿جواب﴾ امام صاحب کا قعدہ اخیرہ مسبوق کیلئے قعدہ اخیرہ نہیں ہے۔ امام کی متابعت ضروری ہے اس لئے مسبوق قعدہ اخیرہ میں شریک ہورہا ہے، لہٰذا مسبوق کو درود شریف اور دعاء نہیں پڑھنی چاہئے۔ البتہ ''التحیات'' آرام سے پڑھے تاکہ امام صاحب کے سلام پھیرتے وقت وہ تشہد سے فارغ ہو۔

لمافی الدر: ۵۱۱/۱ (طبع ایچ، ایم سعید)

وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام امامه.

لما في الهندية: ۹۱/۱ (طبع رشيديه كوئٹه)

والصحيح ان المسبوق يترسل في التشهد حتىٰ يفرغ عند سلام الامام كذا في الوجيز الكردري وفتاوى قاضي خان وهكذا في الخلاصه وفتح القدير.

لمافي الخانية على الهندية: ۱۰۳/۱ (طبع رشيديه كوئٹه)

المسبوق اذا قعد مع الامام كيف يفعل اختلفوا فيه والصحيح انه يترسل في التشهد حتىٰ يفرغ من التشهد عند سلام الامام.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ صفر الخیر ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر: ۳۹۵۹

﴿مسبوق کے لئے تشہد کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی مسبوق جو امام کے ساتھ آخری رکعت میں شامل ہوا امام نے آخری رکعت پڑھ کر قعدہ میں بیٹھ گیا تو مسبوق کے لئے تشہد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد وقاص صوابی

﴿جواب﴾ مسبوق جو امام کے ساتھ آخری رکعت میں شامل ہوا ہے قعدہ آخیرہ میں امام کی متابعت کی وجہ سے اس پر تشہد پڑھنا واجب ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر:(۵۱۱/۱،طبع سعید)اما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام امامه وقيل يتم .

وفی الشامیه تحته:انه يقضي آخر صلاته في حق التشهد ويأتي فيه بالصلاة والدعاء وهذا ليس آخر وهذا في قعدة الامام الاخيرة واما فيما قبلها من القعدات فحكمه السكوت.

ولمافی الهندیة:(۹۱/۱ مكتبه رشيديه)

ان المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام في التشهد الاخير واذاتم التشهد لايشغل بمابعده من الدعوات والصحيح ان المسبوق يترسل في التشهدحتى يفرغ عند سلام الامام.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:احمدعلی

۱۶صفرالخیر۱۴۳۶ھ　　　　فتوی نمبر:۲۳۳۶

﴿مسبوق کو باقی ماندہ رکعتوں میں دوبارہ سہو ہو جائے تو۔۔۔﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے کہ مسبوق نے امام کیساتھ سجدہ سہو کیا ہو جب اپنی آخری رکعت پڑھ رہا تھا تو اس میں بھی سہو ہو گیا تو آیا دوبارہ سجدۂ سہو کریگا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں مسبوق (جس سے ایک یا دو رکعتیں فوت ہو گئی ہوں) سے اگر فوت شدہ رکعتوں میں سہو ہو جائے تو دوبارہ سجدہ سہو کریگا، اس لئے کہ اس وقت یہ امام کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ منفرد یعنی اکیلا نماز پڑھنے والا ہے اور امام کے ساتھ جو سجدہ سہو کیا وہ تو امام کی متابعت کی وجہ سے اس پر لازم تھا۔

لمافی التنویرمع رد المحتار:(۵۹۶/۱،طبع سعید)

(والمسبوق من سبقه الامام بها اوببعضها وهو منفرد فيمايقضيه)اى بعد متابعته لامامه وقال الشامي تحته منفرد فيما يقضيه بعد فراغ امامه فيأتي بالثناء والتعوذ لانه للقرائة ويقرء لأنه يقضي اول صلاته في حق القرائة كمايأتي حتى لوترك القرائة فسدت۔۔۔ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والالاوقال الشامي تحت هذاالقول لانه منفرد في هذه الحالة.

لمافی حلبی الکبیر:(ص۴۰۳،مكتبه نعمانيه)

وكذالو سجد لسهو امامه ثم سها فيما يقضي يسجد ايضا لتقدم الجزء على السهو الثاني.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:احمدعلی عفی عنہ

کیم صفرالخیر۱۴۳۶ھ　　　　فتوی نمبر:۲۳۶۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا﴾

﴿نماز کے مفسدات ومکروہات کا بیان﴾

﴿دوران نماز کسی تحریر پر نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر سامنے کسی تحریر پر نظر پڑ جائے اور دل میں اس تحریر کے الفاظ کو پڑھ کر سمجھ بھی لے تو نماز فاسد ہو جائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی: محمد بونیری

﴿جواب﴾ دوران نماز سامنے رکھی ہوئی کسی تحریر پر نظر پڑنے اور اسکا مفہوم سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی جب تک زبان سے الفاظ ادا نہ کرے لیکن قصداً ایسا کرنا نہیں چاہیے۔

لمافی الفقه الاسلامی وأدلته:(۱۰۲۴/۲،طبع رشیدیه)

ولا تفسد الصلاة بالنظر الی مکتوب وفهمه، غیر أنه مکروہ.

ولمافی الشامی (۶۲۴/۱،طبع سعید)

ومجرد النظر بلا حمل غیر مفسد لعدم وجهی الفساد.

ولمافی المحیط البرهانی:(۱۵۹/۲،ادارۃ القرآن)

وان نظر الی شیء مکتوب وفهم مافیه ان نظر غیر مستفهم ولکنه فهم لاتفسد صلاته.

واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ صوابی

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۰۱۸

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

﴿ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد وضوء ٹوٹنے سے نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور نماز کے آخر میں ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد وضوء ٹوٹ گیا تو آیا اس شخص کی نماز مکمل ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟

مستفتی: حیات اللہ خان پشین

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص کی نماز ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد مکمل ہوگئی کیونکہ دائیں طرف سلام کرتے وقت ''السلام'' کے ختم ہوتے ہی نمازی نماز سے خارج ہو جاتا ہے، لہٰذا اب اس کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی نصب الرایة:(۲/۶۳،مکتبه شامله)

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه عن النبیﷺ:"اذاقضی الامام الصلاة فقعد فاحدث هو أو أحد ممن أتم الصلاة معه قبل أن يسلم الامام فقد تمت صلاته فلا يعيدها".

ولمافی الدر المختار:(۱/۴۶۸،طبع سعید)

"وتنقضی قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا(وفی الشامی)(قوله وتنقضی قدوة بالأول)ای بالسلام الأول قال فی التجنيس:الامام اذافرغ من صلاته فلماقال السلام جاء رجل واقتدی به قبل عليكم لا يصير داخلاً فی صلاته لأن هذاسلام".

ولمافی البدائع:(۲/۲۵۸،طبع بیروت)

"وأما حكمه (التسليم)فهو الخروج من الصلاة،ثم الخروج يتعلق باحدی التسليمتين عند عامة العلماء،وروی عن محمد أنه قال:التسليمة الأولی للخروج والتحية والتسليمة الثانية للتحية خاصة،وقال بعضهم:لايخرج مالم يوجد التسليمتين جميعاً وهو خلاف اجماع السلف،ولأن التسليم تكليم القوم ،لأنه خطاب لهم فكان منافياًللصلاة".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ أعلم بالصواب:عبدالباری چشتی

۳ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر:۲۹۷۶

﴿مصحف میں دیکھ کرقرآن پڑھنا مفسد صلاۃ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرتراویح میں حافظ صاحب مصحف ہاتھ میں اٹھاکر قرآن سنائے تو نماز ہوجائیگی یانہیں؟مستفتی:حافظ الیاس دیروی

﴿جواب﴾ دوران نماز مصحف کواٹھائے رکھنااوراسے دیکھ کر پڑھنااسمیں ایک توعمل کثیر پایاجارہاہے اوردوسراکسی غیر سے تعلیم وتلقین بھی اور یہ دونوں مفسد صلاۃ ہے،لہٰذاحافظ صاحب کاتراویح میں مصحف اٹھاکراوردیکھ کرقرآن سناناجائزنہیں اس سے نمازفاسد ہوجاتی ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۶۲۳-۶۲۴،طبع سعید)

(وقراته من مصحف)أی مافيه قرآن (مطلقا)وقال الشامی (قوله مطلقا)أی قليلاأو كثيراًاماماًأومنفرداًأمياًلايمكنه القراءةالامنه أولا(قوله لانه تعلم)ذكروالأبی حنيفة فی علةالفساد وجهين احدهماأن حمل المصحف والنظرفيه وتقليب الاوراق عمل كثير، الثانی أنه تلقن من المصحف فصاركمااذاتلقن من غيره وعلی الثانی فلافرق بين

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الموضوع والمحمول عنده وعلى الاول يفترقان وصحح الثاني في الكافي تبعاً لتصحيح السرخسي ...... ومجرد النظر بلا حمل غير مفسد لعدم وجهي الفساد.

ولما في البدائع:(۲۳۶/۱،طبع سعيد)

ولو قرأ المصلي من المصحف فصلاته فاسدة عند أبي حنيفة وعند أبي يوسف ومحمد تامة ويكره وقال الشافعي لا يكره......ولأبي حنيفة طريقتان :احداهما أن ما يوجد منه من حمل المصحف وتقليب الاوراق والنظر فيه أعمال كثيرة ......والطريقة الثانية ان هذا يلقن من المصحف فيكون تعلما منه ......كما لو تعلم من معلم وذا يفسد الصلاة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب :عباد اللہ صوابی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۰۱۶

﴿دورانِ نماز آدھا چہرہ ڈھانپنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورانِ نماز آدھا چہرے کا ڈھانپ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

﴿جواب﴾ دوران نماز بلاضرورت منہ ڈھانپنا منع ہے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے، کراہت اگرچہ تنزیہی ہے لیکن بلاضرورت ہو تو اس سے پرہیز ضروری ہے۔

لما في الشامي:(۶۳۹/۱،مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية،طبع سعيد)

قال ابن عابدين الشامي :والمكروه في هذا الباب نوعان :......ثانيهما:المكروه تنزيها ومرجعه الى ما تركه أولى ......قلت:ويعرف أيضا بلا دليل نهي خاص بأن تضمن ترك واجب أو ترك سنة فالأول مكروه تحريما والثاني تنزيها ولكن تتفاوت التنزيهية في الشدة والقرب من التحريمية بحسب تأكد السنة،فان مراتب الاستحباب متفاوتة كرتب السنة والواجب والفرض فكذا أضدادها كما أفادها في شرح المنية.

ولما في الهندية:(۱۰۷/۱،طبع رشيديه)

ويكره التلثم وهو تغطية الأنف والفم في الصلاة......كذا في التبيين.

ولما في البدائع:(۲۱۶/۱،كتاب الصلاة،طبع سعيد)

ويكره أن يغطي فاه في الصلاة،لأن النبي صلى الله عليه وسلم نهى ذلك ولأن في التغطية منعا من القراءة والأذكار المشروعة......والنبي صلى الله عليه وسلم نهى عن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

التلثم فی الصلاۃ الا اذا کانت التغطیۃ لدفع التثاؤب فلا بأس بہ.

ھکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح :(ص ۲۵۰، کتاب الصلاۃ مطبع قدیمی)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۰۲

﴿نماز میں سورتوں کا قصداً ترتیب کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب نماز پڑھاتے ہوئے بھولے سے سورتوں کی ترتیب کا لحاظ نہ رکھ سکے اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا ایسی صورت میں نماز ہوگئی ہے یا واجب الاعادہ ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں امام صاحب نے کوئی ایسی غلطی نہیں کی ہے جس سے نماز خراب ہو، قصداً سورتوں کی ترتیب کے خلاف کرنا مکروہ ہے بھولے سے ترتیب کا لحاظ نہ رکھ سکا تو اس سے نماز میں کراہت بھی نہیں آتی۔

لما فی الدر المختار :(۲/۲۶۹، مطبوعہ امدادیہ ملتان)

ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وأن یقرء منکوسا.

وفی الشامیۃ: بأن یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلیٰ مما قرء فی الاولیٰ لان ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ (قولہ ثم ذکر یتم) افاد ان التنکیس أو الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سھوًا فلا کما فی شرح المنیۃ.

ولما فی حلبی کبیر :(ص ۴۹۴، مطبوعہ سہیل اکیڈیمی لاھور)

ویکرہ ان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ فوق الّتی قرأھا فی الاولیٰ لان فیہ ترک ترتیب الذی اجمع علیہ الصحابۃؓ ھذا اذا کان قصدًا واما سھوًا فلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۶۱

﴿دورانِ نماز اور خارجِ نماز میں انگڑائی لینا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) دورانِ نماز انگڑائی لینے سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲) اسکے دفع کرنے کا طریقہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۳) یہ صرف نماز میں مکروہ ہے یا خارج میں بھی؟

﴿جواب﴾ منہ پھاڑ کر انگڑائی لینا نماز میں ہو یا خارج نماز میں دونوں حالتوں میں مکروہ ہے، دورانِ نماز ایسی کیفیت طاری ہو تو ہونٹ کو دانتوں میں ہلکا سا دبانے سے یہ کیفیت دور ہو جاتی ہے یا دل میں یہ خیال لے آنا کہ انبیاء علیہم السلام کو یہ انگڑائی نہیں آئی تھی یہ بھی ایک مجرب عمل بتلایا گیا ہے، دور نہ ہو تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی رکھنے سے منہ بند کریں۔

لما فی الدر مع التنویر: (۱/۴۷۸، کتاب الصلاۃ، طبع سعید)

(وامساک فمه عند التثاؤب مجربة ولو باخذ شفتيه بسنه (فان لم يقدر غطاه) بظهر (يده) اليسرى، وقيل: باليمنى لو قائما والا فيسراه ،اه مجتبى.

وفي الشامية: أنه يكره ولو خارجها، لأنه من الشيطان ...... (قوله وقيل الخ) لأن التغطية ينبغي أن تكون باليسرى كالامتخاط فاذا كان قاعدا يسهل ذلك عليه ولم يلزم منه حركة اليدين بخلاف ما اذا كان قائما فانه يلزم من التغطية باليسرى حركة اليمين أيضا، لأنها تحتها (قوله لأن التغطية الخ) علة لكونه لا يغطي بيده أو كمه الا عند لمكان كظم فيه ---- قال الزاهدي: الطريق في دفع التثاؤب أن يخطر بباله أن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ما تثاءبوا قط، قال القدوري: جربناه مرارا فوجدناه كذلك ،اه، قلت: وقد جربته أيضا فوجدناه كذلك هكذا في البدائع (ج ۱ ص ۲۱۵، كتاب الصلاة، طبع سعيد) وهكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح (ص ۲۵۳، طبع قديمي).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۱ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ

واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفر لہ ولوالدیہ
فتویٰ نمبر: ۲۹۰۵

﴿جانی و مالی نقصان سے بچنے کیلئے نماز توڑنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سیٹھ صاحب کے یہاں پرائیوٹ چوکیدار ہوں بعض اوقات میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں کہ سیٹھ صاحب دروازے پر دستک دیتے ہیں انکو معلوم نہیں ہوتا کہ میں نماز میں مشغول ہوں تو کیا ایسی صورت میں میرے لئے نماز توڑ کر دروازہ کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مجھے یہ خطرہ بھی ہے کہ ایک دو دفعہ دروازہ نہ کھولنے پر کچھ نہیں کہیں گے لیکن اگر یہ معمول رہا تو نکال بھی سکتے ہیں۔

﴿جواب﴾ اگر آپ کو سیٹھ صاحب کے رویے سے غالب گمان ہو گیا ہو کہ اگر میرا یہ معمول

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رہا (نماز میں مشغول ہو کر دروازہ نہ کھولنا) تو نکال دیں گے تو ایسی صورت میں آپ کیلئے نماز توڑ کر دروازہ کھولنا جائز ہے۔

لما فی الدر المختار: (۲/۵۰۴، امدادیہ)

(یقطعها) لعذر احرازاً لجماعة کمالو ندت دابته اوفار قدرها اوخاف ضیاع درهم من ماله.

ولما فی فتح القدیر: (۱/۳۸۹ طبع رشیدیه)

لانه جاز قطعها لحطام الدنیا حتی قیل لاجل درهم فلا ن یجوز لاحراز الفضیلة اولی.

ولما فی البحر الرائق: (۲/۷۱، طبع سعید)

وقیدنا بکون الابطال حراماً لغیر عذر لانه لو کان لعذر فانه جائز کالمرأة اذا فار قدرها والمسافر اذا ندت دابته لو خاف فوت درهم من ماله بل قد یکون واجباً کالقطع لانجاء غریق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۴۱

﴿نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم اور چھوٹی و بڑی مسجد میں فرق﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر سترہ کے اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو کتنا فاصلہ چھوڑ کر گزرے؟ نیز چھوٹی مسجد اور بڑی مسجد کا حکم ایک ہی ہے یا الگ الگ؟ اور کتنے رقبے والی مسجد کو "بڑی مسجد" کہا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ نمازی کے آگے سے گزرنے کی سخت ممانعت حدیث میں وارد ہوئی ہے لہٰذا اگر مسجد چھوٹی ہو تو نمازی کے آگے سے بالکل نہیں گزرنا چاہیے، البتہ اگر مسجد بڑی ہو یا وہ صحراء وغیرہ میں نماز پڑھ رہا ہو تو اتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے کہ اگر نمازی سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھے تو گزرنے والا اس کو نظر نہ آئے اور یہ تقریباً سجدہ کی جگہ سے دو گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔

قیام، رکوع، سجود وغیرہ تمام حالتوں کا ایک ہی حکم ہے، نیز اگر نمازی سامنے کی طرف دیکھ رہا ہو تب بھی اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

تقریباً چالیس ہاتھ سے کم رقبے والی مسجد "چھوٹی مسجد" کہلائے گی اور اس سے زیادہ رقبے والی مسجد "بڑی مسجد" کہلائے گی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی البحر:(۱۶/۲،باب ما یفسد الصلاۃ،طبع سعید)

وفی الذخیرۃ من الفصل التاسع ان کان المسجد صغیرا یکرہ فی ای موضع یمر.

ولما فی الشامی:(۶۳۴/۱،باب ما یفسد الصلاۃ،طبع سعید)

(قولہ فی الاصح)...... ومقابلہ ما صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع،واختارہ فخر الاسلام،ورجحہ فی النہایۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع السجود.

ولما فی البحر:(۱۵/۲،باب ما یفسد الصلاۃ،طبع سعید)

وذکر التمرتاشی ان الاصح انہ ان کان بحال لو صلی صلاۃ خاشع لا یقع بصرہ علی المار فلا یکرہ المرور نحو ان یکون منتہی بصرہ فی قیامہ الی موضع سجودہ......الخ.

ولما فی الشامی:(۶۳۴/۱،باب ما یفسد الصلاۃ،طبع سعید)

(قولہ مسجد صغیر)ھو أقل من ستین ذراعا،وقیل من أربعین،وھو المختار کما أشار الیہ فی الجواھر قھستانی(قولہ فانہ کبقعۃ واحدۃ)......بخلاف المسجد الکبیر والصحراء،فانہ لو جعل کذالک لزم الحرج علی المارۃ،فاقتصر علی موضع السجود.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:: محمد شعیب پشاوری

۱۳صفرالخیر۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر:۲۸۵۵

«"تراوح بین القدمین" لمبی نمازوں میں مستحب ہے»

«سوال» کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران ایک پاؤں پر زور دیکر اور دوسرے کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا کیسا ہے؟ بعض کتابوں میں مکروہ لکھا ہے اور بعض علماء سے سنا ہے کہ مکروہ نہیں ہے مستحب ہے۔ براہ کرم صحیح بات بتا دیں۔

«جواب» دوران نماز ایک پاؤں پر پھر کچھ دیر بعد دوسرے پاؤں پر معمولی سا زور دیکر کھڑے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور لمبی قرأت و قیام والی نماز میں تھکاوٹ دور کرنے یا راحت لینے کی غرض سے ایسا کرنے کو فقہائے کرام نے افضل و مستحب قرار دیا ہے، اس کو "تراوح بین القدمین" کا نام دیتے ہیں۔

لیکن ایک پاؤں کو اٹھا کر صرف ایک پر کھڑا رہنا یا ایک پر پورا وزن دیکر دوسرے پاؤں کو لنگڑا کر مکمل ڈھیلا چھوڑ دینا جس طرح بسا اوقات گھوڑا کھڑا ہوتا ہے یہ افضل اور مستحب نہیں ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بلکہ مکروہ ہے تو جن علماء سے آپ نے اس عمل کے بارے میں مکروہ کا سنا ہے ان کا مقصد اس طرح کھڑا ہونا مراد ہے جس طرح گھوڑا ایک ٹانگ پر پورا وزن دیتا ہے اور دوسری ٹانگ کو ٹیڑھا کر کے ڈھیلا چھوڑتا ہے، پہلی صورت ''تراوح بین القدمین'' کی ہے یہ پسندیدہ ہے اور دوسری صورت قیام علی احد القدمین کی ہے جو کہ مکروہ ہے۔

لما فی مراقی الفلاح:۹۵،(فصل فی سننها)طبع قدیمی۔

والتراوح بین القدمین افضل من نصب القدمین وتفسیر التراوح ان یعتمد علی قدم مرة وعلی الاخر مرة لانه ایسر وامكن لطول القیام۔

ولما فی حاشیة الطحطاوی ،۲۲۰، طبع قدیمی۔

وفی الظهیریة وروی عن الاما م :التراوح فی الصلاة احب الی من ان ینصب قدمیه نصبا فیما فی منیة المصلی من كراهة التمایل یمینا ویسارا محمول علی التمایل علی سبیل التعاقب من غیر تخلل سكون كما یفعله بعضهم حال الذكر لا المیل علی احدی القدمین بالاعتماد ساعة ثم المیل علی الاخری كذلك۔

وفیه ایضاً۔۔ثم ان هذه العلة لا تظهر فیما اذا كان القیام قصیراً۔

ولما فی الشامی ۴۴۴/۱ باب صفة الصلاة بحث القیام طبع سعید۔

تحت قوله(ومنها القیام) ویكره القیام علی احدی القدمین فی الصلاة بلا عذر۔

ولما فی حا شیة الطحطاوی علی الدر المختار ج۱/ ۲۰۲ طبع رشیدیه۔

(قوله ومنها القیام) یشمل التام منه وهو الانتصاب مع الاعتدال وغیر التام وهو الانحناء قبل ان تنال یداه ركبتیه۔ والاؤلی فی القیام ان یكون القدمان علی الارض فلو قام علی عقبیه أو اطراف أصابعه اؤ رافعاً احدی رجلیه عن الارض یجزئه ویكره ان كان بغیر عذر۔

ولما فی الهندیه ج ۱/ ۲۹ طبع رشیدیه۔

وكره القیام علی احدی القدمین من غیر عذر وتجوز الصلاة وللعذر لا یكره۔

ولما فی الجوهرة النیرة ص ۲۴ باب صفة الصلاة

ویكره القیام علی احدی القدمین فی الصلاة من غیر عذر وتجوز الصلاة وللعذر لاتكره

ولما فی امدادالفتاوی ج ۲۵۳/۱ مكتبه دارالعلوم كراتشی۔

-" تراوح بین القدمین" حنفیہ کے نزدیک افضل ہے، طحطاوی نے ظہیریہ کے حوالے سے نقل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیا ہے" نص الامام علی ذالک" امام صاحب نے اسکی تصریح کی ہے، اور بعض کتب فتاوی میں جو کراھتِ تراوح مذکور ہے اس میں محمل "تمایل علی سبیل التعاقب بغیر ـــــــ تخلل سکون" ہے نیز تراوح کی افضلیت کو جس علت سے معلل کیا گیا ہے "وھو ایسر وامکن لطول القیام" یہ علت قیام قصیر میں نہیں ہے، پس قیام قصیر میں تراوح اور نصب القدمین دونوں برابر ہیں "قال الطحطاوی ثم ان ھذہ العلۃ لا تظھر فیما اذا کان القیام قصیرا" ۔تراوح اور صفن میں فرق ہے، صفن یہ ہے کہ ایک قدم پر زور دیکر دوسرے قدم کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی قدر مڑ جاوے، جیسا کہ گھوڑا ایک پیر کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے یہ مکروہ ہے، جیسا ابن مسعودؓ کے قول سے ظاہر ہے، تراوح میں ایک قدم پر زور دیا جاتا ہے دوسرے پر زور نہیں دیا جاتا مگر اسکو بالکل ڈھیلا بھی نہیں چھوڑا جاتا کہ مڑ جاوے۔

وفی مجمع البحار کان یراوح بین قدمیه من طول القیام ای یعتمد علی احدھما مرۃ وعلی الاخری مرۃ لیوصل الراحۃ الی کل منھما۔ فیه وایضاً۔ حدیث نھی عن الصلوۃ الصافن ای من یجمع بین قدمیه وقیل من یثنی قدمه الی ورائه کفعل الفرس اذا ثنی حافرہ۔

واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتوی نمبر: ۳۵۴
۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

﴿بیماری کی وجہ سے گرنا اور قریب والے ساتھی کے نماز چھوڑنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات لوگ فرض نماز میں مشغول ہوتے ہیں کہ اچانک کوئی شخص بیماری کی وجہ سے گر پڑتا ہے اور تڑپنے لگتا ہے یا بیہوش ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں ساتھ کھڑے ہونے والے نمازی اپنی فرض نماز جاری رکھیں یا نماز توڑ کر اس کی خدمت میں لگ جائے۔

مستفتی: محمد سلیم بلال کالونی کراچی

﴿جواب﴾ دوران نماز ایسی صورت پیش آجائے تو قریب کے نمازیوں کو چاہیے کہ نماز چھوڑ کر اس شخص کی خدمت میں لگ جائے بلاشبہ نماز ایک اہم عبادت اور حق اللہ ہے لیکن شریعت نے ایسے مواقع پر حق العبد کو مقدم کیا ہے اور بعد میں یہ لوگ اپنی نماز کا اعادہ کریں۔

لمافی رد المحتار:(۲/۲۶۲،باب الحج، طبع سعید)
وکذاجاز قطع الصلوۃ او تاخیرھا لخوفه علی نفسه او ماله اونفس غیرہ او ماله.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی العناية:(۲۲۸/۶، کتاب البیوع طبع رشیدیة)

واذااجتمع حق الشرع وحق العبد يقدم حق العبدلحاجته.

ولما فی تبیین الحقائق:(۱۲۶/۳،باب حدالقذف طبع سعید)

وانما يقدم حق العبد فيما اذااختلف الحقان ولم يمكن الجمع بينهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد امین

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۷۷۰

﴿عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں جو دیوار کے ساتھ آخری صف ہوتی ہے اس میں جب نمازی کھڑے ہو جاتے ہیں تو رکوع میں جاتے وقت سرین دیوار سے لگتی ہے اور اسکی وجہ سے تھوڑا سا آگے بڑھنا پڑتا ہے پھر جب رکوع سے اٹھتے ہیں تو پھر پیچھے کو ہٹنا پڑتا ہے اس طرح ہر رکعت میں رکوع کے وقت آگے اور اٹھتے وقت پیچھے ہٹنا پڑتا ہے تو اس حرکت کرنے سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئیگی؟　　مستفتی: جمال شاہ چارسدوی

﴿جواب﴾ جگہ کی تنگی یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے نمازی کو اپنی جگہ سے معمولی سا ہٹنا پڑے تو اس سے نماز میں فرق نہیں آتا۔

لما فی الدر المختار:(۱۲۷/۱،طبع سعید)

مشى مستقبل القبلة هل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر ركن ثم مشى ووقف كذلك وهكذالاتفسدوان كثرمالم يختلف المكان وقيل لاتفسدحالة العذرمالم يستدبر القبلة استحسانا.

ولما فی الهندية:(۱۲۰/۱،طبع قدیمی)

يكره ان يخطو خطوات من غير عذر ووقف بعد كل خطوة وان كان بعذر لا يكره.

ولما فی البزازية:(۴۶/۱،طبع قدیمی)

مشى فى صلاته قدر صف لا وقدرصفين بدفعة فسد وان مقدار صف ووقف ثم كذالك لا.

ولمافی خلاصة الفتاوی:(۱۳۱/۱،طبع رشیدیه)

ولو مشى فى صلوته ان كان قدرصف واحدلاتفسد وان مشى قدرصفين بدفعة واحدة تفسد ولو مشى الى صف ووقف ثم مشى الى صف آخر ووقف ثم وثم لا تفسد صلوته.

ولما فی قاضیخان:(۱۲۲/۱،طبع قدیمی)

لو مشى فى صلوته مقدارصف واحد لم تفسد صلاته ولو كان مقدار صفين ان مشى دفعة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واحدة فسدت صلاته وان مشى الى صف، ووقف ثم مشى الى صف لاتفسد صلاته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۱۱

﴿دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے لمبی کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے بچپن سے سنا تھا کہ فرض نمازوں میں دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کرنا مکروہ ہے جبکہ کراچی میں میں نے خود ایک مولوی صاحب سے جمعہ کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھتے ہوئے سنا حالانکہ سورۂ غاشیہ، سورۂ اعلیٰ سے بڑی ہے جب میں نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ یہ سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں یہ سورتیں پڑھتے تھے، مہربانی فرما کر صحیح مسئلہ کی طرف رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: رفیق احمد پشاور

﴿جواب﴾ جو آپ نے سنا ہے کہ فرض نمازوں میں دوسری رکعت پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کرنا مکروہ ہے یہ درست ہے لیکن جہاں کہیں حدیث میں کوئی مخصوص سورت پڑھنا مذکور ہے وہاں اگر دوسری رکعت پہلی رکعت سے لمبی ہو جائے تو وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے اور نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

لما فی البحر الرائق: (۱/۳۲۲، طبع سعید)

ويشكل على هذا الحكم ماثبت فى صحيحين من قراءته صلى الله عليه وسلم فى الجمعة و العيدين فى الاولى بسبح اسم ربك الاعلى وفى الثانية بهل اتاك حديث الغاشيه مع ان الثانية اطول من الاولى باكثر من ثلاث ايات فان الاولى تسع عشر اية و الثانية ست وعشرون اية وقد يجاب بان هذه الكراهة فى غير ماوردت به السنة واما ماورد عنه عليه الصلاة والسلام فى شئى من الصلوات فلا والكراهة تنزيهية.

ولما فی الدر المختار: (۱/۵۴۲ طبع سعید)

(واطالة الثانية على الاولى يكره)تنزيها(اجماعا ان بثلاث آيات)ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والكلمات واعتبر الحلبى فحش الطول لاعدد الايات واستثنى فى البحر ماوردت به السنة واستظهر فى النفل عدم الكراهة مطلقا(وان باقل لا)يكره لانه عليه السلام صلى بالمعوذتين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

۲۲ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۲۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز بچے کا ماں کے پستان سے دودھ پینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون نماز پڑھ رہی تھی جب وہ تشہد کیلئے بیٹھ گئی تو اس کا بچہ خود بخود آ کر اس کے سینے سے دودھ پینے لگا، خاتون نے کوئی عمل کثیر یا حرکت نہیں کی اور بچے کو منع کئے بغیر اپنی نماز پوری کی، تو کیا اس صورت میں اسکی نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی جاوید اکبر نرسری کراچی

﴿جواب﴾ دوران نماز بچہ کو اتنا موقع دینا کہ وہ دودھ کی جگہ تک پہنچے اور باقاعدہ دودھ پی لے، عورت کا عمل کثیر قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا واقعی اگر ایسی صورت پیش آگئی ہو تو نماز فاسد ہوگئی ہے، لوٹانا ضروری ہے۔

لما في الدر المختار مع رد المحتار:(۶۲۸/۱ باب مايفسد الصلاة طبع سعيد)

اومص ثديها ثلاثا او مرة ونزل لبنها هذا التفصيل مذكور في الخانية والخلاصة، وهو مبني على تفسير الكثير بما اشتمل على الثلاث المتواليات وليس الاعتماد عليه وفي المحيط: ان خرج اللبن فسدت لانه يكون ارضاعا والا فلا ولم يقيده بعدد وصححه في المعراج حلبة وبحر.

وقال طحطاوی تحت هذا:هذا التفصيل مذكور في الخلاصة والذي في النوادر وهو الاصح كما في النهر انه لابد من نزول اللبن في الثلاثة ايضا فاذا لافرق بين المصة والثلاثة في هذا القيد على المعتمد ومثله في قاضي خان ايضا(۱/۱۲۲).

ولما في التاتار خانية:(۱/۶۲۸، طبع قديمي)

ولو جاء صبي وارتضع من ثديها وهي كارهة فنزل لبنها فسدت صلاتها وان مص مصة اومصتين ولم ينزل لبنها لم تفسد صلاتها ينزل اللبن او لم ينزل.

ولما في النهر الفائق:(۱/۲۷۳، طبع قديمي)

لرضعته اوارتضع هو فنزل لبنها فسدت ولو مص مصة اومصتين ولم ينزل لاتفسد وثلاثا فسدت وان لم ينزل كذا في الخلاصة والخانية والمذكور في المحيط والمنية انها تفسد بخروج اللبن من غير تقييد بعدد لا ان لم ينزل وصححه في الدراية وفي القنية مص ثديها ثلاثا فسدت والا فلا وفي النوادر ونزل لها لبن وهو الاصح وهذا ظاهر في ان الفساد بالثلاث مقيد بالنزول.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی
فتویٰ نمبر: ۲۷۲۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز بار بار موبائل بجے تو کیا کرے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ دوران نماز فون آیا میں نے ہاتھ جیب میں ڈالے بغیر فون بند کردیا چند سیکنڈ کے بعد دوبارہ آیا پھر میں نے بند کردیا حتیٰ کہ تین دفعہ ایک ہی رکن میں مجھے یہ کام کرنا پڑا تو معلوم یہ کرنا ہے کہ میری نماز درست ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟ مستفتی: ایک نمازی آیاز مسجد

﴿جواب﴾ نماز بڑی اہم ترین عبادت ہے اسکی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اذان کے بعد سے ہی موبائل فون بند کردیا جائے، غفلت سے کبھی کھلا رہ جائے اور دوران نماز فون آجائے تو پہلی گھنٹی کیساتھ ہی فون مکمل بند کردے، ایک ہاتھ سے ایک ہی بار میں بند ہو سکے تو اچھا ہے ورنہ نماز توڑ کر فون بند کردے اور دوبارہ از سرنو نماز شروع کرے، بار بار دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈالنا غلط ہے بعض علماء اس کو نماز کے منافی عمل قرار دے رہے ہیں، البتہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ فون بند کرتے ہوئے کوئی اس قدر تکلف کرے کہ دیکھنے والا اس شخص کو یوں سمجھے کہ گویا یہ نماز میں نہیں ہے تب نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہٰذا آپ نے دوران نماز اگر تین بار فون بند کیا ہے تو اس سے نماز اگرچہ فاسد نہیں ہوئی واجب الاعادہ بھی نہیں ہے لیکن کراہت سے بھی خالی نہیں ہے آئندہ کیلئے احتیاط کریں۔

لما في الدر المختار: (۱/۶۲۴، طبع سعید)

ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لاصلاحها، وفيه أقوال خمسة أصحها مالا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله أنه ليس فيها، وان شك أنه فيها أم لا فقليل.

ولما في البزازية: (۱/ص۴۶، طبع قديمی)

قيل ما يعد واحد فهو قليل وما بهما فكثير وقيل ان رآه الناظر وقطع أنه ليس فيها فكثير وان شك أنه فيها أم لا فقليل..... الاول اختيار أبي بكر محمد بن الفضل الثاني اختيار العامة.

ولما في التاتارخانية: (۱/۴۲۸، طبع قديمی)

وقال بعضهم: كل عمل يشك الناظر في عامله أنه في الصلاة أو ليس في الصلاة فهو يسير وكل عمل لا يشك الناظر أنه ليس في الصلاة فهو كثير وفي "الصغرى" وهو المختار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ صوابی

۶ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۶۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز امام کو لقمہ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام سے قراءت میں کوئی غلطی ہو جائے اور مقتدی اس کو لقمہ دیدے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اسی طرح اگر کوئی باہر کا شخص لقمہ دے اور امام اسے قبول کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تراویح میں ہو خواہ فرض نماز میں اس سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ لقمہ دینے میں اس بات کا خیال رکھے کہ امام نے مستحب مقدار میں اگر قراءت کی ہے تو لقمہ نہ دے امام کو چاہیے کہ رکوع کرے مقتدی کے لقمہ دینے کا انتظار نہ کرے مقتدی کے علاوہ کوئی اور شخص اپنی نماز پڑھتے ہوئے لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام نے اگر غیر مقتدی کا لقمہ قبول کیا تو امام کی نماز بھی فاسد ہوگی۔

لمافی الهداية:(۱/ ۱۲۶،طبع رحمانيه)

وان استفتح ففتح عليه فی صلاته تفسد......وان افتتح على امامه لم يكن كلاما استحسانا لانه مضطر الى اصلاح صلاته فكان هذا من اعمال صلاته معنى وينوی الفتح على امامه دون القرائة.

ولمافی البحرالرائق:(۲/ ۶،طبع سعيد)

(قوله: وفتحه على غير امامه):ای يفسدها لانه تعليم وتعلم لغير حاجة قيد به لانه لوفتح على امامه فلا فساد لانه تعلق به اصلاح الصلاة.

ولمافی تنويرالابصار وشرحه:(۱/ ۶۲۲،طبع سعيد)

(قوله:وفتحه على غير امامه)الا اذا اراد التلاوة وكذا الاخذ الا اذا تذكر فتلا قبل تمام الفتح(بخلاف فتحه على امامه) فانه لا يفسد(مطلقا) لفاتح وآخذ بكل حال الا اذا سمعه المؤتم من غير مصل ففتح به تفسد صلاة الكل وينوی الفتح لا القرائة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۶۴۹

﴿نمازی کو باہر سے لقمہ دینے کی صورت میں نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جو کہ مسبوق تھا امام کے ساتھ بھولے سے سلام پھیر دیا بعد میں دوسرے شخص نے جو امام کے ساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شروع سے نماز میں شریک تھا کہا کہ آپ کی تو دو رکعتیں رہ رہی ہیں تو وہ شخص کھڑا ہو گیا اور باقی دو رکعتیں اس نے پڑھ لی اور سجدہ سہو بھی کرلیا۔ کیا اس کی یہ نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟ جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: شفیع اللہ دیر بالا

﴿جواب﴾ اس دوسرے شخص کی بات پر عمل کرتے ہوئے مسبوق اگر کھڑا ہو گیا ہے تو اسکی نماز فاسد ہوگئی ہے اس لئے کہ تعلیم وتعلم نماز کے منافی عمل ہے۔ البتہ مسبوق نے فوری طور پر اسکی بات پر عمل اگر نہ کیا ہو بلکہ اس شخص کے بتانے پر خود بھی سوچا ہو اور اپنی غلطی کا احساس ہونے پر خود کے فیصلے سے کھڑا ہو گیا ہو تو سجدہ سہو سے اسکی نماز درست ہوگئی ہے۔

لمافی الشامی (۱/۶۲۲ طبع سعید)

(قوله وكذا الاخذ) اى اخذ المصلى غير الامام بفتح من فتح عليه مفسد ايضا كمافى البحر عن الخلاصه ،اواخذ الامام بفتح من ليس فى صلوته كمافيه عن القنية (قوله الا اذا تذكر الخ) قال فى القنية: أرتج على الامام ففتح عليه من ليس فى صلوته وتذكر فان اخذ فى التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد والا تفسد ،لان تذكره يضاف الى الفتح .قال فى الحيله :وفيه نظر لانه ان حصل التذكر والفتح معاً لم يكن التذكر ناشئا عن الفتح ،ولا وجه لافساد الصلوة بتأخر شروعه فى القراءة عن تمام الفتح،وان حصل التذكر بعد الفتح قبل اتمامه فالظاهر ان التذكر ناشئ عنه ووجبت اضافة التذكر اليه فتفسد بلا توقف للشروع فى القراءة على اتمامه.

قلت: والذى ينبغى ان يقال :ان حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقا،اى سواء شرع فى التلاوة قبل تمام الفتح اوبعده لوجود التعلم ،وان حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا ،وكون الظاهر انه حصل بالفتح لا يؤثر بعد تحقق انه من نفسه لان ذلك من امور الديانة لا القضاء حتى يبنى على الظاهر ،الا ترى انه لو فتح على غير امامه قاصدا القراءة لا التعليم لا تفسد مع ان ظاهر حاله التعلم، وكذا لو قال مثل ماقال المؤذن ولم يقصد الاجابة فليتأمل.

ولمافى حاشية البحر (۲/۶ طبع سعيد)

(قوله وفى القنية ارتج على الامام الى قوله وتذكر) اقول يحتمل ان يكون المراد انه تذكر بسبب الفتح وان يكون تذكر بنفسه ولكنه صادف تذكره وفتح من ليس فى صلوته فى وقت واحد والظاهر الاول لانه لو كان تذكره من نفسه لا يظهر فرق بين اخذه فى التلاوة قبل تمام الفتح اوبعده ولا يظهر وجه الفساد لان الفساد ليس بمجرد الفتح وانما هو بالاخذ بسبب الفتح واذا كان تذكره من نفسه لم يوجد الاخذ بسبب الفتح وكون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الظاهر انه اخذ بالفتح فيضاف اليه لا عبرة له مع ما في نفس الامر لان ذلك من الديانات لا من الامور الراجعة الى القضاء حتى يعتبر الظاهر.

ولما في قاضي خان (۱/۱۲۲، طبع قديمي)

وان فتح على المصلي رجل ليس في الصلوٰة فاخذ المصلي بفتحه فسدت صلوته لانه تعلم.

ولما في الهنديه (۱/۱۱۰، طبع قديمي)

وان فتح غير المصلي على المصلي فاخذ بفتحه تفسد كذا في منية المصلي.

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد دیروی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر ۳۹۹۰

﴿نماز میں کسی کے بتانے پر عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریل گاڑی یا جہاز میں نماز کے دوران اگر جہت قبلہ تبدیل ہو گیا، تو اگر دوسرا آدمی نمازی کو پکڑ کر رخ تبدیل کرنا چاہے تو کیا نمازی اس کی اتباع کرے یا نہیں؟

مستفتی: ایک متعلم

﴿جواب﴾ نمازی کو دوران نماز دوسرا کوئی پکڑ کر قبلہ رخ سیدھا کرنے کی کوشش کرے تو محض اس کی اتباع کرتے ہوئے اگر رخ تبدیل کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ البتہ دوسرے کے بتانے پر خود بھی تحری کی یعنی غور و فکر کیا پھر اپنے فیصلہ سے رخ تبدیل کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

لما في الدر المختار: (۱/۶۲۲، طبع: سعيد)

حتى لو امتثل أمر غيره فقيل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت، بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه.

ولما في الشامي: (۱/۶۲۲، طبع: سعيد)

(قوله ثم فرق)......وقال ط: لو قيل بالتفصيل بين كونه امتثل أمر الشارع فلا تفسد، وبين كونه امتثل أمر الداخل مراعاة لخاطره من غير نظر لأمر الشارع فتفسد لكان حسناً.

ولما في الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: (۱/۲۵۴، ۲۵۵، طبع: دار القلم بيروت)

يفسد الصلاة امتثال المصلي أمر غيره، فلو قال للمبلغ: اجهر بالتكبيرات فجهر في الحال قاصداً جوابه فسدت صلاته كما تفسد الصلاة اذا قيل للمصلي تقدم فتقدم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

استجابة للأمر ، أما اذا تقدم برأى نفسه استجابة لأمر الشارع ليفسح المكان للقادم ويمكن من الصلاة لا تفسد.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۱۳

﴿دوران نماز کسی خارج صلاۃ شخص کا لقمہ لینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جماعت ہو رہی تھی مجمع زیادہ تھا پچھلی صفوں میں امام کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تو ایک آدمی (جو نماز میں ابھی تک شامل نہیں ہوا تھا) نے مؤذن کو مخاطب کر کے کہا کہ زور سے تکبیر پڑھے اور اسی وقت فوراً امام رکوع میں چلا گیا تو مؤذن نے زور سے تکبیر پڑھی اسی صورت میں مؤذن کی نماز درست ہوگئی کہ نہیں؟

﴿جواب﴾ دوران نماز کسی کے کہنے یا بتانے پر عمل کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، البتہ صرف امام کیلئے اپنے مقتدی کا لقمہ لینے کی گنجائش ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر اس شخص کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مؤذن نے زور سے تکبیر پڑھی ہو تو اسکی نماز فاسد ہوگئی دوبارہ لوٹانا ضروری ہے، البتہ اس کے کہنے کی تعمیل کرتے ہوئے نہیں بلکہ اپنے ہی احساس سے اس نے تکبیر پڑھی ہو تو اسکی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ احساس اس شخص کے کہنے ہی کیوجہ سے پیدا ہوا ہو، ایسی صورت میں خود سوچ کر اپنی ہی نیت سے عمل کرنا چاہیے تاکہ نماز فاسد نہ ہو۔

لمافی الشامی: (۱/۶۲۲، طبع سعید)

مسجد كبير يجهر المؤذن فيه بالتكبيرات فدخل رجل أمر المؤذن أن يجهر بالتكبير وركع الامام للحال فجهر المؤذن ان قصد جوابه فسدت صلاته.

ولمافی الدر المختار: (۱/۶۲۲ طبع سعید)

حتى لو امتثل أمر غيره فقيل له تقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت ، بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه قهستاني.

ولمافی الشامی: (۱/۵۷۱، طبع سعید)

وفي القنية قيل لمصل منفرد تقدم فتقدم بأمره......فسدت صلاته وينبغي أن يمكث ساعة ثم يتقدم برأى نفسه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباد اللہ صوابی

۱۰ صفر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۵۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿شیشی میں بند پیشاب کو جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرتبہ میں لیبارٹری پیشاب ٹیسٹ کرانے جارہا تھا راستے میں نماز کا وقت ہو گیا چونکہ پیشاب شیشی میں بند تھا اسکو جیب میں رکھتے ہوئے میں نے نماز پڑھ لی، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟ برائے مہربانی مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: ضیاء الرحمٰن صاحب چارسدوی

﴿جواب﴾ نجاست جب تک اپنی اصلی جگہ میں رہتی ہے نماز وغیرہ کیلئے مانع نہیں ہوتی، اپنی اصل جگہ سے نکلنے کے بعد خواہ شیشی وغیرہ میں مکمل بند ہو نماز کیلئے مانع ہو جاتی ہے پیشاب کی اپنی جگہ مثانہ ہے مثانہ میں ہوتے ہوئے نماز کیلئے مانع نہیں ہے مذکورہ صورت میں شیشی چونکہ پیشاب کی اپنی اصل جگہ نہیں ہے اسلئے آپکی نماز نہیں ہوئی اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

لما فی الشامیة:(۱/۴۰۲،طبع سعید)

واقول ان مسئلة الكلب مبنية على الى قوله..... بخلاف ما لو حمل قارورة مضمومة فيها بول فلا تجوز صلاته لانه فى غير معدنه كما فى البحر عن المحيط.

ولما فى البحر:(۱/۲۶۷،طبع سعید)

ولو صلى وفى كمه قارورة مضمومة فيها بول لم تجز صلاته لانه فى غير معدنه ومكانه الى قوله...... والشىء مادام فى معدنه لا يعطى له حكم النجاسة..... الكل فى المحيط.

ولما فى الهندية:(۱/۶۲،طبع رشيديه)

اذا صلى وفى كمه بيضة مذرة قد حال محها دما جازت صلاته الى قوله:..... فى النصاب رجل صلى وفى كمه قارورة فيها بول لا تجوز الصلوة الى قوله:... بخلاف البيضة المذرة لانه فى معدنه ومظانه وعليه الفتوى كما فى المضمرات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم: عزیز الرحمٰن چارسدوی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ   فتویٰ نمبر ۱۰۹۱

﴿منفرد کا بے خیالی سے غیر کی آواز کی اقتداء کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق میں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور دوران نماز بے خیالی میں ٹی وی سے سننے والی آواز امام کعبہ کی تکبیر پر رکوع میں چلا گیا رکوع سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اٹھنے کے بعد خیال آیا کہ دوسرے کی اقتداء میں رکوع کرلیا، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں اس شخص کی نماز فاسد ہوگی ہے یا نہیں؟ مستفتی: جنید دیروی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں یہ شخص بقدر ضرورت قراءت کرنے کے بعد اگر رکوع میں چلا گیا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی ہے، بے خیالی میں غیر کی آواز سے رکوع میں جانے سے غیر کی اقتداء لازم نہیں آتی، اقتداء کیلئے باقاعدہ قصد وارادہ سے تکبیر کہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

لمافی البحر: (۲/ ۱۰، طبع سعید)

فمناط الخروج عن الاولیٰ صحة الشروع فی المغایر ولو من وجه فلذا لو کان منفردا فی فرض فکبر ینوی الاقتداء او النفل او الواجب او شرع فی جنازة فجیئ باخریٰ فکبر ینویهما او الثانیة یصیر مستا نفا علی الثانیة فقط بخلاف ماذالم ینو شیأ ولو کان مقتدیا فکبر للا نفراد یفسد مادی قبله ویصیر مفتتحا ماأداه ثانیا.

ولمافی ردالمحتار: (۲/ ۹۳، طبع سعید)

ثم الاصل فی التفکر انه ان منعه عن اداء رکن کقراءة آیة او ثلث آیة او ثلاث أو رکوع اوسجود..... وان لم یمنعه عن شیئ من ذالک بان کان یؤدی الارکان ویتفکر لایلزمه السهو.

ولمافی الولوالجیة: (۱/ ۹۷، طبع فاروقیه پشاور)

واذا تفکر فی صلوته انه أطال یجب علیه سجود السهو والافلا والحد الفاصل بین الطویل والقصیر انه ان شغله عن شیئ من فعل الصلوٰة وان قل فهو طویل.اه (الفتاوىٰ الوالوالجیه

ولمافی الوالوالجیة: (۱/ ۷۶، طبع فاروقیه پشاور)

ورجل افتتح الصلوٰة وحده ویرکع ویسجد برکوع مصل آخر وسجود مصل آخر ویتعد بتعوده لاتفسد صلوته لانه ربما یکون صاحب وسوسة فیقول: ان صلیت معتمدا علیٰ نفسی یشتبه علی فأفتتح الصلوٰة واعتمد علیٰ صلوٰة غیری.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۲۷

﴿قعدہ اولیٰ چھوڑ کر قیام کرنے کے بعد واپس بیٹھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑے ہوئے مقتدیوں نے لقمہ دیا اور بیٹھے رہیں جسکی وجہ سے امام صاحب بھی واپس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قعدہ کی طرف لوٹے، آیا اس صورت میں نماز جاتی رہی یا نہیں؟ مستفتی: قاری محمد دین صاحب

﴿جواب﴾ قعدہ اولی بھول کر اگر کوئی کھڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں واپس قعدہ کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے بلکہ کھڑے رہنا چاہئے، اخیر میں سجدہ سہو سے تلافی ہو جائیگی تاہم مقتدیوں کے بار بار لقمہ دینے سے یا صحیح مسئلہ معلوم نہ ہونے کیوجہ سے امام صاحب قیام سے قعدہ کیطرف اگر لوٹ گئے ہوں تو مفتی بہ قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی اگر چہ ایسا کرنا نہیں چاہئے تھا. اور سجدہ سہو تو بہر حال ضروری ہے.

لمافی الدر مع الرد:(۲/۸۴ طبع سعید)

وان استقام قائما (لا) يعود لاشتغاله بفرض القيام (وسجد للسهو) لترك الواجب (فلو عاد الى القعود) بعد ذلك (تفسد صلاته) لرفض الفرض لماليس بفرض وصححه الزيلعي (وقيل لا) تفسد لكنه يكون مسيئا ويسجد لتأخير الواجب (وهو الاشبه) كما حققه الكمال وهو الحق ....كان وجهه مامر عن الفتح اومافي المبتغى من ان القول بالفساد غلط لانه ليس بترك بل هو تأخير.

ولمافي فتح القدير:(ج۱/۵۲۵ طبع رشيدية)

ثم لو عاد في موضع وجوب عدمه قيل الاصح انها تفسد لكمال الجناية برفض الفرض لماليس بفرض .....على انا نقول الجناية هنا بالرفض وليس ترك القيام للسجود رفضا له حتى لولم يتم بعدها قدر فرض القراءة حتى ركع صحت ،هذا وفي النفس من التصحيح شئي وذلك لان غاية الامر في الرجوع الى القعدة الاولى ان يكون زيادة قيام ما في الصلوة وهو وان كان لايحل ولكنه بالصحة لايخل اما الفساد فلم يظهر وجه استلزامه اياه فيترجح بهذا البحث القول المقابل للمصحح.

ولمافي البحر: ج۲/۱۰۱ طبع سعيد كراچي

ولا ينتقض قيامه بقعود لم يؤمر به كمن نقض الركوع بسورة اخرى لاينتقض ركوعه، فقد اختلف التصحيح كما رأيت والحق عدم الفساد.

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: عاقل شاہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۴۰۶۴

﴿قعدۂ اخیرہ ترک کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے نفل نماز کی نیت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باندھ لی اور قعدہ اخیرہ بھول کر تیسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ مذکورہ بالا صورت میں اگر سجدہ سہو کیا جائے تو اس سے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی چاہے سجدہ سہو بھی کر لے اب اس پر دو رکعت کا اعادہ واجب ہے۔

ولمافی الشامیة:(۳۲/۲،طبع سعید)

(قوله او ترك قعود اول) لان كون كل شفع صلاة على حدة يقتضي افتراض القعدة عقيبه فيفسد بتركها كما هو قول محمد وهو القياس لكن عندهما لما قام الى الثالثة قبل القعدة فقد جعل الصلاة واحدة شبيهة بالفرض و صارت القعدة الاخيرة هي الفرض وهو الاستحسان وعليه فلو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغي الجواز اعتباراً لصلاة المغرب لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة و هو الركعة الاخيرة لان التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها.

لمافی الهندية:(۷۱/۱،طبع رشيديه)

والقعدة الاخيرة فرض في الفرض والتطوع حتى لو صلى ركعتين ولم يقعد في آخرها وقام وذهب تفسد صلاته كذا في الخلاصة.

ولمافی التاتارخانية:(۶۶۱/۱،طبع قديمي)

رجل صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على راس الركعتين الاصح انه تفسد صلاته.

ولمافی حاشية الطحطاوی:(ص ۳۹۲،طبع سعيد)

قوله:(وصح الفساد في الخلاصة)لان القعدة المشروعة قد تركها، والتي فعلها لم تكن في محلها ثم يجب عليه قضاء ركعتين لانه شرع في الشفع الاول ثم افسده بترك القعود، ولا يلزمه بالثالثة شئ مطلقا عمدا كان او سهوا، لان البناء على الفاسد لا يلزمه شيء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۱۰۴۳

﴿نیند کی حالت میں قعدہ اخیرہ معتبر نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کے قعدہ اخیرہ میں سو گیا اور جاگتے ہی فوراً سلام پھیر کر چلا گیا تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص قعدہ اخیرہ میں بیٹھتے ہی فوراً سو گیا تھا نہ تشہد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پڑھا اور نہ بقدر تشہد بیٹھا تو بیدار ہونے کے بعد اس کیلئے ضروری ہے کہ تشہد کی مقدار کم از کم بیٹھے ورنہ تو اس کی نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ نیند کی حالت میں قعدہ معتبر نہیں ہوتا البتہ اگر تشہد پڑھنے یا بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد سو گیا تھا تو نماز ہوگئی ہے۔

لما في الحلبي الكبيري:(ص ۲۵۲، فرائض الصلاة ، طبع نعمانية)

و الرابعة من المسائل اذا نام المصلي في القعدة الاخيرة كلها فلما انتبه اى فحين انتبه يفرض عليه ان يقعد قدر التشهد و ان لم يقعد فسدت صلاته و ذلك لان الافعال في الصلاة حالة النوم لا تحتسب و لا تعـ بر لصدورها لاعن اختيار فكان وجودها كعدمها كما اذا قرأ في الصلاة نائما او ركع او سجد نائما و هذا في القيام و القرائة و الركوع و السجود مقرر.

لما في الشامية:(۴۴۸/۱،كتاب الصلاة ، بحث القعود الاخير،طبع سعيد)

و بحث في الامداد الشرح بأنه لو اتى بالقعدة نائما تعتبر على القول بشرطيتها لا ركنيتها و عزاه الى التحقيق و الاصح عدم اعتبارها كما في شرح المنية . قلت: و هذا يؤيد القول بأنها ركن زائد لاشرط.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۹۹

﴿قعدہ اخیرہ کی دعا عربی میں ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد غیر عربی زبان میں دعا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: ایک طالب علم

﴿جواب﴾ قعدہ اخیرہ میں عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، ایسی نماز واجب الاعادہ ہے۔

لما في السعاية: (۲۲۵/۲، باب صفة الصلاة، طبع سهيل)

و منها ان يدعو بالعربية ليكون اقرب الى الاجابة فان للسان العربي من الفضل ماليس لغيره----

و بعد السطور: و في غرر الافكار شرح درر البحار في بحث الدعاء بعد التشهد كره الدعاء بالاعجمية لان عمر رضي الله تعالى عنه نهى عن رطانة الاعاجم انتهى، و ظاهره ان الكراهة تحريمية في الصلاة ، و اما في غيرها فينبغي ان تكون تنزيهية لمن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لایشق علیہ التکلم بالعربیۃ.

و لما فی الشامیۃ: (۱/۵۲۱، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الدعاء بغیر العربیۃ، طبع سعید)

و لا یبعد ان یکون الدعاء بالفارسیۃ مکروھا تحریما فی الصلاۃ و تنزیھا خارجھا فلیتأمل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند تاجکی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۴۴

﴿تشہد میں انگلیاں گھٹنوں سے نیچے لٹکانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ بعض لوگ تشہد میں ہاتھوں کو رانوں پر اس طرح رکھتے ہیں کہ انگلیاں گھٹنوں سے نیچے لٹک رہی ہوتی ہیں براہ کرم شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کس طرح ہاتھوں کو رکھنا چاہیے اور انگلیوں کا رخ کس طرف کرنا چاہیے؟

﴿جواب﴾ افضل طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح رانوں پر رکھیں کہ انگلیاں قبلہ رخ ہوں زمین کی طرف نہ ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو رانوں پر اس انداز میں رکھا جائے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں پر جا کر ختم ہوں تو خود بخود انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں گی۔

(لما فی التنویر مع الدر (۱/۵۰۸ طبع سعید)

(ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ) مفرجۃ قلیلا (جاعلا اطرافھا عند رکبتیہ) ولا یأخذ الرکبۃ ھو الاصح لتتوجہ للقبلۃ

قال الشامیؒ

(قولہ ولا یأخذ الرکبۃ) ای کما یأخذھا فی الرکوع، لان الاصابع تصیر موجھۃ الی الارض خلافا للطحاوی، والنفی للافضلیۃ لا لعدم الجواز کما افادہ فی البحر

(ولما فی البحر الرائق (۱/۳۲۲،۳۲۳ طبع سعید)

(قولہ ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ) یعنی وضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی و یدہ الیسری علی فخذہ الیسری لحدیث مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعا کذلک اشار الی رد ما ذکرہ الطحاوی انہ یضع یدیہ علی رکبتیہ و یفرق بین اصابعہ کحالۃ الرکوع لحدیث مسلم ایضا عن ابن عمرؓ ـــــ ورجح فی الخلاصۃ الکیفیۃ الاولی فقال ولا یأخذ الرکبۃ ھو الاصح فتحمل الکیفیۃ الثانیۃ فی الحدیث علی الجواز والاولی علی بیان الافضلیۃ وعلل لہ فی البدائع بانہ علی الکیفیۃ الاولی تکون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الاصابع متوجهة الى القبلة وعلى الثانية الى الارض

(ولما فى حاشية الطحطاوى ص ۲۸۴)

(واذا فرغ الرجل من سجدتى الركعة الثانية افترش رجله اليسرى ،وجلس عليها ونصب يمناه ووجه اصابعها نحو القبلة ،ووضع يديه على فخذيه (ويبسط اصابعه) وجعلها منتهية الى راس ركبتيه .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٹکی

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۹۵

﴿مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص نے فجر کی نماز سے پہلے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کیا گھڑی وہیں رہ گئی اور مسجد میں آ کر نماز شروع کردی دوران نماز خیال آیا تو کیا وہ شخص گھڑی لانے کیلئے نماز توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ کر جا سکتا ہے۔

لمافی مراقی الفلاح: (ص ۲۰۲، طبع قدیمی)

ويجوز قطعها ولو كانت فرضا بسرقة يخشى على مايساوى درهما لانه مال وقال ﷺ قاتل دون مالك وكذافيمادونه فى الاصح لانه يحبس فى دانق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۹۱

﴿نماز کے دوران ستر کھل جائے تو۔۔۔؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ آجکل شہروں میں لوگ عموما پینٹ شرٹ میں نماز پڑھتے ہیں اور اکثر لوگ جب رکوع یا سجدے میں جاتے ہیں تو شرٹ چھوٹی ہونے کی وجہ سے پینٹ سے جدا ہو جاتی ہے اور ستر کھل جاتا ہے تو کیا اس سے نماز پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا وضاحت فرمائیں؟ مستفتی: عبداللہ کراچی

﴿جواب﴾ مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنوں سمیت جسم کو چھپانا ضروری ہے نماز میں ہو یا خارج نماز کیونکہ یہ حصہ ستر میں داخل ہے اس کے خلاف کرنا سخت گناہ ہے اور نماز کے صحیح ہونے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے لیے چونکہ شرط کے درجے میں ہے اس لیے کسی نمازی کا چوتھائی عضو ایک رکن کی مقدار ادا کرنے تک اگر کھلا رہا تو نماز فاسد ہو جائیگی اس سے کم حصہ یا تھوڑی دیر کے لیے کچھ ستر کھلا رہا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور دونوں صورتوں میں نماز واجب الاعادہ ہوگی لھذا ایسے لباس میں نماز پڑھنے سے گریز ضروری ہے جس میں نماز فاسد یا مکروہ ہونے کا اندیشہ ہو۔

(لما فی التنویر ۱/ ۲۳۵ طبع سعید)

(و) یفسدها (اداء رکن) حقیقة اتفاقا (أو تمکنه منه بسنة وهو قدر ثلاث تسبیحات (مع کشف عورة أو نجاسة) مانعة

(ولما فی حاشیة الطحطاوی ص:۲۳۶ ۲۴ قدیمی کتب خانه)

(و) یفسدها (اداء رکن) کرکوع (أوامکانه) أی مضی زمن یسع اداء رکن (مع کشف العورة أو مع نجاسة مانعة) لوجود المنافی قوله (زمن یسع اداء رکن) وان کان فی رکن طویل والمراد انه یسعه بسنته وهو قدر ثلاث تسبیحات وهذا مذهب الثانی وهو المختار کما فی الدر .قوله (مع کشف العورة) الحاصل ان الکشف الکثیر فی الزمن الکثیر مضر والقلیل فی القلیل غیر مضر کالکثیر فی القلیل والقلیل فی الکثیر .والمراد بکشف العورة ما یعم کشف ربع عضو منها .

(ولما فی الفقه الاسلامی ۲/ ۱۰۳۳ طبع رشیدیه)

کشف العورة عمدا أو انکشافها بنحو ریح ومضی مقدار اداء رکن أو مقدار ثلاث تسبیحات عند الحنفیه اذا انکشف ربع عضو من اعضاء العورة .والمعتبر فی ستر العورة من الجوانب لا من الاسفل.فان ظهرت من اسفل سقیفة أو سدة مثلا لم یضر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

۲۰ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۲۳

﴿عورت کا باریک دوپٹے میں نماز پڑھنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لئے باریک، ہلکا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز دوران نماز عورت کے بال کتنی مقدار میں کتنی دیر تک کھل جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ مدلل وضاحت فرما کر ممنون فرمادیں۔

﴿جواب﴾ اگر عورت ایسے باریک دوپٹے کو اوڑھ کر نماز پڑھ لے جس کے اندر سے اس کے بال جھلکتے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی حلبی کبیری:(ص ۲۱۴،طبع سہیل اکیڈمی)

(اذا كان الثوب رقيقا بحيث يصف ماتحته) ای لون البشرة (لا يحصل به ستر العورة) اذ لاستر مع رؤية لون البشرة اما اذا كان غليظا لا يرى منه لون البشرة الخ.

ولما فی الھندیۃ:(۱/۵۸،طبع رشیدیہ)

والثوب الرقيق الذى يصف ماتحته لا تجوز الصلوة فيه كذا فى التبيين.

اگر نماز کے دوران عورت کے بالوں کی چوتھائی مقدار ایک رکن یعنی اتنی دیر جس میں تین بار سبحان اللہ کہا جا سکے کے برابر کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولما فی حلبی کبیری:(ص ۲۱۴،طبع سہیل اکیڈمی)

لو ان امرأة صلت وهى تقدر على الثوب الجديد...... فلبست ثوبا خلقا فانكشفت من شعرها شىء ومن فخذها شىء ومن ساقها شىء وكان المنكشف..... مبلغ ربع الساق لاتجوز صلاتها.

ولما فی الشامی:(۱/۴۰۷-۴۱۰،طبع سعید)

وللحرة...... جميع بدنها...... حتى شعرها النازل فى الاصح..... ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر اداء ركن بلا صنعه) وفى الشامية: لايصف تحته بان لا يرى منه لون البشرة احترازا عن الرقيق والزجاج.

ولما فی الھدایۃ:(۱/۹۲،طبع رحمانیہ)

وان صلت وربع ساقها مكشوف او ثلثها تعيد الصلوة..... والشعر والبطن والفخذ كذالك.

ولما فی فتح القدیر:(۱/۲۶۷-۲۶۸،طبع رشیدیہ)

فان صلت وربع ساقها او ثلثه مكشوف تعيد الصلوة يعنى اذا استمر زمانا كثيرا..... وقدر الكثير مايؤدى فيه ركن..... والشعر والبطن والفخذ كذالك يعنى على هذا الخلاف لان كل واحد عضو على حدة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ والله اعلم: محمد شریف حسین

۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:

﴿منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سردیوں کے موسم میں اکثر لوگ منہ ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہیں چادر یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ چادر یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا درست نہیں منہ اور ناک ڈھانپ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کرنماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوجاتی ہے۔

لمافی الهندية:(١٠٧/١،طبع رشيديه)ويكره التلثم وهو تغطية الأنف والفم في الصلاة.

ولمافی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح:(ص١٩٣،طبع قديمی)

(فيكره التلثم) اللثام ماكان على الفم من النقاب واللفام ماكان على أرنبة الأنف وفي الزيلعي التلثم تغطية الأنف والفم في الصلاة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:

﴿نماز میں ہنسی کی کیفیت پیدا ہوجانے سے نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حالت نماز میں ہو اور اس کو کسی بات پر ہنسی آجائے اگرچہ اس کی آواز نہ نکلے لیکن ہنسی کی کیفیت اور جذبات شدت سے پیدا ہوجائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ نماز توڑ دے یا جاری رکھے؟ مستفتی: حافظ محمد

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نماز جاری رکھے ہنسی کی کیفیت اور جذبات پیدا ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ہنسی کی آواز نکلے جس کو خود سن لے تو نماز ٹوٹ جائے گی لیکن آواز اتنی ہو کہ ساتھ والا آدمی بھی سن سکتا ہو تو نماز کے ساتھ ساتھ وضو بھی دوبارہ کرنا پڑیگا۔

لمافی الشامی:(١٤٤/١-١٤٥،طبع سعيد)

وحد القهقهة قال بعضهم: ما يظهر القاف والهاء، ويكون مسموعاً له ولجيرانه . وقال بعضهم، اذا بدت نواجذه ومنعه من القرأة.لكن قال في الحلية:لم أقف على التصريح باشتراط اظهار القاف والهاء، لأحد بل الذي توارد عليه كثير من المشايخ كصاحب المحيط والهداية والكافي وغيرهم ما يكون مسموعا له ولجيرانه . واحترز به عن الضحك ، وهو لغة أعم من القهقهة ، واصطلاحاً ما كان مسموعاً له فقط فلا ينقض الوضوء، بل يبطل الصلاة.وعن التبسم وهو مالاصوت فيه أصلاً بل تبدو اسنانه فقط فلا يبطلهما.

ولمافی حلبی:(ص١٤١-١٤٢،طبع سهيل اكيڈمی)

(وكذا القهقهة في كل صلاة ذات ركوع وسجود تنقض الوضوء، والصلاة جميعاً سواء كان عامداً او ناسياً) وحد القهقهة قال بعضهم ما يظهر فيه القاف والهاء، ويكون مسموعاً له ولجيرانه وقال بعضهم اذا بدت نواجذه ومنعه عن القرأة .

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

والضحك يفسد الصلاة لا الوضوء، وحد الضحك أن يكون مسموعاً له دون جيرانه التبسم لا يبطل الوضوء والصلاة، وحد التبسم ما لا يكون مسموعاً له ولجيرانه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد کاشف عزیز غفرلہ

۵ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۹۴

﴿أيخبر المقتدى الامام اذا استيقن ببطلان الصلوٰة؟﴾

﴿سوال﴾ امام ابطل الصلاة ولم يشعر به واستيقن المقتدى به أيخبر الامام اثناء الصلاة أم يصبر فيخبره بعد الفراغ منها؟ — مستفتی: ضياء الدين

﴿جواب﴾ اذا استيقن المقتدى ببطلان الصلاة يخبر الامام فى اثناء الصلاة فانها لما بطلت لم تبق صلاةً ولا عملاً فلا يكون ابطالها ابطال العمل.

لما فى البدائع: (۲۲۵/۱ طبع سعيد)

اما اذا فسدت الصلوة يجب اعادتها ما دام الوقت باقيا لانها اذا فسدت التحقت بالعدم، وفيها فى ذكر الاعرابى الذى أخف الصلوة (۱۶۲/۱).

فان النبى ﷺ مكن الاعرابى من المضى فى الصلوة ولم يأمره بالقطع فلو لم تكن تلك الصلوة جائزة لكان الاشتغال بها عبثا اذا لصلوة لا يمضى فى فاسدها فينبغى ان لا يمكنه منه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۲۸

﴿نماز میں عمل کثیر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ اگر عمل کثیر مفسد صلاۃ ہے تو اس کی حد کیا ہے؟

﴿جواب﴾ جی ہاں عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے عمل کثیر وہ عمل کہلائے گا کہ نمازی آدمی نماز میں کوئی ایسا عمل کرے کہ دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ آدمی نماز نہیں پڑھ رہا۔

لما فى شرح التنوير: (۳۸۴/۲-۳۸۵ مكتبه امداديه ملتان)

(و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من اعمالها ولا لأصلاحها، وفيه أقوال خمسة، اصحها (ما لا يشك) بسببه (الناظر) من بعيد (فى فاعله أنه ليس فيها) وان شك أنه فيها ام لا فقليل. قال فى الشامية: قوله: (ما لا يشك الخ) أى عمل لا يشك: أى بل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یظن ظناً غالباً. شرح المنیة: و"ما" بمعنی عمل، والضمیر فی "بسببه" عائد الیه و "الناظر" فاعل "یشک" والمراد به من لیس له علم بشروع المصلی بالصلاة کمافی الحلیة والبحر. وفی قول الشارح "من بعید" تبعاً للبدائع والنهر اشارة الیه. لان القریب لایخفی علیه الحال عادة فافهم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۰

﴿مسجد کی ٹوپی میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز کے وقت گھر سے ٹوپی پہن کر نہیں آتے ہیں اور مسجد میں ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: شاہ فیصل

﴿جواب﴾ جس ٹوپی اور لباس کو آدمی پہن کر شرفاء اور بزرگوں کی مجلس میں جانے میں شرم محسوس کرتا ہو تو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے مسجد کی ٹوپی عموماً ایسی ہی ہوتی ہے، لہٰذا اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لمافی الدرالمختار: (۲/۴۰۷، طبع امدادیه)

وکره کفه: ای رفعه...... وصلاته فی ثیاب بذلة، یلبسهافی بیته قال الشامیؒ: قوله: (وصلاته فی ثیاب بذلة) قال فی البحر: وفسرهافی شرح الوقایة بمایلبسه فی بیته ویذهب به الی الاکابر والظاهران الکراهة تنزیهیة.

ولمافی حلبی کبیر: (ص ۳۴۹، طبع سهیل اکیڈمی)

یکره ان یصلی فی ثیاب بذلة وهومالایصان ولایحفظ من الدنس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد آصف عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰

﴿آستین چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ نماز میں اگر کسی نمازی کی آستین چڑھی ہوئی ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ نیز نماز پر اس کا کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ مستفتی: گل مراد

﴿جواب﴾ اگر نماز میں کسی کی آستین چڑھی ہوئی ہوں تو اس کی نماز مکروہ ہو جائے گی، بہتر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ایسی صورت میں یہ ہے کہ عمل قلیل سے آستین کھولے۔

لمافی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح:(ص ۳۴۹،طبع قدیمی)

(وتشمير كميه عنهما)... لصدق كف الثوب على الكل ولو شمرها قبل الصلاة .... لما فيه من التكبر المنافي لموضوع الصلاة.

ولمافی الشامی:(۲/۶۴۰،طبع سعید)

(كمشمر كم او ذيل) ... وقلنا بالكراهة فهل الافضل ارخاء كميه فيها بعمل قليل اوتركها؟ لم راه الأظهر الأول.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۸

﴿وسط سر کھلا ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سر پر پگڑی اس طرح باندھ لیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے سر کا درمیانی حصہ خالی رہتا ہے اس کے نیچے ٹوپی وغیرہ بھی نہیں ہوتی ہے کہ وہ سر کو ڈھانپ لے تو کیا سر کا درمیانی حصہ کھلا رکھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: شاہ فیصل

﴿جواب﴾ سر کے درمیانی حصہ کو کھلا چھوڑ کے نماز پڑھنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے، اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اس طرح پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۶۵۲،طبع سعید)یکرہ اشتمال الصماء والاعتجار.

وفي الشامية:والاعتجار لنهي النبي صلى الله عليه وسلم عنه وهو شد الراس أو تكوير عمامته على راسه و ترك وسطه مكشوفاً وقيل أن ينتقب بعمامته فيغطي أنفه اما للحر أوللبرد أو للتكبر امداد وكراهته تحريمية أيضاً لما مر.

ولمافی الهندية:(۱/۱۱۸،طبع قدیمی)

ويكره الاعتجار وهو أن يكور عمامته ويترك وسط راسه مكشوفاً كذا في التبيين.

ولمافی حاشية الطحطاوی:(۱/۲۵۰،طبع قدیمی)

أوتكوير عمامته على راسه أي لف العمامة حول الراس وابداء الهامة كما في الظهيرية فقوله: و ترك وسطها مكشوفاً راجع الى تفسير الشرح ايضاً والمراد انه مكشوف عن العمامة لا مكشوف اصلاً لانه فعل مالا يفعل لنهي النبي صلى الله

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

علیه وسلم هذا النهي يفيد كراهة التحريم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر: ۲۴۴

﴿سجدے میں پاؤں کو زمین سے اٹھانا سخت منع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پورے سجدے میں پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں کیا ایسا کرنے سے نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سجدے میں دونوں قدموں کا زمین پر رکھنا لازم ہے اگر پورے سجدے میں کسی بھی وقت دونوں قدم زمین پر نہ لگے بالکل اٹھے رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ پورے سجدے میں کسی بھی وقت ایک پاؤں بھی زمین پر ٹھہرا رہا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا غلط اور گناہ ہے۔

لما في الدر المختار: (۱/۴۴۷، طبع سعيد)

(ومنها السجود) بجبهته وقدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط.

وفي الشامي: لأن وضع اصبع واحدة منهما يكفي كما ذكره بعد وأفاد انه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود.

ولما في حلبي كبير: (ص ۲۴۸، طبع نعمانيه)

ولو سجد ولم يضع قدميه أو احديهما على الارض في سجوده لايجوز سجوده ولو وضع احداهما جاز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر: ۸۰

﴿سجدہ کی حالت میں پاؤں اٹھانے سے نماز فاسد ہو سکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز کے دوران حالت سجدہ میں پاؤں اٹھاتے ہیں تو اس سے نماز میں کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر ٹیکنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنے سے نماز مکروہ ہوگی تاہم پاؤں کا کوئی بھی حصہ زمین پر کسی بھی درجے میں لگے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اگر چہ ایک انگلی ہی کیوں نہ ہو تو نماز ہو جائیگی اگر چہ مکروہ ہوگی اور اگر دونوں پاؤں میں سے کوئی بھی حصہ زمین پر تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ لگے تو سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں نماز نہ ہوگی۔

لمافی الدر المختار:(۱/۴۴۷،طبع سعید)

(ومنها السجود) بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما شرط.(قوله قدميه) يجب اسقاطه لان وضع اصبع واحدة منهما يكفي كما ذكره حبعده وافاد انه لولم يضع شيئا من القدمين لم يصح السجود وهو مقتضى ماقدمناه آنفا عن البحر.

ولمافی الهندية :(۱/۷۰،طبع رشيديه)

ولو سجد ولم يضع قدميه على الارض لايجوز ولووضع احداهما جاز مع الكراهة ان كان بغير عذر ووضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعا واحدة.

ولمافی حلبی الکبير:(ص۲۸۳ مكتبه نعمانيه)

ولو سجد ولم يضع قدميه او احداهما على الارض في سجوده لا يجوز سجوده ولو وضع احداهما جاز كما لو قام على قدم واحدة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:احمد علی عفی عنہ

اا ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۷۹

﴿ آدھی آستین والی بنیان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلاضرورت آدھی آستین والی بنیان میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی:محمد وارث فیز ۲ کراچی

﴿جواب﴾ نماز میں بلاضرورت کہنیوں کو کھلا رکھنا مکروہ ہے چونکہ بنیان میں بھی کہنیاں کھلی رہتی ہیں اسلئے بلاضرورت اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لمافی الدر المختار:(۱/۶۴۰،طبع سعید)

وكره كفه اى رفعه ولولتراب كمشمر كم اوذيل اى كمالودخل في الصلوٰة وهومشمر كمه او ذيله.

ولمافی الهندية:(ج ۱ ص ۱۰۶)

ولوصلى رافعا كميه الى المرفقين كره.كذافي فتاوى قاضي خان .

ولمافی حاشية الطحطاوی:(ص۳۴۹)

وكره تشمير كميه عنهما للنهي عنه لما فيه من الجفاء المنافي للخشوع (قال الطحطاوی

تحت قوله تشمير كميه) اى عن ذراعيه سواء كان الى المرفقين او الاعلى الظاهر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: احمد علی غنی عنہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ   فتویٰ نمبر: ۲۵۶۸

﴿غیر مشروع طریقہ سے لقمہ دینے، لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ امام صاحب نے عصر کی نماز میں جہراً قراءت شروع کی تو ایک مقتدی نے آواز دی کہ یہ تو عصر کی نماز ہے، امام صاحب نے جہر چھوڑ دیا اور نماز پوری کر لی تو کیا نماز ادا ہوگئی ہے یا واجب الاعادہ ہے؟ مستفتی: عبدالرحیم صاحب بونیر

﴿جواب﴾ امام صاحب اگر نماز میں غلطی کرے تو مقتدی سبحان اللہ، اللہ اکبر وغیرہ سے لقمہ دے سکتا ہے اور امام مقتدی کا لقمہ لے سکتا ہے اور اس سے کسی کی بھی نماز خراب نہیں ہوتی لیکن مذکورہ صورت میں مقتدی نے حالت نماز کے منافی طریقہ سے ''یہ عصر کی نماز ہے'' کہہ کر لقمہ دیا ہے جس سے مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی ہے، امام صاحب اور دیگر مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوئی اس لئے کہ ظاہر ہے مقتدی کی آواز سنتے ہی امام صاحب کو اس کا احساس ہوا ہوگا، البتہ تین آیات کی مقدار میں اگر جہر کیا ہے تو سجدہ سہو واجب ہے اس سے کم میں سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔

لمافی التاتارخانية :(۱/ ۴۱۶،طبع قديمی)

اذا تكلم فى صلوته ناسيا او ساهيا او عامدا او خاطئا او قاصدا قليلا او كثيرا تكلم لاصلاح صلاته بان قام الامام فى موضع القعود فقال له المقتدى اقعد او قعد فى موضع القيام فقال له المقتدى قم او للاصلاح صلوته ويكون الكلام من كلام الناس (وفى الخانية قبل ان يقعد قدر التشهد) استقبل الصلوة عندنا.

ولمافى الدر المختار:(۱/ ۶۲۲،طبع سعيد)

حتى لو امتثل امر غيره فقيل له تقدم فتقدم.....فسدت بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه قهستانى معزيا للزاهدى ومروياتى قنية .وقال فى الرد تحت قوله (حتى لو امتثل الخ) هذا امتثال بالفعل ومثله ما لو امتثل بالقول.

ولمافى رد المحتار:۱/ ۶۲۲،طبع سعيد)

(قوله وكذا الاخذ):اى اخذ المصلى غير الامام بفتح من فتح عليه مفسد ايضا كما فى البحر عن الخلاصة ،او اخذ الامام بفتح من ليس فى صلوته كما فيه عن القنية.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی حلبی کبیر:(ص۲۹۵،طبع نعمانیه)

ولوجهر الامام فيما يخافت اوخافت فيما يجهر قدر ماتجوزبه الصلوة يجب سجود السهو عليه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی
۳۰صفرالخیر ۱۴۳۰ھ
فتویٰ نمبر:۱۹۵۹

﴿نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نئی نئی مسلمان ہوگئی ہوں اوراب پرانی عادت کی وجہ سے میرے لئے فی الفور شراب چھوڑنا مشکل ہے کیااب میں نشے کی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہوں یامیرے لئے نماز پڑھنا ضروری نہیں؟

﴿جواب﴾ آپکو مبارک ہوکہ آپ نے دین اسلام قبول کرلیا اللہ تعالی آپکو اس پر ثابت قدم رکھے لیکن شراب کی حرمت قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے اللہ تعالی نے اسکو شیطانی عمل قرار دیاہے اوراس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، لہٰذا شراب پینا تو ہرصورت میں حرام ہے اور اسکی وجہ سے نماز چھوڑنا دہرا گناہ ہے کیونکہ ایک گناہ شراب پینے کا اور دوسرا گناہ نماز چھوڑنیکا، تاہم اگرشراب پی کرآپکو نشہ نہ آتا ہوتو آپ بے شک نماز پڑھ سکتی ہےاوراگرنشہ آتا ہو تو نشے کی حالت میں نماز پڑھنا جائزنہیں لیکن اس سے شراب حلال نہیں ہوتی شراب ہرصورت میں حرام ہے، جہاں آپ نے اتنی ہمت کی ہے کہ گھروالوں کی مخالفت کرکے دین اسلام قبول کرلیاہے توتھوڑی سی مزید کوشش کرکے نفس وشیطان کی بھی مخالفت کریں اورشراب کی عادت کوبھی چھوڑدیں کیونکہ حدیث شریف میں اسکو تمام گناہوں کی جڑ فرمایا گیاہے۔

لمافی احکام القرآن للجصاص:(۱/۴۲۲،طبع ادارۃ المعارف کراچی)

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه)الى قوله:(فهل انتم منتهون) فتضمنت هذه الآيات ذكر تحريمها من وجوه: احدها قوله(رجس من عمل الشيطان) وذلك لايصح اطلاقه الافيما كان محظور امحر مااثم اكده بقوله (فاجتنبوه) وذلك امريقتضى لزوم اجتنابه ثم قال تعالى (فهل انتم منتهون) ومعناه: فانتهوا.

وفيه ايضا:(۱/۴۲۱)(يايها الذين آمنوا لاتقربوا الصلوة وانتم سكارى حتى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تعلموا ماتقولون) ولیس فی هذه الاية دلالة علی تحریم مالم یسکر منها وفیها الدلالة علی تحریم ما یسکر منها لانه اذاکانت الصلاة فرضانحن مامورون بفعلها فی اوقاتها فکل مادی الی المنع منها فهو محظور فاذاکانت الصلاة ممنوعة فی حال السکر وکان شربها مودیاالی ترك الصلاة كان محظورالان فعل مایمنع من الفرض محظور.

ولمافی الشامیة:(۱/۱۴۴،طبع سعید)

(وجنون وسکر) بان یدخل فی مشیه تمایل ولو باکل الحشیشة قوله (وسکر) هوحالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فیتعطل معه العقل الممیزبین الامور الحسنة والقبیحة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:اسرارعزیزدیروی

۲۶ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۷۰۲

﴿نماز میں منہ سے کوئی بات نکلے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی عادت ہے کہ وہ اے میرے اللہ اور یا ربی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، اب نماز کے اندر بھی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکل جاتے ہیں اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی:شاہد ابوبکر مسجد ڈیفنس

﴿جواب﴾ کلام الناس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ذکر اللہ سے نہیں اور یہ شخص بھی یہ الفاظ کلام الناس کے طور پر استعمال کرتا ہے نہ کہ ذکر اللہ کے طور پر، لہٰذا اس شخص کی نماز فاسد ہوگی اور اس کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

لمافی قوله تعالی :(سورة بقرة پاره ۲)وقوموا لله قانتین.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۱/۲۰۴،طبع قدیمی)

عن عبدالله قال کنانسلم علی رسول الله ﷺ وهوفی الصلاة فیردعلینافلمارجعنامن عندالنجاشی سلمناعلیه فلم یردعلینا فقلنایارسول الله ﷺ کنانسلم علیک فی الصلاة فتردعلینافقال : ان فی الصلاة شغلا.

عن زیدبن ارقمؓ قال کنانتکلم خلف رسول الله ﷺ فی الصلاة یکلم الرجل مناصاحبه الی جنبه حتی نزلت قوموا لله قانتین فامرنا بالسکوت ونهیناعن الکلام (۱/۲۰۴).

ولمافی الهداية:(۱/۱۳۶-۱۳۸،طبع رحمانیه)

من تکلم فی الصلاة عامداوساهیابطلت صلاته وایضافیه فلواجاب فی الصلاة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رجلا بلا اله الا الله فهذا كلام مفسد عندابي حنيفة ومحمدؒ.

ولما فی تنویر الابصار وشرحه:(۱/۶۱۳-۶۱۴،طبع سعید)

(یفسدها التکلم عمده وسهوه قبل قعوده قدر التشهد سیان)،سواء كان ناسيا او نائما او جاهلا او مخطئا او مکرها هو المختار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۷ محرم ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۲۰

﴿ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے یا اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے؟ مستفتی: محمد شعیب

﴿جواب﴾ ننگے سر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے مگر ایسا کرنا اچھا نہیں فقہاء کرام نے ایسی نماز کو مکروہ قرار دیا ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ:(اعراف ۳۱)

یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد.

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اور چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے، اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے اور کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (معارف القرآن ۳/۵۴۴،طبع ادارۃ المعارف)

ولما فی مراقی الفلاح:(ص ۳۵۹ مطبوعه قدیمی)

وتكره وهو مكشوف الراس تكاسلا لترك الوقار لا للتذلل والتضرع.

ولما فی الدر المختار:(۱/۶۴۱ مطبوعه ایچ ایم سعید)

(وصلاته حاسرا) ای کاشفا(راسه للتکاسل)ولا باس للتذلل واما لا هانة بها فكفر قال العلامة ابن عابدینؒ تحت هذا القول ای لاجل الکسل بان استثقل تغطیته ولم یرها امرا مهما فی الصلاة فترکها کذالک وهذا معنی قولهم تهاونا بالصلاة ولیس معناه الاستخفاف بها والاحتقار لانه کفر شرح المنیة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۴۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عزت اور وقار کا معیار اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے نہ کہ معاشرہ﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب ایک مسئلہ کی وضاحت چاہتا ہوں: آپ سے سنا ہے اور اخبار میں بھی یہ مسئلہ کسی عالم نے بیان کیا ہے کہ ایسا لباس جسے پہن کر کسی تقریب میں یا بااثر لوگوں کے سامنے جانے میں انسان عار محسوس کرے تو اس قسم کے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اب عرض یہ ہیکہ ہمارے معاشرے میں کوٹ، پتلون، ٹائی، وغیرہ باعزت اور پروقار لباس سمجھا جاتا ہے جبکہ سنت لباس مثلاً: لنگی، عمامہ، کرتہ، شلوار، قمیص وغیرہ یعنی علماء وصلحاء کا لباس عزت اور وقار والا لباس نہ رہا، چنانچہ ایسا لباس پہن کر کوئی بھی کسی خاص تقریب میں جانا پسند نہیں کرتا اور اپنی عزت اور وقار کے خلاف سمجھتا ہے، آجکل تو پینٹ، شرٹ، پتلون، ٹائی، پہننے والے کو باوقار سمجھا جاتا ہے تو نماز کیلئے کونسا لباس زیادہ بہتر رہیگا؟ مستفتی: حاجی نصیر احمد ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ یہ مسئلہ بلاشبہ صحیح ہے کہ پروقار، باعزت، لباس زیب تن کر کے نماز پڑھنا پسندیدہ ہے اور عزت ووقار کے خلاف لباس (جسے پہن کر کسی تقریب میں جانے کو طبیعت گوارہ نہ کرے) میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسلئے کہ نماز اپنے رب سے ہم کلامی کا موقع ہے اور اللہ رب العالمین تمام عزتوں کا مالک ہے اس کے حضور میں پاک صاف اور پروقار لباس پہن کر پیش ہونا ہی اسکی شان کا تقاضا ہے۔

رہا یہ سوال کہ پُر وقار اور باعزت لباس کیلئے معیار کیا ہے؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور اسکے رسول ﷺ کی نظر میں جو لباس پسندیدہ ہے وہی عزت اور وقار والا لباس ہے اور جو ناپسندیدہ ہے وہ وقار کے خلاف ہے، ہمارے معاشرے کی پسند اور ناپسند ہرگز معیار نہیں ہے اپنے معاشرے میں تو حیا، شرم اور غیرت، جیسے فطری تقاضوں کا بھی کوئی معیار نہیں رہا بلکہ اسکے خلاف کو وہی مقام ملا تو کون سلیم الفطرت اس معاشرے کے فیصلوں کو قبول کرسکتا ہے؟ شادی کی تقاریب کا جائزہ لیں حضرات وخواتین کا اختلاط اور آپس میں بے تکلفی اور نیم عریاں لباس معاشرہ کا حصہ بن گیا ہے، ظاہر ہے یہ تہذیب نہ صرف اسلام بلکہ فطرت کے بھی بالکل خلاف ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لہٰذا عمامہ، لنگی، کرتہ، شلوار، کندھوں پر چادر پر وقار بارعب اور باعزت لباس ہے ایسے لباس میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے کوٹ، پینٹ، پتلون ٹائی، وغیرہ پسندیدہ لباس نہیں ہے معاشرے کے برے اثرات کی وجہ سے اگر کسی کی فطرت بگڑ گئی ہو جسکی وجہ سے وہ بے وقار لباس کو باوقار سمجھے تو اسکا اعتبار نہیں ہے۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۳۰۲،طبع نعمانیہ)

(وكذا يكره ان يصلى فى ثياب البذلة)بكسر الباء والذال المعجمة وهو مالايصان ولايحفظ من الدنس ونحوه (او)فى ثياب(المهنة) ككلمة فى اوزانها وبفتح الميم والهاء معا وهى الخدمة والعمل تكميلا لرعاية الادب فى الوقوف بين يديه تعالى بما امكن تجميل الظاهر والباطن وفى قوله تعالى خذوزينتكم عند كل مسجد.(والمستحب ان يصلى)الرجل فى (ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة).....(وروى عن ابى حنيفة انه كان يلبس احسن ثيابه للصلوة والمرأة تصلى فى ثلثة اثواب)ايضا(قميص وخمار و مقنعة.

ولمافى الشامية:(۱/۶۴۰،طبع سعيد)

وصلاته فى ثياب بذلة يلبسها فى بيتها ،ومهنة اى خدمة ،ان له غيرها والالا ،وقوله وصلاته فى ثياب بذلة.... الخدمة والابتذال.....قال فى البحر:وفسرها فى شرح الوقاية بما يلبسه فى بيته ولايذهب به الى الاكابر والظاهران الكراهة تنزيهية.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ سبحانہ اعلم :افتخار احمد کلکتی

۱۶ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر :۲۰۲۰

﴿میلے کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کام کاج کے کپڑوں میں مثلاً: مکینک یا مزدور وغیرہ جو نماز پڑھتے ہیں تو کیا اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آتا؟

﴿جواب﴾ کام کاج کے کپڑے جب نجس (ناپاک) نہ ہوں تو ایسے لباس میں بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے کیونکہ جس لباس میں کسی باوقار شخص سے ملاقات کرنے میں انسان عار محسوس کرتا ہے تو ایسے لباس میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے میں زیادہ عار محسوس کرنی چاہیے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی فتاوی التاتارخانیة: (۱/۲۱۰، طبع قدیمی)

وکذلک یکره الصلاة فی ثیاب البذلة ومثله فی الهندیة: (۱/۱۰۷، طبع رشیدیه)

ولما فی ردالمختار: (۱/۶۴۰، طبع سعید)

(وصلاته فی ثیاب بذلة) یلبسها فی بیته (ومهنة) ای خدمة ان له غیرها والا لا (قوله وصلاته فی ثیاب بذلة)..... قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولایذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۶ رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۹۴

﴿نماز کے دوران تصویر جیب میں رکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کی جیب میں جاندار کی تصویر ہو یا کسی محرم یا غیر محرم کی تصویر ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟ مستفتی: رحمت ہادی

﴿جواب﴾ تصویر جیب میں ہو تو نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے، البتہ ضرورت کے بغیر تصویر پاس رکھنا گناہ ہے اور ضرورت ہو تو جائز ہے۔

لما فی الدر المختار: (۵/۲۳، طبع سعید کراچی)

(و) لایکره (لوکانت تحت قدمیه) ومحل جلوسه لانها مهانة (اوفی یده) عبارة الشمنی: "بدنه" لانها مستورة بثیابه (اوعلی خاتمه) بنقش غیر مستبین قال فی البحر: ومفاده کراهة المستبین لا المستتر بکیس اوصرة اوثوب آخر واقره المصنف.

لما فی حلبی: (۳۱۲، طبع نعمانیه)

ویکره التصاویر علی الثوب صلی فیه اولم یصل اما اذا کانت فی یده وهو یصلی فلاباس به لانه مستورة بثیابه.

ولما فی البحر: (۲/۲۷، طبع سعید کراچی)

رجل فی یده تصاویر وهو یؤم الناس لاتکره امامته لانها مستورة بالثیاب فصار کصورة فی نقش خاتم وهو غیر مستبین آه الی قوله لایکره ان یصلی ومعه صرة او کیس فیه دنانیر اودراهم فیها صور صغار لاستتارها وبهذا انه کان فوق الثوب الذی فیه صورة ساتر له فانه لایکره ان یصلی فیه لاستتارها بالثوب الآخر.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۲۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نماز میں گھٹنے کے نیچے دوسرے کا کپڑا آجانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام درایں مسئلہ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرا کپڑا دوسرے نمازی کے گھٹنے کے نیچے دب گیا اس نے پیر اٹھایا اور میں نے کپڑا کھینچ لیا، کیا ایسا کرنے سے ہم دونوں کی نماز فاسد ہوگئی؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس عمل سے ہم دونوں کی نماز فاسد ہوگئی، بینوا توجروا۔ مستفتی: خضر حیات

﴿جواب﴾ مذکورہ عمل سے کسی ایک کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی جو لوگ نماز فاسد ہونے کا حکم دیتے ہیں معلوم نہیں کس وجہ سے؟ اس کو عمل کثیر قرار دیکر یا تعلیم وتعلم قرار دے کر، اس عمل پر نہ تو عمل کثیر کی تعریف صادق آتی ہے اور نہ ہی یہ عمل تعلیم وتعلم میں داخل ہے، لہٰذا اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ضیاء الدین

۷ محرم ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۱۸

﴿محاذات میں محارم عورتوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محاذاۃ المرأۃ کی صورت میں جو فساد صلوۃ کا حکم ہے یہ صرف اجنبی عورت کے ساتھ خاص ہے یا محارم عورتوں اور بیوی کو بھی شامل ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ یہ حکم عام ہے اجنبی عورت ہو یا محرم یا اپنی بیوی ہو محاذات جب ان شرائط کے ساتھ متحقق ہوجائے جو مفسد صلوۃ ہیں تو نماز فاسد ہوجائیگی۔

لما فی البحر: (۱/۳۵۴-۳۵۵، طبع سعید)

(قوله وان حاذته مشتهاة فی صلاة مطلقة مشتركة تحريمة واداء فی مكان متحد بلا حائل فسدت صلاته ان نوی امامتها) واطلقها فشملت الاجنبية والزوجة والمحرم والمشتهاة حالا او ماضيا مراهقة او بالغة فدخلت العجوز الشوهاء۔

ولما فی القدير: (۱/۳۶۲)

والا صح ان تصلح للجماع ولا فرق بين الاجنبية والمحرم.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامیة:(۱/۵۷۲-۵۷۳،طبع سعید)

(واذا حاذته امرأة مشتهاة)حالا کبنت تسع مطلقا وثمان وسبع لو ضخمة او ماضیا کعجوز وعبارته فی الخزائن: ولو محرمه او زوجته.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبداللہ چارسدوی

۱۴جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۹۰۱

﴿صرف شہوت آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز میری بیوی قریب سے گزری اور جسم کپڑوں سمیت لگا مجھے شہوت آگئی تو میری نماز کا کیا حکم ہے؟اور اگر وہ نماز پڑھ رہی ہو اور میرا جسم اسکے جسم کے ساتھ لگے تو اسکی نماز کا کیا حکم ہے؟مستفتی:عبدالواحد

﴿جواب﴾ دوران نماز عورت کا جسم کپڑوں سمیت مرد کے جسم کو لگ جائے جس کے نتیجہ میں شہوت بھی آجائے تو نفس شہوت آنے سے مرد وزن میں سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

لمافی ردالمحتار:(۱/۶۲۹،طبع سعید)

فی الخلاصة لو نظر الی فرج المطلقة رجعیا بشهوة یصیر مراجعا لا تفسد صلاته

وکذا فی الهندیه:(۱/۱۰۴)وکذافی الفتح:(۱/...)وکذا حلبی کبیر:(ص ۴۴۹)

ولمافی المراقی الفلاح:(ص ۱۲۳)

(ولا تفسد)صلوته(بنظر الی فرج المطلقة)او الأجنبیة یعنی فرجها الداخلی بشهوة فی المختار،لأنه عمل قلیل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب

۲۶محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۱۹

﴿بلاوجہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا یہ بات سچ ہے کہ جو آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتا ہے وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائیگا؟ مستفتی:محمد حنیف ابوبکر مسجد ٹیڑ۲

﴿جواب﴾ جو آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتا ہے وہ قیامت کے دن اندھا اٹھایا جائے گا اس کا حوالہ ہماری نظروں سے نہیں گزرا،تاہم بلاوجہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کی احادیث میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ممانعت آئی ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، البتہ خشوع کی غرض سے ہو اور اس کے بغیر خشوع حاصل نہ ہو سکے تو اسکی گنجائش ہے۔

لما فی رد المحتار:(۶۴۵/۱ طبع سعید)

"وكره تغميض عينيه" للنهي اى فى الحديث "اذا قام احدكم فى الصلاة فلا يغمض عينيه" رواه ابن عدى،الا لكمال الخشوع بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره، بل قال بعض العلماء انه الاولى.

ولما فى العالمگيرية:(۱۱۷/۱-۱۱۸ طبع قديمى)

يكره للمصلى ان يعبث بثوبه او لحيته او جسده وان يكف ثوبه.....ويكره التمطى وتغميض عينيه وان يدخل فى الصلاة وهو يدافع الاخبثين وان شغله قطعها وكذا الريح وان مضى عليها اجزأه وقد اساء.

ولما فى الخلاصة:(۵۷/۱ طبع رشيديه)

جنس آخر فيما يكره.....ولا يلتفت ولا يعبث بشيئ من جسده وثيابه والحاصل ان كل عمل هو مفيد لا بأس به للمصلى وقد صح من النبى صلى الله عليه وسلم انه سلت العرق عن جبينه الى قوله.....ويكره ان يغمض عينيه فى الصلاة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۴۲۸/۱۲/۲۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۲۸

﴿نماز میں اوپر دیکھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں نگاہ اتنی اونچی رکھنا کہ مسجد کی چھت نظر آتی ہو تو ایسے شخص کی نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ نمازی کی نگاہ موضع سجود پر ہونی چاہیے، اوپر دیکھنے کی احادیث میں خصوصیت کیساتھ ممانعت آئی ہے۔ لہذا کوئی شخص دوران نماز نظریں مسجد کی چھت کی طرف رکھتا ہو تو اسکی نماز مکروہ ہوگی۔

لما فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح:(۳۵۲ طبع قديمى)

وتغميض عينيه (و) يكره (رفعهما للسماء) لقوله ﷺ "ما بال اقوام يرفعون ابصارهم الى السماء لينتهن، اولتخطفن ابصارهم".

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی العالمگیریہ :(۱۱۸/۱ طبع قدیمی)

ویکرہ ان یرفع بصرہ الی السماء، کذافی التبیین.

ولما فی حلبی کبیری: (۳۲۱،مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

فروع) یکرہ رفع البصر الی السماء "لما فی البخاری عن انس قال:قال رسول اللہ ﷺ: ما بال اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی صلوتھم "فاشتد قولہ فی ذلک حتی قال: لینتھن ذلک او لتخطفن ابصارھم .

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :ریحان اللہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:۳۶۷۹

﴿دوران نماز کپڑوں کو بار بار سمیٹنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ شلوار، پتلون، لنگی، پاجامہ، گھٹنے میں پھنسنے کی وجہ سے سجدہ میں بے چینی ہوتی ہے نماز میں خلل پڑھتا ہے، اس لیے سمیٹنا یا تھوڑا سا اونچا کرنا پڑتا ہے، اس عمل کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مستفتی: محمد حنیف ابوبکر مسجد فیز ۲

﴿جواب﴾ ایسا عمل بار بار کرنا بلاشبہ مکروہ ہے کبھی کبھار ایسی صورت پیش آجائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لما فی رد المحتار:(۱/۶۴۰،طبع سعید)

وکرہ "کفہ" ای رفعہ ای سواء کان من بین یدیہ او من خلفہ عند الانحطاط للسجود "بحر" ...... الی ان قال للنھی الا لحاجۃ وھو ما اخرجہ القضاعی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم " ان اللہ کرہ لکم ثلاثا: العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام ،والضحک فی المقابر" وھی کراھۃ تحریم کما فی البحر "قولہ الا لحاجۃ" کحک بدنہ لشیئ اکلہ واضرہ وسلت عرق یؤلمہ ویشغل قلبہ ،وھذا لو بدون عمل کثیر قال: فی الفیض الحک بید واحد فی رکن ثلاث مرات یفسد الصلاۃ ان رفع یدہ فی کل مرۃ.

ولما فی شرح المنیۃ:(ص ۳۸۳،طبع نعمانیہ)

"ولو رفع العمامۃ" او القلنسوۃ من رأسہ ووضع علی الارض او رفع من الارض ووضع علی رأسہ او نزع القمیص او تعمم " وفعل کل واحد من الافعال المذکورۃ "بید واحدۃ" من غیر تکرار متوال " لا تفسد " صلاتہ "لکن یکرہ" ذالک الفعل ان کان بغیر عذر ...... وانما قید نا الکراھۃ بعدم العذر لانہ اذا کان لہ فی ذالک عذر لا یکرہ کما اذا خشی من البرد او الحر ان یضرہ فوضع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

العمامة على رأسه او اصاب ثوبه او عما مته نجاسة فنزع لاجلها حيث لا يكره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۴۲۸/۱۲/۲۰ھ　　　فتویٰ نمبر ۱۰۳۷

﴿نماز میں عمل قلیل وکثیر کی وضاحت﴾

﴿سوال﴾ نماز میں کوئی عمل تین بار کیا جائے تو وہ عمل کثیر میں شمار ہوتا ہے مثلاً: قومہ یا سجدے سے اُٹھنے کی حالت میں سرین نمایاں ہونے سے بچنے کی غرض سے قمیص درست کرنی پڑتی ہے چار رکعت کی نماز میں یہ عمل چار دفعہ ہو جاتا ہے ایسی صورت میں کیا نماز فاسد ہو جائیگی؟

﴿جواب﴾ نماز میں عمل کثیر کے لیے کسی عمل کو تین بار کرنا معیار نہیں ہے، البتہ ایسا عمل جو نماز کے منافی ہو اور دیکھنے والا تاثر لے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے عمل کثیر شمار ہوتا ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، سوال میں ذکر کردہ صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ بدوں احتیاج ایسا کرنا جائز نہیں، اس سے نماز فاسد اگر چہ نہیں ہوتی لیکن مکروہ تو بلاشبہ ہو جاتی ہے۔

لما في الدر المختار:(۱/۶۲۴-۶۲۵ طبع سعید)

"ويفسدها" كل عمل كثير ليس من اعمالها ولا لاصلاحها وفيه اقوال خمسة اصحها "ما لا يشك بسببه الناظر من بعيد في فاعله انه ليس فيها" وان شك انه فيها ام لا فقليل وما يقام باليدين عادة يغلب ظن الناظر انه ليس في الصلاة، وكذا قول من اعتبر التكرار ثلاثا متوالية فانه يغلب الظن بذالك.

ولما في شرح المنية:(ص ۳۸۲ طبع نعمانیه)

"وكذا" يفسدها" العمل الكثير" ما ليس من اعمالها ولم يكن لاصلاحها." وكل عمل لا يشك بسببه الناظر" الى المصلى انه في الصلاة بل يظن ظنا غالبا انه ليس في الصلاة فهو عمل كثير" وما كان دون ذالك بان يشتبه على الناظر ويتردد في كونه في الصلاة ام لا فهو قليل.....الى ان قال "ولو حك" "المصلى" "جسده مرة او مرتين" متواليتين "لا تفسد" صلاته للقلة "وكذا لا تفسد اذا فعل" ذالك الحك" مرارا غير متواليات" بان لم تكن في ركن واحد "ولو فعل" ذالك" مرارا متواليات" اى في ركن واحد "تفسد" صلاته لانه كثير. هذا اذا رفع يده في كل مرة اما اذا لم يرفع يده في كل مرة فلا تفسد لانه حك واحد كذا في الخلاصة:(ص ۳۸۷).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۴۲۸/۱۲/۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۰۴۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کسی کے ستر پر نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز میرے سامنے پینٹ شرٹ والے ایک آدمی کا ستر کھل گیا، اس پر میری نظر پڑ گئی، پوچھنا یہ ہے کہ میری اور اس آدمی کی نماز کا کیا حکم ہے؟ از راہ کرم تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: محمد شاکر

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کے مطابق ستر پر نظر پڑ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ اس پر نظر جما رکھنا بُرا ہے۔

لمافی التاتارخانیة:(۱/۲۲۲،طبع قدیمی)

ولو وقع بصر المصلی علی عورة غیره لا تفسد صلاته وان تعمد ذلک فهو مسیئ.

اور وہ شخص جس کا ستر کھل گیا ہے اسکے عضو مکشوف کا چوتھائی یا اس سے بھی زیادہ حصہ اگر اتنی دیر تک کھلا رہا جتنی دیر میں سجدہ یا رکوع ادا کیا جا سکتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی ہے دوبارہ لوٹانا ضروری ہے، اس سے کم مقدار کا حصہ یا کم وقت کے لئے کھلا رہا تھا تو نماز ہوگئی ہے لوٹانا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ بے خیالی میں اسطرح ہوا ہو۔

لما فی التنویر وشرحه:(۱/۴۰۸،طبع سعید)

ویمنع انعقادها کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعه من عورة غلیظة أو خفیفة علی المعتمد.قوله ویمنع صحة الصلاة حتی انعقادها ......قدر أداء رکن:أی بسنته قال شارحها وذلک قدر ثلاث تسبیحات..... وعما اذا أدی مع الانکشاف رکنا فانها تفسد اتفاقا، وفی الخانیة ،اذا طرح المقتدی فی الزحمة ......أو طرحوا ازاره أو سقط عنه ثوبه أو انکشفت عورته،فلیما اذا تعمد ذلک فسدت صلاته وان قل والا فان أدی رکنا فکذلک والا فان مکث بعذر لا تفسد فی قولهم.

هکذا فی الخانیة:(۱/۱۳۱)وهکذا فی حلبی کبیر:(ص۲۹۰).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۹۶

﴿نماز میں چھینک آنے پر قصداً الحمد للہ کہنا منع ہے﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب: میں امام صاحب کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا کہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسی دوران مجھے چھینک آئی تو میں نے الحمدللہ کہا، کیا مذکورہ عمل سے میری نماز ٹوٹ گئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز میں چھینک آنے پر قصداً الحمدللہ کہنا منع ہے غیر اختیاری طور پر زبان پر جاری ہوجائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

لما فی الھندیۃ:(ص ۹۸/۱،طبع رشیدیہ)

ولو قال العاطس لاتفسد صلاته وینبغی ان یقول فی نفسه والاحسن هو السکوت کذا فی الخلاصة.

ولما فی خلاصة الفتاوی :(۱۲۵/۱ طبع رشیدیه)

ولو قال الحمد لله لاتفسد صلاته وینبغی ان یقول فی نفسه وهو السکوت.

ولما فی الحلبی الکبیر:(ص ۳۸۰،طبع نعمانیه)

(ولو عطس)المصلی (فقال:الحمد لله لا تفسد صلاته لانه لم یتغیر بعزیمته عن کونه ثناء ولا خطاب فیه وعن ابی حنیفةان هذا اذا حمد فی نفسه من غیر ان یحرك شفتیه فان حرك فسدت والاول هو الظاهر ثم الذی ینبغی للعاطس هو ان یسکت وقیل یحمد فی نفسه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: محمد وارث خان سواتی

۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۷۴۲

﴿ایک سجدہ اگر رہ گیا تو نماز نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے تھے کہ تیسری رکعت کے پہلے سجدے سے اٹھتے وقت ان سے اسپیکر گر گیا ،جس کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز میں خلل واقع ہوگیا اور ان میں سے بعض نے اپنے لئے دوسرا سجدہ کرلیا لیکن اکثر حضرات خصوصاً پچھلی صفوں کے مقتدیوں نے صرف ایک سجدہ کیا اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے ،سوال یہ ہے کہ جن حضرات نے صرف ایک سجدہ کیا انکی نماز کا کیا حکم ہے؟اور جن حضرات نے اپنے لئے دوسرا سجدہ کرلیا ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی عبداللہ

﴿جواب﴾ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں، لہٰذا جن حضرات نے صرف ایک سجدہ کیا اور سلام پھیرنے سے قبل دوسرا سجدہ نہیں کیا تو ان کی نماز نہیں ہوئی ،لوٹانا ضروری ہے اور جن حضرات نے اپنے لئے دوسرا سجدہ کرلیا تو ان کی نماز درست ہوگئی ہے۔

لما فی الشامی:(۲۲۹/۱)وترك رکن بلا قضاء کما لو ترك سجدةمن رکعة وسلم قبل الاتیان بها.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی حاشیة الطحطاوی:(ص۱۷۲،طبع قدیمی)

بقی من المفسدات الارتداد بالقلب.....وترك الركن بلا قضاء.

ولمافی نهرالفائق:(۱/۲۷۳،طبع قدیمی)

بقی من المفسدات الموت والارتداد بالقلب .....وترك ركن بلا قضاء.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق غفرلہ

۲۰ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر:۱۳۲۹

﴿دوران نماز تلبیہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حاجی صاحب دوران نماز تلبیہ پڑھ لے تو اس صورت میں انکی نماز کا کیا حکم ہے؟　　　مستفتی:سعید کیاڑی

﴿جواب﴾ دوران نماز تلبیہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہٰذا حاجی صاحب نے دوران نماز اگر تلبیہ پڑھ لیا تو انکی نماز فاسد ہوجائیگی اور ان کیلئے اس نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

لما فی الدر المختار:(۲/۱۸۰-۱۸۱،طبع سعید)

ولولبیٰ فسدت ... وفی الولوالجیة .لونویٰ بالتلبیة سقط السجود والتکبیر.

وفی الشامیة تحته:(قوله ولو لبی فسدت)لانه خطاب الخلیل علیه السلام وعن محمد لاتفسد لانه یخاطب الله تعالی بها فکانت ذکرا کمافی المجتبیٰ اسمٰعیل.قلت:الاولیٰ التعلیل بمایأتی من انهاتشبه کلام الناس اذلاشک ان قول لبیک اللهم لبیک لاشریک الخ خطاب الله تعالیٰ .....(قوله سقط السجود والتکبیر)لان التلبیة تشبه کلام الناس وکلام الناس یقطع الصلاة فکذاهی..... ولعل وجه کونه یشبه کلام الناس أن من نادیٰ رجلا یجیبه بقوله ، لبیک ، وقد قال فی البدائع : اذاقال: اللهم أعطنی درهما وزوجنی امرأة تفسدصلاته لأن صیغته من کلام الناس وان خاطب الله تعالیٰ به فکان مفسدابصیغته.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۰۰،رشیدیه)ولولبیٰ الحاج فی صلوٰته تفسد صلوٰته کذافی الخلاصة.

وهکذافی الخلاصة:(۱/۲۳)ولولبیٰ الحاج فی الصلوٰة تفسدصلوٰته.وهکذافی البحر:(۲/۸)ولولبیٰ الحاج فی صلوٰته تفسد صلوٰته .وهکذافی الخانیة علیٰ هامش الهندیة : (۱/۱۳۸)ولولبیٰ الحاج فی صلوٰته تفسد صلوٰته.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفا اللہ عنہ

۲۴رجب ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر:۱۷۲۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿زجر وتنبیہ کی غرض سے دوران قراءت آواز بلند کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران کسی کو تنبیہ کرنے کے لئے قراءت کرتے ہوئے آواز کو بلند کردے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دوران نماز کسی کو زجر یا تنبیہ کی غرض سے قراءت کرتے ہوئے آواز بلند کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ ایسا کرنا نہیں چاہیے۔

لمافی الشامیة:(۱/۶۲۱،طبع سعید)

قلت والظاهر انه لو لم يسبح ولكن جهر بالقراءة لا تفسد لانه قاصد للقراءة وانما قصد الزجر او الامر بمجرد رفع الصوت.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۱۲ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۵۱

﴿زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر قرأت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز میں اس طرح قرأت کرتے ہیں کہ چپ چاپ ہونٹ بند کیے رہتے ہیں اور دل ہی دل میں تصور کے ذریعہ قرأت کرتے ہیں کیا تصور میں قرأت کرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر صرف دل میں قرأت کرنے سے قرأت کا فریضہ ادا نہیں ہوتا یہ تو قرأت کا سوچنا کہلاتا ہے قرأت نہیں ،قرأت کا رکن ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حروف صحیح طور پر اتنی آواز کیساتھ نکلیں کہ اس کے پاس والا یا خود اپنی قرأت کم از کم اس کو سنائی دے۔

لما فی الفتاوی التاتارخانیة:۱/۳۲۹،طبع قدیمی)

وفی شرح الطحاوی ولو قرأ بقلبه ولم يحرك لسانه فانه لا يجوز.

ولما فی حاشة الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۲۱۹،طبع قدیمی)

واكثر المشايخ على ان الصحيح ان الجهر حقيقته ان يسمع غيره والمخافتة ان يسمع نفسه وقال الهندوانی لاتجزيه مالم تسمع اذناه ومن بقربه فالسماع شرط فيما يتعلق بالنطق باللسان التحريمة والقراءة السرية والتشهد الخ.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما النہر الفائق:۱/۲۲۹،طبع قدیمی)

واختلف فی حد الجہر والاخفاء فاختار الکرخی انہ اسماع نفسہ والمخافتۃ تصحیح الحروف قالوا :والی ذلک اشار محمد فی الاصل عند اعطاء حکم تخییر المنفرد فی الجہریۃ حیث قال :ان شاء قرأ فی نفسہ وان شاء جہر فاسمع نفسہ قال فی (البدائع) وہذا اصح واقیس وصرح محمد فی (الآثار) بانہ اذا حرک شفتیہ بالاستثناء فقد استثنی وہو قول ابی حنیفۃ.

ولما فی البحر الرائق :۱/۳۲۶،۲۷،طبع سعید)

فذہب الکرخی الی ان ادنی الجہر ان یسمع نفسہ وادنی المخافتۃ تصحیح الحروف وفی البدائع ما قال الکرخی أقیس واصح وأکثر المشائخ علی ان الصحیح ان الجہر ان یسمع غیرہ والمخافتۃ ان یسمع نفسہ وہو قول الہندوانی ،ان فی المسئلہ ثلاثۃ اقوال :قال الکرخی ان القراءۃ تصحیح الحروف وان لم یکن الصوت بحیث یسمع وقال بشر لابد ان یکون بحیث یسمع وقال الہندوانی لا بد ان یکون مسموعا لہ زاد فی المجتبی فی النقل عن الہندوانی انہ لا یجزیہ ما لم یسمع أذناہ ومن بقربہ ونقل فی الذخیرۃ عن الحلوانی ان الاصح ہذا .

ولما فی السعایۃ :۲/۲۷۱ ، طبع سہیل)

قال ہو الصحیح ای تفسیر الجہر والمخافتۃ بما ذکر ہو الصحیح اما درایۃ فلان القرائۃ وان کانت فعل اللسان لکن فعلہ الذی ہو کلام والکلام بالحروف والحرف کیفیۃ تعرض للصوت لا للنفس فمجرد تصحیح الحروف بلا صوت ایماء الی الحروف بالمخارج لا حروف فلا کلام کذا فی فتح القدیر واما روایۃ فلروایۃ البخاری وغیرہ عن ابی معمر قلت لخباب أکان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الظہر والعصر قال نعم قلنا لہ من این علمت قال باضطراب لحیتہ فقد استدل البیہقی بہذا الحدیث علی ان الاسرار بالقراءۃ لا بد فیہ من اسماع المرء نفسہ فان ذلک لایکون الا بتحریک اللسان بالشفتین بخلاف ما لو اطبق شفتیہ وحرک لسانہ فانہ لا تضطرب بہ لحیتہ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عمر فاروق لاہوری

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر :۳۵۷۳

﴿امام اور مقتدی کا مکان الگ ہونے کی صورت میں نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرتبہ ہمارے امام صاحب نے مسجد کے برامدہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، جبکہ مقتدی صحن مسجد میں تھے، صحن اور برامدہ کے فرش میں کچھ اونچ نیچ کا فرق ہے، برامدہ کا فرش تھوڑا صحن کے فرش سے اونچا ہے، جب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نماز مکمل ہوئی، تو ایک نمازی نے کہا کہ نماز مکروہ ہوئی، کیونکہ امام اور مقتدی کی جگہ میں فرق ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کتنی اونچ نیچ امام اور مقتدی کی جگہوں میں مکروہ صلوٰۃ ہے اور کتنی نہیں؟

﴿جواب﴾ امام اکیلے ایک ہاتھ اونچی جگہ پر اگر کھڑے ہوں تو نماز مکروہ ہوتی ہے، اس سے کم اونچائی کا اعتبار نہیں ہے، عموماً برامدہ صحن سے اتنا اونچا نہیں ہوتا، لھذا اس معمولی سے فرق کیوجہ سے نماز مکروہ نہیں ہوئی، البتہ برامدہ میں کھڑے ہوکر امام کی حالت مقتدیوں پر اگر مخفی رہے تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی،

لما فی الهندية: (۱۰۸/۱، طبع: رشیدیه)

ویکره أن یکون الاما م وحده علی الدکان وکذاالقلب فی ظاهر الروایة وکذافی الهدایة وان کان بعض القوم معه فالا صح انه لا یکره کذا فی المحیط السر خسی قدرالارتفاع قامة ولا بأس بما دونها ذکره الطحاوی وقیل أنه مقدر بما یقع به الا متیاز ،وقیل بمقدار الذراع اعتبار بالسترة وعلیه الا عتماد کذافی التبین

ولما فی غنیة المستملی: (ص: ۴۵۱، طبع: قدیمی)

السابع فی المانع من الا قتداء بشترط لصحه الا قتداء اتحاد مکان الا مام والماموم حکما فلوکان بینهما حائط فان کان قصیر اذلیلا بانکان طوله دون القامة وعرضه غیرزائد علی مابین الصفین لا یمنع لعدم الا شتباه والا فان کان فیه باب اوکوة یمکن الوصول الی الا مام منه وهو مفتوح فکذالک لا یمنع وان کان الباب مسدود اوالکوة صغیرة لا یمکن النفوذمنهما او مشبکة فان کان لا یشتبه علیه حال الا مام برؤیة او سماع لا یمنع علی ما اختاره شمس الا ئمة الحلوانی قال فی المحیط وهو الصحیح ولذا اختار قاضی خان وغیره ،وان کان الحائط علی خلاف ماذکربان کان عریضا طویلا ولیس فیه ثقب یمنع.

ولما فی الفتاوی العالمگیریة: (۱۰۹/۱، طبع: رشیدیه)

ولفناء المسجد له حکم المسجد حتی لو قام فی فناء المسجد واقتدی بالامام صح اقتداؤه وان لم تکن الصفوف متصلة ولا المسجد ملان الیه اشار محمد رحمة الله علیه فی باب الجمعة فقال یصح الا قتداء فی الطاقات والسدد وان لم تکن الصفوف متصلة .....

ولما فی الهندیه: (۸۸/۱، طبع: رشیدیه)

ولو اقتدی بالامام فی اقصی المسجد والامام فی المحراب فانه یجوز کذا فی شرح الطحطاوی ولوقام علی دکان خارج المسجد متصل بالمسجد یجوز الاقتداء لکن بشرط اتصال الصفوف.....

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی غنیة المستملی:(ص:۳۱۴،طبع:قدیمی)

ویکرہ ایضا ان ینفرد الامام عن القوم فی مکان اعلی من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لانه فیه التشبه باهل الکتاب ... ثم مقدار الارتفاع الذی یحصل به کراهة الانفراد عن القوم ذکر الطحاوی انه مقدار بقامة الرجل وکذا روی عن ابی یوسفؒ وقیل مقدار مایقع به الامتیاز وقیل مقدار ذراع اعتبار بالسترة قال فی الکفایه ناقلا عن الجامع لصغیر لقاضی خان وعلیه الاعتماد ......والظاهر ان مادون الذراع لا ینضبط به وقوع الامتیاز کل الضبط فان من الناس الطویل والقصیر فکان التقدیر بالذراع هو الاولی لانه هو الذی ینضبط به وقوع الامتیاز فی حق الکل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:

﴿امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی نے سلام پھیرا تو نماز کا کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی قعدہ اخیرہ تک امام کی متابعت کرنے کے بعد کسی عذر کی بناء پر (مثلاً خیال ہوا کہ گاڑی روانہ ہوگئی حالانکہ واقعہ اسکے خلاف تھا) امام کے سلام پھیرنے سے قبل خود سلام پھیر کر کھڑا ہوگیا پھر معلوم ہونے پر واپس بیٹھ کر امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اسکی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد عظیم تکی مروتی

﴿جواب﴾ مقتدی اگر التحیات پوری کرے تو امام سے پہلے کسی شرعی عذر کے بغیر سلام پھیرنا جائز نہیں ہے، تاہم نماز ہو جائیگی، البتہ عذر کی وجہ سے ہو مثلاً: وضوء ٹوٹنے کا اندیشہ ہو وغیرہ تو ایسی صورت میں سلام پھیرنے سے نماز بلا کراہت مکمل ہو جائے گی اور مذکورہ صورت میں بھی نماز صحیح ہے، لیکن اب سلام پھیرنے کے لئے واپس بیٹھنا فضول ہے۔

لمافی الدر المختار:(۵۲۵/۱،طبع سعید)

ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز وکرہ فلو عرض مناف تفسد صلاة الامام فقط.

ولما فی الشامیة:(۵۲۵/۱،طبع سعید)

(ولو اتمه)الخ،ای لو اتم المؤتم التشهد بان اسرع فیه وفرغ منه قبل اتمام امامه فاتی بما یخرجه من الصلاة کسلام او کلام او قیام جاز:ای صحت صلاته لحصوله بعد تمام الارکان الی قوله.... وانما کرہ للمؤتم ذلک لترکه متابعة الامام فلو به کخوف حدث او خروج وقت جمعة او مرور مار بین یدیه فلا کراهة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فى التاتارخانية:(۱/۴۰۲،طبع قديمى)

وان سلم المقتدى قبل الامام وذهب ان كان بعذر يجوزوان لم يكن بعذر يكره مخالفة الامام . وهكذا فى نور الايضاح مع المراقى:(ص۱۱۵).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عزیز الرحمٰن چارسدوی عفا اللہ عنہ

۳ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۷۴

﴿وضوٹوٹنے کے باوجود نماز کو جاری رکھا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا وضو دوران نماز ٹوٹ گیا لیکن سستی یا شرم کی وجہ سے نماز کو جاری رکھا تو ایسے آدمی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بعض حضرات کفر کا حکم لگاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

﴿جواب﴾ ایسے آدمی کے لئے کفر کا حکم لگانا درست نہیں کیونکہ کفر اس صورت میں ہوگا جب استہزاء یا استخفاف کی وجہ سے ایسا کیا ہو اور یہاں شرم اور سستی کی وجہ سے بغیر وضو نماز پڑھی ہے اور یہ اگر چہ انتہائی غلط ہے لیکن موجب کفر نہیں۔

ولمافى المرقاة:(۲/۲۶،طبع رشيديه)

عن ابى هريرة رضى الله عنه ؛قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقبل صلوٰة من أحدث حتى يتوضاء؛ قال صاحب المرقاة تحت هذالحديث؛ وبهذه المسئلة تبيّن انّ الصلوٰة بغير الطهارة متعمّداً ليس بكفر فانه لو كان كفراً لما امر ابو يوسفؒ وقال ايضاً:والظاهر انه اذا قصد به حرمة الوقت لا يكفر لان المسئلة اجتهادية ولانه لا يصدق عليه انه مستخف بخلاف ما اذا صلى من غير طهارة عمداً لا لهذاالقصد فانه يكفر لانه مستخف بالشرع حينئذٍ.ولو صلى بلا طهارة حياء او رياء او كسلاً فهل يكون مستخفاً ام لا؟محل بحث؛والاظهر فى المستحيى ان لايكون مستخفا.

ولمافى الشامية:(۱/۸۱،ايچ ايم سعيد)

لما لو كان بمعنى عذلذلك الفعل خليفاً وهيّناً من غير استهزاء ولا سخرية بل لمجرد الكسل اوالجهل فينبغى ان لا يكون كفراً عندالكل تأمل(فى شرح الفقه الأكبر:ص۲۸۹بيروت)قال العلامة ملا على القارى وكذا اذا صلى بغير طهارة أو مع الثوب النجس يعنى مع القدرة على الثوب الطاهر كفر يعنى اذا استحل والافلاشك انها معصية لانه كانه ترك تلك الصلوٰة بمجرد تركها لا يكفر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاهد محمود عفا اللہ عنہ

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۵۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز اونگھ سے وضوء ونماز فاسد نہیں ہوتے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کرسی پر بیٹھ کر امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا تھا۔ دوران قرأت اس کو نیند آگئی اور نیند کی وجہ سے وہ بار بار گرنے کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ گر جائے۔ پھر امام کے رکوع میں جانے پر اس کی آنکھ کھلی اور اس نے امام کے ساتھ رکوع کیا۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کے وضوء کا کیا حکم ہے اور اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔ مستفتی: عبدالرحمٰن

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت اونگھ کی ہے نیند کی نہیں۔ ایسی نیند سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی نماز فاسد ہوتی ہے۔

لما في المحيط البرهاني: (۲۰۵/۱، طبع ادارة القرآن كراتشي)

وان نام قاعدا وهو يتمايل في حال نومه ويضطرب وربما يزول مقعده عن الارض الا أنه لم يسقط ظاهر المذهب انه ليس بحدث وعن ابي يوسف انه حدث

ولما في الدر المختار: (۱۴۲/۱، طبع سعيد)

ولو نام قاعدا يتمايل فسقط، ان انتبه حين سقط فلا نقض به يفتى

ولما في الهندية: (۱۲/۱، طبع المكتبة الرشيدية كوئته)

وان نام جالسا وهو يتمايل وربما تزول مقعدته عن الارض قال شمس الائمة الحلواني ظاهر المذهب انه لا يكون حدثا كذا في فتاوى قاضي خان

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی عنہ | واللہ اعلم بالصواب: نعیم اللہ شیخ غفرلہ ولوالدیہ

۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ | فتوی نمبر: ۳۹۲۴

﴿ہاف آستین والی شرٹ وغیرہ میں نماز مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے نماز میں آستین چڑھائی ہوئی ہے اور کہنیوں سے اوپر ہے اور آخر تک اس نے کہنیوں کو نیچے نہیں کیا، اب اس بندہ کی نماز ہو جائے گی کہ نہیں؟ اسی طرح ایک آدمی نے ایسی شرٹ پہنی ہوئی ہے کہ اسکی آستین کہنیوں سے اوپر تک ہیں، اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل آئے گا کہ نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز کی حالت میں کہنیاں کھلی ہوئی ہوں تو نماز مکروہ ہے اور اگر آستین کہنیوں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سے نیچے تک ہوں لیکن عام معمول سے کچھ اوپر کی جانب اٹھی ہوئی ہوں تو اس صورت میں بھی بعض علماء کے نزدیک نماز چونکہ مکروہ ہے، لھذا احتیاط اسی میں ہے کہ بلاضرورت آستین چڑھا کر نماز نہ پڑھی جائے اگر پہلے سے آستین چڑھائی ہوئی ہوں تو بہتر یہی ہے کہ عمل قلیل سے دوران نماز آستین نیچے کر لے، اسی طرح ایسی شرٹ میں بھی نماز مکروہ ہو جاتی ہے جسکی آستین کہنیوں سے اوپر ہوں۔

ولمافی الحلبی:(ص ۳۰۳،مکروهات الصلوة،طبع نعمانیه)

ویکره ایضا أن یکف ثوبه وهو فی الصلوة بعمل قلیل بأن یرفعه من بین یدیه أو من خلفه عند السجود أو یده فیها وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمر الکم أو الذیل.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۰۶،طبع رشیدیه)ولو صلی رافعا کمیه الی المرفقین کره.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۶۴۰،طبع سعید)(و)کره(کفه):أی رفعه ولولتراب کمشمر کم أوذیل.

ولمافی ردالمحتار:(۱/۶۴۰،طبع سعید)

تحت(قوله کمشمر کم أو ذیل)أی کما لو دخل فی الصلوة وهو مشمر کمه أو ذیله ......هذا ، وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بأن یکون رافعا کمیه الی المرفقین ،وظاهره أنه لا یکره الی ما دونهما . قال فی البحر:والظاهر الاطلاق لصدق کف الثوب علی الکل ،ونحوه فی الحلیة وکذا قال فی شرح المنیة الکبیر:ان التقیید بالمرفقین اتفاقی،قال : وهذا لو شمر هما خارج الصلاة ثم شرع فیها کذالک ،أما لو شمر وهو فی الصلوة تفسد لأنه عمل کثیر.

ولمافی الشامیة:(۱/۶۴۰،طبع سعید)

قوله کمشمر کم أو ذیل)أی کما لو دخل.....واذا دخل فی الصلوة کذالک وقلنا بالکراهة فهل الأفضل ارخاء کمیه فیها بعمل قلیل أو ترکهما ؟ لم أره: والأظهر الاول بدلیل قوله الآتی ولو سقطت قلنسوته فاعادتها أفضل تأمل.

وهکذا فی البحرالرائق:(۲/۲۴)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

واللہ اعلم بالصواب:علی خان فتویٰ نمبر:۲۵۷۰

﴿خون آلود ٹشو پیپر جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میں نے اپنے زخم سے خون صاف کیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور وہ ٹشو پیپر جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی بعد میں دیکھا تو وہ میری جیب میں تھا کیا میری نماز درست ہوگئی؟ مستفتی: محمد یوسف کراچی

﴿جواب﴾ ٹشو پیپر پر لگا خون ہتھیلی کے پھیلاؤ سے اگر زیادہ تھا تو نماز نہیں ہوئی لوٹانا ضروری ہے، اس مقدار سے کم خون لگا تھا تو ایسی صورت میں نماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی حلبی کبیر:(ص ۱۹۷،طبع سھیل اکیڈمی)

ولوصلی ومعه قارورةفیھابول لاتجوز)صلاته لانھانجاسةفی غیرمعدنھا فتعتبر.

ولمافی حاشیة الطحطاوی:(ص:۱۵۶،۱۵۷،طبع قدیمی)

(وعفی قدرالدرهم)وزنا فی المتجسدة وهو عشرون قیراطا مساحة فی المائعة وهو قدر مقعر الکف داخل مفاصل الاصابع کما وفقه الهندوانی،وهو الصحیح فذلک عفو(من)النجاسة (المغلظة)فلا یعفی عنها اذا زادت علی الدرهم مع المقدرة علی الازالة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفااللہ عنہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۶۳۹

﴿وتر کے مسائل﴾

﴿ایک سلام کیساتھ تین رکعات وتر کا احادیث سے ثبوت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین رکعات وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل سلفی حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر پر احناف کے کوئی دلیل نہیں ہے؟ مستفتی: مہرالدین تاجک

﴿جواب﴾ تین رکعات وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھنا متعدد احادیث سے ثابت ہے اور خاص کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جو کہ ''اعلم اھل الارض بوتر رسول اللہ ﷺ ہیں'' وہ بھی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ روایت کرتی ہیں، اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے بھی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ مروی ہے، لھذا سلفی حضرات کا یہ کہنا کہ تین رکعات وتر ایک سلام کے ساتھ اس پر کوئی دلیل نہیں یا تو عدم تحقیق کی وجہ سے ہے یا محض تعصب اور ضد کی بنیاد پر ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

في صحيح المسلم:(١/٢٥٥، ٢٥٦، طبع: قديمي كراچي)

عن زرارة ان سعد بن هشام بن عامر أراد ان يغزو في سبيل الله فقدم المدينة ــــ فأتى ابن عباس فسأله عن وتر رسول الله ﷺ فقال ابن عباس: الا ادلّك على اعلم أهل الارض بوتر رسول الله ﷺ قال من؟ قال عائشة فأتها فسلها ثمّ ائتني فأخبرني بردها عليك ــ قال قلت يا أمّ المؤمنين أنبئيني عن وتر رسول الله ﷺ فقالت كنّا نعدّ له سواكه وطهوره فيبعثه الله ماشاء أن يبعثه من الليل فيتسوّك ويتوضأ ويصلي تسع ركعات لايجلس فيها الا في الثامنة فيذكر الله ويحمده و يدعوه ثم ينهض ولا يسلم ثمّ يقوم ويصلي التاسعة ثم يقعد فيذكر الله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليماً يسمعنا ــــ الى آخر الحديث.

علامہ بدر الدین عینیؒ نے اس حدیث کی وضاحت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

(عمدة القاري ٧/١١، قبيل باب ساعات الوتر، طبع: رشيدية كوئٹه)

فان قلت: قد صرّحت في الصورة الأولى بقولها "لايجلس الا في الثامنة ولايسلم الا في التاسعة" وصرّحت في الصورة الثانية بقولها "لايجلس الا في السادسة و السابعة ولايسلم الا في السابعة" هذا اقتصار منها على بيان جلوس الوتر وسلامه، لأن السائل انّما سأل عن حقيقة الوتر ولم يسأل عن غيره فأجابت مُبيّنة بما في الوتر من الجلوس على الثانية بدون سلام والجلوس أيضاً على الثالثة بسلام، وهذا عينُ مذهب أبي حنيفة، وسكتت عن جلوس الركعات التي قبلها وعن السلام فيها كما أنّ السوأل لم يقع عنها فجوابها قد طابق سوأل السائل.

وفي المستدرك على الصحيحين للحاكمؒ:(١/٣١٢، طبع: قديمي كراچي)

عن زرارة بن أوفىٰ عن سعد بن هشام عن عائشةؓ قالت: كان رسول الله ﷺ لايُسلّم في الركعتين الأوليين من الوتر. هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.

وفي سنن النسائي:(١/٢٤٩ طبع: قديمي كراچي)

عن الحكم عن مقسم عن أمّ سلمةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يوتر بخمس وبسبع لايفصل بينها بسلام ولا بكلام.

وفيه أيضاً:(١/٢٤٨ طبع: قديمي كراچي)

عن قتادة عن زرارة بن أوفىٰ عن سعد بن هشام أنّ عائشةؓ حدّثته أن رسول الله ﷺ كان لايسلم في ركعتي الوتر.

ولما في كنز العمال:(٨/٣٣، طبع: رحمانية لاهور)

عن ثابت قال: قال أنسؓ يا ابامحمد خُذ عنّي فانّي أخذتُ عن رسول الله ﷺ وأخذ رسول الله ﷺ عن الله ولن تأخذ عن أحد اوثق منّي قال: ثم صلى بي العشاء ثم صلى ست

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رکعات یسلم بین الرکعتین ثم أوتر بثلاث یسلم فی آخرھن۔(ورجالہ ثقات)

وفی شرح معانی الآثار للطحاوی:(۲۰۲/۱ ،طبع:ایچ ایم سعید کراچی)

عن عبد الرحمن بن یزیدعن عبداللہ بن مسعودؓ قال الوتر ثلاث کوتر النھار صلوۃ المغرب۔

وفی مصنّف بن أبی شیبة :(۱۹۵/۲ ، طبع:امدادیۃ ملتان)

عن ثابت عن انسؓ انہ أوتر بثلاث لم یسلم الافی آخرھنّ۔

وفی شرح معانی الآثار:(۲۰۴/۱ ،طبع :سعید کراچی)

عن عبدالرحمن بن أبی الزناد عن ابیہ عن السبعۃ سعیدبن المسیب وعروۃبن الزبیروالقاسم بن محمدوأبی بکربن عبدالرحمن وخارجۃبن زیدوعبیداللہ وسلیمٰن بن یسار فی مشیخۃ سواھم أھلُ فقہٍ وصلاحٍ وفضلٍ وربما اختلفوا فی الشئی فأخذ بقول اکثرھم وافضلھم رأیاًفکان مما وعیتُ عنھم علی ھذہ الصفۃ انّ الوتر ثلاث لایسلم الافی آخرھنّ۔

وفی کنزالعمال:(۱۴۴/۷ ،طبع: رحمانیۃ لاھور)

عن عائشةؓ الوتر ثلاث کثلاث المغرب

وفی مصنّف بن أبی شیبة:(۱۹۴/۲ ، طبع:امدادیۃ ملتان)

عن مکحول عن عمربن الخطابؓ أنّہ أوتربثلاث رکعات لم یفصل بینھنّ بسلام۔

وفیہ أیضا:

عن الحسن قال : أجمع المسلمون علی انّ الوترثلاث لایسلم الافی آخرھنّ۔

وفی شرح معانی الآثار:(۲۰۳/۱، ۲۰۴،طبع: سعید کراچی)

ابن أبی الزناد عن ابیہ قال أثبت عمربن عبدالعزیزالوتر بالمدینۃ بقول الفقھاء ثلثاً لایسلم الافی آخرھنّ۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمدابرارغفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۷۶۳

﴿حنفی المسلک وتر کی نماز میں سلفی اور غیر مقلد کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ حرمین شریفین میں وتر کی جو نماز ہوتی ہے وہاں چونکہ سلفی حضرات نماز پڑھاتے ہیں اور وہ دوسری رکعت پر سلام پھیرتے ہیں یعنی وتر دو سلاموں کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو ہم احناف ان کی اقتداء میں وتر کی نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح غیر مقلدین کے پیچھے وتر کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نماز ہم احناف ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مستفتی: مولوی عنایت اللہ

﴿جواب﴾ احناف کے نزدیک وتر کی تینوں رکعات ایک ہی سلام کیساتھ ہیں، اس لئے حنفی المسلک آدمی کی وتر کسی سلفی یا غیر مقلد کی اقتداء میں جائز نہیں ہے البتہ ان کے ساتھ دو رکعت نفل کی نیت سے پڑھنا جائز ہے، لہذا حنفی المسلک آدمی نفل کی نیت کر کے شامل ہو پھر امام صاحب کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد مزید ایک رکعت میں شامل نہ ہو، اپنی جگہ خاموش بیٹھا رہے جب اجتماعی عمل مکمل ہو تو وہ اپنی وتر نماز پوری خود پڑھ لے۔

(لما فی العالمگیریۃ المعروف بالھندیۃ: ۱۱۱/۱ طبع رشیدیہ)

والوتر ثلاث رکعات لا یفصل بینھن بسلام کذا فی الھدایۃ

(ولما فی المحیط البرھانی: ۲۶۵/۲ طبع ادارۃ القرآن المجلس العلمی)

وقال الحسن :اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی آخرھن"

(ولما فی الھدایۃ: ۱۴۸/۱ طبع رحمانیۃ)

قال الوتر ثلاث رکعات لا یفصل بینھن بسلام لما روت عائشۃؓ انہ علیہ السلام کان یوتر بثلاث وحکی الحسنؒ اجماع المسلمین علی الثلاث

(ولما فی کتاب التجنیس والمزید :۹۵،۹۴/۲)

مسئلہ (۷۶۲):اذا اقتدی فی الوتر بمن یراہ سنۃ وھو یراہ واجبا ینظر ان کان نوی الوتر وھو یری انہ سنۃ او تطوع جاز الاقتداء بمنزلۃ من صلی الظھر خلف آخر ،وھو یری ان الرکوع سنۃ او تطوع ،وان کان افتتح الوتر بنیۃ التطوع او بنیۃ السنۃ،لا یصح اقتداء ء لانہ یصیر اقتداء المفترض بالمتنفل ، کذا ذکرہ الامام الرستغفنی

(ولما فی رد المحتار :۲۲/۱ ھطبع ایچ ایم سعید)

وفی النھر عن المحیط:صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃوکذا تکرہ خلف امرد وسفیہ ،ومفلوج وابرص شاع برصہ ،وشارب الخمر وآکل الربا ونمام ومراء ومتصنع ومن ام باجرۃ قھستانی زاد ابن ملک ومخالف کشافعی

(ولما فی الرد المختار :۵۶۳/۱ طبع ایچ ایم سعید)

مطلب فی الاقتداء بشافعی ھل یکرہ ام لا وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا حیث قال: واما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع

(ولما فی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۲۷۱/۱ طبع ایچ ایم سعید)

فصل ،واما الکلام فی مقدارہ فقداختلف العلماء فیہ قال اصحابنا رحمھم اللہ تعالی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الوتر ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة فی الاوقات کلها الی آخره ...

(ولما فی البحر الرائق: ۵۱/۱ طبع ایچ ایم سعید)

واما الصلاة خلف الشافعية فحاصل ما في المجتبى انه اذا كان مراعيا للشرائط والاركان عندنا فالاقتداء به صحيح على الاصح ويكره والا فلا يصح اصلا

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ واللہ اعلم بالصواب: محمد سلمان خان غفرلہ ولوالدیہ

۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر: ۳۸۹۸

﴿وتر میں سورۃ اور دعائے قنوت دونوں کوئی چھوڑ دے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے تو کیا اس کے لئے واپس لوٹ کر سورۃ اور دعائے قنوت پڑھنا ضروری ہے یا صرف سجدہ سہو کر لینا کافی ہوگا؟ مستفتی: ایک متعلم

﴿جواب﴾ جو شخص وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے تو اس کیلئے رکوع سے اٹھ کر سورۃ اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کرنا ضروری ہے اور سجدہ سہو بھی کرے، اگر دوبارہ رکوع نہ کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی، البتہ رکوع سے واپس لوٹے بغیر صرف سجدہ سہو پر اکتفا کرنے سے بھی نماز صحیح ہو جائیگی۔

لما فی الشامی: ۸۰/۲ طبع سعید۔

والتحقيق ان تقديم الركوع على القراءة مطلقا موجب لسجود السهو لكن اذا ركع ثم قام فقرأ فان أعاد الركوع صحت صلاته والا فسدت اما اذا ركع قبل القراءة اصلا فظاهر واما اذا قرأ الفاتحة مثلا ثم ركع فتذكر السورة فعاد فقرأها ولم يعد الركوع فلأن ما قرأه ثانيا التحق بالقراءة الاولى فصار الكل فرضا فارتفض الركوع فاذا لم يعده تفسد صلاته نعم اذا كان قرأ الفاتحة والسورة ثم عاد لقراءة سورة اخرى لا يرتفض ركوعه فقد ظهر ان ايقاع الركوع قبل القراءة اصلا او قبل قراءة الواجب يلزم به سجود السهو لكن اذا لم يعد الركوع يسقط سجود السهو لفساد الصلوة وان اعاده صحت ويسجد للسهو.

ولما فی الرد المختار: ۸۰/۲ طبع سعید۔

حتى لو ترك جميع واجبات الصلوة سهوا لا يلزم الا سجدتان۔

ولما فی البحر الرائق: ۹۴/۲ طبع سعید۔

وفي المحيط ولو ترك السورة فذكرها قبل السجود وقرأها، وكذا لو ترك الفاتحة فذكرها

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قبل السجود قرأها ويعيد السورة لانها تقع فرضا بالقراءة بخلاف ما لو تذكر القنوت في الركوع فانه لا يعيد ومتى عاد في الكل فانه يعيد ركوعه لارتفاضه.

ولما في البحر الرائق: ۹۸/۲، ۹۹، طبع سعيد).

انه لا يتكرر الوجوب بترك اكثر من واجب حتى لو ترك جميع واجبات الصلوٰة ساهيا فانه لا يلزمه اكثر من سجدتين.

ولما في فتاوى التاتارخانية: ۵۱۹/۱، طبع قديمي).

وفي الخانية لو ركع ولم يقرأ السورة رفع رأسه وقرأ السورة وأعاد الركوع وعليه السهو هو الصحيح.

ولما في خلاصة الفتاوى: ۱۶۲/۱، طبع رشيديه).

وفي الاصل ولو قرأ الفاتحة ونسي السورة في الركعة الاولى او الثانية ساهيا فتذكر ذلك في الركوع او بعدما رفع رأسه من الركوع قبل ان يسجد فانه يعود ويقرأ السورة ويركع ويسجد للسهو، ولو قرأ في الثالثة القنوت ونسي القراءة حتى ركع او قرأ الفاتحة ونسي السورة حتى ركع يرفع رأسه ويقرأ السورة ويعيد القنوت والركوع وعليه السهو.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۲۱

﴿وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھول جائے تو سجدہ سہو لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی یہ عادت بن چکی ہے کہ اکثر اوقات وہ دوران نماز قراءت کرتے ہوئے پہلی رکعت میں چھوٹی سورت جبکہ دوسری رکعت میں اس کے مقابلے میں بڑی سورت پڑھ لیتا ہے۔

اسی طرح اکثر اوقات وہ سورتوں میں ترتیب کا لحاظ بھی نہیں رکھتے یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الناس تو دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ لیتا ہے ان صورتوں میں نماز درست ہے یا نہیں؟

اسی طرح مذکورہ شخص کی یہ بھی عادت ہے کہ صلاۃ وتر میں دعائے قنوت بھول جاتا ہے اور رکوع میں یاد آنے پر اس کا اعادہ نہیں کرتا بلکہ صرف سجدہ سہو کر لیتا ہے لیکن کبھی کبھار سجدہ سہو کرنا بھی بھول جاتا ہے حالانکہ اس کا یہ عمل جان بوجھ کر نہیں ہے بلکہ سہواً اسی طرح اگر یہ شخص سجدہ سہو بھول جائے اور نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے اب اگر وقت کے ختم ہونے سے پہلے یا وقت کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اندر بعد میں یاد آئے تو ان صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا و جروا۔

﴿جواب﴾ پہلی دو صورتوں میں نماز ادا ہو گئی مگر خلاف سنت ہے اور مذکورہ شخص کو چاہیے کہ اس عادت کو ختم کریں۔

تیسری صورت میں اگر دعائے قنوت بھول جائے تو رکوع میں یاد آنے پر دوبارہ نہ لوٹے بلکہ رکعت پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کریں لیکن اگر آخر میں سجدہ سہو بھی بھول گیا تو ایسی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے چاہے وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو۔

لمافی صحیح البخاری:(۱/۱۰۷،باب مایقرأفی الاخریین بفاتحة الکتاب،قدیمی)

عن عبدالله بن ابی قتادہ عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقرء فی الظهر فی الا ولیین بام الکتاب وسورتین وفی الرکعتین بام الکتاب ویسمعنا الایة ویطول فی الرکعة الاولی مالایطیل فی الرکعة الثانیة وهکذا فی العصر وهکذافی الصبح.

ولما فی التنویر وفی شرحه:(۱/۵۴۲،فصل فی القرءة،طبع قدیمی)

اطالة الرکعة الثانیة علی الاولی یکره تنزیها اجماعاً.وفی الشامی تحت قوله والحاصل ان سنیة اطالة الاولی علی الثانیة وکراهیة العکس انماتعتبر من حیث عددالآیات.

ولما فی البحر:(۲/۹۳،باب سجود السهو ،طبع: سعید)

لوترك ترتیب السور لایلزم شئی مع کونه واجباًوهواجمع ماقیل فیه وصححه فی الهدایة.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۲۶،الباب الثانی عشرفی السجودالسهو،طبع قدیمی)

واذاقرء فی الرکعةالاولی سورة وقرء فی الرکعةالثانیةسورة قبلها فلاسهو علیه.

ولما فی الشامی:(۱/۵۴۶۔۵۴۷،مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة ،طبع قدیمی)

وان یقرء منکوسا تحت قوله بان یقرء فی الثانیةسورةاعلی مماقرء فی الاولی لان ترتیب السور فی القرأةمن واجبات التلاوة.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۲۸،باب سجود السهو، طبع قدیمی)

ومنها القنوت فاذاترکه یجب علیه السهو ترکه یتحقق برفع رأسه من الرکوع.

ولما فی الشامی:(۲/۶۴،مطلب فی تعریف الاعاده ،طبع قدیمی)

قلت:ای لانه یشمل وجوبهافی الوقت وبعده:ای بناء علی ان الاعادةلا تختص بالوقت وظاهر ما قدمناه عن شرح التحریر ترجیحه وقد علمت ایضاً ترجیح القول بالوجوب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فیکون المرجح وجوب الاعادۃ فی الوقت وبعدہ

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب محمد امین چارسدوی

۱۳ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۶۹

﴿رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دعاء قنوت بیچ میں چھوڑ دے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں امام دعائے قنوت پوری کرنے کے بعد رکوع میں چلے گئے جبکہ مقتدی نے ابھی تک دعائے قنوت پوری نہیں کی اب مقتدی کیا کرے امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے یا دعائے قنوت پوری کر کے رکوع میں جائے؟ مستفتی: جلال الدین

﴿جواب﴾ اگر رکوع فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو دعائے قنوت پوری پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اگر رکوع فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دعائے قنوت پوری کئے بغیر امام کے ساتھ رکوع کرے چونکہ دعائے قنوت مکمل پڑھنے کی صورت میں رکوع فوت ہونے کا خطرہ قوی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ قنوت پوری کئے بغیر امام کے ساتھ رکوع کرے۔

لمافی الهندية:(۱/۱۱۱،طبع رشيديه)

المقتدی يتابع الامام فی القنوت فی الوتر فلو ركع الامام فی الوتر قبل أن يفرغ..... المقتدی من القنوت فانه يتابع الامام.

ولمافی التنوير و شرحه:(۲/۴۴۷،طبع امداديه)

ركع الامام قبل فراغ المقتدی .. من القنوت قطعه و تابعه ولو لم يقرأ منه شيئاً تركه ان خاف فوت الركوع معه. قال العلامة الشامی تحت هذا القول: لو ركع الامام ولم يقرأ المقتدی شيئاً من القنوت ان خاف فوت الركوع يركع والا يقنت ثم يركع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۳

﴿دعاء قنوت کے بجائے ثناء پڑھنے اور تکبیر بھول جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میں وتر کی نماز میں بھولے سے کبھی دعاء قنوت کی تکبیر چھوڑ دیتا ہوں اور کبھی تکبیر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہہ کے ثناء شروع کر دیتا ہوں پوچھنا یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وتر میں دعاء قنوت سے پہلے سہواً تکبیر رہ جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، اسی طرح دعاء قنوت کی جگہ ثناء پڑھنا بھی کوئی غلطی نہیں ہے، احادیث میں ثناء کو بھی دعاء قرار دیا ہے۔

لمافی ردالمحتار:(۵۰۷/۲،طبع سعید)

وقيل لابن عيينه هذاثناء فلم سماه رسول الله ﷺ دعاء فقال:الثناء على الكريم دعاء لأنه يعرف حاجته فتح منه قول اميةبن أبي الصلت في مدح بعض الملوك:أأذكر حاجتي أم قد كفاني ثناؤك ان شيمتك الحياء اذا اثنى عليك المرء يوما كفاه من تعرضه الثناء.

ولمافی الدرالمختار:(۱۶۳/۲،طبع امدادیه)

(و)قراءة (قنوت الوتر)وهو مطلق الدعاء وكذا تكبيرة قنوته وتكبيرةركوع الثالثة (وهو مطلق الدعاء) أى القنوت الواجب يحصل بأى دعاء كان في النهر؛وأماخصوص اللهم انا نستعينك فسنة فقط، حتى لوأتى بغيره جاز اجماعا. قوله:(وكذاتكبير قنوته)أى الوترقال في البحرفي باب سجود السهو ومماالحق به أى بالقنوت تكبيره وجزم الزيلعي بوجوب السجود بتركه؛وذكر في الظهيريةانه لو تركه لا رواية فيه ؛وقيل يجب السجود اعتباراً بتكبيرات العيد وقيل لا وينبغي ترجيح عدم الوجوب لانه الأصل؛ولا دليل عليه بخلاف تكبيرات العيد.

ولمافی حلبی کبیر:(ص۴۱۷-۴۱۸)طبع سہیل اکیڈمی

والقنوت قيل ليس فيه دعاء اى معين ويكره ان يوقت لانه اذا وقت يجرى على اللسان من غيراحضارقلب ولاصدق رغبةفلا يحصل به المقصود والصحيح ان ذلك اى عدم التوقيت انما هو فيما عدا المأثورة لان الصحابة اتفقوا عليه ولانه ربمايجرى على اللسان ما يشبه كلام الناس والدعاء المأثور روى بالفاظ مختلفة و احسنها اللهم انا نستعينك ...... وغير ذلك من الادعية التى لا تشبه كلام الناس ومن لا يحسن القنوت يقول ربنا اتنافي الدنيا حسنة وفي الاخرة حسنة وقناعذاب النار قال ابو الليث يقول اللهم اغفرلي يكرر هاثلاثا وقيل يقول اللهم يارب ويكررها ثلاثا.

ولمافی الهندية:(۱۱۱/۱،رشيديه)وهكذافي التاتارخانيه:(۴۸۹/۱،طبع قديمى)

ولمافی البحرالرائق:(۴۱/۱-۴۲،طبع سعيد)

وأما دعاؤه فليس فيه دعاء مؤقت كذا ذكرالكرخي في كتاب الصلاة لانه روى عن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الصحابۃ أدعیۃ مختلفۃ فی حال القنوت ولأن المؤقت من الدعاء یذھب بالرقۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب عفااللہ عنہ

۱۱محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۰۲

﴿وتروں میں دعاء قنوت کی جگہ کوئی اور عربی دعاء پڑھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ان پڑھ آدمی ہوں میں نے کئی بار دعاء قنوت یاد کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یاد نہیں ہوتی، البتہ بقیہ نماز ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں یاد ہے، برائے مہربانی آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں دعاء قنوت کی جگہ کوئی اور دعاء مثلاً: ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ پڑھ لوں تو میری نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ سائل: اللہ دتہ چکوال

﴿جواب﴾ کوشش کے باوجود دعاء قنوت اگر یاد نہیں ہو رہی تو اس کی جگہ آپ بیشک ”ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار“ یا کوئی اور عربی دعاء جو اچھی طرح اور صحیح یاد ہو پڑھ سکتے ہیں، نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔

لما فی الشامیۃ: (۲/۷، طبع سعید)

ومن لا یحسن القنوت یقول "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ..... الخ" وقال ابو اللیثؒ یقول: اللھم اغفرلی یکررھا ثلثاً. وقیل یقول: یارب یکررھا ثلثاً. وکذافی البدائع: (۱/۲۸۳).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کفایت اللہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿دعاء قنوت پڑھنے کے بعد مسنون دعائیں پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ وتر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنے کے بعد مزید مسنون دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: ایک نمازی

﴿جواب﴾ نماز وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کے بعد دیگر مسنون دعاؤں میں سے پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ اولیٰ اور احسن ہے، آپ ﷺ سے دعاء قنوت کے علاوہ دوسری دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور یہ موقع چونکہ دعا کا ہے تو دعا جتنی زیادہ ہو بہتر ہے۔

لما فی ردالمحتار (۲/۶، طبع: سعید)

(ویسن الدعاء المشھور) قدمنا فی بحث الواجبات التصریح بذلک عن النھر وذکر فی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البحر عن الکرخی ان القنوت لیس فیه دعاء مؤقت لانه روی عن الصحابةؓ ادعية مختلفة ولان المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب، وذكر الاسبيجابي انه ظاهر الرواية وقال بعضهم المراد ليس فيه دعاء مؤقت ما سوى اللهم انا نستعينك، وقال بعضهم الافضل التوقيت ورجحه في شرح المنية تبركاً بالماثور ..... ثم ذكر ان الاولى ان يضم اليه اللهم اهدنا الخ وان ما عدا هذين فلا توقيت فيه ،ومنه ما عن ابن عمرؓ انه كان يقول بعد عذابك الجد بالكفار ملحق اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات والف بين قلوبهم واصلح ذات بينهم وانصرهم على عدوك وعدوهم ،ومنه ما اخرجه الاربعة وحسنه الترمذى انه عليه السلام كان يقول فى آخر وتره ،اللهم انى اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصى ثناء عليك، انت كما اثنيت على نفسك ،وغير ذلك من الادعية التي لا تشبه كلام الناس

ولما فی البحر الرائق:(۴۲/۲طبع سعید)

واما دعاءه فليس فيه دعاء مؤقت كذا ذكر الكرخي في كتاب الصلوة لانه روى عن الصحابة ادعية مختلفة في حال القنوت ولان المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب كما روى عن محمدؒ فيبعد عن الاجابة ولانه لا يؤقت في القرآت لشيء من الصلوات ففي دعاء القنوت اولى وقال بعض مشايخنا المراد من قوله ليس فيه دعاء مؤقت ما سوى اللهم انا نستعينك ،لان الصحابة اتفقوا عليه فالاولى ان يقرأه ولو قرأ غيره جاز ولو قرأ معه غيره كان حسناً والاولى ان يقرأ بعده ما علمه رسول الله ﷺ الحسن بن علیؓ في قنوته اللهم اهدني فيمن هديت الى آخره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انگی
۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۲۷

﴿وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نماز وتر میں قنوت پڑھنے سے پہلے رکوع کرلیا اور پھر رکوع سے اٹھکر قنوت پڑھ لی اور آخر میں سجدہ سہو کرلیا آیا شرعاً اسکی نماز ہوگئی یا نہیں؟

مستفتی: ساجد احمد صوابی

﴿جواب﴾ دعاء قنوت وتر کی آخری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھنا واجب ہے، بھول جانے کی صورت میں کسی کو رکوع میں یاد آجائے تو دعاء قنوت پڑھنے کیلئے قیام کی طرف لوٹنا جائز نہیں ہے نماز جاری رکھے تاہم کسی نے دعاء قنوت پڑھنے کیلئے قیام کی طرف عود کرلیا اور دعاء قنوت پڑھ لی جیسا کہ مذکورہ صورت میں ہے تو بھی نماز ہوجائیگی اور آخر میں سجدہ سہو ہر دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهدایة:(۱/۱۲۹،مکتبه رحمانیه)ویقنت فی الثالثة قبل الرکوع.

ولمافی الدر المختار:(۲/۹،ایچ ایم سعید)

ولو نسیه ای القنوت ثم تذکر فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ،لا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته.

ولمافی مراقی الفلاح علی الطحطاوی:(ص۳۸۵، قدیمی کتب خانه کراچی)

ولو قنت بعد رفع راسه من الرکوع لا یعید الرکوع ویسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الاصلی.

ولمافی الحلبی الکبیری:(ص۳۹۸، مکتبه رحمانیه کوئٹه)

والصحیح ان لا یقنت فی الرکوع ولا یعود الی القیام فان عاد الی القیام وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد تھانی عفی عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۰۲

﴿دعائے قنوت بغیر رفع الیدین کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا وتر کی تیسری رکعت میں ہاتھ اٹھائے بغیر دعائے قنوت پڑھ لی جائے تو وتر ادا ہو جائے گا؟

مستفتی: جناب شاہد صاحب

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعاء قنوت کیلئے ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہدے اور پھر وتر مکمل کرلے تو اسکا وتر ادا ہو جائے گا، تاہم ایسے شخص کی نماز ترکِ سنت یعنی ہاتھ نہ اٹھانے کی وجہ سے مکروہ ہو جائے گی۔

لمافی الشامیة:(۲/۲۰۴،طبع امدادیه)

ویعرف ایضا بلا دلیل نهی خاص بان تضمن ترك واجب او ترك سنة فالاول مکروه تحریما والثانی تنزیها ولکن تتفاوت التنزیهیة فی الشدة والقرب من التحریمیة بحسب تاکد السنة.

ولمافی الشامیة:(۲/۲۲۲،طبع امدادیه)

الحاصل:ان السنة ان کانت موکدة قویة لا یبعد کون ترکها مکروها تحریما وان کانت غیر موکدة فترکها مکروه تنزیها.

لمافی التنویر مع الرد:(۲/۲۲۲،طبع امدادیه)

(ویکبر قبل رکوع ثالثته رافعا یدیه).

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(رافعا یدیہ) ای سنۃ الی حذاء اذنیہ کتکبیرۃ الاحرام۔ ولا یسن رفع الیدین الا فی سبع.

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم محمد شریف حسین چترالی

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۱

﴿نماز وتر میں دعاء قنوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا نماز وتر میں دعا قنوت پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کسی آدمی کو دعا قنوت یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

﴿جواب﴾ نماز وتر میں قنوت وتر واجب ہے اور وہ مطلق دعا ہے، دعا مخصوصہ ''اللھم انا نستعینک......الخ پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے، شامی میں واجبات الصلوۃ میں ہے۔

لمافی الشامی: (۲/۱۶۳، طبع امدادیہ)

(و) قراءۃ (قنوت الوتر) وهو مطلق الدعاء، وفی الشامیة: قوله: (وهو مطلق الدعاء): أی القنوت الواجب یحصل بأی دعاء کان فی النهر وأما خصوص: اللهم انا نستعینک فسنة فقط حتی لو أتی بغیره جاز اجماعاً.

اگر کسی کو دعا قنوت یاد نہ ہو تو وہ یہ دعا ''ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ الخ'' یا کوئی ایسی دعا جو کلام الناس کے مشابہ نہ ہو پڑھ لے یا تین دفعہ ''اللھم اغفرلی'' کہدے یا تین دفعہ ''یارب'' کہدے تو نماز ہو جائیگی، البتہ دعا قنوت مخصوصہ ''اللھم انا نستعینک الخ'' کا پڑھنا چونکہ سنت ہے اس لیئے دعاء قنوت یاد کر لینی چاہیے۔

لمافی حلبی کبیر: (ص ۴۱۸، طبع سهیل اکیڈمی)

وغیر ذلک من الادعیة التی لا تشبه کلام الناس ومن لا یحسن القنوت یقول "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار" وقال ابو اللیث یقول "اللهم اغفر لی" یکررها ثلثا وقیل یقول "یا رب" ویکررها ثلثا.

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاھد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۷

﴿وتر کی آخری رکعت میں رکوع یا رکوع سے پہلے ملنے والے کے لیے دعاء قنوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں ایک شخص وتر کی تیسری رکعت میں امام کیساتھ شریک ہوا اور دعاء قنوت امام کیساتھ پڑھی، اب باقی نماز میں دعاء قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر امام کو تیسری رکعت کے رکوع میں پایا اور مسبوق نے دعاء قنوت نہیں پڑھی تو اب دعاء قنوت پڑھنے کا کوئی موقع نہیں رہا تو مسبوق کیا کرے؟　　مستفتی: محمد وسیم

﴿جواب﴾ مذکورہ دونوں صورتوں میں مسبوق کی نماز ہوگئی ہے دعاء قنوت دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں پہلی صورت میں تو اس نے دعاء قنوت حقیقتاً اور دوسری صورت میں حکماً پڑھی ہے۔

لما فی الدر المختار: (۲/۱۰، طبع سعید)

قال العلامة الحصکفیؒ وأما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثة.

ولما فی الشامی: (۲/۱۱، طبع سعید)

قال العلامة ابن عابدینؒ (قوله فیقنت مع امامه فقط) لأنه آخر صلاته، وما یقضیه أولها حکما فی حق القراءة وما أشبهها وهو القنوت واذا وقع قنوته فی موضعه بیقین لایکرر لأن تکراره غیر مشروع.

ولما فی البحر الرائق: (۲/۴۱، طبع سعید)

قال العلامة ابن نجیمؒ المسبوق برکعتین فی الوتر فی شهر رمضان اذا قنت مع الامام فی الرکعة الاخیرة من صلاة الامام حیث لایقنت فی الرکعة الاخیرة اذا قام الی القضاء فی قولهم جمیعا والفرق ان تکرار القنوت فی موضعه لیس بمشروع الی ان قال فاما المسبوق فهو مأمور بان یقنت مع الامام فصار ذلک موضعا له.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۲۲۷

﴿وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیرنے کر نفل کی نیت باندھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص وتر کی دوسری رکعت پر بھولے سے سلام پھیر کر نفل پڑھنا شروع کردے تو کیا نفل سے واپس لوٹ سکتا ہے یا وتر دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟　　مستفتی: ایک متعلم

﴿جواب﴾ اگر کوئی بھولے سے وتر کی دوسری رکعت پر سلام پھیر کر نفل کی نیت باندھ لے تو وتر دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ اگر نفل کی نیت نہیں باندھی اور نماز فاسد ہونے والا کوئی اور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کام بھی نہیں کیا تو تیسری رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنے سے نماز وتر مکمل ہو جائیگی۔

لما فی رد المحتار: (۸۳/۲، ۸۴، طبع سعید)

(سها عن القعود الاول من الفرض) ولو عمليا.....ثم تذكره عاد اليه و تشهد ولا سهو عليه فى الأصح مالم يستقم قائما .....لا يعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهولترك الواجب.(قوله ولو عمليا) كالوتر فلايعود فيه اذا استتم قائما، وعلى قولهما يعود لانه من النفل.

ولما فی رد المحتار:(۶۱۵/۱،طبع سعید)

يفسدها التكلم الا السلام ساهيا للتحليل، اى للخروج من الصلاة قبل اتمامها على ظن اكمالها فلايفسد.

ولما فی فتاوی العالمگیریه:(۱۰۵/۱،طبع رشیدیه)

ومن صلى من المغرب ركعتين وقعد قدر التشهد و زعم انه أتمها فسلم ثم قام فكبر ونوى الدخول فى سنة المغرب وقد سجد للسنة أولا فصلاة المغرب فاسدة لانه صار منتقلا من الفرض الى النفل قبل فراغها أما اذا سلم وتذكر انه لم يتم فحسب ان صلاتها فسدت فقام وكبر للمغرب ثانيا وصلى ثلاثا ان صلى ركعة وقعد قدر التشهد اجزأه المغرب والا فلا.

ولما فی حلبی کبیر :(۴۵۸،طبع سهیل)

اما فى ظاهر الرواية فما لم يستو قائما يعود وان استوى قائما لا لانه اذا استوى قائما اشتغل بفرض القيام فلا يترك الفرض للواجب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۹۴

﴿دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کوئی بھی دعا پڑھی جا سکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگوں کو دعائے قنوت یاد نہیں ہوتی، اب وتر کی نماز میں وہ کیا پڑھیں؟ مستفتی: جمیل الرحمٰن

﴿جواب﴾ جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ اس کی جگہ جو بھی دعا پڑھے تو اس سے نماز ہو جائے گی، البتہ بہتر یہ ہے کہ (ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الاخرة حسنة وقنا عذاب النار) پڑھے اور ساتھ ساتھ دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہے جب تک دعائے قنوت یاد نہ ہو اس پر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اکتفا کرے اور جس کو (ربنا اتنا) بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفرلی تین مرتبہ یا تین مرتبہ اسی طرح (یارب) کہنے سے بھی نماز ہو جائے گی۔

لمافی الشامی:(۲/۴۴۳،طبع امدادیه)

ومن لایحسن القنوت یقول (ربنا آتنا) الأیة وقال ابو اللیث یقول: اللھم اغفرلی یکررھا ثلاثا وقیل یقول: یارب ثلاثا ذکرہ فی الذخیرۃ.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۱۱،طبع رشیدیه)

ولیس فی القنوت دعاء مؤقت کذا فی التبیین والاولیٰ ان یقرا اللھم انا نستعینک ویقرا بعدہ اللھم اھدنا فیمن ھدیت ومن لم یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرۃ حسنة وقنا عذاب النار کذا فی المحیط او یقول اللھم اغفرلنا ویکرر ذالک ثلاثا وھو اختیار ابی اللیث کذا فی السراجیة.

ولمافی حلبی کبیر:(۱/۴۱۸،طبع سھیل اکیڈمی)

ومن لایحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرۃ حسنة وقنا عذاب النار وقال ابو اللیث یقول:اللھم اغفرلی یکررھا ثلاثا وقیل یقول: یارب ویکررھا ثلاثا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین چترالی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۶۷

﴿جلدی کی وجہ سے دعاء قنوت کے بجائے دوسری دعا پڑھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اکثر وبیشتر جلدی کی بناء پر دعاء قنوت کی جگہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الخ پڑھتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اسکی نماز ہو جائیگی یا نہیں؟ جبکہ اس کو دعاء قنوت بھی یاد ہے۔

﴿جواب﴾ بہتر یہ ہے کہ دعاء قنوت پڑھی جائے اگر کسی وقت جلدی کی وجہ سے ربنا آتنا فی الدنیا الخ پڑھ لیا تو جائز ہے لیکن اسکو عادت نہیں بنانی چاہیئے۔

لما فی الهندیة:(۱/۱۱۱،مکتبه رشیدیه)

والاولی ان یقرأ اللھم انا نستعینک ویقرأ بعدہ اللھم اھدنا فیمن ھدیت ومن لم یحسن القنوت یقول ربنا آتنا او یقول اللھم اغفرلی ویکرر ذلک ثلاثا کذا فی السراجیة.

ولمافی التاتارخانیة:(۱/۴۸۹،قدیمی کتب خانه)

ولا ینبغی ان یقتصر علی الدعاء الماثور اللھم انا نستعینک الخ اللھم اھدنا فیمن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حدیث کی لایتوھم العوام انه فرض ولکن اذا اتی بالدعاء المأثورة فی بعض الاوقات وبغیرہ فی بعض الاوقات فهو حسن.

ولمافی الشامیة:(۱/۲۶۸،ایچ ایم سعید)

(وھو مطلق الدعاء)ای القنوت الواجب یحصل بای دعاء کان فی النھر :واما خصوص:اللھم انا نستعینک الخ فسنة فقط حتی لواتی بغیرہ جاز اجماعا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:احمد علی عفی عنہ

۱۸جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۶۹۹

﴿دورانِ وتر فجر کی اذان شروع ہو جائے تو وتر مکمل کر لے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھ رہا ہو اس دوران فجر کی اذان شروع ہو گئی تو اس کے وتر کا کیا حکم ہے،کیا اس کو پورا کرے یا توڑ کر قضا کرے؟ ظاہر بات ہے اس نے نیت ادا کی تھی جبکہ وتر اب قضاء ہوا۔

﴿جواب﴾ وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھنا مستحب ہے، یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کو سویرے اٹھنے کا غالب گمان ہو،لیکن اتنی تاخیر سے نہ پڑھے کہ فجر طلوع ہو جائے ،تاہم ایسی صورت کبھی پیش آجائے یعنی وتر پڑھنے سے پہلے یا دوران وتر طلوع فجر ہو جائے تو وتر مکمل کر لے،نیت قضاء کی ہو یا اداء کی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لمافی صحیح مسلم ،۱/۲۵۷،طبع: قدیمی

"عن ابی سعیدان النبی ﷺقال : اوتروا قبل ان تصبحوا".

ولمافی الفتاویٰ التاتارخانیه ،۱/۴۹۲،طبع: قدیمی۔

"وسئل الخجندی عمن صلی رکعة من الوتر ثم طلع الفجر ماذا یصنع؟قال: یتمھا ویخرج عن العھدة".

ولمافی شرح الکامل للصحیح المسلم ،۱/۲۵۷،طبع: قدیمی

"وفی الحدیث الاخر اوتروا قبل الصبح ھذا دلیل علی ان السنة جعل الوتر اخر صلوة اللیل وعلی ان وقته یخرج بطلوع الفجر وھو المشھور من مذھبنا وبه قال جمھور العلماء وقیل یمتد بعد الفجر حتی یصلی الفرض".

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عمر فاروق لاہوری

۱۶صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۲۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اعادۂ عشاء کی صورت میں وتر کا اعادہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کی نماز فاسد ہوگئی اعادہ تاخیر سے کیا گیا بعض لوگوں نے سنتیں اور وتر ادا کر لی تھیں تو کیا وہ سنتوں اور وتر کا اعادہ کرینگے یا نہیں؟ مستفتی: سعید احمد

﴿جواب﴾ اس صورت میں وہ لوگ جنھوں نے سنتیں اور وتر ادا کئے ہیں وہ فرض کے ساتھ صرف سنتوں کا اعادہ کریں وتر کا اعادہ نہ کریں۔

لما فی بدائع الصنائع: (۲۷۲/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

اذاصلی الوتر علی ظن انه صلی العشاء ثم تبین انه لم یصل العشاء یصلی العشاء بالاجماع ولا یعید الوتر عنده وعندهما یعید

لما فی الهندیة: (۱۵/۱ مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

لو تبین ان العشاء صلاها بلا طهارة دون التراویح والوتر لانهاتبع للعشاء هذاعندابی حنیفة فان الوتر تابع للعشاء عنده اما اعادة التراویح وسائر سنن العشاء فمتلق علیهااذاكان الوقت باقیا.

ولما فی الشامیة: (۲۲۱/۲ مطبوعہ امدادیہ ملتان) وبعاد لو ظهر فساد العشاء دونه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۵۳

﴿وتر میں دعاء قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز وتر میں دعاء قنوت کے بعد درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مستفتی: محمد علی بنگالی

﴿جواب﴾ نماز وتر میں دعاء قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا درست ہے فقہاء کرام نے اسکو مستحب قرار دیا ہے۔

لما فی مراقی الفلاحاشیة الطحطاوی: (ص ۳۸۱ مطبوعہ قدیمی)

(والقنوت) من (معناه الدعاء) فی الوتر (--- وصلی الله علی النبی) وعلی اله وسلم كما اختار الفقیه ابو اللیث انه یصلی فی القنوت علی النبی ﷺ۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی کبیری:(ص ۴۲۲،مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

(وهل يصلي في آخر القنوت على النبي ﷺ) ام لا قال الفقيه ابو الليث يصلي لانها من جنس الدعاء و قد تقدمت الرواية بها من طريق النسائي في حديث قنوت الحسن بن علي قال ابن همام لا ينبغي ان يعدل عن هذا القول.

ولما فی الدر المختار:(۴۴۲/۲،مطبوعہ امدادیہ ملتان)

وقنت فيه ويسن الدعاء المشهور و يصلي على النبي ﷺ به يفتى.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد عفا اللہ عنہ

۳ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۱۰۵۸

﴿وتر کی نماز میں مسبوق دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی وتر کی جماعت کی آخری رکعت میں امام کیساتھ ملا تو اب یہ مقتدی اپنی دو رکعت ادا کرتے وقت آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں یہ آدمی اپنی دو رکعت ادا کرتے وقت آخری رکعت میں دعائے قنوت نہ پڑھے۔

لما فی العالمگیریۃ:(۱۱۱/۱،طبع رشیدیہ)

واذا ادركه في الركعة الثالثة في الركوع ولم يقنت معه لم يقنت فيما يقضي.

ولما فی التاتارخانیۃ:(۹۱-۹۲/۱ طبع قدیمی)

وكذلك اذا ادركه في الركعة الثالثة في الركوع ولم يقنت معه لم يقنت فيما يقضي.

ولما فی رد المحتار:(۱۰/۲،طبع سعید)

واما المسبوق فيقنت مع امامه فقط ويصير مدركا بادراك ركوع الثالثة (قوله فيقنت مع امامه فقط) لانه آخر صلاته وما يقضيه اولها حكما في حق القراءة وما اشبهها وهو القنوت، واذا وقع قنوته في موضعه بيقين لا يكرر لان تكراره غير مشروع شرح المنية.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:سعید احمد

۳ رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۱۰۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رمضان المبارک میں جماعت سے وتر پڑھنا افضل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے یا تہجد میں تنہا پڑھنا؟ کیونکہ رمضان میں سحری میں اٹھنے کیوجہ سے تہجد میں وتر پڑھنا آسان ہوجاتا ہے، بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ رمضان المبارک میں وتر جماعت سے پڑھنا افضل ہے تنہا گھر میں پڑھنا افضل نہیں خواہ اول شب میں پڑھے یا آخر شب میں پڑھے یہی سنت ترتیب ہے اور امت کا اسی پر عمل ہے۔

لما فی فتاوی شامیة:(۴۸/۲،ایچ ایم سعید)

رجع الکمال الجامعة "بانه صلی الله علیه وسلم کان اوتر بهم ثم بین العذر فی تاخیره مثل ما صنع فی التراویح" فالوتر کالتراویح، فکما ان الجماعة فیها سنة فکذلک الوتر بحر، وفی شرح المنیة: والصحیح ان الجماعة فیها افضل الا ان سنیتها لیست کسنة جماعة التراویح قال الخیر الرملی: وهذا الذی علیه عامة الناس الیوم ا ه. وقواه المحشی ایضا بانه مقتضی ما مر ان کل ما شرع بجماعة فالمسجد افضل فیه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ضیاء الدین

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۳۳

﴿مسائل زلّة القاری﴾

﴿نماز میں قصداً ضاد کی جگہ دال یا ظاء یا غو داد پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص ضاد کو اپنے صحیح مخرج سے نہیں نکالتا بلکہ قصداً دال یا ظاء یا غو داد پڑھتا ہے اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ قرآن کریم کے کل انتیس حروف میں سے سب سے زیادہ مشکل حرف "ضاد" ہے کسی مجود قاری صاحب سے اس حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے کی باقاعدہ مشق جب تک نہ ہو تو اس کی صحیح ادائیگی بہت مشکل ہے، حافہ لسان یعنی زبان کا کنارہ بائیں جانب کی داڑھوں کی جڑوں سے آہستہ لگانے سے یہ حرف ادا ہوتا ہے، اس کو دال یا ظاء یا غو داد پڑھنا بالکل غلط

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، ہاں ظاء کے ساتھ فقط آواز میں مشابہت ہے مخرج دونوں کا الگ الگ ہے، قرآن کریم کا حق ہے کہ اس کو صحیح پڑھا جائے، البتہ کوشش کے باوجود کوئی صحیح نہ پڑھ سکے یا وہ اپنی سمجھ میں صحیح پڑھ رہا ہے اور حقیقت میں غلط اداء ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی، لیکن کوئی شخص قصداً کسی تعصب کی وجہ سے غلط پڑھ رہا ہے یا اس کو صحیح پڑھنا کوئی ضروری نہیں سمجھتا اور لاپرواہی میں واضح غلط پڑھ رہا ہے تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔

لما فی المحیط البرهانی:(۵۹/۲ طبع باداة القرآن)

و لحافة اللسان مخرجان و حرفان: فمن حافة اللسان من اقصاها الی ما یلی اللاضراس " الضاد"

ولما فی الشامی:(۶۳۳/۱، طبع: سعید)

(قوله الا ما یشق الخ) قال فی الخانیة والخلاصة: الاصل فیما اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسد، الا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرهم لاتفسد و خزانة الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد، وان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار حلیة، وفی البزازیة وهو اعدل الاقاویل وهو المختار

ولما فی الحلبی الکبیری:(ص: ۴۱۲ طبع نعمانیة کوئٹه)

و روی عن محمد بن سلمة انها لا تفسد لان العجم لا یمیزون بین هذه الحروف، و کان القاضی الامام الشهید المحسن یقول: الاحسن فیه ای فی الجواب فی هذه الابدال المذکور ان یقول المفتی ان جری ذالک علی لسانه و لم یکن ممیزاً بین بعض هذه الحروف و بعض و کان فی زعمی انه اری الکلمة علی وجهها لا تفسد صلوته، و کذا ای مثل ما ذکر المحسن روی عن محمد بن المقاتل و عن الشیخ الامام اسماعیل الزاهد، وهذا معنی ما ذکر فی فتاوی الحجة انه یفتی فی حق الفقهاء باعادة الصلوة و فی حق العوام بالجواز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غنی عنہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۰۳

﴿قرأت میں فحش غلطی سے نماز فاسد ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے کہ جو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آدمی نماز کے اندر قراءت کرتے ہوئے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھ لے مثلاً الحمد کی بجائے الھمد پڑھ لے تو اس غلطی کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مستفتی: مولوی عبدالرزاق

﴿جواب﴾ الحمد کی "ح" کو "ہ" سے بدل کر "الھمد" پڑھنا بڑی غلطی ہے صحیح پڑھنے پر قدرت رکھتے ہوئے کوئی غلط پڑھے تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ کوئی صحیح پڑھ نہیں سکتا تو اسکی نماز ہو جائیگی بشرطیکہ غلطی معلوم ہونے کے بعد اسکی اصلاح کی کوشش اور فکر بھی کرے اور بعض حروف قریب المخرج ہوتے ہیں عام لوگوں کیلئے دونوں میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے ایسے حروف کو بھی ایک دوسرے کی جگہ پڑھنا اگر چہ غلط ہے اور اصلاح کی فکر نہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے تاہم نماز ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ ابتلائے عام ہے۔

(لما فی الفتاوی التتارخانیة:۱/۳۲۲طبع قدیمی)

ولو قرء "الخمد لله "بالخاء لاتفسد صلاته عند المشائخ رحمهم الله تعالى واذا قال "الهمد لله "بالهاء تفسد اذا كان لا يجهد لتصحيحه وينبغي ان لاتفسد لان الهاء تبدل من الحاء يقال "مدحته "و"مدهته" "واقعات الناطفي" رجل قال في صلاته "الرحمن الرهيم "بالهاء او"التهيات لله"بالهاء او قال "سمع الله"لمن همده "بالهاء اذا كان يجهد آناء الليل والنهار في تصحيحه ولا يقدر عليه فصلاته جائزة وان ترك جهده في بعض عمره لايسعه ان يترك في باقي عمره فان ترك فصلاته فاسدة.

(ولما في المحيط البرهاني :۲/۶۲طبع ادارة القرآن)

۱۲۳۴ ولو قرء الخمد لله بالخاء لاتفسد صلاته عند بعض المشائخ رحمهم الله تعالى لان بين الحاء والخاء قرب المخرج وفي الباب الاول من صلاة "للواقعات "اذاقال الهمد لله بالهاء تفسد صلاته اذاكان لا يجهد لتصحيحه ،وينبغي ان لا تفسد لان الهاء متبدل من الحاء لغة يقال مدحته ومدهته .

(ولما في فتح القدير: ۱/۳۲۲طبع رشيديه)

والثاني وهو الا قامة عجزا كالهمد لله الرهمن الرهيم بالهاء. فبها اعوذ بالمهملة الصمد بالسين ان كان يجهد الليل والنهار في تصحيحه ولايقدر فصلاته جائزة ولو ترك جهده ففاسدة ولا يسعه ان يترك في باقي عمره.

(ولما في الفقه الحنفي في ثوبه الجديد:۱/۲۵۷طبع دارالقلم دمشق)

احكام الالثغ:هو من يتحول لسانه من حرف الى حرف كان يتحول من السين الى الثاء. اومن الراء الى الغين او اللام او الياء ،حتى صار يقرء :الرهمن الرهيم ،والشيتان الرجيم ،والآلمين ،واياك نابد واياك نستئين فحكمه ما يلي

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۱)لایجوز ان یصلی اماما الا لمن یماثله فی لثغلته ۔

(۲)علیه ان یبذل جهده دائما فی تصحیح لسانه

(۳)لاتصح صلاته منفردا اذا امکنه الاقتداء اوکان یقدر علی قراءة المقدار المفروض مما لا لثغ فیه فان قدر علیه وقرءه لایلزمه الاقتداء ولا بذل الجهد

(۴)تصح صلاته منفردا اذا لم یمکنه الاقتداء مادام یبذل جهده فی التصحیح والتعلم کما لو عجز عن الوضوء وتطهیر الثوب والرکوع والسجود جازت صلاته فکذاتجوز صلاة الالثغ عند عجزه عن القراءة الصحیحة واللثغة اذاکانت یسیرة بان یاتی بالحرف غیر صاف لم تو ثر ۔

(ولما فی العالمگیریة المعروف بالهندیة:۱/۷۹ طبع رشیدیه)

(ومنها ذکر حرف مکان حرف)ان ذکر حرفا مکان حرف ولم یغیر بان قرء ان المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلک لم تفسد صلاته وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصادفقرء الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اکثر هم لا تفسد صلاته هکذا فی فتاوی قاضی خان.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سلمان خان غفرلہ ولوالدیہ

۱۵صفرالخیر۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۳۸۸۴

﴿سورۃ اعلیٰ کی ہر آیت کے آخیر میں ’’ھاء‘‘ کا اضافہ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں ایک مولوی صاحب نے فجر کی نماز پڑھائی وہ مستقل امام نہیں ہیں تو سورۃ الاعلیٰ اس طور پر پڑھی کہ ہر آیت کے آخری کلمہ میں ’’ھا‘‘ کا اضافہ کیا جیسے سبح اسم ربک الاعلیٰ الذی خلق فسوھاوالذی قدر فھدیھا ......الخ تو کیا اس صورت میں یہ نماز فاسد ہوگئی؟اور کیا یہ نماز واجب الاعادہ ہے؟

مستفتی:ایک مقتدی صغیر مسجد عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ یاد رہے کہ اگر نماز میں قراءت کے اندر کسی کلمہ کا اضافہ کیا جائے تو اگر وہ زائد کلمہ قرآن میں موجود ہو اور معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوتی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

صورت مذکورہ میں بھی چونکہ ’’ھا‘‘ قرآن میں بکثرت موجود ہے اور معنی میں کوئی خاص

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تغیر واقع نہیں ہوتا کیونکہ اسکی زیادتی سے بعض جگہ معنی یا تو مہمل بن جاتے ہیں یا نماز کو فساد سے بچانے کیلئے ضمیر کو مخلوقات، ارض یا آخرت کی طرف راجع تصور کرینگے، بہر حال نماز فاسد نہیں ہوئی۔

لما فی الفتاویٰ الهندية:(۸۲/۱،باب زلة القارى،طبع رشيديه)

ونقل عن ابی القاسم الصفار البخاری ان الصلاة اذا جازت من وجوه وفسدت من وجه يحكم بالفساد احتياطًا الا فى باب القرائة لان للناس عموم البلوى.

ولما فی قاضی خان:(۱۵۲/۱ طبع رشيدية)

وان زاد كلمة فى آية فهذا على وجهين اما ان كانت فى القران ولا يتغير المعنىٰ بان قرء الا تعبدون الا الله وبالوالدين احساناً وبرا وذی القربی اوقرء كان غفورا رحيما عليما والله غفور رحيم كريم او قرء وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم العليم ، لا تفسد صلاته فى قولهم وان كانت الزيادة تغير المعنى وهى موجودة فى القران نحو ان يقرء من آمن بالله واليوم الاخر وعمل صالحا وكفر فلهم اجرهم عندربهم تفسد صلاته.

ولما ردالمحتار:(۶۳۲/۱ طبع سعيد)

اعلم ان الكلمة الزائدة اما ان تكون فى القرآن او لا وعلى كل اما ان تغير او لافان غيرت افسدت مطلقا نحووعمل صالحا وكفر فلهم اجرهم ونحوواما ثمود فهديناهم وعصيناهم. وان لم يتغير فان كان فى القران نحو وبالوالدين احسانا وبرا لم تفسد فى قولهم.

ولما فی التاتار خانية:(۳۵۱/۱ طبع قديمی)

سئل ابوبكر عن رجل قرء فى صلاته "ذالك الدار الاخرة" قال تفسد صلاته لانه اتیٰ بما ليس فى القران ولو قرء "ذالك الدار الاخرة" ينبغى ان لاتفسد لان "ذالك" فى القران كثيرة.

واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۸۱۷ — ۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

﴿نماز میں سورت کے درمیان سے پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ نماز میں کسی سورت کے درمیان سے پڑھنا، مثلاً سورت رحمٰن کے شروع سے نہیں پڑھا بلکہ امام صاحب نے سورت کے درمیان سے پڑھنا شروع کیا تو کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو دلیل کیا ہے وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: شاھد صاحب

﴿جواب﴾ سورت کے درمیان یا ابتداء سے تلاوت کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے جیسا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فاقرأوا ما تیسر من القرآن" لہٰذا جائز ہے عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ دوسری رکعت میں بھی اسی مقام سے آگے پڑھے تاکہ تلاوت ترتیب سے رہے، لیکن اس کے خلاف کرنے میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کی بات ہے۔

(ولما فی الهندية ۱/۸۶ قديمی کتب خانه)

ولو قرأ فی ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة وقرأ فی الركعة الاخرى من وسط سورة اخرى أو من آخر سورة اخرى لا ينبغی له ان يفعل ذلك علی ما هو ظاهر الرواية ولكن لو فعل ذلك لا بأس به كذا فی الذخيرة

(ولما فی قاضی خان ۱/۱۲۵ قديمی کتب خانه)

وفی غريب الروايات عن ابی جعفرؒ لا بأس بان يقرأ من اول السورة أو من وسطها أو من آخرها ،وان قرأ آخر السورة فی ركعة يكره ان يقرأ آخر سورة اخرى فی الركعة الثانية ،وقال بعضهم لا يكره وهو الاصح .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۲۶۹

﴿امام کا ایک آیت درمیان سے چھوڑ کر دوسری آیت شروع کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص نماز پڑھاتے ہوئے فاتحہ پڑھنے کے بعد یہ آیت پڑھنا شروع کرلے" افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله" یہاں تک پڑھکر" اولئك فی ضلال مبين" پڑھنا بھول گیا پھر اگلی آیت شروع کردیا، الله نزل احسن الحديث الخ "تو کیا نماز ہوگئی ہے یا اعادہ واجب ہے؟

﴿جواب﴾ نماز میں قراءت کرتے ہوئے کسی آیت کو مکمل کئے بغیر وقف کرکے بھولے سے دوسری آیت شروع کرلی تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اگرچہ معنیٰ خلاف مراد بنے ،البتہ بغیر وقف کے دوسری آیت کا اتصال کیا اور ترکیبی لحاظ سے معنیٰ خلاف مراد بنا تو بعض صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے مثلاً: "ان الذين امنوا وعملوا الصلحت" کیساتھ متصل "اولئك اصحاب الجحيم" ،غلطی سے پڑھ لیا تو نماز فاسد ہوجائیگی لیکن اسی وقت غلطی کا احساس ہوا اور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

درست کرلیا تب نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن الصلحٰت پر وقف کیا پھر غلطی سے اُولٰئک اصحاب الجحیم پڑھ لیا تو دونوں الگ الگ جملے ہو کر نماز فاسد نہ ہوگی۔

سوال میں ذکر کردہ صورت میں تو معنٰی میں بھی ایسی کوئی خرابی لازم نہیں آئی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہٰذا امام صاحب سے تلاوت میں اگرچہ غلطی ہوئی ہے لیکن نماز صحیح ادا ہوئی ہے۔

لما فی الهندیة:(۱/ ۸۹،طبع قدیمی)

لو ذكر آية مكان آية ان وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآية أخرى او ببعض آية لا تفسد كما لو قرأ والعصر ان الانسان(العصر:۱) ثم قال ان الابرار لفی نعيم(الانفطار:۱۳) أو قرأ والتين الى قوله وهذا البلد الامين(التين:۱-۳) ووقف ثم قرأ لقد خلقنا الانسان فی كبد(البلد:۴) أو قرأ ان الذين امنوا وعملوا الصلحت(البينه:۷) ووقف ثم قال اولٰئك هم شر البرية(البينه:۶) لا تفسد. أما اذا لم يقف ووصل ان لم يغير المعنٰى نحو ان يقرأ (ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت) فلهم جزاء الحسنٰى) (الكهف:۸۸) مكان قوله كانت لهم جنٰت الفردوس نزلاً (الكهف:۱۰۷) لا تفسد أما اذا غير المعنٰى بان قرأ ان الذين امنوا وعملوا الصلحت أولٰئك هم شر البرية ان الذين كفروا من اهل الكتٰب (الیٰ قوله) خالدين فيها أولٰئك هم خير البرية(البينه:۶) تفسد عند عامة علمائنا وهو الصحيح هكذا فی الخلاصة.

ولما فی حلبی کبیر:(ص۴۲۰،طبع نعمانیه)

(ولو قرأ ان الذين امنوا وعملوا الصلحت ووقف وقرأ) بعد الوقف التام (أولٰئك اصحاب الجحيم) أولٰئك هم شر البرية أو قرأ والذين كفروا وكذبوا بأياتنا أولٰئك اصحاب الجنة هم فيها خالدون وما اشبه ذالك مما فيه تغيير حكم الله على احد الفريقين بضده لاتفسد لضرورة الكلام الثانی مبتدأ به غير متصل بالاول فلم يتعين الحكم بالضد (ولو لم يقف ووصل قال عامة المشايخ تفسد صلاته لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله تعالىٰ به. وكذا فی فتاوٰی قاضی خان:(۱/ ۱۵۳).

ولما فی الهندیة:۱/ ۹۱،طبع قدیمی)

ذكر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندی صلاته جائزة وكذالك الاعراب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۸صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی
فتویٰ نمبر:۲۰۰۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿امام کی قرأت میں ایسی غلطی جس سے معنی الٹ ہو جائیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی جماعت میں دوران قرأت امام صاحب نے "ولاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولئک ھم الفسقون" کی جگہ "اولئک ھم الفائزون" غلطی سے پڑھ لیا ہے، کیا اس سے نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں امام صاحب نے "انفسھم" پر اگر وقف تام کیا ہے اور پھر "اولئک ھم الفسقون" کے بجائے "اولئک ھم الفائزون" پڑھا ہے تب تو نماز ہوگئی ہے لیکن اگر "انفسھم" پر وقف نہیں کیا ہے تو امام اور تمام مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگئی ہے، لوٹانا واجب ہے.

لمافی الدرمع الرد(۱/۶۳۳،۶۳۴طبع:سعید)

وصحح الباقانی الفساد ان غیر المعنی نحو: رب رب العالمین للاضافة، کمالو بدل کلمة بکلمة وغیر المعنی نحو: ان الفجار لفی جنات؛

وفی الشامی تحت هذا: وقید الفساد فی الفتح وغیره بما اذا لم یقف وقفا تاما، اما لو وقف ثم قال لفی جنات فلا تفسد.

ولمافی الهندیة(۱/۸۰، طبع: رشیدیة)

لو ذکر آیة مکان آیة ان وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الابرار لفی نعیم أو قرأ والتین الی قوله وهذا البلد الامین ووقف ثم قرأ لقد خلقنا الانسان فی کبد او قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم قال اولئک هم شر البریة لا تفسد أما اذا لم یقف ووصل ان لم یغیر المعنیٰ نحو ان یقرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلهم جزاء الحسنیٰ مکان قوله کانت لهم جنات الفردوس نزلا لا تفسد أما اذا غیر المعنی بان قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم شر البریة ان الذین کفروا من اهل الکتاب الی قوله خالدین فیها اولئک هم خیر البریة تفسد عند علمائنا وهو الصحیح.

ولمافی غنیة المستملی(۴۲۰، طبع: مکتبة نعمانیة)

ولو قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات ووقف وقرأ بعد الوقف التام اولئک اصحاب الجحیم اولئک هم شر البریة او قرأ والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحاب الجنة هم

فیہا خالدون وما اشبہ ذالک مما فیہ تغییر حکم اللہ علی احد الفریقین بضدہ لاتفسد لضرورۃ الکلام الثانی مبتدأ بہ غیر متصل بالاول فلم یتعین الحکم بضدہ ولو لم یقف ووصل قال عامۃ المشائخ تفسد صلوتہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صدیق انور

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۳۵۴

﴿معنی غلط ہو جانے کے باوجود بعض صورتوں میں نماز ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک مرتبہ ایک امام صاحب کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ البلد شروع کی "ثم کان من الذین آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ" پڑھنے کے بعد غلطی سے دو آیتیں چھوڑ کر 'علیہم نار مؤصدۃ " پڑھ کر رکوع میں چلے گئے۔ میں نے آخری پارہ ترجمہ کے ساتھ پڑھا ہے جسکی وجہ سے مجھے پتہ چلا کہ اس سے تو معنی بدل جاتا ہے لیکن نماز کا اعادہ نہیں کیا اب پوچھنا یہ ہیکہ مذکورہ نماز درست اداء ہوگئی یا اعادہ کرنا ضروری ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: قاری رضا خان القاسمی

﴿جواب﴾ صورت مسؤلہ میں اگر امام صاحب نے "وتواصوا بالمرحمۃ" پر وقف کیا ہو اور پھر غلطی سے دو آیات چھوڑ کر "علیہم نار مؤصدۃ " پڑھ لیا ہو تو نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وقف نہ کیا ہو بلکہ وصل کیا ہو تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے.

لما فی الہندیۃ ۱/۸۰،۸۱ طبع رشیدیہ

لو ذکر آیۃ مکان آیۃ لو وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآیۃ اخری او ببعض آیۃ لاتفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قرأ ان الابرار لفی نعیم او قرأ والتین الی قولہ وھذا البلد الامین ووقف ثم قرأ لقد خلقنا الانسان فی کبد او قرأ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات ووقف ثم قال اولئک ھم شر البریۃ لاتفسد ،اما اذا لم یقف ووصل ان یغیر المعنی نحو ان یقرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلھم جزاء الحسنی مکان قولہ کانت لھم جنت الفردوس نزلا اما اذا غیر المعنی بان قرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم شر البریۃ ان الذین کفروا من اھل الکتب الی قولہ خالدین اولئک ھم خیر البریۃ تفسد عند عامۃ علمائنا۔

ولما فی الرد ج ۱/۶۳۲،۶۳۳/طبع ایچ ایم سعید

(قولہ کما بدل الخ) ھذا علی اربعۃ اوجہ لان الکلمۃ التی اتی بھا اما ان تغیر المعنی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اولا وعلی کل فاما ان تکون فی القران او لا فان غیرت المسدت لکن اتفاقا فی نحو لعنة الله علی الموحدین وعلی الصحیح فی مثال الشارح لوجوده فی القران وقید الفساد فی الفتح وغیره بما اذا لم یقف وقفا تاما اما لو وقف ثم قال "للفی جنت" فلا تفسد واذا لم تغیر فلا تفسد لکن اتفاقا فی نحو الرحمن الکریم وخلافا للثانی فی نحو ان المتقین لفی بساتین ..

ولما فی البزازیة ج ۱/ ۴۲ طبع قدیمی کتب خانة

ولو قرأ اية مکان اية ان وقف وقفا تاما ثم ابتدأ باية اخری او ببعض اية اخری نحو: ان الانسان لفی خسر، ان الابرار لفی نعیم

او قرأ والتین والزیتون، لقد خلقنا الانسان فی کبد او قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات. اولئک هم شر البریة لا، اما ان غیر المعنی بعد ما رنلفی جحیم یفسد عند عامة العلماء وهو الصحیح.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: عاقل شاہ

۶ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۶۳

﴿نماز کے دوران قراءت میں غلطی کر کے دوبارہ صحیح کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق میں کہ ایک شخص نماز میں قراءت کے دوران ایسی فحش غلطی کرے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن خود دوبارہ صحیح پڑھ لے یا مقتدی کے لقمہ کی وجہ سے صحیح کر لے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی؟ اگر کافی تاخیر کے بعد اسی رکعت میں صحیح کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: عبداللہ کراچوی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں دوران نماز غلط پڑھنے کے بعد خود ہی صحیح کر لیا یا مقتدی کے لقمہ دینے کی وجہ سے صحیح کیا تو یہ لوٹانا شرعاً معتبر سمجھا جائیگا بشرطیکہ اسی رکعت میں صحیح کیا ہو، لہٰذا اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے:

اگر قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے مثلاً: کسی قاری نے یہ آیت پڑھی" فاما من ثقلت موازینه "اس کے بعد یہ آیت پڑھی" فامه حاویة" پھر فوراً یاد آیا یا کچھ دیر بعد احساس ہونے پر یا کسی کے بتانے پر اسی رکعت میں صحیح کر لیا تو نماز درست ہو جائیگی (امداد الفتاویٰ: (۱/ ۲۱۸) وکذا فی فتاوی رحیمیہ: ۵/ ۱۳۱) وامداد المفتیین: ص ۲۳۶)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی التاتار خانیة:(١/٣٦٢،طبع قدیمی)

ونقل عن ابی القاسم الصفار البخاری رحمه الله ان الصلوۃ اذاجازت بوجوه وفسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطا الا فی باب القراءۃ لان للناس عموم البلوی فیه ،وروی هشام عن ابی یوسف اذالحن القاری فی الاعراب وهو امام فلتح علیه رجل ان صلوته جائزۃ .

ولما فی الهندیة :(١/٨٢،طبع قدیمی)

لو قرأ فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلاته جائزۃ .

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب :عبدالحکیم کشمیری عفااللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر:۱۷۴۲

﴿دوران نماز قراءت کی چند غلطیاں اوران کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں نماز تراویح میں قرآن سنایا جاتا ہے بعض حفاظ کرام قرآن کے معانی نہیں جانتے اور بعض معانی سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن انہیں قرآن صحیح یاد نہیں ہوتا قرآن مجید کی تلاوت کے دوران کبھی کبھار غلطی ہوجاتی ہے جس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً:

(1) کبھی تلاوت کے دوران اسی مضمون سے ملتی جلتی دوسری آیت سے متشابہ لگ جاتا ہے۔

(2) کبھی ایک آیت پڑھتے ہوئے ایسی آیت زبان پر جاری ہوجاتی ہے جس کا مضمون بالکل اس آیت کے متضاد ہوتا ہے۔

(3) بعض دفعہ اعراب کی غلطی کرتے ہیں مثلاً: کسی لفظ پر پیش کی جگہ زبر پڑھتے ہیں۔

(4) بسا اوقات ایک کلمہ کی جگہ اس سے ملتا جلتا یا اس سے متضاد دوسرا کلمہ پڑھتے ہیں۔

(5) کبھی جلدی میں یا قرآن پاک یاد نہ ہونے کی صورت میں آیت کے آخری کلمہ کو گول مول کرکے پڑھتے ہیں یا حذف کردیتے ہیں۔

(6) تیز پڑھتے ہوئے کبھی کلمات سے حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے ہیں۔

(7) کبھی کسی کلمہ کے حروف کو اس کے قریب المخرج کسی دوسرے کلمہ مخرج سے ادا کرتے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں مثلاً: ثقلت کی ثا کی جگہ سین پڑھ دیا۔

کیا شریعت میں کوئی ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس سے ہر قاری کو پتا چل سکے کہ میری غلطی کس نوعیت کی ہے؟ آیا اس سے نماز فاسد ہوگئی ہے یا نہیں؟ خصوصاً وہ قراء کرام جو صرف حافظ ہیں اور قرآن کے معانی سے ناواقف ہیں براہ کرم تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی محمد خورشید خان

﴿جواب﴾ قرآن پاک کی قراءت میں ایسی غلطی کرنا جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس کے لئے کوئی حتمی قاعدہ کلیہ مقرر نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے متقدمین نے چند قواعد وضوابط بیان فرمائے ہیں جبکہ متاخرین نے جزئیات ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور سوائے ایک دو جگہوں کے اکثر مقامات پر متقدمین کے مذہب پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

لما فی الدر المختار: (۲/۳۹۲،طبع امدادیہ)

قال فی شرح المنیة: اعلم ان هذاالفصل من المهمات ،وهو مبنی علی قواعد ناشئة عن الاختلاف لا کما یتوهم انه لیس له قاعدة یبنی علیها ،بل اذا علمت تلک القواعد علم کل فرع انه علی ای قاعدة هو مبنی ومخرج.

اس لئے ذیل میں قراءت کی غلطیوں کی چند صورتوں کا حکم لکھا جاتا ہے جس سے قاری کے لئے یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ اس کی غلطی کس نوعیت کی ہے۔

(۱) دوران نماز قرآن مجید کی قراءت میں ایسی غلطی کرنا جس کا اعتقاد رکھنا کفر ہو خواہ وہ غلطی کسی حرف یا کلمہ کی کمی زیادتی یا تقدیم وتاخیر یا تبدیلی کی وجہ سے ہوئی ہو مثلاً: کسی نے یہ آیت پڑھی ''فاما من ثقلت موازینه '' اس کے بعد یہ آیت پڑھ لی ''فامه هاویة'' تو بیچ میں وقف کیا ہو تو نماز درست سمجھی جائے گی، البتہ وقف نہ کرنے کی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی۔ (امداد المفتیین: ص۳۰۳ وامداد الفتاوی: ۱/۲۱۲، طبع دار العلوم)

لما فی الشامیة: (۲/۳۹۲،طبع امدادیہ)

والقاعدة عند المتقدمین ان ما غیر المعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلک ......الا ما کان من تبدیل الجمل مفصولا بوقف تام.

(۲) عوام جو عام طور پر حروف کی صفات اور مخارج میں تمیز نہیں کرسکتے یا ناواقف ہوتے ہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اگر ان کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نکل جائے (خواہ وہ کوئی بھی حرف ہو) اور وہ یہ سمجھے کہ میں نے وہی حرف نکالا ہے جو قرآن میں ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ جو شخص مخارج اور صفات سے واقف ہو اور صحیح حروف نکالنے پر بالفعل قادر ہو اور پھر بھی جان بوجھ کر یا لاپرواہی سے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نکالتا ہے تو جس جگہ بھی معنی میں تغیر فاحش پیدا ہو جائے گا اس کی نماز فاسد قرار دی جائے گی (تبویب بحوالہ جواہر الفقہ ۱/۳۳۶)

لما فی الشامیة:(۲/۳٦٦،طبع امدادیه)

وفی خزانة الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد تفسد وان جری علی لسانه او لا یعرف التمیز لا تفسد وهو المختار ،حلیة وفی البزازیة:وهو اعدل الاقاویل وهو المختار .وفی التاتارخانیة عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطأ اذا دخل فی الحروف لا یفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة.

(۳) قرآن مجید کے حروف یا کلمات کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے یعنی واقفیت کے باوجود جان بوجھ کر یا لاپرواہی سے ایسی غلطی ہو جائے کہ تغیر فاحش پیدا ہو جائے تو نماز فاسد قرار دی جائے گی ورنہ نہیں۔

لمافی الشامیة:(۲/۲۹۵،طبع امدادیه)

وبعضهم فصلوا بانه ان علم ان القرآن کیف هو الا انه جری علی لسانه لا تفسد وان اعتقدان القرآن کذلک تفسد.....واما قطع بعض الکلمة عن بعض فافتی الحلوانی بانه مفسد وعامتهم قالوا:لا یفسد لعموم البلوی فی انقطاع النفس والنسیان وعلی هذا لو فعله قصدا ینبغی ان یفسد.....قال قاضیخان وهوالصحیح،والاولی الاخذبهذافی العمدوبقول العامةفی الضرورة.

(۴) دوران نماز اعراب کی غلطی ہو جائے تو فقہاء نے متاخرین کے مذہب پر فتوی دیتے ہوئے نماز کو درست قرار دیا ہے خواہ وہ غلطی کسی بھی نوعیت کی ہو، اس لئے کہ عوام کی اکثریت اعراب سے واقفیت نہیں رکھتی، البتہ بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ جب اعراب میں ایسی غلطی ہو جائے جس کا اعتقاد رکھنا کفر ہو تو متقدمین کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اعادہ کرنا بہتر ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی فقہ الاسلامی وادلتہ:(۲/۲۱،طبع رشیدیہ)

وقال المتاخرون ان الخطأ فی الاعراب لا یفسد الصلاۃ مطلقا ولو کان اعتقادہ کفرا لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوہ الاعراب.

ولما فی الشامیۃ:(۲/۲۹۲-۲۹۳،طبع امدادیہ)

واما المتاخرون کابن مقاتل وابن سلام واسماعیل الزاھد وابی بکر البلخی والھندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطأ فی الاعراب لا یفسد مطلقا ولو اعتقادہ کفرا لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوہ الاعراب ،قال قاضیخان :وما قالہ المتاخرون اوسع وما قالہ المتقدمون احوط......

قال فی شرح المنیۃ:وھو الذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلاۃ التی ھی اول مایحاسب العبد علیھا.

تاہم یہ بھی واضح رہے کہ جن صورتوں میں فحش غلطی کے باوجود نماز صحیح ہونے کا حکم لگا دیا گیا ہے اس کا یہ مطلب لینا ہرگز درست نہیں کہ حروف کے مخارج اور انکی صفات لازمہ کو صحیح طور پر سیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ حروف کو ان کے صحیح مخارج سے نکالنا اور انکی صفات لازمہ کی رعایت رکھتے ہوئے ان کی صحیح ادائیگی کا اہتمام اور اس کی کوشش جاری رکھنا شرعا لازم ہے اس سے لاپرواہی برتنا جائز نہیں اور قدرت کے باوجود جو لوگ سیکھنے میں کوتاہی کریں وہ گنہگار ہونگے۔

(تبویب ۵۱/۵۳۶)

لما فی امداد الفتاوی عن المقدمۃ الجزریۃ:(۱/۲۱۲،طبع دارالعلوم)

والاخذ بالتجوید حتم لازم☆من لم یجود القرأن اثم

وھو اعطاء الحروف حقھا☆من صفۃ لھا ومستحقھا

ورد کل واحد لاصلہ☆واللفظ نظیرہ کمثلہ

شعر اول سے تجوید کا وجوب اور ثانی سے رعایت صفت اور ثالث سے رعایت مخرج کا ماہیت تجوید ہونا ثابت ہوتا ہے پس مجموعہ روایات بالا واشعار ہذا سے معلوم ہوا کہ جواز بمعنی صحت صلوۃ اور جواز بمعنی رفع اثم دونوں متلازم نہیں نہ صحت صلوۃ مستلزم ہے رفع اثم کو اور نہ وجود اثم مستلزم فساد صلوۃ کو ہے۔

واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ　　الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر:۱۷۴۳　　۳ شعبان ۱۴۲۹ھ

رکوع میں قراءت کا بھولنا یاد آئے تو کھڑے ہو کر قراءت کرنی چاہیئے

سوال: اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ اور دو چھوٹی آیتیں پڑھ کر رکوع کرلے پھر یاد آنے پر کھڑے ہو کر قراءت کرلے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: محمد ریاض آزاد کشمیر

جواب: فرائض میں پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر پڑھنا واجب ہے اگر کسی نے بھول سے سورۂ فاتحہ کے بعد بالکل قراءت نہیں کی یا ایک اتنی چھوٹی آیت جو کہ تیس حروف پر بھی مشتمل نہ تھی پڑھکر بے خیالی میں رکوع کرلیا تو یاد آنے پر رکوع سے کھڑے ہو کر قراءت پوری کرے پھر رکوع دوبارہ کرے آخر میں سجدہ سہو بھی کرے تو نماز درست ہو جائیگی لیکن اگر دوبارہ رکوع نہیں کیا یعنی قراءت کا اعادہ کرنے کی صورت میں تو نماز فاسد ہو جائیگی اور نماز کا اعادہ واجب ہوگا، رکوع یا قومہ کے دوران غلطی یاد نہ آئے اور سجدہ کرلیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائیگی۔

لمافی الهندية :(۱۲۶/۱ ،طبع رشيديه)

لو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذا في التبيين ولو قرأ الفاتحة وآيتين فخر راكعا ساهيا ثم تذكر عاد وأتم ثلاث آيات وعليه سجود السهو كذا في الظهيرية.

ولما في الشامية:(۵۲۲-۵۲۳/۲ ،طبع امداديه)

فقد ظهر أن ايقاع الركوع قبل القرائة أصلا وقبل قرأة الواجب يلزم به سجود السهو؛ لكن اذا لم يعد الركوع يسقط سجود السهو لفساد الصلاة وان أعاده صحت ويسجد للسهو.

ولما في الطحطاوي:(ص۲۵۰ ،طبع قديمي)

ولو ترك السورة فتذكرها في الركوع اوبعد الرفع منه قبل السجود فانه يعود ويقرأ السورة ويعيد الركوع وعليه السهو.

تین چھوٹی آیتیں یا ایک آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے جنکی مقدار تقریبا تیس حروف بنتی ہے۔

ولما في الدر المختار:(۱۴۹/۲ ،طبع امداديه)

(وضم)أقصر(سورة)كالكوثر أوما قام مقامها،وهو ثلاث آيات قصار نحو(ثم نظر)(ثم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عبس وبسر) (ثم ادبر واستكبر) وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثا قصارا...

ولما في الشامية:(۲/۱۴۹ طبع امداديه)

قوله:(تعدل ثلاثا قصارا) اى مثل ثم نظر الخ وهى ثلاثون حرفا فلو قرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفا يكون قد أتى بقدر ثلاث آيات.

ولما في حلبي:(ص۲۷۸ طبع سهيل اكيڈمى)

(فالفرض قرأة آية) واحد فى كل ركعة فرضت فيها القرأة (وان) اى لو (كانت) تلك الآية (قصيرة نحو قوله تعالى ثم نظر).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد غفرلہ ولوالدیہ

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۵۶

﴿نماز میں سورۃ والتین کی تلاوت کے بعد بلیٰ وھو خیر الحاکمین پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے اندر کسی آیت ترغیب وترہیب پر رحمت کا سوال کرنا اور عذاب سے پناہ مانگنا اور اسی طرح "سورۃ القیامہ" کی آخری آیت تلاوت کرنے کے بعد بلی اور "سورۃ التین" کے بعد بلی وانا علی ذلک من الشاھدین پڑھنا کیسا ہے؟

مستفتی: بلال احمد انکی

﴿جواب﴾ فرض نمازوں کے اندر آیت ترغیب پر رحم کا سوال کرنا اور آیت ترہیب پر عذاب سے پناہ مانگنا اور اسی طرح "سورۃ القیامہ" کے آخر میں بلی اور "سورۃ التین" کی آخر میں "بلی وانا علی ذلک من الشاھدین" پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور جن روایات میں ان کا ذکر آیا ہے فقہاء کرام نے نفلی نماز پر محمول کیا ہے۔

لما في الحديث:(۲/۵۹۲ مطبوعه رشيديه كوئٹه)

وعن ابن عباسؓ ان النبیﷺ كان اذا قرأ (سبح اسم ربك الاعلى) قال سبحان ربى الاعلى.(رواه ابو داود واحمد) قال العلامه ملا على قاریؒ تحت هذا الحديث. قال المظهر عند الشافعیؒ يجوز مثل هذه الاشياء فى الصلوة و غيرها وعند ابی حنيفةؒ لا يجوز الا فى غيرها قال التور بشتیؒ وكذا عند مالكؒ يجوز فى النوافل.

ولما في الحديث:(۲/۵۵۶ مطبوعه رشيديه كوئٹه)

وعن حذيفةؓ انه صلى مع النبیﷺ وكان يقول فى ركوعه سبحان ربى العظيم وفى سجوده سبحان ربى الاعلى وما اتى على آية رحمة الا وقف وسال وما اتى على آية عذاب الا وقف وتعوذ.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قال العلامة ملا علی قاری تحت هذا الحديث حمله اصحابنا و المالكية على ان صلاته كانت نافلة لعدم تجويزهم التعوذ والسوال الثناء القراءة في صلاة الفرض، ويمكن حمله على الجواز لانه يصح معه الصلاة اجماعا ويدل عليه ندرة وقوعه.

ولما في الهداية:(۱۲۲-۱۲۳ طبع رحمانيه)

وان قرء الامام آية الترغيب و الترهيب لان الاستماع والانصات فرض بالنص والقرائة وسوال الجنة و التعوذ من النار كل ذلك مخل به.قال المحشيؒ كل ذلك مخل به وهل يسال و يتعوذ الامام والمنفرد او لا لم يذكر ههنا فاما الامام فلايفعل ذلك لانه لم ينقل ذلك عن النبی ﷺ ولا عن الائمة بعده ولانه يؤدى الى تطويل الصلوة على القوم وهو مكروه وكذلك المنفرداذا كان في الفرض لانه غير منقول عن النبی ﷺ ولا عن الائمة بعده واما اذا كان في التطوع فهوحسن(۱۲۱/۱ طبع شركت علميه).

ولما في الدر:(۲۶۷/۲ طبع امداديه)

(وان قرأ الامام آية الترغيب او الترهيب)وكذا الامام لا يشتغل بغير القران وما ورد حمل على النفل منفردا.

وفي الشامية:افادان كلا من الامام والمقتدى في الفرض او النفل سواء قال في الحيلة.اما الامام في الفرائض فلما ذكرنا منه انه ﷺ لم يفعله فيها وكذاالائمة من بعده الى يومنا هذا ، فكان من المحدثات ولانه تثقيل على القوم فيكره واما في التطوع فان كان في التراويح فكذلك وان كان في غيرها من النوافل الليل التي اقتدى به فيها واحد او اثنان فلا يتم ترجح الترك على الفعل لما روينا:اي من حديث حذيفة السابق اللهم الا اذا كان في ذلك تثقيل على المقتدى،وفيه تامل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ولی اللہ عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۱۷ے

﴿نماز میں قراءت سبعہ پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کا نماز میں قراءت سبعہ پڑھنا بایں طور کہ ایک آیت امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کی قراءت پر اور دوسری آیت ابو جعفر رحمہ اللہ کی قراءت پر اور تیسری آیت ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت پر پڑھے تو یہ پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ امام صاحب کا نماز کے اندر قراءت سبعہ پڑھنا اگر چہ جائز ہے لیکن ایسے پڑھنا نہیں چاہیے اور اگر پڑھے تو جس روایت کے مطابق قراءت شروع کرے پوری نماز میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسی کا اہتمام کرے خلط ملط نہ کرے کہ کچھ قراءت ایک امام کی روایت کے مطابق اور کچھ دوسرے امام کی روایت کے مطابق پڑھ لی۔

چونکہ لوگ اس زمانے میں قراءت امام حفص رحمہ اللہ سے زیادہ مانوس ہیں، لہٰذا اس کو پڑھنا زیادہ مناسب ہے دوسرے ائمہ حضرات کی روایات کے مطابق پڑھنے سے لوگوں کو نامناسب باتوں میں پڑنے کا موقع ملتا ہے، جس سے انکے دینی نقصان کا اندیشہ ہے۔

لما فی حلبی کبیر: (ص ۴۹۵، طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

قراءة القرآن بالقرآت السبع والروايات كلها جائزة ولكن الصواب ان لايقرء بالقرآت العجيبة والروايات الغريبة لان بعض السفهاء ربما يقعون في الاثم ويقولون مالايعلمون ولاينبغي للامام ان يحمل العوام على ما فيه نقصان دينهم ودنياهم وحرمان ثوابهم في عقابهم.

لما في الهندية: (۱/۷۹، طبع رشيديه كوئٹه)

في الحجة قراءة القران بالقرآت السبعة كلها جائزة لكني ارى الصواب ان لا يقرء القراءة العجيبة بالامالات والروايات كذا في التاتارخانية.

ولما في الدر المختار: (۱/۱۲۶، طبع امداديه ملتان)

يجوز بالروايات السبع ولكن الاولى ان لا يقرء بالغريبة عندالعوام صيانة لدينهم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۲۲

﴿اگر کوئی آیت بھول جانے کی وجہ سے رہ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی﴾

﴿سوال﴾ ایک شخص نے نماز میں یہ آیتیں "افحسبتم انما خلقنکم" تا "هو رب العرش الکریم" پڑھیں اور درمیان سے یہ آیت "ومن یدع مع اللہ الٰھا اٰخر" تا "انه لایفلح الکفرون" بھول گیا اور پھر یہ آیت پڑھی "و قل رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین" اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا اس شخص کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

مستفتی: خلیل احمد

﴿جواب﴾ اس شخص کی نماز ہوگئی ہے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الخانیۃ:(۱/۱۵۲ مطبوعہ رشیدیہ)

وان ترک آیۃ من سورۃ وقد قرء مقدار ما تجوز بہ الصلوٰۃ جازت صلاتہ وان وصل فی غیر موضعہ اوفصل فی غیر موضعہ خانیہ برھامش ھندیہ.

ولما فی الھندیۃ:(۱/۸۷ طبع رشیدیہ)

واذاجمع بین آیتین بینھما آیات او آیۃ واحدۃ فی رکعۃ واحدۃ اوفی رکعتین فھو علی ما ذکرنا فی السور کذا فی المحیط.

ولما فی ردالمحتار:(۱/۵۲۶ طبع سعید)

لو انتقل فی الرکعۃ الواحدۃ من آیۃ الی آیۃ یکرہ وان کان بینھم آیات بلاضرورۃ فان سھا ثم تذکر یعود مراعاۃ لترتیب الآیات شرح المنیۃ

وکذافی حلبی کبیر:(ص۴۹۲ طبع سھیل اکیڈمی)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۱۰ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۸۷۲

﴿قراءت میں ایسی غلطی جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورۃ القارعۃ پڑھتے ہوئے ”فاما من ثقلت موازینہ“ کے بعد ”فامہ ھاویہ“ غلطی سے پڑھ لیا یا دوسری آیت میں ”فامہ ھاویہ“ کی جگہ ”فھو فی عیشۃ راضیۃ“ پڑھا تو نماز کا کیا حکم ہے؟ اگر اسی وقت ٹھیک کرلیا یا ایسے ہی چھوڑ دیا تو دونوں صورتوں میں نماز میں فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اگر آیت کا معنی اس طرح تبدیل ہوجائے کہ اس معنی کا اعتقاد کفر ہو اور بیچ میں وقف بھی نہیں کیا تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، مذکورہ صورت میں اگر اسکو دوبارہ صحیح کیا تو نماز ہوگئی ورنہ بصورت دیگر نماز کا لوٹانا ضروری ہے کیونکہ اس معنی کا اعتقاد کفر ہے اور اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، مذکورہ صورت میں بھی غلطی اسی نوعیت کی ہے، البتہ موازینہ پر وقف کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

لما فی الکبیری:(ص۴۷۶ طبع سھیل اکیڈمی)

والقاعدۃ عند المتقدمین ان ما غیر تغیرا یکون اعتقادہ کفرا یفسد فی جمیع ذلک سواء کان فی القران اولم یکن.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الهندیة :(۸۲/۱،طبع رشیدیه)

ذکرفی الفوائد لوقرء فی الصلاة بخطافاحش ثم رجع وقر صحیحاقال عندی صلاته جائزة . وفیهاایضا لواعتقد ذلک یکفر فاذااخطا تفسد صلاته(۱۵۲/۱).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:اسرارعزیز دیروی

۴ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ — فتویٰ نمبر:۷۲۵

﴿قراءت میں اسم ظاہر کواسم ضمیر سے بدل دیا تو معنیٰ میں تبدیلی سے نماز فاسد ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے عشاء کی نماز میں سورۂ احزاب کی آیت ''لیعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات '' پروقف کیااوردوبارہ'' والمشرکین والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین '' کی جگہ''ویتوب اللہ علیهم وکان اللہ غفورارحیما'' پڑھااوررکوع کیا،سوال یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہوگئی یااعادہ ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ مسئلہ مذکورہ میں''یتوب اللہ '' کاتعلق''المومنین المومنات '' سے ہے جب امام صاحب نے''المومنین والمومنات''کوحذف کرکے''ویتوب اللہ علیهم ''پڑھا تو''ویتوب اللہ' ' کاتعلق''والمشرکین والمشرکات '' کیساتھ ہوگیاجسکی وجہ سے معنیٰ میں تبدیلی آگئی،لہٰذامذکورہ صورت میں سب کی نماز فاسد ہوگئی اعادہ ضروری ہے،البتہ مشرکات پروقف کرتے تونماز فاسد نہ ہوتی۔

لمافی الهندیة :(۷۹/۱،طبع رشیدیه)

ان کان الحذف علی سبیل الایجاز والترخیم فان وجد شرا نطه نحو ان قرا ونادوایامال لاتفسد صلاته وان لم یکن علی وجه الایجاز والترخیم فان کان لایغیرالمعنی لاتفسد صلاته نحوان یقرا ولقدجاء هم رسلنابالبینات بترک التاء من......جاء ت وان غیرالمعنی تفسدصلاته عند عامة المشائخ نحوان یقرا : فمالهم یومنون فی لایومنون بترک لاهکذافی المحیط.

ولمافی التاتارخانیة :(۳۵۵/۱،طبع قدیمی)

هذااذکان الحذف علی وجه الایجازوالترخیم فامااذا لم یکن علی وجه الایجاز والترخیم فان کان لایغیرالمعنی لاتفسد صلاته نحوان یقرأولقد جاء هم رسلنا بالبینات)بترک التاء من جاء ت هم......وان غیرالمعنی تفسد صلاته عندعامة المشائخ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نحوان یقرأ(فمالهم یومنون)فی لا یومنون بترك لا.

وکذافی ردالمحتار:(۱/ ۶۳۱،طبع سعید)

واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

فتویٰ نمبر: ۷۳۸

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فصل فی السنن و النوافل﴾

﴿سنن ونوافل کے احکام﴾

﴿اذان سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں سنتیں وقت داخل ہونے کے بعد اذان سے پہلے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مستفتی: خالد حسین

﴿جواب﴾ اذان فرض نماز کے لیے دی جاتی ہے۔ سنتیں وقت داخل ہونے کے بعد اذان سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

لما فی الدر مع الرد: (۱/۳۸۴، ۳۸۵ طبع سعید)

(و) سببه (بقاء دخول الوقت، وهو سنة) للرجال فی مکان عال (مؤکدة) هی کالواجب فی لحوق الاثم (للفرائض) الخمس (فی وقتها ولو قضاء) لانه سنة للصلوة حتی یبرد به لا للوقت (لا) یسن (لغیرها) کعید. قال الشامی: (قوله کعید) ای ووتر وجنازة وکسوف واستسقاء وتراویح وسنن رواتب لانها اتباع للفرائض.

ولما فی البدائع الصنائع: (۱/۶۵۰، ۶۵۱ طبع بیروت)

واما بیان محل وجوب الاذان فالمحل الذی یجب فیه الاذان، ویؤذن له. الصلوات المکتوبة التی تؤدی بجماعة مستحبة فی حال الاقامة، فلا اذان ولا اقامة فی صلوة الجنازة .... ولا اذان ولا اقامة فی النوافل؛ لان الاذان للاعلام بدخول وقت الصلوة، والمکتوبات هی المختصة باوقات معینة دون النوافل ولان النوافل تابعة للفرائض، .... ولا أذان ولا اقامة فی السنن لما قلنا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۳۰

﴿فرائض اور سنتوں کے درمیان کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ فرض نمازیں جن کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشاء وغیرہ ان فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان کتنی تاخیر جائز ہے؟ اکثر لوگ فرضوں کے بعد لمبے لمبے وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے سنتوں میں کافی تاخیر ہو جاتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان اتنی تاخیر کرنا کہ جس میں "اللّٰھم انت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام ‘‘یا اسی کی مقدار دوسری مسنون تسبیحات جیسے ’’لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ،لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر ‘‘ یا ’’ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد ‘‘یا آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ سکے جائز ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا یا ان سب کو ملا کر پڑھنا درست نہیں، اذکار مسنونہ سنت مؤکدہ کے بعد پڑھنے سے فضیلت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

لمافی الدرالمختار:(۲/۲۴۶،طبع امدادیہ)

ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر : اللھم انت السلام الخ .قال الحلوانی : لاباس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال.قال الحلبی : ان ارید بالکراھۃ التنزیھیہ ارتفع الخلاف.قلت : وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ ویستحب ان یستغفرثلاثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبرثلاثا وثلاثین ،ویھلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان ربک.

وفی الشامیۃ:الا بقدر اللّٰھم) لمارواہ مسلم والترمذی عن عائشہ رضی االلہ عنھا قالت ’’کان رسول اللّٰہ صلی االلّٰہ علیہ وسلم لایقعدالابمقدار مایقول:اللھم انت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذاالجلال والاکرام ‘‘واما ماورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلوۃ فلا دلالۃ فیہ علی الاتیان بھا قبل السنۃ ،بل یحمل علی الاتیان بھا بعدھا،لان السنۃمن لواحق الفریضۃ ، و قول عائشۃ ’’بمقدار‘‘ لا یفید انہ کان یقول ذلک بعینہ ، بل کان یقعد بقدر مایسعہ ونحوہ من القول تقریبا ، فلا ینافی ما فی الصحیحین من ’’انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ : لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ، اللّٰھم لامانع لما اعطیت ،ولامعطی لمامنعت ،ولا ینفع ذاالجد منک الجد ‘‘ وتمامہ فی شرح المنیۃ ،وکذا فی الفتح من باب الوتر والنوافل الخ.

ولمافی حلبی کبیر:(ص ۳۴۱-۳۴۲،طبع سھیل اکیڈمی)

(فان کان بعدھا) ای بعد المکتوبۃ (تطوع یقوم الی التطوع) بلا فصل الا مقدار ما یقول اللّٰھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذاالجلال و الاکرام (ویکرہ تاخیر السنۃ عن حال اداء الفریضۃ) باکثر من نحو ذلک القدر لما روی مسلم والترمذی عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّٰھم انت السلا م ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم :شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۱۲۶

﴿سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سنن مؤکدہ میں قیام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فرض ہے؟اور اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے سنن مؤکدہ بیٹھ کر پڑھے تو کیا اسکے لئے یہ جائز ہے؟

﴿جواب﴾ سنن مؤکدہ میں قیام فرض نہیں لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب آدھا ہے، البتہ فجر کی سنتوں میں نسبتاً تاکید زیادہ آئی ہے اسلئے فجر کی سنتوں میں قیام کا اہتمام ضروری ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

لمافی الحلبی الکبیر:(ص ۲۷۰،طبع سہیل اکیڈمی)

ویجوز التطوع(أی)ان یصلی التطوع وسائر النوافل قاعدا بغیر عذر لمااخرج الجماعة الا مسلماعن عمران بن حصین قال سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صلوة الرجل قاعدا فقال من صلی قائمافهوافضل ومن صلی قاعدافله نصف اجرالقائم استثنی منه سنةالفجر فانهالاتصح قاعدابلاعذر.

ولمافی الشامی:(۲/۴۸۳،طبع امدادیه)

(ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعداً)لامضطجعا الابعذر(ابتدا)وکذا(بناء)بعدالشروع بلاکراهة فی الاصح کعکسه بحر.

ولمافی مراقی الفلاح:(ص ۲۲۰،طبع قدیمی)

یجوزالنفل انماعبربه لیشمل السنن المؤکدةوغیرهافتصح اذاصلاهاقاعدامع القدرة علی القیام. قال الطحطاوی:یجوزالنفل قاعدامطلقامن غیرکراهة کمافی مجمع الانهر(لما قیل بوجوبها) قال فی الخلاصةواجمعواعلی ان رکعتی الفجرمن غیرعذرلاتجوزکماروی الحسن عن الامام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ سبحانہ اعلم:افتخار احمد کلکتی

۳/۳/۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۹۱۷

﴿تحیۃ المسجد کی نیت دوسری نمازوں میں کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آجائے وہاں فرض یا سنت پڑھنے لگے تو کیا وہ اس نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت کرسکتا ہے؟

﴿جواب﴾ مسجد میں آنے کے بعد کوئی بھی نماز پڑھے تو وہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے، تاہم مستقل نفل پڑھنا یا کم از کم فرض وغیرہ میں تحیۃ المسجد کا بھی ارادہ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

لمافی التنویر الابصار مع الدر:(۲/۴۵۸،۴۵۹،طبع امدادیه)

(ویسن تحیة)رب(المسجدوهی رکعتان واداء الفرض)أو غیره وکذا دخوله بنیة فرض

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

أو اقتداء(ينوب عنها) بلا نية.

قال الشامي:(۲/۴۵۹،طبع:سعید)

(واداء الفرض أو غيره الخ)قال في النهر :وينوب عنها كل صلوة صلاها عند الدخول فرضاً كانت أو سنة.وفي البناية معزياً الى مختصر المحيط أن دخوله بنية الفرض أو الاقتداء ينوب عنها ،وانما يؤمر بها اذا دخله لغير الصلوة،والحاصل ان المطلوب من داخل المسجد أن يصلي فيه ليكون ذالك تحية لربه تعالى :والظاهر ان دخوله بنية صلاة الفرض لامام او منفرد او بنية الاقتداء ينوب عنها اذا صلى عقب دخوله..........(قوله :ينوب عنها بلا نية)قال في الحلية:لو اشتغل داخل المسجد با لفريضة غير ناو للتحية قامت تلك الفريضة مقام تحية المسجد لحصول تعظيم المسجد ،...............ان الاولى ان ينويها بذالك الفرض ليحصل له ثوابها:اى ينوى با يقاع الفرض في المسجد تحية الله تعالى أو تعظيم بيته.لان سقوطها به وعدم طلبها لا يستلزم الثواب بلا قصدها .

ثم رأيت المحقق ابن حجر من الشافعة كتب عند قول المنهاج :وتحصيل بفرض او نفل آخر ما نصه :وان لم ينوها معه.لانه لم ينتهك حرمة المسجد :اى طلبها بذالك ،اما حصول الثوابها فا لوجه توقفه على النية لحديث "انما الاعمال بالنيات".

ولما في فقه الاسلامي:(۲/۱۰۶۲،طبع:رشيديه)

يندب ركعتان لمن دخل المسجد تحية لرب المسجد لقوله ﷺ:"اذا دخل احدكم المسجد ،فلا يجلس حتى يركع ركعتين" يصليهما عند الحنفية في غير وقت الكراهة،واداء الفرض او غيره ينوب عنهما بلا نية ....

ولا تسقط بالجلوس عندهم ،لحديث ابن حبان في صحيحه :"يا ابا ذر ،ان للمسجد تحية ،وان تحيه ركعتان ،فقم فركعهما "واما الحديث السابق:"اذا دخل احدكم ....."فهو بيان للاولى.

ولما في حلبي كبير:(ص۳۷۳،نعمانية)

وفي مختصر البحر ودخوله المسجد نية الفرض والاقتداء ينوب عن تحية المسجد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۱۸

﴿صلوٰۃ حاجت کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ صلوٰۃ حاجت پڑھنے کا کیا طریقہ ہے اور اسمیں کونسی سورتیں پڑھنی چاہئیں؟

﴿جواب﴾ فقہاء کرام سے صلوٰۃ حاجت کے مختلف طریقے منقول ہیں ان میں آسان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طریقہ جو حدیث شریف سے بھی ثابت ہے یہ کہ اچھی طرح وضو کرلے پھر دو رکعت صلاۃ حاجت کی نیت سے پڑھے، سورتوں کی کوئی تعیین نہیں ہے جو بھی یاد ہو پڑھ لے، نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور ان الفاظ سے دعا کریں:

لاالہ الااللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمدللہ رب العالمین اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لاتدع لی ذنبا الاغفرتہ ولاھما الافرجتہ ولاحاجۃ ھی لک رضا الاقضیتھا یاارحم الراحمین۔

لمافی کبیری:(رواہ ابن ماجۃ والترمذی ص ۴۳۲)

عن عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من کانت لہ حاجۃ الی اللہ اوالیٰ احدمن بنی آدم فلیتوضا ولیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ ولیصل علی النبی ﷺ ثم لیقل لاالہ الااللہ الحلیم.....(رواہ ابن ماجۃ والترمذی)

وکذافی الشامیۃ:(۲/۲۸سعید).

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب:فرمان اللہ غفرہ اللہ
۳۰جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ	فتویٰ نمبر:۱۰۱۸

﴿نماز توبہ کا بیان﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توبہ کے لیے کوئی نماز مشروع ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بلاشبہ نماز توبہ ''صلوۃ التوبہ'' مشروع ومسنون عمل ہے احادیث میں ہے کہ جب بھی کسی مؤمن بندہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کرلے اور دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں۔

توبہ کی تفصیل اور وضاحت کرتے ہوئے علماء کرام لکھتے ہیں کہ توبہ یا نماز توبہ سے پہلے عملاً اس گناہ کا چھوڑنا ضروری ہوتا ہے، اور آئندہ اس گناہ سے اجتناب یعنی دور رہنے کا قصد وعزم ضروری ہوتا ہے اور جو سرزد ہوا اس پر ندامت وشرمندگی ضروری ہے، یہ شرائط توبہ کہلاتے ہیں، ان تینوں شرائط کے ساتھ بندہ اگر توبہ کرے اور اس کے لیے باقاعدہ مسنون ترتیب اختیار کرے یعنی وضو اور نماز کا، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ ضرور قبول فرماتے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور گناہ چھوڑے بغیر یا آئندہ بھی کرنے کا ارادہ ہو تو ایسی توبہ شرعاً معتبر نہیں ہے یہ توبہ نہیں بلکہ توبہ کا مذاق اڑانا ہے۔

مندرجہ بالا شرائط توبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے صلوۃ توبہ کا اہتمام کرنا بلاشبہ مسنون ہے اور بڑے نفع کا عمل ہے۔

لما فی الترغیب والترهیب: ۱۱/۴، طبع حقانیه

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له"۔ورواه ابن ابی دنیا والبیهقی مرفوعاً ایضاً من حدیث ابن عباس وزاد "والمستغفر من الذنب وهو مقیم علیه کالمستهزء بربّه"۔

ولمافی تکملة فتح الملهم: ۲/۶، مکتبه دارالعلوم کراتشی

التوبة: فمعناها فی اللغة: الرجوع، وفی اصطلاح الشریعة: "ترک الذنب، والندم علی فعله، والعزم علی عدم العود، وردّ المظلمة ان کانت، او طلب البرأة من صاحبها، وارا ما ضیع من الفرائض"۔

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۲۰۱، طبع قدیمی

ومنه (المندوب) صلاة الاستغفار لمعصیة وقعت منه لما عن علی عن ابی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنهما ان رسول الله ﷺ قال: "مامن عبد یذنب ذنباً فیتوضأ ویحسن الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر الله الا غفر له۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۷ رجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۳۲

﴿نوافل کی قضاء مکروہ وقت میں درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نماز عصر سے پہلے نفل نماز پڑھنا شروع کی لیکن جماعت کھڑی ہونے کے وجہ سے وہ نفل توڑ کر جماعت میں شریک ہوگیا تو کیا عصر کی نماز کے بعد یہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان نوافل پر "لزم النفل بالشروع" کے قاعدے کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد عارف

﴿جواب﴾ "لزم النفل بالشروع" کا اطلاق اس نماز پر بھی ہوتا ہے، لہٰذا توڑنے کے وجہ سے اس کا اعادہ ضروری ہے لیکن صحیح وقت پر پڑھے، عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا منع ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الدرالمختار:(۱/۳۷۴،۳۷۵،طبع سعید)

(وکره نفل وکل ماکان واجبا) لالعینه بل(لغیره کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیه) فی وقت مستحب أومکروه (ثم أفسده) ولوسنة الفجر(بعدصلٰوة فجر) وصلٰوة (عصر،)

ولمافی الشامیة:(۱/۳۷۴،طبع سعید)

(قوله وکره نفل الخ)والکراهة هناتحریمیة أیضاکماصرح به فی الحلیة ولذاعبرفی الخانیة والخلاصة بعدم الجواز.

ولمافی الهندیة:(۱/۳۷۵)

ولوافتتح صلٰوة النفل فی وقت مستحب ثم أفسدهابعدصلٰوة العصر قبل مغیب الشمس لایجزیه هکذافی محیط السرخسی.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب : رضوان اللہ

۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:

﴿تراویح سے فارغ ہونے کے بعد نوافل کی جماعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں تراویح سے فارغ ہونے کے بعد بعض لوگ آخری عشرہ میں نوافل کی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں، بالفرض امام اپنی تراویح کی چند رکعات موخر کرتا ہے لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو جماعت تراویح سے فارغ ہوتے ہیں ایسی جماعت کا کیا حکم ہے؟ سعودیہ میں قیام اللیل پڑھتے ہیں وہ لوگ کیا جواز پیش کرتے ہیں؟

مستفتی: میجر نصیر صاحب

﴿جواب﴾ نوافل کی جماعت رمضان المبارک میں ہو یا غیر رمضان میں تداعی کی ساتھ منع ہے۔امام سمیت کل چار افراد کی حد تک جماعت کی گنجائش ہے۔تین سے زیادہ مقتدی ہوں تو شریعت نے ایسی جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے اس لئے کہ زیادہ افراد کی جماعت سے عملاً تداعی کی صورت بن جاتی ہے لھذا امام اپنی تراویح اگر چہ مؤخر کرتا ہے لیکن نفل پڑھنے والوں کی چونکہ تعداد زیادہ ہوتی ہے جس سے نوافل کی جماعت کی طرف عملاً تداعی لازم ہے اس لئے اس کی گنجائش نہیں ہے، زیادہ ثواب کا کام ہوتا تو آپ ﷺ ضرور امت کو اس کی تعلیم فرماتے ،لیکن حیات طیبہ میں ایک بار بھی ایسی کوئی جماعت ثابت نہیں ہے۔

سعودیہ میں حرم شریف میں قیام اللیل پڑھتے ہیں، حرمین شریف کے ائمہ حضرات امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں اور ان کے مذھب میں اس کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم

لما فی مراقی الفلاح: (ص۳۸٦ ،قدیمی)

و الجماعة فی النفل فی غیر تراویح مکروهة فلاحتیاط ترکها فی الوتر خارج رمضان و عن شمس الائمة ان هذا فیما کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکره و اذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیه و ان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقاً.

ولما فی المحیط البرهانی :(۲/۲٦۳ ،ادارة القران)

و لا یصلی تطوعاً بجماعة الا قیام رمضان ، لما روی عن رسول الله ﷺ انه قال صلاة المرء فی بیته افضل من صلاته فی المسجد الا المکتوبة ، ولان الجماعة لاظهار الشعائر فیختص بالمکتوبات .

ولما فی مراقی الفلاح :(ص ۴۰۲، قدیمی)

و یکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد و غیر ها لانه لم یفعله النبی ﷺ ولا اصحابه فانکره أکثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء و ابن ملیکة و فقهاء اهل المدینة و اصحابه مالک وغیر هم وقالوا: ذلک کله بدعة و لم ینقل عن النبی ﷺ و لا عن اصحابه احیاء لیلتی العید جماعة.

ولما فی حلبی الکبیر: (ص۴۳۲، سهیل اکیڈمی)

واعلم ان النفل بالجماعة علی سبیل التداعی مکروه علی ماتقدم ما عدا التراویح و صلوة الکسوف والاستسقاء فعلم ان کلا من صلاة الرغائب لیلة اول جمعة من رجب وصلاة البراءة لیلة النصف من الشعبان وصلوة القدر لیلة السابع والعشرین من رمضان بالجماعة بدعه مکروهة.

ولما فی ردالمحتار :(۲/۴۸،۴۹،طبع سعید)

ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان ، فان نفی السنیة لایستلزم الکراهة نعم ان کان المواظبة کان بدعة فیکره.

ولمافی المدونة الکبری :(۱/۱۸۸ بیروت)

قال مالک رحمه الله لاباس ان یصلی القوم جماعة النافلة فی نهار او لیل قال و کذلک الرجل یجمع الصلاة النافلة بیته و غیر لاباس به بذلک.

ولما فی المغنی ویلیه الشرح الکبیر :(۲/۳۲۷ ،دار الحدیث القاهرة)

یجوز التطوع جماعة و فرادی

لان النبی ﷺ فعل الامرین کلیهما ، و کان اکثر تطوعه منفرداً، وصلی بحذیفة مرة ، بابن عباس مرة، وبانس وامه والیتیم مرة ، ام اصحابه فی بیت عتبان مرة و امهم فی لیالی رمضان ثلاثاً.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما في المغني و يليه الشرح الكبير :(۲/ ۲۷۰، دار الحديث)

فاما التعقيب: وهو ان يصلي بعد التراويح نافلة اخرى جماعة او يصلي التراويح في جماعة اخرى فعن احمد: انه لا باس به، لان انس بن مالك قال (مايرجعون الالخير يرجونه) او لشر يحذرونه، و كان لا يرى به باساً و نقل محمد بن الحكم عنه الكراهة الاانه قول قديم ،والعمل على ما رواه الجماعة و قال ابو بكر !الصلاة الى نصف الليل او الى اخره لم تكره رواية واحدة و انما الخلاف فيما اذا رجعوا قبل النوم و الصحيح انه لايكره لانه خير فطاعة فلم يكره كما لو اخره الى اخر الليل.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۶۹۷

﴿نماز وتر کے بعد نوافل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز وتر کے بعد نوافل پڑھنے کا کیا حکم ہے؟　　　مستفتی: محمد عادل پشاور

﴿جواب﴾ نماز وتر کے بعد نوافل پڑھنا احادیث سے ثابت ہے امام ترمذی نے جامع الترمذی میں لکھا ہے کہ کئی صحابہ سے یہ حدیث روایت کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد نفل پڑھتے تھے اور جس حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''اجعلو اآخر صلاتکم وترا'' فقہاء اور محدثین نے اس کو استحباب پر محمول کیا ہے۔

لمافي جامع الترمذي:(۱/ ۶۲،مكتبه دارالقرآن والحديث)

عن ام سلمةؓ ان النبي ﷺ كان يصلي بعد الوتر ركعتين..... ايضا قد روى من غير وجه ان النبي ﷺ قد صلى بعدالوتر.

ولمافي العرف الشذي للعلامة انورشاه الكشميري:(ص ۲۱۴، المكتبة الرحيمية)

(قوله قد صلى بعد الوتر)غرضه اثبات ان امر (اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترا)ليس للوجوب بل للا ستحباب.

ولمافي الكوكب الدرى على حاشية الترمذي:(۱/ ۶۵مكتبه دارالقرآن والحديث)

فالصواب ان الامر بجعل الوتر آخر الصلاة لماحمول على الاستحباب اوالمراد بذلك بيان وقت الوتر انه آخر اوقات الصلوات الخمس فيكو ن وقته بعد ماصلى العشاء

ولمافي رد المحتار:(۱/ ۳۶۹،طبع:ایچ ایم سعید)

وفي الصحيحين (اجعلوا آخر صلاتكم وترا)والامر يندب بدليل ماقبله بحر.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۶۳۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وتر کے بعد نوافل کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ جبکہ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ تہجد کے قائم مقام ہیں اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ وتر کے بعد نفل پڑھنا منع ہے اور جس حدیث میں دو رکعت وتر کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کا ذکر ہے یہ روایت مرجوح ہے تو اس مسئلہ میں علماء کرام کی دو رائے ہیں براہ کرم آپ تحقیق کر کے صحیح راہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: ولی محمد کوئٹہ

جواب: وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں علمائے کرام کی رائے میں اختلاف اس لیے نظر آرہا ہے کہ دراصل احادیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ تم لوگ رات کی نماز میں وتر کو سب سے آخر میں پڑھو" اجعلوا اخر صلوٰتکم باللیل وترا"۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے یہ دونوں قسم کی روایات صحیح ہیں اور بظاہر ان میں تعارض نظر آرہا ہے اس لیے بعض علماء کرام کسی ایک کو ترجیح دے کر دوسری روایت کو مرجوح قرار دیتے ہیں اور ایک ہی مؤقف اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے محققین علماء کرام کسی ایک کو راجح دوسری کو مرجوح قرار نہیں دے رہے ہیں بلکہ دونوں کے تعارض کی نفی کر کے تطبیق دے رہے ہیں تا کہ کسی ایک حدیث کا بھی رد ہونا لازم نہ آئے دونوں پر عمل ہو سکے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تطبیق دینا زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے کسی ایک حدیث کو رد کرنے۔ یا مرجوح قرار دینے سے چنانچہ محققین علماء کرام کا فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق وتر کو سب سے آخر میں پڑھنے کا عام معمول بنانا اولیٰ اور بہتر ہے اس لیے کہ یہ قولی حدیث ہے اور آپ ﷺ کے فعل کو یعنی وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنے کو جواز پر محمول کیا جائے گا اس لیے اگر کوئی پڑھے تو اس پر نکیر نہیں کرنی چاہیے رہا یہ کہ یہ دو رکعت تہجد کے قائم مقام ہیں؟ ہماری نظروں سے احادیث میں اور فقہی عبارات میں ایسا کوئی حوالہ نہیں گزرا۔

جو علماء کرام اس کو تہجد کے قائم مقام قرار دے رہے ہیں ان کے علم میں کوئی صریح حوالہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو تو براہ کرم ہمیں بھی مطلع فرمادیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ تہجد دراصل مجاہدہ کے ساتھ نیند سے بیداری کو کہتے ہیں اس لیے وتر کے بعد والی دو رکعت کو تہجد کے قائم مقام قرار دینا مشکل ہے۔

لمافی الصحیح مسلم ۱/۲۵۴، طبع قدیمی

"عن ابی سلمۃ قال سألت عائشۃؓ عن رسول اللہ ﷺ فقالت: کان یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلی رکعتین بین النداء والاقامۃ من صلوۃ الصبح".

ولمافی السنن ابن ماجہ ۱/۸۳، طبع قدیمی

"عن ام سلمۃؓ ان النبی ﷺ کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وھو جالس".

ولمافی السنن النسائی ۱/۲۵۴، طبع قدیمی

"اخبرنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمن انہ سأل عائشۃؓ عن صلوۃ رسول اللہ ﷺ من اللیل فقالت: کان یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ تسع رکعات قائما یوتر فیھا ورکعتین جالسا فاذا اراد ان یرکع قام فرکع وسجد ویفعل ذالک بعد الوتر فاذا سمع النداء الصبح قام فرکع رکعتین خفیفتین".

ولماقال النووی فی شرح مسلم:

قلت: الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما ﷺ بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علیٰ ذالک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ۔ وانما تأولنا حدیث الرکعتین جالسا لان الروایات المشھورۃ فی الصحیحین وغیرھما عن عائشۃؓ مع روایات خلائق من الصحابۃ فی الصحیحین مصرحۃ بان آخر الصلوۃ ﷺ فی اللیل کان وترا وفی الصحیحین احادیث کثیرۃ مشھورۃ بالامر بجعل آخر صلوۃ اللیل وترا منھا "اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا" وصلوۃ اللیل مثنی فاذا خفت الصبح فاوتر بواحدۃ وغیر ذالک فکیف یظن بہ ﷺ مع ھذہ الحدیث واشباھھا انہ یدام علی رکعتین بعد الوتر ویجعلھما آخر صلوۃ اللیل وانما معناہ ماقدمناہ من بیان الجواز وھذا الجواب ھو الصواب.

واما ما اشار الیہ القاضی عیاض من ترجیح الاحادیث المشھورورد روایۃ الرکعتین جالسا فلیس بصواب لان الاحادیث اذا صحت وامکن الجمع بینھما تعین وقد جمعنا بینھما وللہ الحمد".

ولماقال الشیخ عبدالغنیؒ فی انجاح الحاجۃ بحاشیۃ السنن ابن ماجہ ۱/۸۳.

کان یصلی رکعتین بعد الوتر وھذا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وقد جاء فی الصحیحین عن عائشۃؓ کان یصلی ثلاث عشر رکعۃ یصلی ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلی رکعتین وھو جالس۔ الحدیث وروی احمد فی مسندہ عن ام سلمۃؓ وابی امامۃؓ ان رسول اللہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

يصلي بعد الوتر ركعتين ـــ الخ .وروى ذالك عن جماعة من الصحابة غير من ذكر ولكن هذا مع حديث "اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا" معارض واستشكل ذلك على كثير من العلماء وانكر الامام مالك حديث الركعتين بعد الوتر وقال لم يصح .

وقال الامام احمد لا اصليهما ولا امنع منهما وجماهير العلماء قائلون بذالك لورودها في الصحاح وقالوا انما صلاهما بيان لجواز التنفل بعد الوتر وعلى هذا يكون قوله "اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا" محمول على الاستحباب لا الوجوب وذالك احب وافضل .

ولما في الشامي ۲/۲۲،طبع سعيد

اقول : الظاهر ان حديث الطبراني الاول بيان لكون وقته بعد صلوة العشاء، حتى لو نام ثم تطوع قبلها لا يحصل السنة ،فيكون حديث الطبراني الثاني مفسرا للاول وهو اولى من اثبات التعارض والترجيح ،لان فيه ترك العمل باحدهما ولانه يكون جاريا على الاصطلاح ،ولانه المفهوم من اطلاق الآيات والاحاديث ولان التهجد ازالة النوم بالتكلف مثل تأثم اى تحفظ عن الاثم نعم صلوة الليل وقيام الليل اعم من التهجد وبه يجاب عما اورد على قول الامام احمد هذا ما ظهر لي .

ولما في فتح الملهم ۵/۲۷،طبع دار العلوم

"الصواب ان يقال : ان هاتين الركعتين تجريان مجرى السنة وتكميل الوتر فان الوتر عبارة مستقلة ولا سيما ان قيل بوجوبه فتجرى الركعتان بعده مجرى سنة المغرب من المغرب فانها وتر النهار ،وركعتان بعدها تكميل لها فكذالك ،الركعتان بعد الوتر الليل ،والله اعلم ".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب :تنویرالرحمٰن کشمیری
۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ | فتوی نمبر: ۳۴۷۷

﴿فجر کی سنتوں کو دورانِ جماعت پڑھنا احادیث سے ثابت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کی صورت میں اگر دو رکعت سنت گھر سے پڑھ کر نہیں پہنچا تو نماز سے پہلے یا دوران جماعت پڑھنا بدرجہ لزوم کے احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی حدیث بطور دلیل ہے تو بتائیں یہاں شارجہ میں سلفی لوگ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی حدیث لاؤ ہم احناف کے مسلک پر ہیں اور فجر کی سنتوں کو فرض سے پہلے پڑھنا لازم سمجھتے ہیں حتیٰ کہ ''التحیات'' ملنے کی امید ہو تو بھی پہلے سنت پڑھتے ہیں ،لہٰذا یہ لازم پکڑنا اگر احادیث سے ثابت ہے تو برائے کرم کوئی مضبوط

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حدیث لکھ دیں تاکہ دل میں اطمینان پیدا ہو جائے۔　　　مستفتی: رشید الدین شارجہ

﴿جواب﴾ جی ہاں، فجر کی سنتوں کو لازم پکڑنے کی تاکید میں متعدد احادیث موجود ہیں اور کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا تعامل اس پر شاہد ہے کہ فجر کی سنتوں کو حتی الامکان فوت ہونے سے بچایا جائے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات میں فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا فجر کی سنتوں کو جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی اداء فرمانا منقول ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

لما فی شرح معانی الآثار للطحاویؒ: (۲۵۸/۱، طبع سعید)

عن ابی عثمان الانصاریؒ قال: جاء عبداللہ بن عباسؓ والامام فی صلاۃ الغداۃ ولم یکن صلی الرکعتین فصلی عبداللہ ابن عباسؓ الرکعتین خلف الامام ثم دخل معھم.

ترجمہ: حضرت ابو عثمان انصاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے جبکہ امام فجر کی نماز میں تھا اور (ابھی تک) ابن عباسؓ نے دو رکعتیں (سنت فجر) نہیں پڑھیں تھیں، چنانچہ انہوں نے امام کے پیچھے (ایک کونے میں) دو رکعتیں پڑھیں اور پھر ان کیساتھ (جماعت میں) شامل ہوئے۔

ولما فیہ ایضاً: (۲۵۸/۱، طبع سعید)

نافع یقول: ایقظت ابن عمرؓ لصلاۃ الفجر وقد اقیمت الصلاۃ فقام فصلی الرکعتین.

ترجمہ: حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو فجر کی نماز کے لئے جگایا جبکہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی پس وہ اٹھے اور دو رکعتیں (سنت فجر) ادا کیں۔

ولما فیہ ایضاً: (۲۵۸/۱، طبع سعید)

أنہ (أبو الدرداءؓ) کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلاۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلاۃ.

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مسجد میں ایسے موقع پر اگر داخل ہوتے جب لوگ فجر کی نماز کے لئے صفوں میں کھڑے ہوتے تو وہ مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت (سنت فجر) ادا کرتے اور پھر جماعت میں شریک ہوتے۔

ولما فیہ ایضاً: (۲۵۸/۱، طبع سعید)

عن ابی عثمان النھدیؒ قال: کنا نأتی عمرؓ بن الخطاب قبل أن نصلی رکعتین قبل الصبح وھو فی الصلاۃ فنصلی الرکعتین فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلاتھم.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت ابوعثمان نہدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس گھر سے فجر کی سنت (بسا اوقات) پڑھے بغیر آتے اور وہ جماعت پڑھا رہے ہوتے تو ہم مسجد کے آخری حصہ میں سنت پڑھتے پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

ولما فیہ ایضا:(۲۵۸/۱،طبع سعید)

عن ابی اسحاقؒ قال حدثني عبدالله بن أبي موسىؓ عن ابيه حين دعاهم سعيدبن العاصؓ ر دعاابا موسىؓ وحذيفةؓ وعبدالله بن مسعودؓ قبل أن يصلي الغداة ثم خرجوا من عنده وقداقيمت الصلاة فجلس عبداللهؓ الى اسطوانة من المسجد فصلى الركعتين ثم دخل في الصلاة.

ترجمہ: حضرت ابواسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہؓ بن ابوموسیٰؓ نے اپنے باپ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی جب انکو حضرت سعیدؓ بن العاصؓ نے بلایا اور ابوموسیٰؓ، حذیفہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی بلایا اس سے پہلے کہ وہ صبح کی نماز پڑھتے پھر وہ ان کے پاس سے چلے گئے اور (اس دوران) جماعت کھڑی ہوگئی، پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد کے ایک ستون کے پیچھے بیٹھے اور دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھیں پھر جماعت فجر میں شریک ہوئے۔

مندرجہ بالا آثار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہت سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا فجر کی سنتوں کو دوران جماعت بھی پڑھ لینے کا معمول تھا اور بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کا عمل ہمارے لئے حجت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: "علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين". (الحدیث)

اسلئے فقہاء کرام کثر اللہ سوادھم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے عمل سے بھی استشہاد کر لیتے ہیں، ہاں غیر مقلدین جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی تعلیمات کو اہمیت نہیں دیتے ایسے موقع پر ان کی ایک بات ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل سے ثابت کرو حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جماعت آپ ﷺ خود ہی تو پڑھانے کا اہتمام فرماتے یہ صورت تو تب پیش آتی کہ آپ ﷺ جماعت میں مسبوق ہوتے سوائے دو چند واقعہ کے آپ ﷺ ہی امامت فرماتے، البتہ فجر کی سنتوں کی تاکید بلاشبہ قولی احادیث میں دیگر سنتوں کی بنسبت زیادہ آئی ہے چند احادیث ملاحظہ ہوں:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الصحيح لمسلم:(۲۵۱/۱،طبع قديمي)

عن عائشةؓ قالت ان النبيﷺ لم يكن على شئي من النوافل أشد معاهدة منه على ركعتين قبل الصبح...... عن عائشةؓ عن النبي ﷺ قال ركعتي الفجر خير من الدنيا وما فيها...... عن عائشةؓ عن النبي و قال في شان الركعتين عند طلوع الفجر لهما احب الي من الدنيا جميعاً......عن عائشة قالت : ما رأيت رسول الله في شئي من النوافل اسرع منه الى الركعتين قبل الفجر.وايضاً فيه(۲۵۱/۱).

ولما في سنن ابي داؤد:(۱۸۷/۱،طبع رحمانيه)

عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ لاتدعوا ركعتي الفجر ولو طردتكم الخيل.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　　واللہ أعلم بالصواب: ابوخزیمہ محمد کفایت اللہ

۲۱ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۳۱۰

﴿ظہر کی چار سنت رہ جائیں تو پہلے دو رکعت پڑھیں بعد میں چار پڑھیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے ظہر کی چار سنتیں رہ گئیں اب فرض نماز پڑھنے کے بعد وہ آدمی کیا کرے پہلے دو سنت پڑھے یا چار سنت؟

﴿جواب﴾ ظہر کی چار سنت رہ جانے کی صورت میں فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہلے دو سنت پڑھنی چاہیے تاکہ وہ اپنے مقام پر ادا ہوں لیکن اگر کوئی اس کے خلاف کرے یعنی پہلے چار سنت پڑھے تب بھی درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلے دو سنت پڑھے بعد میں چار سنت پڑھے۔

ولما في فتح القدير:(۴۱۵/۱،طبع رشيديه)

(قوله انما الخلاف الخ) فعند ابي يوسف بعد الركعتين وهو قول ابي حنيفة وعلى قول محمد قبلهما وقيل الخلاف على عسكه والاولىٰ تقديم الركعتين لأن الاربع فاتت عن موضوع المسنون فلا تفوت الركعتان أيضاً عن موضعهما قصداً بلا ضرورة.

ولما في الشامي:(۵۱۲/۲،طبع امداديه)

لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين قال في الامداد: وفي فتاوى العتابي انه المختار وفي مبسوط شيخ الاسلام انه الأصح لحديث عائشة رضي االله عنها(انه عليه الصلاة والسلام كان اذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين وهو قول ابي حنيفة وكذا في جامع قاضيخان.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۵۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ظہر کی سنتوں میں تیسری یا چوتھی رکعت میں قرأت نہیں کی تو لوٹانا واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ظہر کی سنتوں کی تیسری رکعت میں اگر کوئی شخص بغیر قرأت کیے رکوع میں چلا جائے تو کیا واپس آکر قرأت کرے یا صرف سجدہ سہو سے نماز صحیح ہو جائے گی؟ مستفتی: مولوی نور محمد عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ سنت ونوافل کی تمام رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے۔ بھول سے کوئی کچھ بھی کسی ایک رکعت میں قرأت اگر نہ کرے یہاں تک کہ رکوع میں چلا جائے تو یاد آنے کی صورت میں لوٹ کر قرأت کرے اور رکوع بھی لوٹالے اس لئے کہ بغیر قرأت کے رکوع بھی معتبر نہیں ہے اور اگر قرأت یاد نہیں آئی یہاں تک کہ نماز مکمل کر لی تو نماز نہیں ہوئی واپس لوٹانا ضروری ہے۔

لما فی العالمگیریه:(۱۲۶/۱،طبع رشیدیه)

وان ترکها فی الاخریین لایجب ان کان فی الفرض وان کان فی النفل او الوتر وجب علیه کذا فی البحر الرائق.

ولما فی خلاصة الفتاوی:(۱۷۷/۱، طبع رشیدیه)

اذا نسی الفاتحة و السورة حتی رکع فتذکر فی رکوعه فانتصب قائماللقرأة ارتفض رکوعه فاذا لم یعد الرکوع یفسد صلاته.

ولما فی العالمگیریه: (۱۲۶/۱،طبع رشیدیه)

و فی الخلاصة اذا رکع و لم یقرأ السورة رفع رأسه و قرأ السورة واعاد الرکوع و علیه السهو هو الصحیح کذا فی التتارخانیة.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱۱۶/۱،طبع قدیمی)

وعن هذا اختلف المشائخ فی مسألة لا روایة فیها اذا نسی الفاتحة و السورة حتی رکع فتذکر فی رکوعه فانتصب قائما للقرأة ثم ندم فسجد ولم یعد الرکوع ،قال بعضهم :تفسد صلاته لانه لما انتصب قائما للقرأة ارتفض رکوعه فاذا لم یعد الرکوع تفسد صلاته.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۷۷۰

﴿فجر کی سنتیں رہ جائیں تو قضا کرنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے فجر کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ دوران جماعت سنتیں کہاں پڑھی جائیں؟ نیز فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فجر کی سنتوں کے بارے میں نسبتاً زیادہ تاکید ہے اس لئے جماعت اگر کھڑی ہے تو سنت نہیں چھوڑنی چاہیے صفوں سے ہٹ کر برآمدہ وغیرہ میں پہلے سنت ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو البتہ جماعت مکمل نکلنے کا اندیشہ ہو یعنی ''التحیات'' ملنے کی بھی امید نہ ہو تو ایسی صورت میں سنت چھوڑ کر جماعت میں شریک ہو تا کہ سنت کیوجہ سے جماعت جو کہ اس صورت میں بالاتفاق واجب ہے مکمل فوت نہ ہو جائے اور بہتر ہے کہ مکروہ وقت نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے سنتوں کی قضاء کرے۔

لمافی حلبی:(ص ۲۹۷،طبع سہیل اکیڈمی)

بخلاف سنة الفجر فانه يجوز اداؤها اذا علم انه يدركه فى التشهد عندهما.

ولمافى الدرالمختار:(۲/۵۱۰-۵۱۱،طبع امداديه)

والا بان رجا ادراك ركعة فى ظاهر المذهب، وقيل التشهد اعتمده المصنف والشرنبلالى تبعاللبحر.

ولمافى الشامية:(۲/۵۱۱،طبع امداديه)

لان المدار هنا على ادراك فضل الجماعة وقد اتفقوا على ادراكه بادراك التشهد فياتى بالسنة اتفاقاكما اوضحه فى شرح الملتقى واقره فى شرح المنية وشرح نظم الكنز وحاشية الدرر لنوح أفندى وشرح الشيخ اسماعيل ونحوه فى القهستانى جزم به الشارح فى مواقيت الصلوة

ولما فى ردالمختار:(۲/۵۱۱،طبع امداديه)

والحاصل ان السنة فى سنة الفجر ان ياتى بها فى بيته والافان كان عندباب المسجد مكان صلاها فيه والاصلاها فى الشتوى أوالصيفى ان كان للمسجدموضعان والافخلف الصفوف عن سارية.

ولمافى الهداية:(۱/۱۱۲)

واذافاتته ركعتاالفجر لايقضيهماقبل طلوع الشمس لانه يبقى نفلامطلقاوهومكروه بعدالصبح ولابعدارتفاعهاعندهماوقال محمداحب الىّ أن يقضيهماالىٰ وقت الزوال.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

۱۳/۱/۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر:۱۸۳۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿واجب فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنن ومستحبات چھوڑ سکتے ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی جماعت کھڑی ہے اس وقت اگر کوئی شخص فجر کی سنتوں کو ان کی سنن ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے یعنی رکوع اور سجدے میں تین، تین دفعہ تسبیحات پڑھے، اور آخر میں درود شریف اور دعا پڑھے تو اس کی جماعت نکل جاتی ہے، کیا اس وقت فجر کی سنتوں کے سنن ومستحبات چھوڑ کر صرف فرائض پر اکتفاء کرتے ہوئے ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو سنن ومستحبات چھوڑنے کی گنجائش ہے۔

لما في الحلبي الكبير:(ص:٤١٦ طبع: سهيل أكيڈيمي لاهور)

خاف ان يصلى سنة الفجر على وجهها ان تفوته الجماعة ولو اقتصر على الفاتحة وعلى تسبيحة في الركوع والسجود يدركها فله ان يقتصر،لأن ترك السنة لادراك الجماعة اذا جاز فترك سنة السنة وعلى هذا ترك الثناء والتعوذ . وكذا في سنة الظهر.

ولما في الشامي:(٥٧/٢ طبع:سعيد)

قال في القنية:لو خاف انه لو صلى سنة الفجر بوجهها تفوته الجماعة ولو اقتصر فيها بالفاتحة وتسبيحة في الركوع والسجود يدركها فله ان يقتصر عليها لان ترك السنة جائز لادراك الجماعة فسنة السنة أولى.وعن القاضي الزرنجري:لوخاف ان تفوته الركعتان يصلى السنة ويترك الثناء والتعوذ و سنة القرأة ويقتصر على آية واحدة ليكون جمعاً بينهما وكذا في سنة الظهر اهـ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی عفی عنہ

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۱۹

﴿احتیاطی نمازیں پڑھنے کا طریقہ نوافل کی طرح ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص احتیاطاً نمازیں قضا پڑھنا چاہتا ہے تو اسکا کیا طریقہ ہے؟ نیز مغرب اور وتر کی احتیاطی قضاء کا کیا طریقہ ہے؟

﴿جواب﴾ احتیاطی نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ نوافل کی طرح ہے یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قراءت بھی کرنی چاہیے اور مکروہ اوقات میں پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے اسکے علاوہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہر تین رکعت والی نماز مثلاً: وتر اور مغرب کی نماز ادا کرتے ہوئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت بھی ملائی جائے، اسطرح تین رکعت والی نماز میں تین قعدے ہو جائیں گے۔

لمافی الهندية:(۱/ ۱۲۴، ۱۲۵، طبع رشيديه)

والصحيح انه يجوز الا بعد صلاة الفجر والعصر وقد فعل ذلك كثير من السلف لشبهة الفساد وكذا في المضمرات: ويقرأ في الركعات كلها الفاتحة مع السورة كذا في الظهيرية: في الفتاوى رجل يقضي الفوائت فانه يقضي الوتر وان لم يستيقن انه هل بقي عليه وتر أو لم يبق فانه يصلي ثلاث ركعات ويقنت ثم يتعدقدر التشهد ثم يصلي ركعة اخرى فان كان وترا فقد اداه وان لم يكن فقد صلى التطوع اربعا ولا يضر القنوت في التطوع.

ولما في حاشية الطحطاوي:(ص ۲۴۳، طبع قديمي)

ومن قضى صلوة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطا قيل يكره وقيل لا لأن كثيرا من السلف قد فعل ذلك لكن لا يقضي في وقت تكره فيه النافلة والافضل أن يقرأ في الأخرتين السورة مع الفاتحة لأنها نوافل من وجه فلأن يقرأ الفاتحة والسورة في اربع الفرض على احتماله اولى من ان يدع الواجب في النفل ويقنت في الوتر ويقعد قدر التشهد في ثالثته ثم يصلي ركعة رابعة فان كان وترا فقد اداه وان لم يكن فقد صلى التطوع اربعا ولا يضره القعود وكذا يصلي المغرب أربعا بثلاث قعدات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد

۱۷/۱/۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۴۴

﴿مسافر کے لئے سنتیں پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسافر آدمی کہیں عارضی قیام کرے تو مؤکدہ سنتیں پڑھنی ضروری ہیں؟ مستفتی: محمد ڈیرہ اسماعیل

﴿جواب﴾ چونکہ فجر کی سنتوں کے بارے میں تاکید زیادہ آئی ہے اس لئے فجر کی سنتیں سفر کی حالت میں بھی نہیں چھوڑنی چاہئیں لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لاتدعوا ركعتي الفجر ولو طردتكم الخيل(اعلاء السنن :۷/ ۲۱۵، طبع دار الكتب العلمية بيروت)

باقی سنتوں کے بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مسافر اگر حالت نزول وقرار میں ہے تو پڑھ لینا افضل و بہتر ہے اور اگر حالت سیر میں ہے تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ مؤکدہ سنتیں سفر میں غیر مؤکدہ کے حکم میں ہو جاتی ہیں تاہم ان کا رتبہ نوافل سے زیادہ ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی اعلاء السنن:(۳۱۵/۷،طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت)

قلت والاظهر عندی ماقاله الترمذیؒ عن الاکثرولکن التاکد لایبقی فی السفر للراتبة مطلقا غیرسنة الفجر کمایفیده اختلاف العلماء فی فعلها وترکها، واختلاف الآثار عن النبی صلی الله علیه وسلم، فتبقی الرواتب فی السفرسنة غیر مؤکدة والا تلتحق بالتطوع المطلق...... وأمارکعتا الفجر مؤکدة سفراوحضرا جمیعا.

ولماقال فی حلبی کبیر:(ص۵۲۵،طبع سهیل اکیڈمی)

یرخص للمسافرترک السنن علی قول البعض وقال الفضلی لایرخص......وقال الهندوانی الفعل حالة النزول والترک فی حالة السیروهذاهوالاعدل اذالم تکن مشقة حالة النزول......وقال هشام رأیت محمداکثیراًلایتطوع فی السفرقبل الظهرولابعدهاولایدع رکعتی الفجروالمغرب

ولمافی مراقی الفلاح:(ص۲۳۰،طبع قدیمی)

فان کان فی حال نزول وقراروأمن یأتی بالسنن وان کا سائرأوخائفافلایأتی بهاوهوالمختار.

ولمافی التنویرمع الدرالمختار:(۱۳۱/۲،طبع سعید)

(ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بهاهوالمختارلانه ترک لعذر، قیل الاسنة الفجر.

ولمافی الهندیة:(۱۳۹/۱،طبع رشیدیه)

وبعضهم جوزوللمسافرترک السنن والمختارأنه لایأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والامن.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین عفااللہ عنہ

۱۷ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ — فتویٰ نمبر:۸

﴿ظہر کی چار سنتیں ایک سلام کے ساتھ مسنون ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ظہر کی چار سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی اب یہ شخص دو رکعات پر سلام پھیر کر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا، سوال یہ ہے کہ بعد میں یہ آدمی چار رکعات پڑھے گا یا دو رکعت پڑھنا کافی ہے؟ اس لئے کہ دو رکعت پہلے پڑھ چکا ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:فضل رحیم

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں چار رکعات سنت ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت پڑھنا کافی نہیں ہے اس لئے کہ ظہر کی چار سنتیں ایک سلام کے ساتھ مسنون ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی حلبی کبیر:(ص ۳۸۴،طبع سهیل اکیڈمی)

وعن ابی ایوب الانصاری کان علیه الصلوٰۃ والسلام یصلی بعد الزوال اربع رکعات فقلت ماهذه الصلوٰۃ التی تداوم علیها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السماء فأحب أن یصعد لی فیها عمل صالح فقلت أفی کلهن قرأۃ قال نعم فقلت ابتسلیمة واحدۃ أم بتسلیمتین فقال بتسلیمة واحدۃ (رواه ابوداؤد والترمذی)

ولمافی التنویروشرحه:(۲/۴۵۱،امدادیه)

وسن مؤکداًاربع قبل الظهرواربع قبل الجمعةواربع بعدهابتسلیمةفلوبتسلیمتین لم تنب عن السنة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین چترالی

۱۱جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۳۰۳

﴿نماز اشراق میں خاص سورتیں پڑھنا ثابت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ نماز اشراق میں کوئی خاص سورتیں پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی:ابوبکرصدیق مسجد کے ایک نمازی

﴿جواب﴾ حدیث مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے اشراق کی نماز میں ''سورۃ والشمس وضحاھا اور سورۃ الضحی پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

(لما فی عمدۃ القاری ۷/۲۴۹طبع رشیدیة)

عن عقبة بن عامرؓ قال :أمرنا رسول الله ﷺ ان نصلی الضحی :بالشمس وضحاها والضحی"

(ولما فی رد المحتار ۲/۲۲طبع سعید)

(قوله وندب اربع)ندبها هو الراجح کما جزم به الغزنویة والحاوی والشرعة والمفتاح والتبیین وغیرها ......ویقرأ فیها سورتی الضحی کما فی الشرعة ای سورة والشمس وسورة والضحی وظاهره الاقتصار علیها ،ولو صلاها أکثر من رکعتین.

(ولما فی حاشیة الطحطاوی/ ۳۹۵قدیمی کتب خانه)

(وندب صلوۃ الضحی)الضحوۃ ارتفاع النهار (وهی اربع)قال الحاکم صحبت جماعة من ائمة الحدیث الحفاظ الاثبات فوجدتهم یختارون الاربع لتواتر الاخبار الصحیحة فیها ......وروی انه ﷺ أمر ان یقرأ فی صلاۃ الضحی بالشمس وضحاها ،والضحی وتمامه فی شرح البدر العینی علی البخاری.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ضیاءالحق انکی

۲۱رجب المرجب ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:۳۲۷۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دن کے نوافل میں جہرا قرات کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض مدارس میں منزل کی پختگی کے لیے طلباء سے دن میں نفل پڑھائے جاتے ہیں تو چونکہ وہاں دوسرے طلباء کے پڑھنے کی وجہ سے شور ہوتا ہے تو کیا ان طلباء کا دن کے نوافل میں جہراً قرات کرنا درست ہو گا؟ براہ کرم جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ قرآن کریم نوافل میں پڑھنے خصوصا جہرا پڑھنے سے خوب یاد ہوتا ہے لیکن دن کے نوافل میں آہستہ قرات کرنا ضروری ہے منزل یاد کرنے کی غرض سے جہرا پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے، نوافل میں جہرا پڑھنا چاہتے ہیں تو رات کو پڑھا کریں اور یہی آپ ﷺ کی سنت ہے۔

منزل یاد کرنا ہی مقصود ہو تو دن میں جہرا پڑھنے کی ایک تجویز یہ بھی ہے کہ حافظ صاحب نماز کی صوت بنائیں یعنی کسی دیوار وغیرہ کے سامنے قبلہ رخ ہو کر پورے وقار سے کھڑے ہوں لیکن نیت اور تکبیر تحریمہ نہ کریں اور منزل جہرا پڑھتے رہیں، اس طرح بھی توجہ نہیں بھٹکتی، اور وہی مقصد حاصل ہوتا ہے جو نوافل میں جہرا پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ البتہ نوافل پڑھنے کی برکت تو نوافل پڑھنے سے ہی حاصل ہوگی۔

لما فی نور الایضاح: (ص ۶۸، طبع: قدیمی)

والاسرار فی الظهر والعصر وفیما بعد اولیی العشائین ونفل النهار.

ولما فی النهر الفائق: (۱/۲۲۸، طبع: قدیمی)

ویسر بالقرأة (فی غیرها) من اخیرتی العشاء، وثالث المغرب وصلواة النهار (کمتنفل) ای: کما یسر المتنفل (بالنهار) بلا خلاف.

لما فی فتح القدیر: (۱/۳۲۶، طبع: رشیدیه)

وفی التطوع با النهار وفی اللیل یتخیر اعتبارا بالفراض فی حق المنفرد.

ولما فی البحر (۱/۳۳۵، طبع: سعید) وقد افاد ان المتنفل بالنهار یجب الاخفاء مطلقاً.

ولما فی التنویر مع الرد: (۱/۵۳۳، طبع سعید)

(ویسر فی غیرها) وکان علیه الصلوة والسلام یجهر فی الکل ثم ترکه فی الظهر والعصر لدفع اذی الکفار کافی (کمتنفل بالنهار) فانه یسر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قال الشامي: نعم صحح في الدر تبعا للفتح والتبيين وجوب المخافتة، ومشى عليه شرح المنيه والبحر والنهر والمنح.

ولما في السعايه:(۲/۲۷۰،طبع :سهيل أكيڈمی)

وان كان يصلي التطوع في النهار يسر وجوبا بالمواظبة النبي ﷺ على ذالك كذا مراقي الفلاح وذكر صاحب الهدايه ان الجهر مكروها تحريما وهو باطلاقه على انه يسر ولو صلى بالجماعة لانه اذا وجب السر في اداء الفريضة النهاية بالجماعة ففي التطوع اولى وروى النبي ﷺ صلى التطوع في بعض الاحيان بالجماعة لا على سبيل التداعي كما في صحيح البخاري وغيره ولم ينقل عنه الجهر.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب :تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۱۱صفر الخیر ۱۴۳۴ھ   فتویٰ نمبر :۳۵۳۴

﴿نوافل اللیل میں سری وجہری قراءت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منفرد رات کی نفلی نماز میں ایک ہی رکعت میں سراً قراءت اور جہراً قراءت کو جمع کر دے یا پہلی رکعت میں آہستہ اور دوسری رکعت میں جہراً قراءت کرے یا اس کا برعکس تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟

﴿جواب﴾ منفرد رات کی نفلی نماز میں ایک رکعت میں سراً قراءت اور جہراً قراءت دونوں کو جمع کرے یا پہلی رکعت میں سرّاً اور دوسری رکعت میں جہراً قراءت کرے یا پہلی رکعت میں جہراً اور دوسری میں سراً قراءت کرے تو ان تمام صورتوں میں اس کی نماز بلا کراہت جائز ہوگی، البتہ ایک ہی ترتیب سے قراءت کرنا زیادہ افضل ہے۔

لما في خلاصة الفتاوىٰ:(۱/۹۲،طبع رشيديه)

فان كان متنفلا ان كان في النهار يخافت وان كان في الليل يخير بين الجهر والمخافتة والجهر أفضل.

ولما في حاشية الطحطاوي:(ص ۱۳۸،طبع قديمی)

المنفرد بفرض مخير فيما يجهر الامام فيه وقد بينا وفيما يقضيه مما سبق به في الجمعة والعيدين كمتنفل بالليل فانه مخير.

ولما في الخانية:(۱/۱۲۰) ولا سهو على المنفرد في شيء من ذلك لأنه مخير بين الجهر والمخافتة.

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: (امداد الاحکام: ۱/۵۶۹)

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب :صلاح الدین چترالی

۱۵محرم الحرام ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر :۱۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿چار رکعت نفل کی نیت باندھ کر دو پر سلام پھیرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں بعض دفعہ چار رکعت نفل کی نیت باندھتا ہوں مگر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہوں، کیا ایسی صورت میں جبکہ شروع کرتے وقت چار رکعت کی نیت تھی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ سنا ہے کہ نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں؟

مستفتی: محمد محسن

﴿جواب﴾ نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں یہ آپ نے صحیح سنا ہے لیکن صرف دو ہی رکعت واجب ہوتے ہیں اگرچہ چار کی نیت آپ نے کی تھی اسلئے کہ نفل نماز کا ہر ایک شفعہ یعنی دو ہی رکعت مستقل نماز ہے اگرچہ ایک ہی نیت اور سلام سے کئی شفعیں ملا کر پڑھنے کی بھی گنجائش ہے لیکن اصالۃً دو ہی مشروع ہیں، لہٰذا دو رکعت پر سلام پھیرنے سے چونکہ تحریمہ ختم ہوا دوسرا شفعہ آپ نے شروع نہیں کیا، اسلئے دوسرا شفعہ واجب نہیں ہے۔

لما في الشامي:(۲۹/۲،طبع سعيد)

(ولزم نفل شرع فيه) بتكبيرة الاحرام او بقيام الثالثة شروعا صحيحا(قصدا)

وفي الشامية:(قوله:ولزم نفل الخ):اي لزم المضي فيه ،حتى اذا افسده لزم قضائه اي قضاء ركعتين وان نوى اكثر على ما ياتي (تنبيه)ظاهر كلامهم انه يلزم القضاء بمجرد الشروع الصحيح وان افسده للحال وفي المعراج عن الصغرى لو افسد الصوم النفل في الحال لا يلزمه القضاء ،اما لواختار المضي ثم افسده عليه القضاء قلت وهكذا في الصلاة ولو شرعت في النفل ثم حاضت وجب عليه القضاء (قوله او بقيام الثالثة) اي وقد ادى الشفع الاول صحيحا ،فاذا افسد الثاني لزمه قضائه فقط ولا يسري الى الاول لان كل شفع صلاة على حدة.

ولما في البحر الرائق:(۵۷/۲-۵۸،طبع سعيد)

(قوله ولزم النفل بالشروع ولو عند الغروب والطلوع) (قوله وقضى ركعتين لو نوى اربعا وافسده بعد القعود الاول او قبله) يعني فيلزمه الشفع الثاني ان افسده بعد القعود الاول والشروع في الثاني والشفع الاول فقط ان افسده قبل القعود بناء على انه لا يلزمه بتحريمة النفل اكثر من الركعتين وان نوى اكثر منهما.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۰۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿چار رکعات نوافل میں درمیانی قعدہ واجب ہے فرض نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوافل میں ہر دو رکعت کے بعد قعدہ فرض ہے اگر بھولے سے کوئی شخص تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوا اور رکعت مکمل کرے تو ایسی صورت میں مزید دو رکعت پڑھے گا یا نہیں؟ پڑھنے کی صورت میں چار رکعت نوافل شمار ہوں گے یا دو رکعت؟ نیز سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ قعدہ فرض رہ گیا ہے تو فرض کی تلافی سجدہ سہو سے کیسے ہوگی؟

﴿جواب﴾ نوافل کی ہر دو رکعت میں قعدہ فرض ہے بشرطیکہ ایک تحریمہ سے دو ہی رکعت کوئی ادا کرے، اگر کوئی دو رکعت سے زیادہ یعنی چار، چھ رکعات ایک تحریمہ سے اداء کرے تو ایسی صورت میں دو رکعات کے بعد والا قعدہ فرض نہیں رہتا، چار رکعات والی فرض نماز اور سنت موکدہ کی طرح قعدہ بیچ میں آنے سے واجب کے حکم میں ہو جاتا ہے اسلئے دو رکعت نفل پڑھنے والا تیسری رکعت بھول سے اگر شروع کرے اور تیسری رکعت کا سجدہ بھی کرلے تو اب چار رکعات پوری کرے اور اخیر میں واجب کی تلافی کیلئے سجدہ سہو کرے، اور یہ چاروں رکعات نفل شمار ہوں گی۔

لما فی القاضیخان: ۱۱۲/۱، کتاب الصلوة، فصل فیما یجب السهو، طبع: قدیمی

اذا ترك القعدة الأولى من ذوات الأربع أو الثلاث يلزمه السهو، و لو ترك في التطوع لا تفسد صلوته في قول أبي حنيفة و أبي يوسف و يلزمه السهو.

و لما فی حاشیة الطحطاوی :(ص:۴۶۶)باب سجود السهو، طبع :قدیمی

(و قعودهما فرض) أي قعود صلوة التي على حدة فرض، فيكون رفض الفرض لمكان فرض، فيجوز ما لم يسجد للثالثة كذا في الشرح و فيه أنه انما يكون فرضاً اذا قعد ه، أما اذا تركه و بنى عليه شفعاً كان واجباً حتى لا تكون الصلوة فاسدة، و الحاصل أنّ القعود غير الأخير محتمل لكونه فرضاً ان فعله و واجباً ان تركه فالكلّ من القولين وجه فتأمّل.

و لما فی الشامیه :(۳۲/۲ کتاب الصلوة، طبع: سعید)

(قوله أو ترك قعود أول) لأنّ كون كل شفع صلوة على حدة يقتضي افتراض القعدة عقيبه فيفسد بتركها كما هو قول محمد و هو القياس، لكن عندهما لما قام الى الثالثة قبل القعدة فقد جعل الكل صلاةً واحدةً شبيهةً بالفرض و صارت القعدة الأخيرة هي الفرض و هو الاستحسان.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند تاجکی

۲۶ صفر الخیر ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۵۵۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دو رکعت نفل کی نیت سے چار رکعت ادا کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نفل نماز کی نیت باندھ لے سہواً قعدہ میں "عبدہ ورسولہ" تک پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھے اب چوتھی رکعت بھی پوری کر کے سلام پھیرے، کیا ایسی صورت میں نماز بلا سجدہ سہو کے درست ہے؟ یعنی کوئی کراہت تو نہیں یا سجدہ کرنا چاہیے؟ اسی طرح اگر قصداً ایسا کرلے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ اگر سجدہ سہو نہیں ہے تو کیوں؟ حالانکہ لفظ سلام کو (جو کہ واجب تھا) اس نے چھوڑا ہے اور ایسی صورت میں اس کا تیسری رکعت کی طرف منتقل ہونا کیا حیثیت رکھتا ہے یعنی تکبیر تحریمہ کا شمار ہوگا یا تکبیر انتقالی یا کیا؟ مستفتی: عبدالقادر

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مذکورہ شخص کی نماز بلا کراہت درست ہے کیونکہ جب انہوں نے دو رکعت پڑھی اور التحیات بھی "عبدہ و رسولہ" تک مکمل پڑھ لی تو اس کا پہلا شفع مکمل ہو گیا اب مزید دو رکعت کی بناء پہلی والی تکبیر تحریمہ پر کرنے کی وجہ سے سلام پھیرنا بھی اس پر واجب نہیں رہا اس لئے سجدہ سہو کرنا بھی اس پر ضروری نہیں اور ان کا تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کی حیثیت تکبیر تحریمہ کی سی ہے یعنی اس کا تیسری رکعت کی طرف منتقل ہونا تکبیر تحریمہ کی مانند ہے۔

لما فی البحر: (۲۹۱/۱، طبع سعید)

واما اداء النفل بتحریمة النفل فلا شک فی صحته اتفاقا لما ان الکل صلاة واحدة بدلیل ان القعود لا یفترض الا فی آخرها علی الصحیح.

ولما فی الشامیة: (۱۵۰/۲، طبع امدادیه)

قوله: (لان کل شفع منه صلاة)..... فاذا قام الیٰ شفع آخر کان بانیا صلاة علی تحریمة صلاة وان القیام الیٰ الثالثة بمنزلة تحریمة مبتدأة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شریف حسین

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶

﴿دوران ڈیوٹی نفل نماز پڑھنا مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میرا ایک نوکر ہے میں اس کو نماز پڑھنے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے لئے مسجد بھیجتا ہوں تو وہ جماعت پوری ہونے کے بعد واجبات اور سنن کے علاوہ نوافل بھی ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے کافی دیر لگالیتا ہے، کیا میں اس کو ڈیوٹی کے اوقات میں نفل نماز پڑھنے سے روک سکتا ہوں، روکنے کی بناء پر مجھے کہیں گناہ تو نہیں ہوگا؟ مستفتی: محمد زبیر کورنگی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نوکر ڈیوٹی کے اوقات میں سیٹھ کی اجازت کے بغیر فرائض واجبات اور سنن کے علاوہ نفل نماز نہیں پڑھ سکتا اگر سیٹھ ڈیوٹی کے اوقات میں اس کو نفل نماز پڑھنے سے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے شرعاً اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اجازت دے تو ثواب سیٹھ کو بھی ملے گا۔

لما فی ردالمختار:(۹/۹۶،طبع امدادیه)ومثله فی الهندية(۴۱۶/۳)

(قوله وليس للخاص أن يعمل لغيره)بل ولاان يصلی النافلة،قال فی التتارخانية:وفی فتاوی الفضلی واذااستأجررجلا يومايعمل كذافعليه ان يعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولايشتغل بشيئ آخرسوی المكتوبة وفی فتاوی سمرقند:۔۔۔واتفقواأنه لايؤدی نفلا وعليه الفتوی الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین ڈیروی

۹ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۵۱۳

﴿تہجد کی رکعت کی تعداد﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تہجد کے رکعت کی تعداد کیا ہے؟ وضاحت کیساتھ بیان کریں۔

﴿جواب﴾ تہجد کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت منقول ہیں اور نبی اکرم ﷺ عام طور پر آٹھ رکعت پڑھتے تھے یعنی ایک نیت سے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے، پھر دوبارہ دو رکعت کے لئے نیت باندھتے تھے۔

بعض کتابوں میں تہجد کی نماز کی انتہائی تعداد آٹھ رکعت لکھی ہے، اور فقہاء حنفیہؒ نے آٹھ رکعت پر مواظبت اور مداومت کو مستحب فرمایا ہے اور اگر گنجائش نہیں تو دو، چار رکعت بھی کافی ہیں، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بارہ رکعت بھی پڑھی ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی صحیح البخاری:(۱۵۱/۱،طبع قدیمی کتب خانہ)

عن عروةؓ عن عائشةؓ اخبرته ان رسول الله ﷺ کان یصلی احدی عشرة رکعة کانت تلک صلاته یسجد السجدة من ذلک قدر مایقرء احدکم خمسین آیة قبل ان یرفع رأسه ویرکع رکعتین قبل صلاة الفجر ثم یضطجع علی شقه الایمن حتی یأتیه المنادی للصلاة.

ولما فی صحیح المسلم:(۲۵۳/۱،طبع: قدیمی)

عن عروةؓ عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ کان یصلی باللیل احدی عشرة رکعة یؤتر منها بواحدة فاذا فرغ منها اضطجع علی شقه الایمن حتی یأتیه المؤذن فیصلی رکعتین خفیفتین

ولما فی صحیح البخاری(۱۳۵/۱،طبع قدیمی کتب خانہ)

ان ابن عباسؓ اخبره انه بات عند میمونةؓ وهی خالته فاضطجعت فی عرض الوسادة واضطجع رسول الله ﷺ واهله فی طولها فنام حتی انتصف اللیل أو قریبا منه فاستیقظ یمسح النوم عن وجهه ثم قرء عشر آیات من آل عمران ثم قام رسول الله ﷺ الی شن معلقة فتوضأ فاحسن الوضوء ثم قام یصلی فصنعت مثله وقمت الی جنبه فوضع یده الیمنی علی رأسی واخذه باذنی یفتلها صلی رکعتین ،ثم رکعتین، ثم رکعتین، ثم رکعتین،ثم اوتر اضطجع حتی جاء ه المؤذن فقام فصلی رکعتین ثم خرج فصلی الصبح.

ولما فی الشامی(۲۵/۲ طبع سعید)

اقول:فینبغی القول بان اقل التهجد رکعتان واوسطه اربع واکثره ثمان ،والله اعلم.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:شاہ جہان ڈیروی

۱۶ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر:۳۳۱۲

﴿تہجد پڑھتے ہوئے اذان ہو جائے تو نماز مکمل کرے اور یہ سنتیں شمار نہیں ہوں گی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تہجد کی نماز کے دوران صبح صادق ہو جائے تو نماز مکمل کرنی چاہیے یا توڑ دینی چاہیے؟ نیز نماز مکمل کرنے کی صورت میں یہ دو رکعت فجر کی سنتیں شمار ہو سکتی ہیں یا نہیں؟ مستفتی:محمد شعیب ڈوب

﴿جواب﴾ تہجد کی نماز کے دوران صبح صادق ہو جائے تو نماز مکمل کرنی چاہیے اور یہ نفل شمار ہو گی فجر کی سنتیں مستقل پڑھنی پڑیں گی، البتہ اس گمان سے تہجد کی نماز پڑھ لی کہ ابھی صبح صادق میں وقت ہے بعد میں معلوم ہوا کہ طلوع فجر کے بعد یہ نماز پڑھی ہے تو اس صورت میں یہ نوافل فجر کی سنتیں شمار ہونگی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الشامیة:(۱/۳۷٦،طبع سعید)

"فلو تهجد بركعتين يظن بقاء الليل فتبين انهما بعد الفجر كانتا عن السنة على الصحيح فلا يصليها بعده للكراهة اشباه".

ولمافي الهندية:(۱/۵۲-۵۳،طبع رشيديه)

ومن صلى تطوعا في آخر الليل فلما صلى ركعة طلع الفجر كان الاتمام افضل لان وقوعه في التطوع بعد الفجر لاعن قصد ولاتنوبان عن سنة الفجر على الاصح هكذا في السراج الوهاج والتبيين ولو شرع اربعا فالشفع الذي بعد التطوع ينوب عن سنة الفجر هو المختار.

ولمافي حاشية الطحطاوي:(ص ۱۰۱،طبع قديمي)

(ويكره التنفل بعد طلوع الفجر)اى قصداً حتى لو شرع في النفل قبل طلوع الفجر ثم طلع الفجر فالاصح انه لايقوم عن سنة الفجر ولايقطعه لان الشروع فيه كان لاعن قصد".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد شاکر اللہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۲۵

﴿فرائض جمعہ کے بعد سنتوں کی تعداد﴾

﴿سوال﴾ جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی سنتیں ہیں؟ مفتیٰ بہ قول کی وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مفتیٰ بہ قول کے مطابق جمعہ کے بعد چھ(6) رکعتیں سنت ہیں پہلے چار پڑھے پھر اس کے بعد دو پڑھے۔

لما حلبی کبیر:(ص۳۸۹،فصل فی النوافل،طبع سهیل اکیڈمی)

(عند ابى يوسف)السنة بعد الجمعة (ست)ركعات وهو مروى عن على والافضل ان يصلى اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف.

ولمافي حاشية الطحطاوي:(ص۲۱۳،طبع قديمي)

وقال ابويوسف يصلى اربعاقبل الجمعةوستابعدها..... ثم عند ابى يوسف يصلى اربعاثم اثنتين.

ولمافي اعلاء السنن:(۱۸/۷،طبع العلمية لبنان)

قول على صلواستا قال ابو عبدالرحمن ،فنحن نصلى ستا......فلماجاء على علمهم ان يصلوا ستا......ابويوسف من ائمتنا ان السنة بعد الجمعة ست ركعات......لان عليا امرهم بالست.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد وارث خان سواتی

۳ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۵٦

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فجر کی سنتوں کا وقت اور اسکی قضا کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی سنتیں کب تک پڑھ سکتے ہیں اور اسکی قضاء کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: عماد علی ڈی ایچ اے کراچی

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اگر سنتیں پڑھنے والے کو تشہد میں امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو تو صفوف سے ہٹ کر سنت پڑھ لیں اور امام کے ساتھ تشہد میں شامل ہوجائے پوری جماعت نکلنے کا اندیشہ ہو تو سنت چھوڑ دیں اکیلے سنتوں کی قضاء نہیں ہے فرض رہ جائے تو فرض کے ساتھ سنتوں کا بھی قضاء کرلیں، البتہ فجر کی سنتوں کی قضاء زوال سے پہلے کرنی چاہیے خواہ اکیلے سنت ہی ہو اسلئے کہ فجر کی سنت کی تاکید دوسری سنتوں سے کچھ زیادہ آئی ہے۔

لما فی ردالمحتار: (۲/۵۶-۵۷، طبع سعید)

اذا رجاء ادراك الامام في التشهد لا يتركها بل يصليها وان علم ان تفوته الركعتان معه.

وفي الشامية: لايقضي سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال واما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال كما في الدرر قيل:هذه قريب من الاتفاق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۱۰ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۴۲۰

﴿فجر کی سنتیں رہ جائیں تو انکی قضاء ہوگی یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کوئی آدمی فجر کی نماز کیلئے آیا اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو وہ کب تک سنت پڑھ سکتا ہے اور اگر کسی کی سنت رہ جائے تو طلوع آفتاب کے بعد اسکی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟ میں نے سنا تھا کہ قضا ضروری ہے جبکہ ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کی کوئی قضاء نہیں ہے، اسلئے کہ قضاء صرف فرائض یا واجبات کی ہوتی ہے؟

﴿جواب﴾ کوئی شخص نماز فجر کیلئے مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی تھی اب اگر وہ نماز پڑھتا ہے تو مکمل جماعت نکل جانے کا اندیشہ ہے تو جماعت میں شامل ہوجائے سنت نہ پڑھے اور جماعت ملنے کی امید ہو تو سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو، امام صاحب کا فرمانا کہ سنتوں کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کوئی قضاء نہیں ہے درست ہے لیکن فجر کی سنت چونکہ زیادہ مؤکد ہیں، اسلئے امام محمدؒ کے قول پر عمل کرنا چاہیے یعنی اشراق کے وقت سے زوال سے پہلے تک پڑھ لینا چاہیے، تاہم ضروری نہیں ہے۔

لما فی الشامية:(۲/۵۷،طبع سعید)

(ولا يقضيها الا بطريق التبعية. الخ) أى لا يقضى سنة الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال وأما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح وأما بعد طلوع الشمس فكذالك عندهما وقال محمدؒ احب الىٰ أن يقضيها الىٰ الزوال كما فى الدرر،قيل هذا قريب من الاتفاق لانّه قوله احب الىٰ دليل على انه لو لم يفعل لالوم عليه.

ولمافى الهندية:(۱/۱۲۰،طبع رشيديه)

ومن انتهىٰ الىٰ الامام فى صلاة الفجر وهولم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان يفوته ركعت ويدرك الاخرى يصلى ركعة الفجر عند باب المسجد ......وحكى عن الفقيه ابى جعفر انه قال على قول ابى حنيفة وابى يوسف يصلى ركعتى الفجر لان ادراك التشهد عندهما كادراك الركعة.

ولمافى الهداية:(۱/۱۵۲،طبع رحمانيه)

ومن انتهى الىٰ الامام فى صلوة الفجر......ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر ......وقال ايضا واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيها قبل طلوع الشمس ......وقال ابو حنيفة وابو يوسفؒ لا يقضيها وقال محمدؒ احب الىٰ ان يقضيها الىٰ وقت الزوال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۷۴

﴿ظہر کی چار رکعات سنت کسی وجہ سے فاسد ہو گئیں تو انکا اعادہ ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ظہر کی چار سنتیں اگر کسی وجہ سے فاسد ہو گئیں تو بعد میں اس کے ذمے قضا ہے؟ اگر ہے تو کتنی رکعتیں؟ سائل: محمد سعید کراچی

﴿جواب﴾ ظہر کی چار رکعات سنت کا حکم ایک ہی نماز کا ہے شروع کرنے کے بعد اگر کسی وجہ سے فاسد ہو گئیں تو چاروں رکعات کا ایک ساتھ اعادہ کرنا ضروری ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی حلبی کبیری:(ص۳۹۳،طبع سهیل آکیڈمی)

قالوا هذا الحکم المذکور وهو لزوم الشفع فقط بالافساد بعد الشروع بنیة الاربعة فی غیر السنن الرواتب کسنة الظهر والجمعة اما اذا شرع فی الاربعة التی قبل الظهر او قبل الجمعة او بعدها ثم قطع فی الشفع الاول او الثانی یلزمه الاربع ای قضاءها بالاتفاق لانها لم تشرع الا بتسلیمة واحدة فانها لم تنقل عنه ﷺ الا کذالک فهی بمنزلة صلوٰة واحدة ولذا لا یصلی فی القعدة الاولی ولا یستفتح فی الثالثة.

ولما فی البحر الرائق:(۲/۵۸-۵۹،طبع سعید)

(وقضی رکعتین لو نوی اربعا وافسده بعد القعود او قبله)وعلی قول ابی یوسفؒ یقضی اربعا فی التطوع ففی السنة اولیٰ ومن المشائخؒ من اختار قوله فی السنة المؤکدة لانها صلوٰة واحدة بدلیل الاحکام من انه لا یستفتح فی الشفع الثانی و لو اخبر الشفیع بالبیع فا نتقل الیٰ الشفع الثانی لا تبطل شفعته وکذا المخیرة و تمنع صحة الخلوة وظاهر ما فی فتح التدیر والتبیین والبدائع الاتفاق علی هذه الاحکام ذکر فی شرح المنیةان هذه الاحکام مسلمة عند اهل المذهب فلذا اختار ابن الفضلؒ قول ابی یوسفؒ ونص صاحب النصابؒ انه الا صح حیث قال وان قطع سنة الظهر علی رأس الرکعتین او الثالثة وشرع فی الفرض لزمه قضاء الاربع و هو الاصح لانه بالشروع صار بمنزلة الفرض.

ولما فی منحة الخالق علی حاشیة البحر:(۲/۵۹،طبع سعید)

وظاهر ما فی فتح التدیر ...... الخ اقول نعم ما فی الفتح التدبر والتبیین ظاهره کذالک واما فی البدائع فلابل ظاهره الخلاف فانه قال ومن المتأخرین من مشائخنامن اختار قول ابی یوسفؒ فیما یؤدی من الاربع منها بتسلیمة واحدة وهو الا ربع قبل الظهر وقالوا لو قطعها یقضی اربعا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: عبیداللہ عابد غفرلہ ولوالدیہ

۳ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۱۲۹

﴿سنن اور فرائض کے درمیان نفل نماز یا کسی دوسرے عمل کے ذریعے فصل کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنن اور فرائض کے درمیان نفل نماز یا اس کے علاوہ کسی دوسرے عمل کے ذریعے فصل درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سنن اور فرائض کے درمیان نفل نماز پڑھنے کی گنجائش ہے البتہ نماز و ذکر کے علاوہ کوئی دوسرا عمل بلا عذر ہو تو اس سے سنت کے ثواب میں کمی آجاتی ہے یہ حکم نماز سے پہلے کی سنتوں کا ہے، فرض کے بعد والی سنتوں کو بلا تاخیر پڑھنا چاہیے، فقہاء کرام نے صراحت کی ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہ فرض کے بعد صرف "اللھم انت السلام" کے بقدر تاخیر درست ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

لمافی الدرمع الرد:(۲/۲۶۱،طبع امدادیه)

ولوتكلم بين السنة والفرض لايسقطها ولكن ينقص ثوابها وكذاكل عمل ينافى التحريمة على الاصح وفى الشامية:(قوله ولوتكلم)وكذا لو فصل بقرأة الاوراد لان السنة الفصل بقدر اللهم انت السلام الخ حتى لو زاد تقع سنة لا فى محلها المسنون .....ولو جىء بطعام افاد ان العمل المنافى انما ينقص ثوابها او يسقطها لو كان بلا عذر.

ولمافى خلاصةالفتاوى:(۱/۶۲،طبع رشيديه)

ولو صلى ركعتى الفجر او الاربع قبل الظهر واشتغل بالبيع والشراء والاكل فانه يعيد السنة اما باكل لقمة او شربة لا يبطل السنة قال و هذا مشكل.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۲۳ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۲۵۳

﴿سنتوں کیلئے مسجد سے گھر آنے کی وجہ سے تاخیر ہونا فصل میں شمار نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنن اور فرائض کے درمیان صرف بقدر مسنون دعا یا آیۃ الکرسی تاخیر ثابت ہے اور سنن کے متعلق افضل یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائے، سوال یہ ہے کہ مسجد سے گھر آنے میں جو تاخیر واقع ہو رہی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ نیز راستہ میں درود وغیرہ پڑھنے کا حکم بھی بیان کیجئے؟ مستفتی: جمشید

﴿جواب﴾ سنن اور فرائض کے درمیان مسنون دعا "اللھم انت السلام" یا آیۃ الکرسی کے بقدر تاخیر ثابت ہے اس سے زیادہ تاخیر ثابت نہیں ہے، اس لئے درمیان میں کوئی دوسرا عمل مثلاً: وظیفہ وغیرہ نہیں کرنا چاہیے لیکن کوئی شخص سنتوں کیلئے مسجد سے گھر آنا چاہے اور راستے میں ذکر ودعاء وغیرہ بھی جاری رکھے تو اس سے جو تاخیر واقع ہو رہی ہے یہ فصل بین السنن والفرائض شمار نہیں ہوگی، سنتوں کیلئے گھر آنا خود حضور ﷺ کا معمول رہا ہے، اس لئے زیادہ بہتر یہی ہے کہ گھر آکر سنتوں کا اہتمام کرلے۔

لما فى الشامية:(۲/۲۲۷،طبع امداديه)

والـاد شيخنا ان الكلام فيما اذا صلاها السنة فى محل الفرض لاتفاق كلمة المشائخ على

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ان الافضل فی السنن حتی سنة المغرب المنزل:ای فلایکره الفصل بمسافة الطریق.

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(ص۱۷۰،طبع قدیمی)

واعلم ان محل الکلام السابق فیما اذاصلی السنة فی المسجدمثلاً اما اذا اراد الانتقال الی البیت لفعلها فلا یکره وان زاد علی القدر المسنون.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۱۲ربیع الثانی۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۳۱۴

﴿سنن ونوافل گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں سے ماقبل ومابعد جو سنتیں ہیں کیا آدمی ان کو گھر میں ادا کرسکتا ہے یانہیں؟ جبکہ فرض تو مسجد میں ہی ادا کررہا ہو۔

﴿جواب﴾ سنن ونوافل مسجد میں پڑھنے سے گھر میں پڑھنے کی فضیلت زیادہ آئی ہے، لیکن اگر فرض نماز کے بعد گھر جانے کی صورت میں گھریلو کاموں یا بیوی بچوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے سنت فوت ہونے کا اندیشہ ہوتو پھر مسجد ہی میں پڑھے تاکہ سنت فوت نہ ہو۔

لما فی رد المحتار:(۲/۲۲،طبع سعید)

(قوله والافضل فی السنن الخ)_صلاة المرء فی بیته مالم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبیته او کان فی بیته ما یشغل باله ویقلل خشوعه فیصلها حینئذ فی المسجد لان اعتبار الخشوع ارجح.

ولما فی الفتوی العالمگیریه :(۱/۱۱۳ طبع رشیدیه)

الافضل فی السنن والنوافل المنزل لقوله علیه السلام صلوة الرجل فی المنزل افضل الا المکتوبة الخ.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۱۰صفرالخیر۱۴۳۳ھ فتوی نمبر:۳۵۲۰

﴿نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست کا کہنا ہے کہ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے،سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے جبکہ میرا معمول کھڑے ہوکر پڑھنے کا ہے؟

مستفتی:راشد حسین صوابی

﴿جواب﴾ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کی گنجائش ہے خواہ بلا عذر ہواور ثواب کھڑے ہوکر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پڑھنے کی بنسبت آدھا ہوگا، البتہ کوئی عذر مثلاً: تھکاوٹ وغیرہ ہو تو ثواب پورا ملے گا، لہٰذا یہ کہنا کہ بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا بہتر ہے صحیح نہیں ہے۔

لما فی الدر المختار:(۲/۴۸۳-۴۸۴،طبع امدادیه)

ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ...... وفيه اجر غير النبي ﷺ على النصف الا بعذر.

ولمافي البحر الرائق:(۲/۶۲،طبع سعيد)

ويتنفل قاعدا مع قدرته على القيام ابتداء وبناء..... وروى البخارى عن عمران بن حصين مرفوعا من صلى قائما فهو افضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم وقد ذكر الجمهور كما نقله النووى انه محمول على صلوة النفل قاعدا مع القدرة على القيام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۳۱۶

﴿نفل نماز تبعاً شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص فرض کا قعدہ اخیرہ بھول گیا اور زائد رکعت کے لئے کھڑے ہو کر سجدہ بھی کر لیا تو مزید رکعت ملانا ضروری ہے یا اختیاری؟ بالفرض اگر مزید رکعت نہیں ملاتا تو نفل تو شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے ایسی صورت میں دو رکعات نفل کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص فرض کا قعدہ اخیرہ بھول گیا اور زائد رکعت کے لئے کھڑے ہو کر سجدہ بھی کر لیا تو اس کی فرض نماز باطل ہو کر نفل بن گئی، اور اس پر مزید رکعت ملانا ضروری نہیں بہتر ہے، رہی یہ بات کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے تو یہ اس صورت میں جب نفل قصداً مستقل شروع کیا جائے، یہاں تو تبعاً وضمناً شروع ہوا ہے، شروع کیا نہیں، اس لئے اعادہ واجب نہیں ہے۔

لما فی الشامی ۲/۸۴ طبع: سعید کراچی

(قوله ان شاء) اشار الى ان الضم غير واجب بل هو مندوب كما فى الكافى تبعاً للمبسوط، و فى الاصل ما يفيد الوجوب والاول اظهر كما فى البحر. (و قوله لاختصاص الكراهة الخ) جواب عما قد يقال ان التنفل بعد العصر والفجر مكروه و فى غيرهما و ان لم يكره لكن يجب اتمامه بعد الشروع فيه فكيف قلت و لو بعد العصر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

والفجر و قلت انّه مخيّر ان شاء ضمّ والاّ فلا ؟ والجواب انه لم يشرع في هذا النفل قصداً ، وما ذكرته من الكراهة و وجوب الاتمام خاص بالتنفل قصداً لكن الضم ههنا خلاف الاولى.

و لما في الحلبي الكبيري ص:۲۶۲ طبع سهيل اكيڈمي لاهور

و عليه ان يضمّ اليها اى الى الخامسة ركعة سادسة عندهما خلافاً لمحمد ليصير متنفلاً بست ركعات لان التنفل بالوتر غير مشروع عندنا و قوله "و عليه "يفيد ان الضم واجب وهو ظاهر كلام محمد حيث قال و ضم بالاخبار و هو يفيد الوجوب ، وقال في الكافي انّه يضم السادسة ندباً حتى لو لم يضم فلا شئى عليه ، لانه مظنون و هو غير مضمون ، خلافاً لزفر لانّ الشروع ملزم ، قلنا نعم ، ان شرع ملزماً امّا لو شرع مسقطاً فلا ، اذ الضمان بالزام او التزام انتهى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غفرلہ

۵ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۱۵

﴿مکروہ اوقات میں غیرارادی طور پر نفل شروع ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ فجر یا مغرب کی فرض نماز میں قعدہ اخیرہ بھول گیا اور اضافی رکعت کا سجدہ کرلیا تو مزید رکعت ملانے سے نفل نماز شمار ہوگی حالانکہ اس وقت نفل پڑھنا منع ہے اور مغرب کی تین رکعت کیساتھ مزید دو پڑھیگا تو رکعت پانچ ہوں گی کیا یہ جائز ہے؟ اور ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ فجر، مغرب یا کسی بھی نماز میں آخری قعدہ کوئی بھول جائے اور زائد رکعت کا سجدہ بھی اگر کرلے تو فرض باطل ہو جائے گا، البتہ یہ نماز نفل شمار ہوگی، ایک رکعت مزید بھی پڑھنی چاہئے تا کہ دو رکعت والی نماز چار رکعات پوری ہوں اور چار رکعات والی نماز چھ رکعات پوری ہوں اور مغرب کی نماز ہو تو مزید اضافہ نہ کرے چار رکعات پر ہی سلام پھیر دے بعض فقہاء کرام نے مغرب میں اضافی رکعت ملانے کو کہا ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے مغرب میں اضافی رکعت ملانے کو مرجوح قرار دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ فجر کے وقت اور مغرب کی فرض نماز سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے یہ بات صحیح ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ باقاعدہ قصداً وابتداً کوئی نفل پڑھے یہاں ایسا نہیں ہے بلکہ غیرارادی طور پر ہے اور نفس نماز یا اس کا کچھ حصہ ضائع ہونے سے بچانے کے لئے نفل پڑھنے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کو جائز قرار دیا ہے اس لئے کوئی کراہت نہیں ہے۔

(لما فی حلبی کبیری۔۲۶۲،سہیل اکیڈمی)

وعليه ان يضم اليها اى الى الخامسته ركعة سادسة عندهما خلافاًلمحمد ليصير متنفلا بست ركعات لان التنفل بالوتر غير مشروع عندنا.

(لما فی مراقی الفلاح،۲۶۹،قدیمی)

ولو فى العصر لان التنفل قبله قصداً لا يكره فبالظن اولى و ضم رابعة فى الفجر و سكت عن المغرب لانها تصير اربعاً فلا ضم فيها ولا كراهة فى الضم فيهما اى صلاة الفجر والمغرب لانه تعارض كراهة التنفل بالبتيرا وهو كراهة الضم للوقت فتقاوما وصار كالمباح

(لما فی ردالمحتار،۸۶/۲،۷۷،ایچ ایم سعید)

لم يصرح بالمغرب كما صرح بالفجر والعصر مع انه صرح به التهستانى ومقتضاه انه يضم الى الرابعة خامسة،لكن فى الحلية لايضم اليها اخرى لنصهم على كراهة التنفل قبلها ،وعلى كراهته بالوتر مطلقاًقلت ومقتضاه انه اذا سجد للرابعة يسلم فوراً ولا يقعد لها لئلا يصير متنفلاً قبل المغرب وقد يجاب بما يشير اليه الشارح بان الكراهة مختصة بالتنفل المتصود ،فلا ضرورة الى قطع الصلاة بالسلام ،واماانه لايضم اليها خامسة ،فظاهر لئلا يكون تنفلاً بالوتر،فالاوجه عدم ذكر المغرب كما فعل الشارح،ثم رأيت فى الامداد قال وسكت عن المغرب لانها صارت اربعاً فلا يضم فيها.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصوب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۳ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۲۲

﴿سنت مؤکدہ کے بعد فرائض سے پہلے نوافل پڑھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص گھر سے سنت مؤکدہ پڑھ کر مسجد کی طرف نکلا فرض نماز سے پہلے وہ مسجد میں تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی: مخدوم حسین شاہ صاحب

﴿جواب﴾ سنن مؤکدہ اور فرائض کے درمیان تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد سمیت کوئی بھی نفل نماز پڑھنا، ذکر تلاوت اور تسبیحات وغیرہ کرنا بلا شبہ جائز ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو یا نفل نماز کیوجہ سے فرائض میں تاخیر نہ ہو، البتہ بلا عذر اسکے علاوہ کسی دوسرے عمل سے سنتوں اور فرائض کے درمیان فصل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے سنتوں کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی خلاصۃ الفتاوی:(۱/۶۲،طبع رشیدیہ)

ولو صلی رکعتی الفجر او الاربع قبل الظهر واشتغل بالبیع و الشراء والاکل فانه یعید السنة اما باکل لقمة او بشربة لا یبطل السنة ،قال:وهذا مشکل.

لما فی فتح القدیر:(۱/۴۵۹،طبع رشیدیہ)

الصحیح الاولی الاستدلال بمجموع حدیثین ،حدیث ابن عمر وحدیث عائشة أما بان الاربع کان یصلیها فی بیته لانه ﷺ کان یصلی الکل فی البیت ثم کان یصلی رکعتین تحیة المسجد فکان ابن عمر یراهما.کتاب الصلوة.

ولما فی المنیة وشرحه:(ص۳۷)

ومن الآداب یصله ای الوضوء بسبحة (ای نافلة)ای یصلی عقیبه نافلة ولو رکعتین لما فی الصحیحین الاان یکون الوضوء فی وقت مکروه فانه لا یصلی لان ترک المکروه اولی من فعل المندوب.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم :عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتوی نمبر:۱۳۹۳

﴿نمازِ عصر کے بعد فرائض ونوافل پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ محترم مفتی صاحب ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا عصر کی نماز کے بعد کسی قسم کے نوافل یا فوت شدہ فرائض کی قضاء کی جا سکتی ہے؟ میں نے بغیر تحقیق کے اپنی یاداشت پر بھروسہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ عصر کی نماز کے بعد صرف اسی دن کی عصر یا عصر کی قضاء سورج کے غروب ہونے تک پڑھ سکتے ہو اس کے علاوہ کوئی نفل یا کسی فرض نماز کی قضاء جائز نہیں میں نے جواب تو دے دیا لیکن مجھے اطمینان نہیں ہے، برائے مہربانی تحقیق کر کے مطلع فرمائیں تا کہ میں سائل تک صحیح بات پہنچا سکوں۔ مستفتی:فرقان حسین

﴿جواب﴾ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج زرد ہونے تک تمام فرائض کی قضاء کرنا صحیح ہے لیکن سورج کے زرد ہونے کے بعد غروب ہونے تک فرائض کی قضاء جائز نہیں ہے جبکہ نوافل عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک پڑھنا منع ہے، البتہ اسی دن کی عصر کی فرض نماز سورج کے زرد ہونے کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے لیکن چونکہ یہ وقت ناقص ہے اس لیے اداء ناقص شمار ہوگی۔

لما فی الهندیة:(۱/۵۸-۵۹،طبع قدیمی)

ثلاث ساعات لا تجوز فیها المکتوبة .اذا طلعت الشمس حتی ترتفع .و عند الانتصاف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الی أن تزول و عند احمرارها الی أن تغیب الا عصر یومه ذالک. فانه یجوز أداء ه عند الغروب..وقال لا یجوز فیها قضاء الفرائض والواجبات الفائتة عن أوقاتها......تسعة أوقات یکره فیها النوافل وما فی معناها لا الفرائض ،فیجوز فیها قضاء الفائتة و صلاة الجنازة و سجدة التلاوة.منها ما بعدطلوع الفجر قبل صلاة الفجر ،ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ أعلم بالصواب: سید مزمل شاہ بخاری

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۵۹

﴿سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے جہت قبلہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ اگر کوئی شخص دوران سفر سواری پر نفل نماز پڑھنا چاہے، کیا اسکے لئے ضروری ہیکہ مکمل نماز میں قبلہ رو ہو یا ابتداء صلوۃ میں قبلہ رو ہونا کافی ہے؟

﴿جواب﴾ دوران سفر سواری پر نفل نماز پڑھتے ہوئے قبلہ رو ہونا ضروری نہیں ہے لیکن جس طرف سواری کا رخ ہو اسی رخ پر نماز پڑھنا ضروری ہے ابتداء صلوۃ میں قبلہ رو ہونا مستحب ہے۔

لمافی ردالمحتار:(۲/۳۹،طبع سعید)

(قوله الی ای جهة توجهت دابته) فلو صلی ال غیر توجهت به دابته لا یجوز لعدم الضرورة بحر عن السراج ......(قوله ولو ابتداء عندنا) یعنی انه لا یشترط استقبال القبله فی الابتداء......قلت:وذکر فی الحلیة عن غایة السروجی ان هذا روایة ابن المبارک ذکرها فی جوامع الفقه......ثم قال:علی ان ابن الملقن الشافعی قال:وعند ابی حنیفة وابی ثور یفتتح اولا الی القبلة استحبابا ثم یصلی کیف شاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ أعلم بالصواب: نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:

﴿چار رکعت والی سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کے طریقۂ ادائیگی میں فرق ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ چار رکعت والی سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے طریقۂ ادائیگی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو برائے مہربانی تفصیل کیساتھ بیان کیجئے۔ بینوا توجروا۔

مستفتی: عبداللہ کورنگی

﴿جواب﴾ چار رکعت والی سنت مؤکدہ کی ادائیگی میں صرف اتنا فرق ہیکہ سنت مؤکدہ کے قاعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ (اعوذ باللہ) نہیں پڑھا جائیگا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جس طرح چار رکعت والی فرض نماز میں نہیں پڑھا جاتا جبکہ سنت غیر مؤکدہ اور نوافل میں ہر شفع یعنی دو دو رکعت مستقل نماز ہے، اس لئے ہر شفع کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بڑھانا چاہیے اگر کوئی ان سنتوں کو بھی سنت مؤکدہ کی طرح پڑھ لیتا ہے تو نماز ہوجائیگی، البتہ زیادہ بہتر مذکورہ طریقہ ہے۔

لما فی الهندية: (۲/۱۲۵، الباب التاسع من النوافل طبع قديمي)

وفي الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لا يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم في القعدة الاولىٰ ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويستفتح ويتعوذ لان كل شفع صلاة.

لما في بدائع الصنائع: (۱/۲۹۲، طبع سعيد)

ان المتنفل اذا قام الى الثالثة لقصد الاداء ينبغي ان يستفتح فيقول سبحانك اللهم وبحمدك الخ كما يستفتح في الابتداء لان هذا بناء الافتتاح وكل ركعتين من النفل صلاة على حدة لكن بناء على التحريمة الاولىٰ فيأتي بالثناء المسنون فيه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ضیاء الدین

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۵

﴿رمضان المبارک میں تاخیر سے اوابین پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہم رمضان المبارک میں روزہ افطار کرنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے ہیں اور سنتیں پڑھتے ہیں پھر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد اوابین کی چھ رکعتیں پڑھتے ہیں، اتنے وقفے کے بعد یہ چھ رکعتیں اوابین شمار ہونگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ چھ رکعتیں اوابین ہی شمار ہونگی لیکن اتنے وقفہ کی وجہ سے کمال درجہ کا ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

لما في الحلبي الكبير: (ص ۳۲۳، طبع نعمانيه)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى اربعا بعد المغرب قبل ان يكلم احدا رفعت له في العليين.

لما في مراقي الفلاح وشرحه: (ص ۳۹۱، طبع قديمي)

عن عمار بن ياسر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى بعد المغرب ست ركعات غفرت ذنوبه ان كانت مثل زبد البحر..... (ولم يقيدفيه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بکونها قبل ان تکلم) فاما ان یحمل المطلق علی المقید لاتحاد الحادثة او یقال ان التقیید للکمال لا لتحصیل اصل الموعود به.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ضیاء الدین

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۴۷

﴿مغرب کی سنتیں اوابین میں شامل ہیں یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اوابین کی چھ رکعت مغرب کی دو سنتوں کے علاوہ ہیں یا ان کے ساتھ ملکر ہیں؟ نیز سنتوں کے بعد جو دو رکعت نفل ہیں اوابین ان دو کے ساتھ ملکر چھ ہیں یا ان دو سے الگ چھ ہیں؟ مستفتی: محمد ولی اللہ ڈیروی

﴿جواب﴾ اوابین کی چھ رکعتوں میں سنتوں کو شمار کرنا بھی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چھ رکعتیں دو سنتوں کے علاوہ پڑھی جائیں۔

لما فی مراقی الفلاح: (ص ۳۹۰، طبع قدیمی)

وندب ست رکعات بعد المغرب لقوله ﷺ من صلی بعد المغرب ست رکعات کتب من الاوابین وتلا قوله تعالیٰ انه کان للاوابین غفورا والاواب هو الذی اذا اذنب ذنبا بادر الیٰ التوبة...... وقد عطفنا المندوبات علی المؤکدات کما فی الکنز وغیره من المعتبرات وظاهره المغایرة فتکون الست فی المغرب غیر الرکعتین المؤکد تین وکذا فی الاربع بعد الظهر وقیل بها لما فی الدرایة انه علیه الصلاة والسلام قال من حافظ علی اربع رکعات قبل الظهر واربع بعدها حرمه الله علی النار ومثله فی الاختیار.

ولما فی البحر الرائق: (۲/۵۱، مطبوعه ایچ ایم سعید)

هل السنة المؤکدة محسوبة من المستحب فی الاربع بعد الظهر وبعد العشاء وفی الست بعد المغرب او لا، قال العلامة الشامیؒ فی منحة الخالق. وقد صرح بان الراتبة تحتسب منهما والتصریح بخلاف کل ثابت قال الشیخ اسماعیلؒ وفی المفتاح وندب ست رکعات بعد المغرب یعنی غیر سنة المغرب لقوله علیه السلام من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینهن بسوء عدلن عبادة ثنتی عشرة سنة کذا فی الایضاح.

لما فی الدر المختار: (۲/۴۵۳ مطبوعه امدادیه ملتان)

وهل تحتسب المؤکدة من المستحب ویؤدی الکل بتسلیمة واحدة؟ اختار الکمال: نعم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۲۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز نوافل سے سنتوں کی طرف انتقال درست ہے﴾

﴿سوال﴾ ظہر کی دو سنتوں کے بعد دو رکعت نفل کی نیت باندھی تھی کہ دوران نماز یاد آیا کہ میرے ذمہ ظہر کی چار سنتیں باقی ہیں، کیا اب میں دوران نماز سنتوں کی طرف انتقال کر سکتا ہوں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نوافل سے سنتوں کی طرف انتقال درست ہے دو رکعت اور ملا کر چار رکعتیں پوری کی جائیں تو ان سے ظہر کی چار رکعت سنت ادا ہو جائیں گی۔

لما فی الاشباہ:(ص۲۷،طبع قدیمی)

واما السنن الرواتب فاختلفوا فی اشتراط تعیینها،والصحیح المعتمد عدم الاشتراط وانها تصح بنية النفل وبمطلق النية.

ولما فی البحر:(۴۸/۲،طبع سعید)

قال فی التجنيس رجل صلیٰ رکعتین تطوعا وهو يظن ان الفجر لم يطلع فاذا الفجر طالع يجزئه عن رکعتی الفجر هو الصحيح لان السنة تطوع فتتأدى بنية التطوع.

ولما فی الدر المختار:(۴۲۲/۱،طبع سعید)

فيجوز بناء النفل على النفل وعلى الفرض وان كره لا فرض على فرض او نفل على الظاهر. قال العلامة الرافعیؒ(قوله فيجوز بناء النفل على النفل أیْ اتفاقا لما ان الكل صلاة بدليل ان القعود لا يفترض الا فی آخرها.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۷۲۰

﴿استخارہ کی تفصیل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ استخارہ کی حقیقت کیا ہے اور استخارہ کن کن امور کیلئے کر سکتے ہیں؟ اگر کسی وجہ سے استخارہ کی نماز پڑھنا مشکل ہو مثلاً عجلت کی وجہ سے یا عورت حیض ونفاس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتی تو کیا صرف دعا پر اکتفاء کرنے سے استخارہ ہو جائے گا؟ کیا استخارہ کیلئے خواب دیکھنا ضروری ہے؟ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔　　مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنی سمجھ اور فیصلہ پر اعتماد نہ کرے بلکہ معاملہ اپنے رب کے سپرد کرے اور اسی سے خیر وکامیابی کا طلب گار رہے، لھذا جب بھی کسی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مسلمان کو کوئی بھی جائز غیر واجب کام انجام دینا ہو جس کے اختیار کرنے میں خیر وشر دونوں پہلو ہوں تو ایسے امور کیلئے استخارہ کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھے اور اسکے بعد یہ مسنون دعا پڑھے، دعا درج ذیل ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔(رواه البخاری وهکذا فی الترمذی وابی داؤد ومشکوة)

اس دعا میں "ان هـذا الامـر" دو جگہ پر ذکر کیا گیا ہے، دونوں جگہ یہ لفظ پڑھنے کے بعد "اَعْنِیْ" بولکر اپنی حاجت کا مختصر لفظوں میں ذکر کرے یا کم از کم اپنی وہ حاجت خیال میں لے آئے، مسنون دعا یاد نہ ہو یا دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو مسنون دعا کے مفہوم کے ساتھ اپنی زبان میں دعا مانگے، بلکہ دعا کے بعد اپنی زبان میں بھی تفصیلی دعا مانگے مثلاً یوں دعا کرے کہ یا اللہ تو علم وقدرت والا ہے، میں تیرا عاجز بندہ ہوں، میں تجھ سے اس کام میں خیر کی دعا مانگتا ہوں اور تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں، یا اللہ نتیجہ کے لحاظ سے اس کام میں میرے لئے اگر بہتری ہے تو تو آسان فرما اور برکت عطا فرما، اور اگر اس میں میرے لئے شر ونقصان ہو تو مجھے اس کام سے دور رکھ اور اس کا نعم البدل عطا فرما۔

لما فی الترغیب والترهیب: ۱/۵۲۹،طبع حقانیة)

عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:من سعادة ابن آدم استخارته الله عز جل ،ومن شقوة ابن آدم ترکه استخارة الله.

ولما فی الفتوحات الربانیة:۳/ ۳۴۷، طبع بیروت)

(قوله اذا هم احدکم بالامر) ای اذا قصد الامر المهم المخیر بین فعله وترکه وتردد فی انه خیر فی ذاته او فی ایقاعه فی ذلک الوقت هم ،وفی تاخیره عنه ،فینبغی ان یستخیر فیطلب الخیر لیظهر له ببرکة الصلاة والدعاء ما هو الخیر.

ولما فی حاشیة الطحطاوی:۳۹۷،طبع قدیمی)

(وندب صلاة الاستخارة) ای طلب ما فیه الخیر وهی تکون لامر فی المستقبل لیظهر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الله تعالیٰ خیر الامرین۔

ولما فی عمدة القاری: ۷/۲۲۷، طبع رشیدیة)

استحباب صلاة الاستخارة والدعاء الماثور بعدها فی الامور التی لا یدری العبد وجه الصواب فیها.

ولما فی معارف السنن: ۴/۲۷۸ طبع سعید)

اذا تردد الانسان فی امر مباح او واجب غیر موقت فیتخیر ولا استخارة فی واجب موقت او حرام.

ولما فی حاشیة الطحطاوی: ۳۹۸، طبع قدیمی)

اعلم ان محل ندب الاستخارة انما هو فی الامور التی لایدری العبد وجه الصواب فیها اما ما هو معروف خیره او شره کالعبادات وصنائع المعروف والمعاصی والمنکرات فلاحجة الا الاستخارة فیها.

ایسا کوئی بھی عذر ہو جس میں نماز پڑھنا منع ہو یا وقت کی تنگی، کمی وغیرہ کیوجہ سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے تو صرف دعا پر اکتفاء کرنے سے بھی سنت استخارہ سے کفایت ہو جائیگی۔

لما فی رد المحتار: ۲/۲۷ طبع سعید)

ولو تعذرت علیه الصلاة استخار بالدعاء.

ولما فی حاشیة الطحطاوی: ۳۹۷ طبع قدیمی)

اذا تعذر علیه الصلاة استخار بالدعاء فقد روی الترمذی باسناد ضعیف عن ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ان النبی ﷺ کان اذا اراد الامر قال: اللهم خرلی واخترلی.

استخارہ ایک سنت عمل ہے، بندہ عمل کرنے کا مکلف ہے اور بس، یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ استخارہ کے بعد کوئی خواب نظر آئے گا جس میں خیر یا شر کی طرف اشارہ ہوگا احادیث سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے البتہ انشراح قلب یعنی اس کام کے بارے میں دل کا میلان واطمئنان جس طرف ہو اس کے مطابق بندہ فیصلہ کرے اور سات روز تک استخارہ کرنے کے باوجود دل کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو بندہ اس کام کیلئے آگے پیش رفت کرے اس میں کوئی شر اگر ہوگا تو رکاوٹ آجائے گی خواب دیکھنا کوئی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی نتیجہ میں اس کا اعتبار ہے البتہ ممکن ہے کسی کو خواب کے ذریعہ اشارہ ہو، لیکن اصل اعتبار دل کے میلان اور رجحان کا ہے۔

لما فی الفتوحات الربانیة: ۳/۳۵۵، ۳۵۶، طبع بیروت)

واذا استخار مضی بعدها لما ینشرح له صدره فان لم ینشرح صدره لشئی فالذی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یظهر ان یکرر الاستخارة بصلاتها ودعائها حتی ینشرح صدره لشئی وان زاد علی السبع والتقیید بها فی خبر انس الآتی جری علی الغالب اذ انشراح الصدر لایتأخر عن السبع.

ولما فی ایضا: ۲۸۱ رقم ۵۹۸۰ طبع مؤید ریاض)

عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی یسبق الٰی قلبک فان الخیر فیه.

ولما فی معارف السنن: ۲۷۸/۴ طبع سعید)

ولایلزم بعد الاستخارة البشارة بالرؤیا حیث لم یثبت له الوعد فی الاحادیث.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۳۸

﴿استخارہ کرانے کی حقیقت اور اسکا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے استخارہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو دعائے استخارہ کیسے پڑھے؟

﴿جواب﴾ استخارہ کرانے کا رواج موجودہ معاشرے میں اتنا عام ہوگیا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں سے استخارہ کی حقیقت اور اس کا سنت طریقہ ہی نکل گیا ہے لوگوں نے اپنی طرف سے اسمیں عجیب وغریب قسم کی باتیں شامل کی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کام کیلئے استخارہ کیا یا کرایا جاتا ہے وہ چاہے واجب ہو یا حرام مستحب ہو یا مکروہ، چھوٹا ہو یا بڑا شرعی حدود کی رعایت کئے بغیر خود استخارہ کرنے کے بجائے سب سے پہلے وہ کسی استخارہ سینٹر میں جائیگا یا فون پر کاروباری استخارہ کرانے والوں سے ایک معینہ رقم کے عوض استخارہ کرائیگا پھر وہ جو کچھ بتائے گا اسکو غیبی فیصلہ شمار کرکے اسی پر عمل کرے گا اور اگر کوئی ہمت کرکے خود استخارہ کرنا چاہے تو وہ کسی غیبی خبر یا خواب میں نظر آنے کو ضروری سمجھتے ہیں ورنہ انکی نظر میں استخارہ ہی نہیں ہوا۔

علاوہ اسکے لوگوں نے اور بے شمار قسم کی خرافات اور توہمات شامل کی ہیں جن پر عمل کرنے سے بجائے ثواب ملنے اور مقصد تک رسائی کے الٹا گناہگار ہوجاتا ہے۔

بعض علماء کرام نے اس کی اجازت دی ہے لیکن انکا مقصد بھی مستقل سنت استخارہ نہیں ہے، استخارہ کی ایک حیثیت چونکہ دعاء کی بھی ہے اور دوسروں کیلئے دعاء کرنا ایک ثابت عمل ہے اس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

درجہ میں انہوں نے استخارہ کی اجازت دی ہے ورنہ شارع علیہ السلام سے یا ائمہ مجتہدین کرام سے ایسی کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی۔

لہٰذا توہم پرست اور جعلی عامل لوگ استخارہ کا جو مفہوم پیش کررہے ہیں اس کے بجائے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے خود استخارہ کرے اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرے کیونکہ حدیث میں صاحب أمر ہی کو مخاطب کرکے صلاۃ استخارہ تعلیم فرمائی گئی ہے:

"اذاہم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین"

لمافی الرسائل لابن عابدین:(۱/۱۶۵)

"وقال الامام حافظ الدین النسفی فی الکنز :النیابة تجری فی العبادات المالیة عند العجز والقدرة ولم تجرفی البدنیة بحال وفی المرکب منهاتجری عند العجز فقط والشرط العجز الدائم الی وقت الموت ،وقال الامام الزیلعی :لان المقصود فی المالیة سد خلة المحتاج وذلک یحصل بفعل النائب کمایحصل بفعله ویحصل به تحمل المشقة باخراج المال کمایحصل بفعل نفسه فیتحقق معنی الابتلاء فیستوی فیه الحالتان ،ولاتجری فی البدنیةبحال من الاحوال لان المقصود منهااتعاب النفس الامارةبالسوء طلبالمرضاته تعالیٰ..... وذلک لایحصل بفعل النائب.فلاتجری فیهاالنیابةلعدم الفائدة".

ولمافی "الفتاوی یسألونک "لحسام الدین:(۲/۱۷۵)

والأصل فی الاستخارة أن یفعلها کل انسان لنفسه فانها صلاة والأصل أن کل انسان یصلی لنفسه ولایصلی أحد عن أحد ویدل علی ذلک ماورد فی حدیث جابر من قوله ﷺ "اذاهم أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین" ولکن یجوز للانسان أن یدعو لغیره والدعاء أمره واسع".

ولمافی حاشیة الجمل فی الفقه الشافعی لسلیمان بن عمر:(۴/۳۳۴)

"ظاهر الحدیث-أی الوارد فی تعلیم الاستخارة-أن الانسان لا یستخیر لغیره وجعله الشیخ محمد الحطاب المالکی محل نظر فقال:هل ورد أن الانسان یستخیر لغیره ؟ لم أقف فی ذلک علی شیئ ورأیت بعض المشائخ یفعله.قلت:قال بعض الفضلاء ربما یؤخذ من قوله ﷺ "من استطاع منکم أن ینفع أخاه فلینفعه "الجامع الصغیر"

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ أعلم بالصواب :عبدالباری پشتینی

۸ ربیع الأول ۱۴۳۲ھ   فتویٰ نمبر:۳۰۰۳

﴿استخارہ وہ شخص خود کرے جس کو کام درپیش ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ آج کل لوگوں کو جو کام درپیش

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو مثلاً: شادی وغیرہ تو کسی عالم یا بزرگ سے استخارہ کراتے ہیں اسکی کیا حیثیت ہے؟ برائے مہربانی اسکی وضاحت فرمائیں۔ مستفتیہ: ایک خاتون

﴿جواب﴾ استخارہ ایک مسنون عمل ہے بالکل آسان ہے کوئی مشکل نہیں ہے، البتہ موجودہ دور کے پیشہ ور عاملوں کے اخباری اشتہارات سے اور دیواروں پر چاکنگ سے عام ذہن یہ بنا کہ یہ عمل شاید صرف خاص لوگوں کا کام ہے انہی سے کروایا جاتا ہے، ان پیشہ ور عاملوں نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بھی بھر دیا ہے کہ استخارہ سے نتیجہ کا علم بھی ہو جاتا ہے کہ میرے لئے اس کام کا انجام اچھا ہوگا یا برا ہوگا یہ سب غلط دعوے ہیں۔

اصل مفہوم یہ ہے کہ جب بھی کسی مسلمان کو کوئی بھی جائز غیر واجب ایسا کام انجام دینا ہو جسکے انتخاب میں خیر وشر کے دونوں پہلو ہوں تو اسکے لئے استخارہ کرنا سنت ہے، دو رکعت نفل نماز اسی ارادہ سے پڑھنی چاہیے اور آخر میں استخارہ کی دعاء کو جو کہ نماز کی کتابوں میں عموماً درج ہوتی ہے پڑھنی چاہیے اور اگر دعاء نہ پڑھ سکے یا میسر نہ ہو تو اپنی زبان میں دعاء کریں۔

مثلاً: یہ دعاء کریں یا اللہ تو علم وقدرت والا ہے، میں تیرا عاجز بندہ ہوں، میں تجھ سے اس کام میں خیر کی دعاء مانگتا ہوں اور تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں یا اللہ نتیجہ کے لحاظ سے اس کام میں میرے لئے اگر بہتری ہے تو آسان فرما اور برکت عطا فرما اور اگر اس میں میرے لئے شر ونقصان ہو تو مجھے اس کام سے دور رکھیے اور اسکا نعم البدل عطا فرما، بہتر یہ ہے کہ سات روز تک یہ عمل جاری رکھے اور جلدی ہو تو ایک ہی دن میں یا وقت میں سات مرتبہ یہ عمل کرے، اس کے بعد چاہے تو عملی طور پر اسکی کوشش کرے اور ظاہری شواہد سے بھی صرف نظر نہ کرے پھر اس مقصد میں کامیاب ہو یا ناکام ہر دونوں صورتوں میں خیر ہی خیر ہوگی، دوران عمل خواب دیکھنا کوئی ضروری نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے، البتہ ممکن ہے کوئی اشارہ ہو جائے لیکن استخارہ صرف مذکورہ عمل ہی کا نام ہے۔

لما فی صحیح البخاری: (۲/۷۷۰)

حدثنا مطرف بن عبدالله ابو مصعب قال حدثنا عبدالرحمن بن ابی الموال عن محمد بن المنکدر عن جابر قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کالسورة من القرآن اذا هم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین ثم یقول اللهم انی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرك واسئلك من فضلك العظيم فانك تقدرولا اقدروتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري او قال في عاجل امري وآجله فاقدره لي وان كنت تعلم ان هذا الامر شرلي في ديني ومعاشي وعاقبة امري او قال في عاجل امري وآجله فاصرفه عني واصرفني عنه واقدرلي الخير حيث كان ثم ارضني به ويسمي حاجته.

واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی شکردرہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۸۸۱

۷ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

﴿فصل في التراويح﴾

﴿تراویح کے مسائل﴾

﴿آٹھ رکعات تراویح کو مؤخر کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آخری عشرہ میں ہماری مسجد میں چند معتکفین جب تراویح پڑھتے ہیں تو (۸) تراویح چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر بعد میں (۸) تراویح باآواز بلند پڑھتے ہیں۔ جن میں تقریباً ۳ سے ۴ سپارے سنتے ہیں ان کی تعداد جو تراویح چھوڑتے ہیں ۳ یا ۴ ہوتی ہے لیکن جب دوبارہ جماعت اسی جگہ۔ جہاں تراویح ہوتی ہیں کراتے ہیں تو ان کے ساتھ ۱۰ اسے ۱۲ آدمی اور مل جاتے ہیں بعض اوقات تعداد ۱۸ سے ۲۰ ہو جاتی ہے۔ جو لوگ ملتے ہیں وہ پہلے پوری تراویح پڑھ چکے ہوتے ہیں۔ کیا اس طرح علیحدہ جماعت کرانا درست ہے؟ اور جو لوگ مل جاتے ہیں کیا ان کا شمار نفل نماز کی جماعت کرانے کے مترادف ہوگا؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں معتکفین حضرات (۸) رکعات تراویح کو مؤخر کر رہے ہیں یہ جائز ہے۔ بشرطیکہ تین سے زیادہ آدمی نہ ہوں اگر تین سے زیادہ لوگ ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ نوافل کی جماعت رمضان میں ہو یا غیر رمضان، تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔ نوافل کی جماعت میں ۳ افراد کی حد تک گنجائش ہے ۴ افراد ہو جائیں تو یہ مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر معتکفین حضرات کو تراویح میں قرآن سننے کا شوق ہے تو وہ لوگ اس کی یہ صورت بنائیں کہ جب تمام نمازی مسجد سے چلے جائیں تو پھر وہ لوگ باقی ماندہ تراویح کو پورا کریں تاکہ نفل جماعت کی صورت نہ بننے پائے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی بدائع الصنائع:(۲۹۰/۱،طبع سعید)

ولا بأس لغیر الامام ان یصلی التراویح فی مسجدین لانه اقتداء التطوع بمن یصلی السنة و انه جائز کما و صلی المکتوبة ثم ادرك الجماعة و دخل فیها والله اعلم.اذا صلوا التراویح ثم ارادو ان یصلوها ثانیاً یصلون فرادی لا بجماعة لان الثانیة تطوع مطلق و التطوع المطلق بجماعة مکروه.

ولما فی مراقی الفلاح:(ص۳۸۶ ،قدیمی)

والجماعة فی النفل فی غیر تراویح مکروه فلاحتیاط ترکها فی الوتر خارج رمضان و عن شمس الائمة ان هذا فیما کان علی سبیل التدعی اما لو اقتدی واحد اواثنان بواحد لا یکره واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیه وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقاً.

ولما فی المحیط البرهانی: (۲۶۴/۲، ادارة القران)

ولا یصلی تطوعاً بجماعة الا قیام رمضان لماروی عن رسول الله ﷺانه قال " صلاة المرء فی بیته افضل من صلاته فی المسجد الاالمکتوبة،ولان الجماعة لاظهار الشعائر فیختص بالمکتوبات.

ولما فی ردالمحتار :(۴۹،۴۸/۲،طبع سعید)

ان الجماعة فی التطوع لیست الا فی قیام رمضان ،فان نفی السنیة لا یستلزم الکراهة نعم ان کان مع المواظبة کان بدعة فیکره.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد حامد یاسین ،بھکر

۵ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۶۵۲

﴿تراویح میں قعدۂ اخیرہ سہواً چھوڑ کر دو رکعت اور ملانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں دوسری رکعت پر قعدہ بھول گیا اور سہواً تیسری اور چوتھی رکعتیں بھی پڑھ لیں اور پھر آخر میں سجدہ سہو کرلیا عرض یہ ہے کہ یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور اگر صحیح ہے تو چاروں رکعتیں تراویح میں شمار ہونگی یا دو؟ اور اگر دو رکعتیں شمار ہونگی تو پہلی دو یا آخری دو؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں چاروں رکعات صحیح ہیں تاہم آخری دو رکعات تراویح شمار ہونگی پہلی دو رکعات تراویح شمار نہیں ہونگی۔

لما فی الهندیة:(۱۱۸/۱ طبع رشیدیه)

فی الفتاوی ولو صلی اربعا بتسلیمة ولم یقعد فی الثانیة ففی الاستحسان لا تفسد وهو اظهر الروایتین عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالی واذا لم تفسد قال محمد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بن الفضل تنوب الاربع عن تسليمة واحدة وهو الصحيح.

ولما في البحر:(۶۷/۲مطبع سعيد)

فلو صلى الامام اربعا بتسليمة ولم يقعد في الثانية فاظهر الروايتين عن ابي حنيفة وابي يوسف عدم الفساد ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة او تسليمتين قال ابو الليث تنوب عن تسليمتين وقال ابو جعفر وابن الفضل تنوب عن واحدة وهو الصحيح كذا في الظهيرية والخانية وفي المجتبى وعليه الفتوى.

ولما في الخانية:(۲۱۰/۱مطبع قديمي)

اذا صلى الامام اربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد في الثانية ففي القياس تفسد صلوته وهو قول محمد وزفر رحمهما الله ويلزمه قضاء هذه التسليمة وهو رواية عن أبي حنيفة وفي الاستحسان وهو اظهر الروايتين عن ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى لا تفسد واذا لم تفسد اختلفوا في قول ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى انها تنوب عن تسليمة او تسليمتين قال الفقيه ابو الليث تنوب عن تسليمتين لان الاربع لما جاز وجب ان ينوب عن تسليمتين ......وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رحمهما الله تعالى في التراويح تنوب الاربع عن تسليمه واحدة وهو الصحيح لان القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع فاذا تركها كان ينبغي ان تفسد صلوته أصلا كما وجه القياس وانما جاز استحسانا فأخذنا بالقياس وقلنا بفساد الشفع الاول وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة واذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني وقد أتمها فجاز عن تسليمة واحدة.

الجواب صحيح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۶ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر:۸۲۹

﴿چاند رات کے شک کی صورت میں وتر اور تراویح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کی انتیسویں شب کو عید الفطر کے چاند کی رؤیت کا اعلان تاخیر سے ہوا جبکہ تراویح اور وتر باجماعت پہلے ادا کر لئے گئے تھے، دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ صورت میں تراویح اور وتر کا کیا حکم ہے؟ وتر کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟ مذکورہ صورت کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔ مستفتی:محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں جبکہ چاند کی رؤیت یقینی طور پر ثابت نہ تھی اور بعد میں رؤیت کا اعلان ہوا تو جو تراویح ادا کی گئی ہے وہ نفل بن جائے گی اور وتر کی نماز جو باجماعت ادا کی گئی تھی وہ بلا کراہت جائز ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدرمع الرد:(۲/۴۸،۴۹،باب الوتر،طبع ایچ ایم سعید)

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذالک علی سبیل التداعی .بان یقتدی اربعة بواحد ة وفی الشامی:ویمکن ان یقال:الظاهران الجماعة فیه غیر مستحبة ثم ان کان ذلک أحیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروه وان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة لانه خلاف المتوارث.

ولما فی التبیین:(۱/۴۴۲،باب الوتر،طبع سعید)

ویوتر بجماعة فی رمضان فقط علیه اجماع المسلمین،یعنی عملا والا فقد ذکر فی الذخیرة ان الاقتداء فی الوتر خارج رمضان جائز وفی بعض الحواشی قال ویجوز عند بعض المشائخ قال بعضهم:لو صلاهابجماعة فی غیر رمضان له ذالک.

ولما فی الینابیع :التاتارخانیة:(۱/۴۸۷،مسائل الوتر،قدیمی کتب خانه)

ولو صلی الوترمع الامام فی غیررمضان لایحتسب ذالک .

ولمافی فتح القدیر:(۱/۴۸۷،فصل فی قیام رمضان،طبع رشیدیه)

وفی بعض الحواشی قال بعضهم :لوصلّاهابجماعة فی غیررمضان له ذالک وعدم الجماعة فیهافی غیررمضان لیس،لانه غیرمشروع بل باعتبار أنه یستحب تاخیرهاالی وقت یتعذرفیه الجماعة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: طاہرزمان

۲۰محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۷۶۵

﴿تراویح کو وتر کے بعد پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں بعض لوگ نماز تراویح سے قبل وتر منفردا پڑھتے ہیں پھر امام کیساتھ تراویح میں پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور وتر میں امام کیساتھ شرکت نہیں کرتے،کیا اس طرح کرنے سے وتر ہوجائیگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی وجہ سے تراویح وتر کے بعد پڑھ لی تو تراویح ہوجائیگی اسی طرح وتر بھی نماز تراویح سے پہلے پڑھ لی تو وتر ہو جائے گی،البتہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ وتر کو اخیر میں جماعت کیساتھ پڑھیں۔

لمافی حاشیة الطحطاوی:(ص۴۱۲،طبع قدیمی)

(ووقتها)ما(بعد صلاة العشاء)الی طلوع الفجر(و)لتبعیتها للعشاء(تقدیم الوتر علی التراویح وتاخیره عنها)وهو افضل حتی لو تبین فساد العشاء دون التراویح والوتر اعادواالعشاء ثم التراویح دون الوتر عند ابی حنیفة بوقوعها

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نافلة مطلقة في غير محلها هو الصحيح.

ولما في الشامي:(۴۴/۲ طبع سعيد)

(ووقتها بعد صلاة العشاء)الى الفجر (قبل الوتر وبعده)في الاصح فلو فاته بعضها وقام الامام الى الوتر اوتر معه ثم صلى ما فاته (قوله في الاصح)اى من اقوال ثلاثة :الاول ان وقتها الليل كله قبل العشاء وبعده،قبل الوتر وبعده لانها قيام الليل قال في البحر لم ار من صححه اه وظاهره انه يدخل وقتها من غروب الشمس.الثاني:.....الثالث:ماشى عليه المصنف تبعاللكنز وعزاه في الكافي الى الجمهور،وصححه في الهداية والخانية والمحيط بحر.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

۱۱ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۵۹

﴿تراویح کی چار رکعت ایک سلام کیساتھ پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص تراویح کی دو رکعت پر بیٹھ کر سہواً اُٹھ گیا اور چار رکعت پوری کرلی تو تراویح کی دو رکعت ہوگئیں یا چار رکعت؟اور اگر دو رکعت پرنہیں بیٹھا تو پھر کیا حکم ہے؟اوران میں پڑھا گیا قرآن مجید کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ اگر تراویح پڑھتے ہوئے کوئی دو رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھ کر کھڑا ہوا اور چار رکعات پڑھی تو چاروں رکعت ہوگئیں ،اور اگر دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھا تو صرف آخری دو رکعت ہوگئیں ،اس صورت میں سجدہ سہو بھی واجب ہے،اور پہلی دو رکعتوں کا اعادہ بھی اور ان میں پڑھا ہوا قرآن مجید بھی لوٹائے تاکہ ختم قرآن مکمل ہو۔

لما في فتاوى قاضي خان: (۲۱۰/۱،طبع:قديمي)

اذا صلى الا مام أربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد في الثانية في القياس تفسد صلاته وهو قول محمد وزفررحمهما الله وفي الا ستحسان وهو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهماالله تعالى لا تفسد ......وانما جاز استحسانا فأخذ نا بالقياس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالا ستحسان في حق بقاء التحريمة ،واذابقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني وقد أتمها بالقعدة فجاز عن تسليمة واحدة ،

ولما في الفتاوى العا لمگيرية :(۱۱۸/۱ طبع:رشيدية)

واذافسد الشفع وقد قرأفيه لايعتد بما قر أفيه ويعيد القرائة ليحصل له الختم في الصلاة الجائزة......عن أبي بكر الاسكاف أنه سئل عن رجل قام الى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية قال ان تذكر في القيام ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم وان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تذكر بعد ما سجد للثالثة فان أضاف اليها ركعة أخرى كانت هذه الاربع عن تسليمة واحدة ،وان قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه فعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين وهو صحيح .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

۱۳ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۴۵

﴿تراویح میں چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ تراویح کی چار رکعتیں قعدہ اولیٰ کے بغیر پڑھی گئیں کیا یہ چار رکعتیں شمار ہونگی یا دو؟ مستفتی: شیر علیم

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں چار رکعتیں دو رکعتوں کے قائم مقام ہوگئیں۔

لمافی الهندية:(۱۱۸/۱ طبع رشيديه)

وعن أبي بكر الاسكاف أنه سُئل عن رجل قام الى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية قال ان تذكر في القيام ينبغي ان يعود و يقعد ويسلم وان تذكر بعد ما سجد للثالثة فأن اضاف اليها ركعة اخرىٰ كانت هذه الاربع عن تسليمة واحدة.

لمافي الحلبي:(ص۴۰۸،طبع سهيل أكيڈمي لاهور)

(وان صلى اربع ركعات بتسلمية واحدة و) الحال (انه لم يقعد على ركعتين) منها قدر التشهد (تجزى) الاربع (عن تسليمة واحدة) اى عن ركعتين عند ابى حنيفة وابى يوسف (وهو المختار) اختاره الفقيه ابو جعفر و ابو بكر محمد بن الفضل قال قاضى خان:وهو الصحيح لان القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع فاذا تركها كان ينبغي ان تفسد صلاته اصلاً كما هو قول محمد و زفر وهو القياس وانما جاز على قول ابى حنيفة وابى يوسف استحساناً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز فیض آبادی

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۴۶۴

﴿بیٹھ کر تراویح پڑھنا اور پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہونے سے پہلے بیٹھے رہنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بعض لوگ نماز تراویح میں ہر شفعہ کی پہلی رکعت میں بیٹھے بیٹھے ہی امام کیساتھ تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور جب امام رکوع کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً اٹھ کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ تو بغیر تکبیر تحریمہ کہے ہی بیٹھے رہتے ہیں اور قرآن پاک سنتے رہتے ہیں جب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

امام رکوع کا ارادہ کرتا ہے تو اٹھ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے؟ نیز بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ جو لوگ بیٹھے ہوئے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور پھر کھڑے ہو کر رکوع میں شامل ہوتے ہیں اگر سستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو انکا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے کرتے ہیں تو مکروہ نہیں۔

جو لوگ بغیر تکبیر تحریمہ کہے بیٹھ کر قرآن پاک سنتے رہتے ہیں اور پھر رکوع کے وقت تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز تراویح میں شامل ہوتے ہیں تو واضح رہے کہ نماز تراویح پڑھنا ایک الگ سنت ہے اور نماز تراویح میں پورا قرآن پاک سننا ایک الگ سنت ہے تو یہ لوگ باوجود مسجد میں ہونے کے تراویح میں پورا قرآن پاک سننے کی سنت سے محروم رہ جاتے ہیں، لہٰذا ان کا یہ فعل پہلے لوگوں (جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ بیٹھ کر کہتے ہیں اور رکوع کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں) کی بنسبت زیادہ مکروہ ہے، نیز قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔

لمافی الدر المختار مع رد المحتار:(۴۸/۲، ایچ ایم سعید)

(وتكره قاعدا) لزيادة تأكدها، حتى قيل لاتصح (مع القدرة على القيام) كما يكره تاخير القيام الىٰ ركوع الامام للتشبه بالمنافقين.

(قوله وتكره قاعدا) أى تنزيها، لمافى الحلية وغيرها من أنهم اتفقوا على أنه لايستحب ذلك بلاعذر، لأنه خلاف المتوارث عن السلف (قوله حتى قيل الخ) أى قياسا على رواية الحسن عن الامام فى سنة الفجر، لان كلامنهما سنة مؤكدة: والصحيح الفرق بأن سنة الفجر مؤكدة بلا خلاف بخلاف تراويح كمافى الخانية، وقدمنا عبارتها فى بحث سنة الفجر. (قوله كما يكره الخ) ظاهره أنها تحريمة للعلة المذكورة وفى البحر عن الخانية: يكره للمقتدى أن يقعد فى التراويح فاذا اراد الامام أن يركع يقوم لان فيه اظهار التكاسل فى الصلوة والتشبه بالمنافقين قال تعالىٰ "واذا قاموا الىٰ الصلوة قاموا كسالىٰ". قال فى الحلية وفيه اشعار بأنه اذا لم يكن لكسل بل لكبر ونحوه لايكره وهو كذلك.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۵

﴿تراویح میں ختم قرآن کے بعد سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھنا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ رمضان المبارک میں حفاظ کرام نماز تراویح میں جب قرآن پاک ختم کرتے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں تو آخری رکعت میں سورۃ الناس کے بعد سورۃ البقرۃ کی چند آیات بھی تلاوت کرتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے کہ ''بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کو ختم کرنے کیساتھ ہی دوبارہ شروع کردے'' لہٰذا حفاظ کرام کا تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر ایسا کرنا بالکل درست ہے اور اسکا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حافظ انیسویں رکعت میں معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) دونوں پڑھ لے اور بیسویں (آخری) رکعت میں سورۃ فاتحہ کیساتھ سورۃ بقرۃ کی چند آیات شروع سے پڑھ لے۔

لمافی شرح التنویر:(۲/۲۶۹،طبع امدادیہ)

ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً الااذا ختم فيقرأ من البقرة.قال في الشامية:قوله (الااذا ختم الخ) قال في شرح المنية وفي الولوالجية:من يختم القرآن في الصلوة اذا فرغ من المعوذتين في الركعة الاولى يركع ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشئي من سورة البقرة ، لان النبي ﷺ قال: ''خير الناس الحالُّ المرتحل'' أي الخاتم المفتتح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم بالصواب:شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۳ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۲۴۹

﴿وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ شعبان کی انتیس تاریخ کو رات کو دیر تک معلوم نہیں ہوتا کہ کل رمضان ہے یا نہیں ہے، بعض لوگ وتر پڑھ لیتے ہیں کیا وتر کے بعد تراویح اداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک رہتا ہے، لہٰذا وتر کی نماز کے بعد تراویح پڑھنا درست ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لیں۔

لمافی التنویر وشرحہ:(۲/۴۹۲،مکتبہ امدادیہ)

ووقتها بعد صلاة العشاء الى الفجر قبل الوتر وبعده في الأصح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۵۲۷

﴿نماز عشاء سے پہلے تراویح پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پڑھنے سے پہلے تراویح کی نماز پڑھ لی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ تراویح کا وقت عشاء کی فرض نماز کے بعد ہے لہٰذا کسی نے عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے تراویح اگر پڑھ لی تو اس کی تراویح نہیں ہوگی، عشاء کی نماز کے بعد تراویح دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔

لمافی الهندیه: (۱/۱۱۵ طبع رشیدیه)

بخلاف التراویح فان وقتها بعد اداء العشاء فلا یعتد بما ادی قبل العشاء..........واما اعادة التراویح وسائر سنن العشاء فمتفق علیها اذ کان الوقت باقیا

ولمافی الدر المختار: (۲/۴۴، طبع سعید

(ووقتها بعد صلاة العشاء) الی الفجر (قبل الوتر وبعده فی الاصح

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا

۲۴ شعبان ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر

﴿عشاء کے فرض پڑھے بغیر تراویح پڑھانا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام صاحب رمضان المبارک میں عشاء کی فرض نماز پڑھے بغیر تراویح کی نماز پڑھائے تو شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد علی

﴿جواب﴾ تراویح کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد ہے فرض سے پہلے تراویح پڑھنے سے تراویح ادا نہ ہوگی عام نفلی نماز شمار ہوگی، لہٰذا کوئی امام صاحب فرض پڑھے بغیر تراویح پڑھائے تو امام صاحب کی خود تراویح ادا نہ ہوگی دیگر نمازیوں کی تراویح ادا شمار ہوگی بشرطیکہ نمازیوں نے فرض کے بعد تراویح پڑھی ہوں۔

لمافی الدر مع الرد: (۲/۴۳، طبع سعید)

قال العلامة الحصکفیؒ التراویح سنة للرجال والنساء ووقتها بعد صلاة العشاء

وفی الشامیة تحت قوله بعد صلاة العشاء قدر لفظ صلاة اشارة الی ان المراد بالعشاء الصلاة لا وقتها والی مافی النهر من ان المراد ما بعد الخروج منها حتی لو بنی التراویح علیها لا یصح.

ولمافی الشامی: (۱/۵۴۰، طبع سعید)

قال العلامة ابن عابدینؒ ثم اعلم أن ماذکره المصنف هنا مخالف لما قدمه فی شروط الصلاة بقوله وکفی مطلق نیة الصلاة لنفل وسنة وتراویح، وذکر الشارح هناك أنه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

المعتمد،ونقلناهناك عن البحرأنه ظاهرالرواية وقول عامة المشايخ وصححه في الهداية وغيرها،ورجحه الفتح،ونسبه الى المحققين،قلت:فعلى هذا يصح الاقتداء في التراويح وغيرهابمفترض وغيره،ومثلهاسائرالسنن الرواتب كماتفيده عبارة الخانية تأمل.

ولمافي الهندية:(۱/۱۲۸،طبع قديمي)

فان وقتها (أي التراويح) بعداداء العشاء فلا يعتدّ بما ادي قبل العشاء، و عندهما الوتر سنة العشاء كالتراويح فابتداء وقته بعداداء العشاء فتجب الاعادة اذاادي قبل العشاء.

ولمافي حلبي كبير:(ص۳۲۹،طبع نعمانيه)

وقال القاضي الامام ابوعلي النسفيّ الصحيح ان وقتها(أي التراويح)بعد العشاء لاتجوزقبلهاسواء كانت بعدالوتراوقبله وهوالمختار.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔ واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ ۔ فتویٰ نمبر:۲۲۹۴

﴿کیانماز تراویح صرف مردوں کیلئے پڑھنا ضروری ہے یا عورتوں کیلئے بھی؟﴾

﴿سوال﴾ کیا مردوں کی طرح عورتوں کیلئے بھی نماز تراویح پڑھنا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا بالاجماع سنت مؤکدہ ہے اور جیسے مردوں کیلئے نماز تراویح پڑھنا ضروری ہے ایسے ہی عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے لیکن عورتیں گھروں میں نماز تراویح ادا کریں۔

لمافي شرح التنوير:(۲/۴۳-۴۴،ایچ ایم سعید)

(التراويح سنة)مؤكدةلمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) اجماعا.قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله اجماعا) راجع الىٰ قول المتن سنة للرجال والنساء، وأشارالىٰ أنه لااعتدادبقول الروافض انها سنة الرجال فقط على مافي الدرر والكافي أو أنها ليست بسنة أصلا كماهو المشهور عنهم على مافي حاشية نوح، لأنهم أهل بدعة يتبعون أهواء هم لايعوّلون على كتاب ولاسنة ، وينكرون الأحاديث الصحيحة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔ واللہ اعلم:شاہداسحاق عفااللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ ۔ فتویٰ نمبر:۲۹۳

﴿کیا مرد اپنے گھر کی عورتوں کو نماز تراویح پڑھاسکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد اپنے گھر کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عورتوں کو نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں جب کہ نہ پڑھانے کی صورت میں یہ غالب گمان ہو کہ وہ تراویح ترک کریگی۔
مستفتی: عبدالسلام (چمن)

﴿جواب﴾ تراویح مرد عورت دونوں کیلئے سنت مؤکدہ ہے اور بلا وجہ سنت کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، اور اپنے گھر کی عورتوں کو مثلاً بیوی، والدہ، بہن وغیرہ کو تراویح پڑھانا بلا کراہت جائز ہے، اور واقعی یہ اندیشہ ہو کہ گھر پر اس کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں عورتیں تراویح نہیں پڑھیں گی تو بجائے مسجد کے گھر پر پڑھانے میں زیادہ ثواب ہے۔

لما فی الدر المختار: (۱/۵۶۶، طبع: ایم ایچ سعید)

کما تکرہ أمامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کأخته، أو زوجته، أو أمته، أما اذا کان معهن واحد ممن ذکر أو امهن فی المسجد لایکره

ولما فی الهندیه: (۱/۸۲ طبع: قدیمی)

امامة الرجل للمرأة جائزة اذا نوی الامام امامتها ولم یکن فی الخلوة

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته: (۲/۱۰۷۵ طبع: رشیدیه)

ولأن عمرؓ جمع الناس علی قیام شهر رمضان، الرجال علی أبی بن کعبؓ، والنساء علی سلیمان ابن أبی حثمةؓ

ولما فی مجموعة رسائل اللکنوی: (۵/۲۳۷)

تکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کأخته، أو زوجته، أو امته، أما اذا کان معهن واحد ممن ذکر أو أمهن فی المسجد لایکره.

ولما فی النهر الفائق: (۱/۲۴۴ طبع: قدیمی)

یکره للرجل أن یوم النساء فی بیت لیس معهن رجل ولا محرم منه کزوجته، وأمته وأخته، فان کانت واحدة منهن أوکان فی المسجد لم یکره.

ولما فی البحر الرائق: (۱/۳۵۲ طبع: ایم ایچ سعید)

وکذلک یکره أن یؤم النساء فی بیت ولیس معهن رجل ولا محرم منه مثل زوجته، أمته، وأخته، فان کانت واحدة منهن فلا یکره، الخ

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:

﴿تراویح کی کچھ رکعات جماعت سے رہ جائیں تو وتر کے بعد بھی ادا کر سکتے ہیں﴾

﴿سوال﴾ تراویح کی کچھ رکعات اگر جماعت سے رہ جائیں تو تراویح ختم ہونے پر پہلے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعات ادا کی جائیں یا وتر باجماعت میں شریک ہو جائے۔

﴿جواب﴾ تراویح سے فارغ ہو کر امام صاحب اگر اتنا وقفہ نہیں دیتے جسمیں باقی ماندہ تراویح پڑھنے کا موقع ملے تو ایسی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونا چاہیے اور باقی ماندہ تراویح بعد میں پوری کرنی چاہیے۔

لمافی التاتارخانية:(۱/۴۸۷،طبع قدیمی)

ولو صلى بها بعد الوتر يجوز، قال الشيخ الامام ابو على النسفى هذا القول اصح.

ولمافی الهندية:(۱/۱۲۹ طبع قدیمی)

واذا فاتته ترويحة اوترويحتان فلو اشتغل بهايفوت الوتر بالجماعة يشتغل بالوتر ثم يصلى مافاته من التراويح وبه كان يفتى الشيخ الامام الاستاذ ظهير الدين.

ولمافی تنویر الابصار وشرحه:(۲/۴۴ ایچ ایم سعید)

(ووقتها بعد صلاة العشاء) الى الفجر (قبل الوتر وبعد) فى الاصح فلو فاته بعضها وقام الامام الى الوتر اوتر معه ثم صلى مافاته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۹۲۴

﴿جس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اس کے لیے تراویح پڑھانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں جس آدمی نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو وہ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد اخلاق

﴿جواب﴾ جس شخص نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اس کے لیے تراویح پڑھانا جائز نہیں ہے ایسا شخص تراویح پڑھا دے تو اسکی اپنی نماز تراویح شمار نہ ہوگی کیونکہ تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے یہ نفل شمار ہوگی وقت کے اندر تراویح کا اعادہ کرنا ہوگا۔

لما فی الدر مع الرد:(۲/۴۴،طبع سعید)

(ووقتها بعد صلاة العشاء) الى الفجر (قبل الوتر وبعده) فى الأصح وفى الشامية: (قوله بعد صلاة العشاء) ذكر لفظ صلاة اشارة الى ان المراد بالعشاء الصلاة لاوقتها.

ولمافی الهندية:(۱/۱۱۵ طبع رشيديه)

والصحيح أن وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر قبل الوتر وبعده حتى لوتبين أن العشا صلاها بلا طهارة دون التراويح والوتر اعاد التراويح والعشاء دون الوتر لانها تبع للعشاء.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی قاضیخان:(۱/۲۳۵،طبع قدیمی)

وقال الامام أبوعلی النسفی الصحیح انہ لوصلی التراویح قبل العشاء لایجوز ولایکون تراویح وان صلوابعدالعشاء و بعد الوتر جاز و یکون.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد

۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ فتوی نمبر: ۱۹۵۳

﴿تراویح میں امام کے ساتھ تحریمہ میں شریک نہ ہونا﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز تراویح میں امام صاحب کے ساتھ شامل نہیں ہوتے بلکہ بیٹھے رہتے ہیں جب امام صاحب رکوع کیلئے جاتے ہیں تو ساتھ مل جاتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ بلا وجہ اس طرح تاخیر کرنے میں لا پرواہی اور سستی کا مظاہرہ ہے جسکو فقہاء کرام نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، اسکے علاوہ ایسے لوگوں کا ختم قران بھی مکمل شمار نہ ہوگا۔

لمافی الجوھرۃ النیرۃ:(۱/۱۲۷،طبع میر محمد کراچی)

ویکرہ للرجل تاخیر التحریمۃ بعد تحریمۃ الامام فیکون قاعداحتی اذا ارادالامام الرکوع نھض للرکوع مبادرا خوفا من ان تفوتہ الرکعۃ لما فیہ من التوانی فی عبادۃ اللہ قال اللہ تعالیٰ واذاقامو الیٰ الصلاۃ قامو کسالیٰ.

لما فی التا تار خانیۃ:(۱/۴۸۷،طبع قدیمی کراچی)

ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذاارادالامام ان یرکع یقوم لان فیہ اظھار التکاسل فی الصلاۃ والتشبہ بالمنافقین ومثلہ فی الشامیۃ:(۲/۴۹۹،طبع امدادیہ ملتان)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۷۷۳

﴿دو رکعات تراویح میں قعدہ کر کے چار ادا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز تراویح میں دو رکعت کے بعد قعدہ کر کے تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا اور چار رکعات پوری کر لی، پوچھنا یہ ہے کہ آخری دو رکعات کو بھی تراویح شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ نیز ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ اور آخری دو رکعات میں کی گئی تلاوت کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جب دو رکعات ادا کرنے کے بعد قعدہ کر کے مزید دو

رکعات ادا کیں تو چاروں رکعات تراویح شمار ہونگی، لہٰذا آخری دو رکعات میں کی گئی تلاوت کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے اور ایسی صورت میں سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوتا۔

لما فی قاضیخان:(۲۱۱/۱،طبع قدیمی)

وان قعد على الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه ،قال بعضهم: لايجوز الا عن تسليمة واحدة وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين و هو الصحيح،لانه جمع المتفرق ولم يخل بشيء، فيجوز كما لو أوجب على نفسه اربع ركعات بتسليمتين فصلى اربع بتسليمة واحدة وقعد في الثانية فانه يجوز فكذاههنا.

ولما فی الهندیة:(۱۱۸/۱،طبع رشیدیه)

وان قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه فعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين وهو الصحيح.

ولما فی شرح المنية:(ص۴۰۸،طبع سهيل اكيڈمی)

ولو قعد على رأس الركعتين جازت عن تسليمتين بالاتفاق.

ولما فی الجوهرة:(۱۹۸/۱۲۶،طبع مير محمد)

فان قعد فيها قدر التشهد قال بعضهم:لايجوز الاعن تسليمة واحدة وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين.

ولما فی المبسوط:(۱۴۸/۲،طبع بيروت لبنان)

فان قعد فيه خلاف والاصح أنه يجوز عن تسليمتين لان كل شفع صلوة على حدة ولهذا لو فسد الشفع الثاني فسد هو لا غير ولأنه لم يحل بينهما السلام الذي بمعنى الكلام فكان أحق بالجواز.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۱۳ المحرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۰۳

﴿تراویح کی فوت شدہ رکعتیں کب پڑھیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی تراویح کی دو یا چار رکعتیں جماعت سے رہ جائیں تو کیا ان رکعتوں کو وتر کی جماعت کے بعد پڑھے گا یا فوت شدہ رکعتیں پڑھ کر بعد میں وتر انفرادا پڑھے؟ مستفتی:عبدالشکور

﴿جواب﴾ ایسے شخص کو چاہیے کہ وتر کی نماز با جماعت اداء کرے اور اس کے بعد تراویح کی فوت شدہ رکعتیں پڑھے۔

لمافی تنوير الابصار وشرحه:(۴۹۲/۲،طبع سعيد)

فلو فاته بعضها وقام الامام الى الوتر اوتر معه ثم صلى ما فاته.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی حلبی کبیر:(ص۴۱۰،طبع نعمانیہ)

فاتته ترويحة او ترويحتان وقام الامام الى الوتر ذكر فى واقعات الناطفى عن ابى عبد الله الزعفرانى انه يوتر مع الامام ثم يقضى مافاته وهكذا فى الهندية:(۱/۱۱۷)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:عبدالرزاق غفرلہ

۱۴محرم الحرام۱۴۲۹ھ فتوی نمبر:۱۰۹۷

﴿تراویح میں منزل کا کچھ حصہ رہ جائے تو بعد میں مکمل کرنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص سے تراویح پڑھاتے ہوئے ایک یا چند آیتیں چھوٹ جائیں تو اسکی نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز جو آیتیں رہ گئیں ہیں انکے اعادے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ مستفتی:عبدالحکیم کشمیری

﴿جواب﴾ تراویح میں حافظ قرآن سے کوئی آیت یا چند آیتیں چھوٹ جائیں تو نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ منزل میں ترتیب کی رعایت رکھنا مستحب ہے۔

لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ دوگانہ سے فارغ ہو کر منزل کو دیکھ لیں اور دوسرے دوگانہ میں چھوٹی ہوئی آیات کو پڑھنے کے بعد جو منزل آگے پڑھی تھی دوبارہ پڑھ لے اور کسی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ختم مکمل ہونا چاہیے۔

لما فی الهندية:(۱/۱۱۸،طبع رشيديه)

واذا غلط فى القرأة فى التراويح فترك سورة او اية وقرأ مابعدها فالمستحب له ان يقرء المتروكة ثم المقرؤة ليكون على الترتيب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۴محرم الحرام۱۴۲۹ھ فتوی نمبر:۱۰۹۸

﴿تراویح میں قراءت کے دوران سستی کی وجہ سے بیٹھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں امام صاحب کی قراءت کے دوران زید بیٹھا رہتا ہے اور جب امام صاحب رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہتے ہیں تو موصوف کھڑے ہو کر نیت کر کے نماز میں شامل ہو جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ زید کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟ اور شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اسکو کوئی عذر اور مرض وغیرہ لاحق نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ زید کا یہ عمل شرعاً مکروہ ہے اور یہ سستی اور کاہلی کا نتیجہ ہے، قرآن کریم میں اس کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

منافقین کے اوصاف میں بیان کیا گیا ہے اور ایک مسلمان کی شان کے لائق نہیں کہ وہ منافقین کے اوصاف میں سے کوئی وصف اختیار کرے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لمافی قوله تعالیٰ: و اذا قاموا الیٰ الصلاة قاموا کسالیٰ......الاية.

قال العلامة آلوسیؒ تحت شرح هذه الاية ،واذا قاموا(الخ)(روح المعانی:۱۷۵/۵): ای متثاقلین، متباطئین ولارغبة کالمکره علی الفعل.

ولمافی الدر المختار:(۴۸/۲، طبع سعید)

یکره تاخیر القیام الیٰ رکوع الامام للتشبه بالمنافقین.

وفی الشامیة تحته: ظاهره انها تحریمیة للعلة المذکورة، وفی البحر عن الخانیة یکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیه اظهار التکاسل فی الصلاة والتشبه بالمنافقین ،قال الله تعالیٰ واذا قاموا الیٰ الصلاة قاموا کسالیٰ.

ولمافی حلبی کبیر:(ص ۴۱۰، طبع سهیل اکیڈمی)

ویکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیه اظهار التکاسل و التشبه بالمنافقین قال الله تعالیٰ واذا قاموا الیٰ الصلاة قاموا کسالیٰ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالرزاق غفرلہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰

﴿تراویح میں سجدۂ تلاوت کے لئے اعلان کرنا منع نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ تراویح میں اکثر یہ اعلان کیا جاتا ہے، کہ فلاں رکعت میں سجدۂ تلاوت ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: ایک مسلم

﴿جواب﴾ سجدۂ تلاوت کے لئے پہلے سے اعلان کرنا نہ کوئی ضروری ہے، نہ اسکی ممانعت ہے، تکبیر کہہ کر امام سجدہ میں جائیگا، تو مقتدی بھی متابعت کرتے ہوئے سجدہ میں جائیں گے۔ البتہ مجمع بہت بڑا ہو، اور پچھلی صفوں میں نمازی لوگوں کو امام صاحب اور اگلی صفوں کا حال معلوم ہونے میں تاخیر ہوسکتی ہو، جس کی وجہ سے نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسے مجمع میں پہلے سے اس کا اعلان کرنا بہتر ہے۔

لما فی الشامی:(۱۰۵/۱ طبع: سعید

(قوله فالتعریف بناء علیه) ای علی أن الاصل الاباحة، اقول: هذا الجواب نافع فیما

سکت عنه الشارع وبقی علی الاباحة الاصلیة۔

ولما فی الشامی:(۱/۳۷۱، طبع: سعید)

قال فی النهر عن المعراج:واما ما یفعل عقب الصلاة من السجدة فمکروه اجماعاً،لان العوام یعتقدون انها واجبة او سنة ای وکل جائز اذی الی اعتقاده ذالک کره."وفی الشامی ایضاً ۱۲۰/۲"وما یفعل عقیب الصلاة فمکروه لان الجهال یعتقدونها سنة أو واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه۔

ولما فی الاشباه والنظائر:(ص۷۷، طبع: قدیمی کتب خانه)

القاعدة الرابعة:"المشقة تجلب التیسیر"

والاصل فیها قوله تعالیٰ "یریدالله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"وقوله تعالیٰ"وما جعل علیکم فی الدین من حرج"وفی حدیث"أحب الدین الی الله تعالیٰ الحنفیة السمحة"والسمحة السهلة ای أنها مبنیة علی السهولة۔

وفیها أیضاً:(ص۸۵)"القاعدة الرابعة"

ذکر بعضهم ان الأمر اذا ضاق اتسع واذااتسع ضاق۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۳ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۶۲۷

﴿مسجد خالی ہونے کا اندیشہ ہوتو تراویح الم ترکیف سے پڑھے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد ہے اس میں اگر قرآن کریم کا ختم ہوتو تراویح میں نمازی بہت کم ہو جاتے ہیں اور جو نمازی تراویح میں موجود ہوتے ہیں انکی بھی یہ کوشش ہوتی ہے کہ حافظ قرآن کریم اتنا تیز پڑھے کہ سوا پارہ پینتالیس (۴۵) منٹ میں ہو جائے صلوٰۃ وتر سمیت لیکن ان میں صرف ایک آدمی ہے جن کی خواہش یہ ہے کہ ہماری مسجد میں قرآن کریم کا ختم ہو، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ختم قرآن کریم جاری رکھا جائے اس ایک آدمی کی خواہش پر یا دوسروں کی وجہ سے نماز تراویح الم ترکیف الخ پر پڑھائی جائے؟ تاکہ تقلیلِ جماعت نہ ہواور نہ قرآن کریم کواتنا تیز پڑھا جائے کہ الفاظ سمجھ میں نہ آئیں بینوا توجروا۔

مستفتی:محمد احمد عفااللہ عنہ ڈی آئی خان

﴿جواب﴾ تراویح میں ختم قرآن کریم نہ صرف سنت ہے بلکہ اس کے اور بھی بہت سارے فائدے ہیں آنے والی نسلوں پر بھی اس عمل کے بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں معمولی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سے بہانوں کی وجہ سے اسکو ترک نہیں کرنا چاہیے، سوال میں ذکر کردہ صورتِ حال سمجھ میں نہیں آرہی، اس دور میں بلاشبہ دین سے لاپرواہی برتنے کا غلبہ ہے لیکن ساتھ ساتھ دینداروں کی محنت اور تحریکِ ایمانی کی برکت ہے کہ اگر کسی مسجد میں ختمِ قرآن سے گھبرانے والے ہوں تو انکے مقابلے میں چاہنے والے زیادہ ہونگے کم نہیں ہونگے پھر تھوڑی سی ترغیب سے اور اسکے فضائل بیان کرنے سے لاپرواہی برتنے والوں کو بھی آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

واقعی کسی مسجد میں صورتحال ایسی ہو جس طرح سوال میں بیان ہوا ہے تو پہلے ترغیب سے قوم کو تیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، امید ہے کامیابی ہوگی لیکن اگر اس کے باوجود بھی اکثر لوگ تیار نہ ہوں اور مسجد خالی ہونے کا واقعی اندیشہ ہو تو کوئی غیر حافظ الم ترکیف الخ سے تراویح پڑھادے، حافظِ قرآن کو چاہیے کہ وہ اپنا وظیفہ لوگوں کی سستی کی وجہ سے نہ چھوڑے کسی دوسری جگہ خواہ مسجد نہ ہو تراویح پڑھنے پڑھانے کی ترتیب بنائے اور ترغیب چلائے ان شاء اللہ سننے والے مل جائیں گے۔

لما فی التنویر وشرحہ:(۲/۴۷،طبع سعید)

"ولا يترك الختم لكسل القوم لكن في الاختيار: الافضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم ...... ومن لم يكن عالماباهل زمانه فهو جاهل.

وفي الشامية: "قوله الافضل في زماننا الخ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القرأة، حلية عن المحيط وفيه اشعار بأن هذا مبنى على اختلاف الزمان فقد تتغير الاحكام لاختلاف الزمان في كثير من المسائل على حسب المصالح فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة لكن لا يلزم منه عدم تركه اذا لزم منه تنفير القوم و تعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا فالظاهر اختيار الا خف على القوم.....الخ.

ولما في البحر الرائق:(۲/۶۸طبع سعيد)

"وذكر في المحيط والا ختيار أن الافضل أن يقرأ فيها مقدار ما لا يؤدى الىٰ تنفير القوم في زماننا لان تكثير الجمع افضل من تطويل القرأة.....هذا في المكتوبة فما ظنك في غيرها.

ولما في الهندية:(۱/۱۱۸،طبع رشيديه)

"والأفضل في زماننا أن يقرأ بما لا يؤدى الىٰ تنفير القوم عن الجماعة لكسلهم.....وهذا احسن كذا في الزاهدى.

ولما في بدائع الصنائع:(۱/۲۸۹،طبع سعيد)

"وأما في زماننا فالأفضل أن يقرأ الامام على حسب حال القوم من الرغبة والكسل فيقرأ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قدر ما لا یوجب تنفیر القوم عن الجماعۃ لان تکثیر الجماعۃ افضل من تطویل القرأۃ".

ولما فی مراقی الفلاح:(ص:۱۵۹،طبع قدیمی)

"(وان مل به) أی بختم القرآن فی الشهر (القوم قرأ بقدرما لا یؤدی الیٰ تنفیر هم فی المختار) لان الافضل فی زماننا ما لا یؤدی الیٰ تنفیر الجماعۃ کذا فی الاختیار...... ویکره الاقتصار علی مادون ثلاث آیات أوآیۃ طویلۃ بعد الفاتحۃ لترک الواجب.

وفی حاشیۃ الطحطاوی: "لان تکثیر القوم افضل من تطویل القرأۃ أی اکثرثوابا لانه یزاد بکل فرد صلاۃ و یتعلم جاهلهم من عالمهم و تعود برکۃ الکامل منهم علی الناقص......لترک الواجب أفاد به أنه مکروہ تحریماً.

واللہ اعلم بالصواب محمد شاکراللہ
فتویٰ نمبر:۱۱۶۵

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
۳صفرالخیر۱۴۲۹ھ

﴿فصل فی قضاء الفوائت﴾

﴿فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے مسائل﴾

﴿فوت شدہ نمازوں کیلئے اذان کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قضاء نماز کیلئے اذان اور اقامت کہی جاتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص تنہا قضاء نماز پڑھنا چاہے،تو اس آدمی کیلئے اذان اور اقامت کہنا شریعت سے ثابت نہیں ہے،اگر قضاء نماز جماعت کے ساتھ ادا کررہے ہیں تو پہلی نماز کیلئے آذان اور اقامت کہی جائے،اور باقی نمازوں کیلئے آذان کہنے میں اختیار ہے،البتہ اقامت ہر نماز کیلئے کہی جائے۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۳۹۰تا۳۹۱،طبع سعید)

ویسن أن (یؤذن ویقیم للفائتۃ) رافعا صوته لوبجماعۃ أوصحراء لا ببیته منفردا (وکذا) یسنان (لأولی الفوائت لا لفاسدۃ) ویخیر فیه للباقی لو فی مجلس وفعله أولی ویقیم للکل.

ولمافی الهدایۃ :(۱/۸۹،طبع رحمانیه)

فان فاته صلوات اذن للاولیٰ واقام لماروینا وکان مخیرا فی الناقی ان شاء اذن واقام لیکون القضاء علی حسب الاداء وان شاء اقتصر علی الاقامۃ

ولما فی حاشیۃ الطحطاوی:(ص:۲۰۱،طبع قدیمی)

(ویؤذن للفائتۃ ویقیم) کما فعله النبی ﷺ فی الفجر الذی قضاه غداۃ لیلۃ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

التعریس (وکذا) یؤذن ویقیم (لأولی الفوائت)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۴ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۳۹

﴿قضائے عمری کی حقیقت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پچھلے سال رمضان المبارک میں ہمارے علاقے میں یہ بات پھیل گئی اور مساجد میں اشتہارات کے ذریعہ اس کی تشہیر کی گئی جو شخص رمضان المبارک کے آخری جمعہ سے قبل چار رکعات نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے بعد آیۃ الکرسی (۷) بار اور سورۃ الکوثر پندرہ (۱۵) بار پڑھے، تو اس شخص کی پچھلی جتنی نمازیں فوت ہوئی ہیں یہ ان سب کے لئے کفارہ بن جائیگی۔ کیا اس بات کی کوئی حقیقت ہے؟ مستفتی: محمد معاذ سواتی

﴿جواب﴾ سوال میں جس نماز کا ذکر ہے اہل بدعت اس کو قضاء عمری کا نام دیتے ہیں، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی نصوص میں اور اقوال وعبارات فقہاء میں کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ یہ تو نصوص اور فقہاء کرام کے اقوال وعبارات کے بالکل خلاف ہے، دراصل شیطان اپنے چیلوں کے ذریعہ نمازوں کو قضاء کرنے پر جری بنانے کی کوشش کررہا ہے، تاکہ علم دین سے ناآشنا لوگوں کی سوچ بن جائے کہ نماز چھوڑنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، رمضان المبارک میں چار رکعات نماز ادا کرلیں گے وہ سب کے لئے کفارہ بن جائیگی، اس طرح اس سے ان نصوص کا بھی ابطال لازم آتا ہے جن میں فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔

ولما فی مجموعة رسائل اللکنوی (۹/۲) ادارة القرآن

واما ظنهم بان صلوة واحدة و صلوات خمسة تجزی عن جميع فوائت عمره فهو شناحة ثالثة لوجوه:

احدها: بان هذا امر لم يعهد نظيره فی الشرع فلم يرد فيه عبادة تكون قائمة مقام عبادات كثيرة ومجزئة عنها:

و ثانيها: ان القضاء دين من ديون الله، و قد تقرر فی مقره ان الدين لا يسقط عن ذمة المديون الا بالاداء او الابراء ومن المعلوم ان اداء صلوة واحدة او صلوات خمسة ليس باداء الصلوات كثيرة و لم يوجد الابراء فكيف يصح الاجزاء

و ثالثها: ان القضاء عبارة عن تسليم مثل الواجب، كما نصت عليه ائمة الاصول و

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

المثلية بين صلاة وحدة او صلوات خمسة لصلوات كثيرة غير معقول الاترى انه لو ادى من عليه اربع ركعات ثلاث ركعات ،او خمس ركعات لا يكون ذلك مجزنافكيف يكون فى ركعات عديدةاجزاء عن ألاف ركعة

و رابعها :ان قضاء الفرض فرض بالنص ،ومن المعلوم ان الفروض متضاحمة فلا بد من تعين ما يريد انه ، حتى تبرء ذمته فان فرضا من الفروض لايتادى بنيته فرض آخر ،كما نص عليه فى التبين فكيف يمكن ان تتادى صلوات كثيرة غير معينة بصلاة واحدة

وخامسها :انه ذكر فى الظهيرةية و البحر الرئق وغير هما :انه لو كانت الفوائت كثيرة فا شتغل بالقضاء يحتاج الى تعين الظهر والعصر ،وينوى ايضا ظهر يوم عليه انتهى فكيف يمكن ان تبراء الذمة بالواحةاو الخمسة عن الكثير الغير المتعينة

وسادسها:"انه ورد فى الحديث الصحيح:انما الاعمال بالنيات و انما لكل امرء ما نوى "اخرجه البخارى فى بداء صحيحه...... و هذا الحديث يدل على ان ثواب الاعمال او صحة الاعمال موقوف على النية ، وان المرء لا يحصل له الاثواب ما نوى او صحةما نوى لا غيره ،فكيف يمكن ان تتادى فوائت كثيرة لصلاة أديت بنيةالنقل ،فانما لكل امرء ما نوى وقد ذكر فى "فتح القدير"فى باب الوتر "عن التجنيس "و غيره :ان الفرض لايتادى بنيةالنقل ،ويجوز عكسه انتهى ......وبا لجملة فهذه الصلاةالتى اخترعوها مشتملة على مفاسد كثيرة ،وادائها مع ما زعموا انه قضاء لما فات خلاف المعقول والمنقول ،و مضاد للفروع ولا أصول و الذى يدل على ان الصلاةالمذكورة لا اصل لها خلوا لكتب المعتمده عن ذكر ها كا لبزاريه و الخلاصة و فتاوى قاضى خان والمحيط والذخيرة و خزانة الملتين والواقعات والنوازل والهداية وشروحهاالكفاية و البناية......وكمال الدراية للشمنى و الكنزوشروحه ......و الدعالمختار و حواشيه ......من المتون و الشروح و الفتاوى المشهورة و كذلك كتب الشافعية و المالكية و الحنبلية خالية عن ذلك و من المعلوم أنه لوكان لها أصل لبادروا الى ذكرها و ذكرهافضلها .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۶۰

﴿قضاء عمری﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص سے کئی سالوں کی نمازیں فوت ہوگئی ہوں تو ان نمازوں کی قضاء کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مستفتی: عادل بشیر

﴿جواب﴾ بلوغت کے بعد جتنی بھی نمازیں رہ گئی ہوں سب کی قضاء ضروری ہے اگر چہ کئی سالوں کی نمازیں قضاء ہوگئی ہوں نماز معاف نہیں ہوتی اور پڑھنے کا طریقہ کوئی الگ نہیں ہے،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البتہ حساب رکھنا چاہئے کہ کتنی باقی رہ گئی ہیں اور نماز کی تاریخ معلوم نہ ہو تو نیت کرتے وقت کم از کم اتنی تعیین کرنی چاہئے کہ سب سے پہلی فجر کی نماز مثلاً جو رہ گئی ہے اسکی قضاء کر رہا ہوں یعنی دل میں اس طرح خیال رکھ کر اگلی نماز پہلی فوت شدہ شمار ہوتی ہے

لمافي حاشية الطحطاوي: (ص:۲۴۷،طبع:قديمي)

ومن لا يدري كمية الفوائت يعمل بأكبر رايه فان لم يكن له راى يقض حتى يتقين أنه لم يبق عليه شئي.

ولما في في الفقه اسلامي وأدلته :(۱۱۶۱/۲،طبع:رشيديه)

قال الحنفية :من عليه فوائت كثيرة لا يدري عددها يجب عليه أن يقضي حتى يغلب على ظنه براءه زمته وعليه ان يعين الزمن فيتوى اول ظهر عليه ادرك وقته ولم يصله وذالك تسهيلاً عليه

ولما في الفتاوى العالمگيريه:(۱۲۵/۱،طبع:رشيديه)

اذامات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصى بأ ن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من برولِلوتر نصف صاع والصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲۵ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۲۴۳

﴿نماز جنازہ حاضر ہو تو نوافل اور قضاء کو مؤخر کریں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسجد کے ہال میں قضاء عمری نماز پڑھ رہا تھا مسجد سے باہر لان میں نماز جنازہ کھڑی ہوگئی اب پوچھنا یہ ہے کہ میرے لیے کیا حکم ہے کیا میں قضاء نماز پوری کروں یا نماز توڑ کر نماز جنازہ میں شامل ہو جاوں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنازہ حاضر ہو تو فرض عین ہو جاتا ہے۔ مستفتی: مصطفیٰ ابوبکر صدیق مسجد

﴿جواب﴾ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے بعض لوگوں کے ادا کرنے سے باقی لوگوں کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے اور یہ کہ موقع پر موجود لوگوں پر فرض عین ہو جاتا ہے یہ بعض علماء کرام کا قول ہے اگرچہ مفتیٰ بہ قول نہیں ہے لیکن اس پر علماء احناف کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں نفلی نماز توڑنے کا حکم ہے اس لیے کہ نماز جنازہ کا موقع نکل جائیگا جبکہ نوافل کی قضاء بعد میں بھی کرسکتا ہے البتہ فرض وقت کے اندر ہو تو جنازہ کیلئے توڑنا جائز نہیں ہے اور قضاء شدہ ہو تو اس کا خاص

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جزئیہ ہمیں نہیں ملا، تاہم فقہاء کرام نے نوافل توڑنے کا حکم دیتے ہوئے جو علت بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء نماز خصوصا قضاء عمری پڑھنے والے کے پاس نماز جنازہ شروع ہوجائے اور اس کو غالب گمان ہو کہ نماز پوری کرنے کی صورت میں نماز جنازہ میں شامل نہ ہو سکے گا تو مناسب موقع پر سلام پھیر کر نماز جنازہ میں شریک ہوجائے اور بعد میں قضاء نماز دوبارہ پڑھ لے اس لیئے کہ یہ نماز کا اپنا وقت تو ہے نہیں اور یہ شخص صاحب ترتیب بھی نہیں ہے تو مؤخر کرنے میں عمل توڑنے کے علاوہ کوئی اور شرعی محظور لازم نہیں آرہا جبکہ نماز جنازہ ایسی صورت میں بعض علماء کے ہاں فرض عین ہوجاتا ہے علاوہ ازیں نماز جنازہ کا تعلق حق غیر سے ہے اور قضاء خالص اللہ تعالٰی کریم کا حق ہے مزید یہ کہ قضاء نماز انفرادی عمل ہے اور نماز جنازہ اجتماعی عمل ہے اس لیئے نماز جنازہ میں شرکت ضروری ہے لیکن واضح حوالے چونکہ ہمیں نہیں ملے اس لیے دوسرے علماء کرام سے بھی مراجعت کرلیں۔

لما فی تنویرالا بصار مع الدر المختار:(۲۰۷/۲، طبع: سعید)

(والصلوة علیه)صفتها(فرض کفایة) بالاجماع فیکفر منکرها لانه انکر الاجماع قنیة وفی الشامیة قوله بالاجماع قلت یمکن تأویله ثبوتها بالسنة کما فی نظائره لکن ینافیه التصریح بالاجماع الا ان یقال ان الا جماع سنده السنة

وفی تقریرات الرافعی:(۱۱۹/۲،طبع :سعید)

(قول المصنف فرض کفایة)فی السندی ثم انه قیل کون صلاة الجنازة فرض کفایة مقیدبما اذالم یکن الناس حاضرین فی مجلس الجنازة لأنه ذکرفی فتاوی قاضی خان وظهیرالدین والمستصفی قال السید الامام ناصرالدین :واذالم یکن الناس حاضرین فی مجلس الجنازة ولم یعاینوهافالصلاة علیهافرض کفایة،وأما عندحضورهم ومشاهدتهم فالصلاة واجبة علی کل واحد من الناس بأداء نفسه لأنه حنیئذ فرض عین ولاخلاف فیه أصلاکذارأیته بخط بعض الفضلاء ونقله الملاعلی قاری عن فتوی أبی المعالی وهکذا وجدته بهامش المنح قد طالعت فی مختار الفتاوی ومتانته الروایات و غیرهمامن المعتبرات المتعددة فلم اجد احد اذکرانه تصیر فرض عین علی الحاضرین فلتراجع المسئلة وقوله ﷺصلوا علی صاحبکم؛ مع حضوره دلیل علی عدم افتراضها علیٰ کل حا ضر لکن الاولیٰ مراجعة الکتب التی نسب لها القول بالا فترا ض عند الحضور

ولما فی الد ر المختار:(۵۰/۱تا۵۱،طبع:سعید)

او کان فی النفل فجلی بجنا زةخاف فو تهاقطعه لامکان قضائه

وفی الشامیة قوله (لامکان قضائه)هذا التعلیل یفید جواز قطع الفرض للجنازة عن الامدادقلت عارضه ان الفرض قوی منها بخلا ف النفل ط الخ.

وایضا فی تنویر الابصار:(۶۶/۱،طبع:سعید)

(وقضاء الفرض والوا جب والسنه فرض و وا جب وسنة)لف نشر مرتب

ولمافی حاشیة الطحطا وی:(ص:۵۸۰،طبع:قدیمی)

(قوله فرض کفایة)بالاجماع فیکفر منکر هالانکاره الاجماع کذافی البدائع والقنیة والاصل فیه قوله تعالیٰ(صل علیهم)وقوله علیه السلام:صلواعلیٰ کل بروفاجر،، وانما کانت فرض کفایة لقو له علیه السلام؛صلوا علیٰ صاحبکم،ولو کانت فرض عین ما ترکهاولان فی الایجاب ای العینی علی للجمیع استحالةفاکتفیٰ بالابعض حموی الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:بندہ سمیع الرحمٰن دیروی

یکم ربیع الاول ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر:

﴿فوت شدہ نماز کی قضاء حالت مرض میں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص سے صحت کے زمانے میں نماز فوت ہوگئی اور اب وہ شخص سخت بیمار ہے اور وضوء بھی ان کیلئے نقصان دہ ہے تو ایسی حالت میں وہ قضاء کس طرح ادا کرے۔

﴿جواب﴾ اگر مرض کیوجہ سے وضونہیں کرسکتا تو تیمم سے نماز پڑھنا جائز ہے وقتی نماز ہو خواہ حالت صحت کی قضاء نماز ہو۔

لما فی الدر المختار: (۷۶/۲،طبع:سعید)

صلی فی مرضه بالتیمم والایماء مافاته فی صحته صح ولا یعید لوصح

فی الشامی تحت (قوله صح)لانه مخاطب بقضائها فی ذلک الوقت فیلزمه قضاء ها علی قدر وسعه.

ولما فی الهندیة :(۱۲۴/۱،طبع:قدیمی)

ومن حکمه أن الفائتة تقضی علی الصفة التی فاتت عنه الا لعذر وضرورة.

ولما فی البحر:(۷۹/۲،طبع:سعید)

ومن حکمه أن الفائتة تقضی علی الصفة التی فاتت عنه الا لعذر وضرورة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر:۳۱۹۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حالت صحت میں قضاء شدہ نمازیں بیماری کی حالت میں پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے صحت کی حالت میں نمازیں قضاء ہوگئی تھیں اور اب بیماری کی حالت میں انکی قضاء کرنا چاہتا ہے لیکن اب وضوء کرنے پر قادر نہیں ہے تیمم کیساتھ نماز پڑھتا ہے تو تیمم کے ساتھ اس صحت کی حالت میں قضا شدہ نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس وقت وضوء کرنے پر قادر تھا۔ مستفتی وقار احمد پشاوری

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ مسئولہ صورت میں اگر واقعی یہ شخص معذور ہے اور وضوء کرنے پر قادر نہیں ہے تو ایسی صورت میں یہ تیمم کر کے ان قضاء نمازوں کو پڑھ سکتا ہے جو حالت صحت میں قضاء ہوگئی تھی۔

لما فی الشامی:(۷۶/۲،طبع سعید)

صلی فی مرضه بالتیمم والایماء مافاته فی صحته صح ولا یعیدلوصح قوله صح لانه مخاطب بقضائها فی ذلک الوقت فیلزم قضائها علی قدر وسعه اما اذا لم یکن عذر فانه یلزم قضاء الفائته علی الصفة التی فاتت علیه.

لمافی البحر الرائق :(۷۹/۲،طبع سعید)

من حکمه ان الفائتة تقضیٰ علی الصفة التی فاتت عنه الا لعذر وضرورة.

لمافی خلاصة الفتاویٰ:(۱۹۱/۱،طبع رشیدیه)

رجل فاتته صلوٰة کثیرة فی حالة الصحة ثم مرض الرجل مرضا یضره الوضوء وکان یصلی بالتیمم ولا یقدر علی الرکوع والسجود ولا یمکنه اداء الصلاة الا بالایماء فأدی الفوائت فی حالة المرض بهذه الصفة جاز ولو صح وقدر علی القضاء فانما یسقط القضاء.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد عمران

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۸۵

﴿مرگی کی مریضہ کی فوت شدہ نمازوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا وہ بچپن سے مرگی کی مریضہ تھیں اور گذشتہ آٹھ سال سے تو نہ بول سکتی تھیں اور نہ کسی کو پہچان سکتی تھیں، ان آٹھ سالوں میں نہ روزہ رکھا اور نہ نماز پڑھی اور پھر انتقال بھی ایسی حالت میں ہوا کہ وصیت کی بھی قابل نہیں تھیں، پوچھنا یہ ہے کہ انکی یہ فوت شدہ نمازوں اور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

روزوں کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔　　مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ جب آپ کی والدہ نہ کسی کو پہچان سکتی تھیں اور نہ بول سکتی تھیں تو وہ غیر مکلفہ ہو گئیں، اس لئے ان آٹھ سالوں کے دوران تمام نمازیں اور روزے بھی ان کے ذمہ سے ساقط ہو گئے۔

لمافی رد المحتار:(۱۰۰/۲،طبع سعید)

جعل فی السراج المسئلة علی اربعة اوجه.ان زاد المرض علی یوم ولیلة وهو لایعقل فلا قضاء علیه اجماعاًوالاهو یعقل قضیٰ اذاصح اجماعاوان زادوهو یعقل اولا وهولا یعقل ففی الخلاف.

ولما فی نور الانوار:(ص۲۹۲،طبع امدادیه ملتان)

والجنون تسقط به العبادات المحتملة للسقوط،لا ضمان المتلفات ونفقة الاقارب والدیة کما فی الصبی بعینه وکذا الطلاق و العتاق ونحوهما من المضار غیر مشروع فی حقه لکنه اذا لم یمتد الحق بالنوم.....وحد الامتداد فی الصلاة علی یوم ولیلة.....وفی الصوم باستغراق الشهر.

ولما فی البحر الرائق:(۱۱۷/۲،طبع سعید)

و من جنّ او اغمی علیه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا وهذا استحسان والقیاس ان لا قضاء علیه اذا استوعب الاغماء وقت صلاة کاملة لتحقق العجز ووجه الاستحسان ان المدة اذا طالت.....والجنون کالاغماء علی صحیح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

۲۲صفر المظفر ۱۴۳۲ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۸۹۲

﴿وتر کی قضاء میں لوگوں کے سامنے تکبیر کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے﴾

﴿سوال﴾ میں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ قضا نمازیں مخفی طور پر پڑھنی چاہئیں اسلئے کہ نماز کو قضا کرنا ایک جرم اور گناہ ہے، لہٰذا اس کو ظاہر کئے بغیر مخفی طور پر ادا کریں ایک آدمی مسجد میں قضا نماز پڑھ رہا ہے اب وتر کی قضا میں دعائے قنوت کی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائیگا، اب یہ آدمی کیا کرے تکبیر پر ہاتھ اٹھائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر پڑھے؟

﴿جواب﴾ بلاشبہ قضا نمازیں مخفی طور پر ادا کرنی چاہئیں تا کہ اپنی کوتاہی لوگوں پر ظاہر نہ ہو، اس لئے وتر کی قضاء میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیر پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے، صرف تکبیر پر اکتفاء کرنا کافی ہے البتہ جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرتا ہو اور لوگوں پر اس کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لاپرواہی مخفی نہ ہو تو وہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھالے۔

ولمافی الشامیۃ:(۲/۲۲۲،طبع امدادیہ)

تحت قوله(رافعا يديه)أى سنة في حذاء أذنيه كتكبيرة الاحرام وهذا كما في الامداد عن مجمع الروايات لوفي الوقت امافي القضاء عند الناس فلا يرفع حتى لا يطلع أحد على تقصيره.

ولمافی مراقی الفلاح:(ص ۲۰۱،طبع قدیمی)

الا اذا قضاه أى عند الناس بدليل ما بعده برفعه متعلق بيرى عند من يراه أى سواء كان في المسجد أم في غيره واذا لم يكن أحد عنده يرفع وفيه ان صلاته ثلاث ركعات تؤذن بالتهاون وقد يقال أن الرفع أشد ايذانا في ذالك.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۲۵

﴿ایام تشریق میں قضاء نمازوں کی اداء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق کے ایام میں بیماری کیوجہ سے میری چند نمازیں رہ گئیں تھیں، ابھی میں ان نمازوں کی قضاء کر رہا ہوں تو کیا ان نمازوں کیساتھ تکبیرات بھی پڑھنا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپ پر صرف نمازوں کی قضاء لازم ہے تکبیرات پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ یہ حکم ایام تشریق کیساتھ خاص ہے۔

لمافی فتاوی التاتارخانیہ:(۲/۸۱،طبع قدیمی)

اذا فاتته صلاة في ايام التشريق وقضاها في غير ايام التشريق قضاها من غير تكبير.

ولمافی العالمگیریۃ:(۱/۱۵۲،طبع رشیدیہ)

وكذا لو فاتته صلاة في ايام التشريق فقضاها في غير ايام التشريق او قضاها في ايام التشريق من قابل لا يكبر عقيبها.

ولمافی الشامیۃ:(۲/۱۷۹،طبع سعید)

(قوله:او قضى فيها)......والمسألة رباعية فائتة غير العيد قضاها في ايام العيد، فائتة ايام العيد قضاها في غير ايام العيد،فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد من عام آخر فائتة ايام العيد قضاها في ايام العيد من عامه ذلك، ولا يكبر الا في الاخير فقط كذا في البحر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۱۶ رجب ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۰۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ قضاء نمازیں پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے یہ بھی بتادیں؟

﴿جواب﴾ قضاء نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو ادا نمازوں کا ہے صرف نیت میں قضاء نماز کا ذکر کرنا ہوگا اگر قضاء نمازیں بہت زیادہ ہیں اور انکی تعداد معلوم نہیں ہے تو اسکا بہتر طریقہ یہ ہیکہ ایک تعداد اندازے سے مقرر کرلیں مثلاً: دو برس کی نمازیں یا ظہر کی ۱۰۰ نمازیں میرے ذمہ ہیں پھر ہر وقتی نماز کیساتھ قضاء بھی پڑھتے رہیں اور ہر نماز قضاء کرتے وقت یہ نیت کر لیں کہ اس وقت کی مثلاً: ظہر کی جتنی نمازیں مثلاً: (۱۰۰) میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی قضاء نماز پڑھتا ہوں اسی طرح دوبارہ جب قضاء پڑھیں تو پھر یہی نیت کرلیں کہ اسوقت کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی قضاء پڑھتا ہوں۔

جتنی رکعتیں اصل ادا نماز کی ہیں اتنی ہی قضاء نماز میں پڑھنی ہیں مثلاً: ظہر چار رکعت ہے تو اسکی قضاء بھی چار رکعت ہوگی، مغرب تین رکعت ہے تو اسکی قضاء بھی تین رکعت ہوگی۔

فرض نمازوں کے علاوہ وتر جو واجب ہیں انکی قضاء بھی ضروری ہے، سنتوں کی قضاء نہیں ہے توبہ استغفار کریں صرف فجر کی سنتیں اسی دن اشراق کا وقت شروع ہونے سے لیکر زوال تک قضاء پڑھ سکتے ہیں اسکے بعد نہیں۔

لمافی شرح التنویر:(۶۶/۲،طبع سعید)

(قضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) ...... وجميع أوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية.

وفي الشامية: (قوله وقضاء الفرض الخ) ......قوله والسنة يوهم العموم كالفرض والواجب ليس كذلك فلو قال ومايقضي من السنة لرفع هذا الوهم رملي . قلت وأورد عليه الوتر ، فانه عندهم سنة ، وقضاؤه واجب في ظاهر الرواية لكن يجاب بأن كلامه مبني على قول الامام صاحب المذهب.

ولمافي شرح التنوير:(۷۶/۲-۷۷،طبع سعيد)

كثرت الفوائت نوى اول ظهر عليه أو آخره.

وفي الشامية:(قوله كثرت الفوائت الخ)...... فان أراد تسهيل الأمر يقول أول فجر مثلاً فانه اذا صلاه يصير مايليه أولا أو يقول آخر فجر، فان ما قبله يصير آخرا ولا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت.وقيل لا يلزمه التعيين أيضاكما في صوم ايام من رمضان واحد الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۴جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر:۴۰۳

﴿قضاء نمازیں احتیاطاً پڑھنے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص احتیاطاً قضاء نمازیں پڑھنا چاہتا ہو تو مغرب کے فرض اور عشاء کے وتر کی قضاء کس طرح پڑھے؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص احتیاطاً قضاء نمازیں پڑھنا چاہتا ہو تو مغرب کے فرض اور عشاء کے وتر کی بھی چار چار رکعت پڑھے مگر اس میں سورۃ فاتحہ کیساتھ کوئی اور سورۃ بھی ملائے اور تیسری رکعت کے بعد قعدہ بھی کرلے اور دعاء قنوت وتروں کی تیسری رکعت میں پڑھا کرے۔

لما في حاشيه الطحطاوي:(ص:۲۲۷طبع قديمي)

ومن قضى صلاة عمره مع انه لم يفته شئي منها احتياطاً قيل يكره وقيل لالأن كثيرامن السلف قدفعل ذلك لكن لايقضي في وقت تكره فيه النافلة والافضل أن يقرأفي الاخيرتين السورة مع الفاتحة لأنهانوافل من وجه فلأن يقرأالفاتحة ، السورة في أربع الفرض على احتماله أولى من أن يدع الواجب في النفل ويقنت في الوتر ويقعدقدر التشهدفي ثالثته ثم يصلي ركعةرابعةفان كان وترأفقد أداه وان لم يكن فقدصلى التطوع اربعاًولايضره التعودوكذايصلي المغرب أربعاًبثلاث قعدات والاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل.

ولما في البحر الرائق:(۸۰/۲طبع سعيد)

رجل يقضي صلوة عمره مع انه لم يفته شئي منها احتياطاًقال بعضهم يكره وقال لايكره لانه أخذبالاحتياط لكنه لايقضي بعدصلاة الفجرولا بعد صلاة العصرويقرأفي الركعات كلهاالفاتحةمع السورة.ه وقدقدمناعن مآل الفتاوى أنه يصلي المغرب أربعاًبثلاث قعدات وكذاالوتر.وكذافي الهندية:(۱۲۲/۱)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی
فتویٰ نمبر:۲۰۹۶

﴿قضاء سفر اور قضاء حضر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران سفر جو نماز فوت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو جائے حالت حضر میں کتنی رکعات قضاء کرنی چاہئے اسی طرح مقیم ہونے کی حالت میں فوت شدہ نماز کو دوران سفر کتنی پڑھنی چاہیے؟

﴿جواب﴾ وقت میں نماز جیسے فرض تھی قضاء بھی ویسے ہی ضروری ہے، لہذا سفر میں نماز اگر رہ گئی تو اسکی قضاء سفر میں ہو یا حضر میں قصر ہی ضروری ہے، اسی طرح حالت سفر میں ایسی نمازوں کو لوٹانے کا موقع ملے جو دوران اقامت رہ گئی تھیں تو پوری پڑھنا ضروری ہے.

لما في الهداية: (۱۷۶/۱، طبع: رحمانيه)

ومن فاتته صلوٰة في السفر قضاها في الحضر ركعتين ،ومن فاتته في الحضر قضاها في السفر اربعاً لأن القضاء بحسب الأداء.

ولما في البحر: (۱۳۷/۲، طبع: سعيد)

(قوله وفائتة السفر والحضر تقضى ركعتن واربعاً) لف ونشر مرتب أي فائتة السفر تقضى ركعتين وفائتة الحضر تقضى أربعاً لأن القضاء بحسب الأداء.

ولما في خلاصة الفتاوى: (۲۰۲/۱، طبع: رشيديه)

اذا كان الرجل مقيما في اول الوقت فلم يصل حتى سافر في أخر الوقت كان عليه صلوٰة السفر وان لم يبق من الوقت الا قدر ما يسع فيه بعض الصلوٰة ---- ولو كان مسفراً في أول الوقت ان صلى صلوٰة السفر ثم أقام في الوقت لا يتغير فرضه اربعا وان لم يبق من الوقت الا قدر ما يسع فيه بعض الصلوٰة ..... وان أقام بعد الوقت يقضي صلوٰة المسافر.

ولما في الفقه الا سلامي: (۱۳۷۰/۲ تا ۱۳۷۱، طبع: رشيديه)

من فاتته صلاة في السفر قضاها في الحضر ركعتين، كما فاتته في السفر ،من فاتته صلاة في الحضر قضاها في السفر أربعاً، لأنه بعد ماتقرر لا يتغير ،ولأن القضاء بحسب الأداء

واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی
فتویٰ نمبر: ۳۱۶۹

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۱ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ

﴿دوران سفر فوت شدہ نماز کی قضاء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے کہ سفر کی حالت میں اگر ایک شخص سے نماز فوت ہو جائے اور پھر اقامت کی حالت میں اسی نماز کو ادا کرنا چاہے تو کیا وہ شخص یہ نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟

مستفتی: حامد خان

﴿جواب﴾ نماز جیسے فوت ہوئی ہے ویسے ہی اسکی قضاء ضروری ہے، لہذا سفر میں نماز اگر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فوت ہوئی تو اقامت کے بعد بھی قصر پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح اقامت میں کسی کی نماز فوت ہوئی اور سفر میں قضاء کرنے کا موقع ملے تو پوری نماز پڑھنا ضروری ہے۔

لمافی الشامی:(۷۶/۲،طبع سعید)

ولذایقضی المسافرفائتة الحضر الرباعية أربعاويقضى المقيم فائتة السفر ركعتين.

ولمافی الهندية:(۱۲۱/۱ طبع رشيديه)

ومن حكمه أن الفائتة تقضى على الصفة التي فاتت عنه الالعذروضرورة فيقضى مسافرفي السفرمافاته في الحضرمن الفرائض الرباعى أربعاوالمقيم في الاقامة مافاته في السفر منها ركعتين وكذا في البحر الرائق:(۷۹/۲)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر:

﴿سفر کی قضاء مقیم کی قضاء کی اقتداء میں جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقیم اور مسافر دونوں کی ظہر کی نماز قضاء ہوگئی اب عصر کے وقت میں مسافر مقیم کی اقتداء کر کے ظہر کی قضاء نماز ادا کر سکتا ہے۔ایک مولوی صاحب کہتے ہیں نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ مستفتی: ولی محمد کوئٹہ

﴿جواب﴾ مولوی صاحب نے صحیح بتایا ہے چونکہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولی فرض تھا اور مقیم امام کے حق میں واجب، اس لئے اس صورت میں اقتداء القوی خلف الضعیف لازم آرہا ہے جس کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی۔

لما فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح :(۲۲۸،طبع قدیمی)

(وان اقتدى مسافر بمقيم) يصلى رباعية ولو في التشهد الاخير (في الوقت صح)اقتداوه (و اتمها اربعا) تبعا لامامه و اتصال المغيربالسبب الذى هوالوقت و لو خرج الوقت قبل اتمامه او ترك الامام القعدالاول في الصحيح (و بعده)اى بعد خروج الوقت(لايصح)اقتداوه المسافر بالمقيم ولو كان احرام المقيم قبل خروج الوقت لان فرضه لايتغير بعد خروجه.

ولما فی درالمختار :(۱۳۰/۲، طبع رشیدیه)

اما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت و يتم لا بعده فيما يتغير لانه اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة لو اقتدى في الاوليين او القرأة لو في الاخريين ـــــقال الامام ابن عابدين الشامي (قوله فيصح في الوقت ويتم)ـــــ(قوله

لابعده)ای لا یصح اقتداوہ بعد الوقت لعدم تغیرہ لانتضاء السبب

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۸۰۸

﴿صاحب ترتیب کیلئے پہلے قضاء نماز پڑھنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک صاحب ترتیب شخص سے مغرب کی نماز فوت ہوگئی عشاء کی نماز کے بعد اس نے مغرب کی قضاء کرلی، بعد میں اسکو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ پہلے مغرب کی قضاء کرنی چاہیے تھی بعد میں عشاء کی نماز پڑھنی چاہیے تھی، پوچھنا یہ ہے کہ وہ دوبارہ مغرب کی قضاء کے بعد عشاء کی قضاء کرے یا نہیں؟ یاد رہے کہ اس واقعہ کو گزرے ہوئے دو دن ہوگئے ہیں، نیز مسئلہ معلوم ہونے پر اب وہ تردد میں ہے کہ میں صاحب ترتیب رہا یا نہیں؟ مستفتی: محمد فیضان صاحب کورنگی

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص کو چاہیے تھا کہ مغرب کی قضاء کرتا اور بعد میں عشاء کی نماز پڑھتا لیکن جب اس نے عشاء کو مقدم کیا اور مغرب کی نماز بعد میں پڑھی تو اسکے بعد دوبارہ عشاء پڑھنی چاہیے تھی لیکن جب اس نے اسکے بعد چھ نمازیں اور پڑھ لیں تو اب یہ تمام نمازیں صحیح ہوگئیں اور یہ شخص صاحب ترتیب بھی ہے کیونکہ صاحب ترتیب اس شخص کو کہتے ہیں جسکے ذمہ کوئی نماز باقی نہ ہو۔

لما فی الهداية:(۱/۱۵٦،طبع رحمانيه)

ومن صلى العصر وهو ذاكر انه لم يصل الظهر فهى فاسدة الا اذا كان فى آخر الوقت واذافسدت الفرضية لا يبطل اصل الصلوة عند ابى حنيفة..... ثم العصر يفسد فسادا موقوفاحتىٰ لوصلى ست صلوات ولم يعدالظهرانقلب الكل جائزاً وهذا عندابى حنيفة.

ولما فى حلبى كبير:(ص۵۳۰،طبع سهيل اكيڈمی)

لو صلى فرضاذاكراان عليه فائتة قبله فسد فرضه فساده موقوفاعندابى حنيفة......حتى صلىٰ ستا وهوذاكرلها عادالكل صحيحا.

ولمافى مجموعة قواعدالفقه:(ص۳۲۵طبع ميرمحمد)

صاحب الترتيب من لم تكن عليه الفوائت ستاغير الوتر من غيرضيق الوقت والنسيان.

ولمافى الشامية:(۲/۵۲۹طبع امداديه)

واما اذاقضى الكل فالظاهر انه يلزمه ترتيب جديد فلايقال انه عاد تأمل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۹۱۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فوت شدہ نماز اور وقتیہ نماز کے درمیان ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مستفتی: طارق علیم

﴿جواب﴾ فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھنا صاحب ترتیب کیلئے ضروری ہے، صاحب ترتیب وہ نمازی ہے جس کے ذمہ بلوغت کے بعد سے لیکر اب تک چھ نمازیں قضاء نہ ہوں۔

ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی نماز قضاء ہو جائے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز پڑھے پھر وقتیہ پڑھے، البتہ قضاء نماز بھول گیا ہو یا وقت اتنا کم رہ گیا ہو کہ قضاء پڑھنے کی صورت میں وقتی نماز بھی قضاء ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہوتا، بھول اور تنگی وقت کا عذر نہ ہو اور وقتیہ نماز کو فوت شدہ سے پہلے پڑھ لی تو نماز نہیں ہوگی۔

لما فی لترمذی: (۵۲/۱، طبع: فاروقی کتب خانہ)

عن أبی عبیدۃ ابن عبد اللہ بن مسعودؓ قال: قال عبداللہ: ان المشرکین شغلوا رسول اللہ ﷺ عن أربع صلوت یوم الخندق حتی ذھب من اللیل ماشاء اللہ فأمر بلالا فأذن ثم أقام فصلی الظھر ثم أقام فصلی العصر ثم أقام فصلی المغرب ثم أقام فصلی العشاء.

ولما فی الھندیہ: (۱۳۲/۱، طبع: قدیمی)

لترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ وبین الفوائت مستحق کذا فی الکافی، حتی لا یجوز أداء الوقتیۃ قبل قضاء الفائتۃ

ولمافی الھدایۃ: (۱۶۱/۱، طبع: رحمانیہ)

ومن فاتتہ صلوۃ قضاھا اذا ذکرھا، وقدمھا علی فرض الوقت ولاصل فیہ، ان الترتیب بین الفوائت وفرض الوقت عندنا مستحق .....ولو خاف فوت الوقت یقدم الوقتیۃ ثم یقضیھا لان الترتیب یسقط بضیق الوقت وکذا بالنسیان وکثرۃ الفوائت کیلا یأدی الی تفویت الوقتیۃ

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۳۳۴

﴿قضاء نماز کا خیال نہ رہا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب ترتیب کو وقتی نماز کا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

خیال نہیں تھا تو دوران قضاء یاد آجائے تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ پہلے قضاء کرے یا اس نماز کو پورا کرے۔

مستفتی: مولوی محمد احمد

﴿جواب﴾ صاحب ترتیب سے بھول کیوجہ سے وجوب ترتیب ساقط ہو جاتا ہے بشرطیکہ دوران نماز بھی قضاء یاد نہ آئے،

دوران نماز یاد آنے کی صورت میں وقتی فرض نماز کی فرضیت باطل ہو جاتی ہے لہذا دوران نماز اگر چہ قعدہ آخرہ میں فوت شدہ نماز صاحب ترتیب کو یاد آئی اس نماز کو پورا کرے تاکہ کم از کم نفل ہو جائے پھر فوت شدہ کی قضاء کرے اس کے بعد وقتی نماز دوبارہ پڑھے، جیسا کہ ذیل کی حدیث میں یہی حکم ہے،

لمافی الحبلی الکبیری: (ص:۴۵۲،طبع:نعمانیه)

عن ابن عمرؓ قال :قال رسول ﷺمن نسی صلوۃ فلم یذکرھا الا وھو مع الا مام فلیتم صلوته فاذافرغ من صلوته فلیعد التی نسی ثم لیعد التی صلاھا مع الا مام.

ولما فی حاشیته الطحطاوی :(ص:۱۳۲۱قدیمی)

والا صل فی لزوم الترتیب قوله ﷺ "من نا عن صلاۃ او نسیھا فلم یذکر ھا الا وھو یصلی مع الا مام فلیصل التی ھو فیھا ثم لیقض التی تذکر ثم لیعد التی صلی مع الا مام وھو خبر مشھور تلقه العلماء بالقبول فیثبت به الفرض العملی ورتب التی ﷺ قضاء للفوائت یوم الخندق

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیزاللہ آغا چمنی

۲۱صفرالخیر۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۷۰

﴿قضاء نمازوں کے لوٹانے کا اہتمام کرتے ہوئے انتقال ہو جائے تو...﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک شخص آج (۵۳) سال کا ہے اندازاً دس (۱۰) سال کی نمازیں اس نے پڑھی ہونگی، اب وہ نیت کر کے کتنی قضاء نمازیں پڑھے گا؟

(۲) قضاء عمری صرف (۲) ماہ پڑھنے کے بعد اگر وہ فوت ہو جائے تو ان کیلئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۳) ایک شخص آج مسلمان ہوا ہے اور اسکی عمر پچاس (۵۰) سال ہے اسکو قضاء نمازیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کس طرح پڑھنی ہیں؟ مستفتی: حاجی نصیر برخورداری ابوبکر مسجد ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ (۱) یہ شخص بلوغت سے پہلے کا عرصہ یعنی کم از کم بارہ (۱۲) سال نکال کر تریالیس (۴۳) سال کی عمر تک یعنی کل اکتیس (۳۱) سالوں کی نمازوں کی قضاء کرے، ایک وقت میں کئی نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے، البتہ ایسی کوئی ترتیب بنالیں کہ بسہولت پابندی کے ساتھ اسکا اہتمام کر سکے تاکہ حساب رکھنے میں آسانی ہو، فرض اور وتر کی قضاء کرے، سنت کی قضاء نہیں ہے۔

چونکہ نماز کو اپنے وقت میں اداء نہ کرنے کی وجہ سے بڑے گناہوں کا ارتکاب ہوا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس غفلت کی معافی بھی مانگیں اور ندامت کا اظہار کرتا رہے۔

(۲) احتیاط کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسا شخص نمازوں کے حساب کو باقاعدہ لکھنے کا اہتمام کرے اور ساتھ وصیت بھی لکھے کہ خدانخواستہ نمازوں کی مذکورہ تعداد تک قضاء مکمل کرنے سے پہلے اگر میرا انتقال ہوگیا تو میرے ترکہ میں سے باقی ماندہ نمازوں کا فدیہ اداء کردیا جائے تو انتقال کی صورت میں اس شخص کے ذاتی ترکہ میں سے واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ میں سے ایک تہائی (۱/۳) کی حد تک وصیت پر عمل کرنا واجب ہوگا، بعد میں ورثاء میں تقسیم ہوگا، ایک نماز کا فدیہ ایک فطرانہ کے برابر ہے وتر بھی مستقل نماز ہے، اس لئے یومیہ چھ نمازیں شمار ہوتی ہیں۔

(۳) اسلام لانے سے پہلے کے عرصہ میں اس شخص سے نمازوں کا مطالبہ نہیں ہے اور نہ ہی اس عرصہ کی نمازوں کی قضاء ہے اسلام میں داخل ہونے کے بعد یہ شخص نمازوں کا مکلف ہے اس سے پہلے صرف اسلام لانے کا مطالبہ تھا۔

لما فی روح المعانی:(۹/۲۷۱-۲۷۲ طبع رشیدیه)

تحت قوله تعالی: "قل للذین کفروا ان ینتهوا یغفرلهم ما قدسلف وان یعودوا فقد مضت سنة الاولین." واستدل بالآیة علی ان الاسلام یهدم ما قبله وان الکافر اذا اسلم لایخاطب بقضاء ما فاته من صلاة أو زکاة أو صوم أو اتلاف مال أو نفس ..... وأخرج ابن ابی حاتم من طریق ابن وهب عن مالک قال: لا یؤاخذ الکافر بشیء صنعه فی کفره اذا اسلم وذلک لأن الله تعالی قال: (ان ینتهوا) الخ وقال بعض ان الحربی اذا اسلم لم تبق علیه تبعة أصلاً واما الذمی فلا یلزمه حقوق الله تعالی وتلزمه حقوق العباد.

ولما فی مرقاة المفاتیح:(۱/۱۷۸-۱۷۹)

(ان الاسلام) أی اسلام الحربی لان اسلام الذمی لا یسقط عنه شیئا من حقوق العباد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(يهدم)بكسر الدال أى يمحو (ما كان قبله)أى من السيئات.....قال الشيخ التور بشتى من أئمتنا "رحمهم الله""الاسلام يهدم ما كان قبله مطلقا مظلمة كانت غيرها صغيرة أو كبيرة ...... وقال بعض علمائنا :"يمحو الاسلام ما كان قبله من كفر وعصيان وترتب عليهما من العقوبات التى هى من حقوق الله سواما حقوق العباد فلا تسقط بالحج والهجرة اجماعا ولا بالاسلام لو كا ن المسلم ذمياً سواء كان الحق عليه ماليا أو غير مالى كالقصاص.

ولمافى مراقى الفلاح:(ص١٦٩،فصل فى اسقاط الصلاة والصوم)

(و)لزم(عليه الوصية بما)أى بفدية ما (قدر عليه)(وبقى بذمته)حتى ادركه الموت ......(فيخرج عنه وليه) أى من له التصرف فى ماله لوراثة أو وصاية (من ثلث ما ترك)الموصى لان حقه فى ثلث ماله حال مرضه وتعلق حق الوارث با لثلثين فلا ينفذ قهراً على الوارث الا فى الثلث ان أوصى به وان لم يوص لا يلزم الوارث الاخراج فان تبرع جاز كما سنذكره......(للصوم كل يوم) طعام مسكين......(و)كذا يخرج (لصلوة كل وقت)من فروض اليوم والليلة (حتى الوتر) ......والصحيح أن لكل صلوة فدية هى (نصف صاع من بر)أو دقيقه أو سويقه أوصاع تمر أو زبيب أو شعير (أو قيمته)وهى أفضل لتنوع حاجات الفقير (وان لم يوص وتبرع عنه وليه)أو اجنبى (جاز)ان شاء الله تعالى.

ولمافى التنوير وشرحه:(٧٢/٢،طبع سعيد)

(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر)كالفطرة (وكذا حكم الوتر)والصوم وانما يعطى (من ثلث ماله)ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه للفقير.الخ.

ولمافى الشامية:(٧٢/٢،طبع سعيد)

(قوله وعليه صلوات فائتة الخ)أى بأن كا ن يقدر على ادائها ولو بالايماء.فيلزمه الايصاء والا فلا يلزمه......(قوله ويعطى)بالبناء للمجهول : أى يعطى عنه وليه من له ولاية التصرف فى ماله بوصاية أو وراثة فيلزمه ذلك من الثلث ان أوصى سوالا فلا يلزم الولى ذلك......واما اذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد رحمه الله تعالى فى الزيادات انه يجزيه ان شاء الله تعالى.وهكذافيه:(٧٣/٢)(قوله يستقرض وارثه نصف صاع مثلا)أى أو قيمته ذلك : والاقرب أن يحسب ما على الميت ويستقرض بقدره بان يقدر عن كل شهر أو سنة أويحتسب مدة عمره بعداسقاط اثنتى عشرة سنة للذكروتسع سنين للانثى لانهااقل مدة بلوغهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: علی خان

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ | فتویٰ نمبر: ۲۶۳۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نفل نماز کے دوران ماہواری آ گئی تو قضاء لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی عورت فرض یا نفل نماز پڑھ رہی تھی، اور حالت نماز میں ماہواری آ گئی تو یہ عورت فرض ونفل نماز کی قضاء کرے گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسی صورت میں نفلی نماز کی قضاء لازم ہے، فرض کی نہیں۔

لما فی الهندیه: (۳۸/۱ طبع رشیدیه)

لو افتتحت الصلاة فی اخر الوقت ثم حاضت لا یلزمها قضاء هذه الصلاة بخلاف التطوع کذا فی الخلاصه.

ولما فی البحر الرائق: (۲۰۵/۱ طبع سعید کراچی)

فان ادرکها الحیض فی شیٔ من الوقت سقطت الصلوٰة عنها ان افتتحها ـــ واذا ادرکها الحیض بعد شروعها فی التطوع کان علیها قضاء تلک الصلوٰة اذا طهرت.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۷۴

﴿نوافل اور قضاء میں کس کو مقدم کیا جائے؟﴾

﴿سوال﴾ میں نے یہ ترتیب بنائی ہے کہ ہر فرض نماز کیساتھ ایک قضاء نماز پڑھتا ہوں اور کچھ نوافل پڑھتا ہوں، آج صرف اتنا وقت تھا کہ فرض نماز کیساتھ دو رکعت نفل یا دو رکعت قضاء نماز پڑھ سکتا تھا تو اس وقت میں مجھ کو نفل پڑھنا چاہیئے یا قضاء نماز پڑھنی چاہیئے؟

﴿جواب﴾ نوافل پڑھنا اور اس کی عادت بنانا بہت اچھی بات ہے لیکن قضاء نمازیں لوٹانا بھی ضروری ہے جب وقت تنگ ہو تو دیکھا جائے کہ اگر نوافل کا باقاعدہ معمول ہے خصوصاً وہ نوافل جن کا ذکر احادیث میں اپنے اوقات یا اذکار کیساتھ آیا ہے مثلاً: اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ تسبیح، عصر سے پہلے چار رکعتیں، تحیۃ المسجد تحیۃ الوضوء وغیرہ تو ایسے نوافل کو اپنے اوقات میں پڑھنے کا اہتمام کرنا زیادہ بہتر ہے قضاء نمازوں میں مشغول ہونے سے چونکہ قضاء نمازوں کا اصل وقت نمازی نے دنیاوی کاموں میں مشغول ہو کر خود ضائع کر دیا ہے اب اس کا ازالہ بھی اپنے دنیاوی مشغولیت کے اوقات سے کرنا چاہیے، نوافل کے اوقات کو ان کیلئے قربان نہیں کرنا چاہیے قضاء نمازوں کیلئے ویسے بھی وقت مقرر نہیں، لہٰذا اس وقت میں معمول کے نوافل پڑھا کریں اور دوسرے اوقات میں قضاء نمازیں پوری کریں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الهندية:(۱۲۵/۱)

الاشتغال بقضاء الفوائت اولی واهم من النوافل الا السنن المعروفة وصلاة الضحی وصلاة التسبيح والصلوٰة التی رويت فی الاخبار فيها سور معدودة واذكار معهودة فتلك يصلی بنية النفل وغيرها بنية القضاء هكذا فی التاتارخانية وهكذا فی الشاميه

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۷۱۰

﴿قضاء نمازیں ذمہ ہوں تو نوافل چھوڑنا کوئی انصاف نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی ذمہ قضاء باقی ہو، کیا نوافل پڑھنا بہتر ہے یا قضاء نماز؟

﴿جواب﴾ قضاء نمازیں تو فرض ہیں، زندگی میں کوئی پوری نہ کر سکا تو مواخذہ کا قوی اندیشہ ہے جبکہ نوافل پڑھنے کا اجر وثواب ہے لیکن نہ پڑھنے کی صورت میں آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ تاہم سنت سے ثابت نوافل مثلاً تمام سنت مؤکدہ اور تہجد، اوابین، اشراق، چاشت، اور صلوۃ التسبیح وغیرہ کی اہمیت اپنی جگہ ہے، قضاء نمازوں کی وجہ سے ایسے نوافل کو ترک نہیں کرنا چاہئے، فرض نمازوں کو انکے اوقات میں اداء نہیں کیا، ادائیگی کیلئے جو وقت درکار تھا خواہشات میں ضائع کیا یا دنیاوی کاموں میں لگا دیا تو اب قضاء کرنے کے موقع پر ویسا ہی وقت دینا چاہئے یعنی اپنے دنیاوی کاموں کے اوقات یا آرام وتفریح کے اوقات میں قضاء نمازوں کو پورا کرنا چاہئے۔ نوافل چھوڑ کر وہ وقت قضاء کیلئے دینا انصاف کی بات نہیں ہے

لما فی الشامی: (۷۳/۲، طبع سعید)

والا شتغال بقضاء الفوائت اولیٰ واهم من نوافل الا السنة المعروفة وصلاة الضحیٰ وصلاة التسبح، والصلاة التی وردت فی الا خبار فتلك بنية النفل وغير ها بنية القضاء.

ولما فی الهندية :(۱۲۵/۱، طبع: رشيديه)

الاشتغال بقضاء الفوائت أولیٰ وأهم من النوافل الا السنن المعروفة وصلاة الضحیٰ، وصلا التسبيح ،والصلاة التی رويت فی الأخبار فيها سور معدودة واذكار معهودة فتلك يصلی بنية النفل وغيرها بنية القضاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

۱۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۴۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿قضاء نمازوں کیلئے وقت متعین نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کے ذمے بہت زیادہ قضاء نمازیں ہیں تو فجر کی نمازوں کی قضاء فجر کیساتھ اور ظہر کی ظہر کیساتھ ضروری ہے؟ یا کسی بھی وقت قضاء نمازیں پڑھی جاسکتی ہے؟ مستفتی: حسن علی

﴿جواب﴾ اوقات ممنوعہ کے علاوہ قضاء نمازیں کسی بھی وقت پڑھی جاسکتی ہیں۔

لمافی العالمگیریۃ:(۱/۱۲۱)

ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الاثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لاتجوز الصلاة فی هذه الاوقات.وهکذافی البحر:(۲/۸۰)

ولمافی الدر المختار:(۲/۶۶)

وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الاالثلاثة المنهیة کمامر.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۸۱۵

﴿فوت شدہ نماز کی قضاء کس وقت پڑھنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی سے نماز فوت ہوجائے تو اس نماز کی قضاء کس وقت میں بہتر ہے؟ مستفتی: طارق علیم

﴿جواب﴾ صاحب ترتیب نمازی سے اگر نماز قضاء ہوگئی تو اگلی نماز سے پہلے پہلے اس فوت شدہ نماز کی قضاء کرنا ضروری ہے، لاپرواہی میں اگلی نماز فوت شدہ نماز سے پہلے اگر اداء کرلی اور فوت شدہ کی بعد میں قضاء کرلی تو وقتی نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ بھول سے ایسا کیا تو لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

اور جس نمازی کو ترتیب کا اعزاز حاصل نہیں ہے، وہ فوت شدہ نماز کی قضاء وقتی نماز کے بعد بھی اگر کرلے تو جائز ہے، البتہ مکروہ اوقات کا خیال رکھے یعنی طلوع، غروب آفتاب کے وقت اور زوال کے وقت، ان اوقات میں قضاء نہ کریں۔

ولمافی الهدایة:(۱/۱۶۱، طبع رحمانیه)

من فاتته صلوٰة قضاها اذا ذکرها وقدمها علی فرض الوقت، قالؐ:(الا عصر یومه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عند الغروب)لان السبب هو الجزء القائم من الوقت.

ولما في الهندية :(۱/۱۲۲،طبع:رشيديه)

كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضاؤها سواء ترك عمدا او سهوا او بسبب نوم.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:

﴿فوت شدہ نمازیں کہاں پڑھنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوت شدہ نمازوں کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا مستفتی: طارق علیم

﴿جواب﴾ مساجد دراصل فرض نماز با جماعت اداء کرنے کیلئے ہیں نوافل اور قضاء نمازیں گھر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، بلکہ ایسے شخص کیلئے جو مستقل نمازی ہے اور اتفاق سے کوئی فرض نماز اس سے قضاء ہوگئی حکم یہ ہے کہ دوسروں پر ظاہر کئے بغیر قضاء کرے، اس لئے کہ گناہ کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔

لما في الشامي: (۱/۷۷،طبع:سعيد)

(قوله وينبغي الخ)تقدم في باب الأذان أنه يكره قضاء الفائتة في المسجد وعلله الشارح بما هنا من أن التاخير معصية فلا يظهرها وظاهره أن الممنوع هو القضاء مع الاطلاع عليه ،سواء كان في مسجد أو غيره كما أفاده في المنح

قلت:والظاهر أن ينبغي هنا للوجوب وأن الكرهة تحريمية لأن اظهار معصية معصية

ولما في الحلبي الكبيرى: (ص:۲۶۰،طبع:نعمانيه)

اذا فاتته صلوٰة ينبغي ان يقضيها في البيت لا في المسجد ستر الذنبه وتقصيره

ولما في الدر المختار :(۱/۲۹۱،طبع:سعيد)

ولا فيما يقضي من الفوائت في مسجد......(ويكره قضاؤها فيه)لأنه التاخير معصية فلا يظهرها بزازية

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۳۰

﴿مجنون اور بے ہوش پر قضاء اور فدیہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آج سے تقریباً چھ سال پہلے گیارہ رمضان المبارک کو فالج کا اٹیک ہوا اور ذہنی طور سے معذور ہو گئے کبھی کبھی پرانی باتیں بھی یاد آ جاتی ہیں تو تعارف کرانے پر کبھی اسے پہچان لیتے ہیں لیکن نماز اور روزے کے معاملے میں بالکل معذور ہیں کبھی خود ہی نماز پڑھانے کا کہتے ہیں اور جب ہم انہیں نماز پڑھانے لگتے ہیں تو وہ بچوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں اور باتوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، ابھی ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے، کیا میرے والد صاحب سے جو نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں، ان کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والد صاحب کو جلد صحت عطا فرمائے لیکن جب تک وہ مذکورہ کیفیت میں ہیں کہ ان کو کوئی سمجھ نہیں ہے اس وقت تک وہ غیر مکلف ہیں، احکامات شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں نماز، روزہ وغیرہ کچھ بھی ان پر فرض نہیں ہے، لہٰذا کوئی قضاء یا فدیہ ان کے ذمہ نہیں ہے۔

لما فی سنن ابی داؤد:(۱/۲۵۶،طبع رحمانیه)

ان رسول اللہ ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله وعن النائم حین استیقظ وعن الصبی حتی یحتلم.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۵۲،طبع قدیمی)

ومن اغمی علیه خمس صلوٰت قضی ولو اکثر لایقضی والجنون کالاغماء وهو الصحیح.

ولما فی التنویر مع الرد:(۲/۱۰۲،طبع سعید)

(ومن جن او اغمی علیه) ولو بفزع من سبع او آدمی (یوما ولیلة قضی الخمس وان زاد وقت صلاة) سادسة لا للحرج.

وفی الرد المجنون آفة تسلب العقل و الاغماء آفة تستره......

ولما فی الدر:(۲/۴۳۲،طبع سعید)

(وفی المجنون ان لم یستوعب) الشهر (قضی) ما مضی (وان استوعب) لجمیع ما یمکنه انشاء الصوم فیه علی مامر (لا) یقضی مطلقا للحرج.

ولما فی الهندیة:(۱/۲۰۸،طبع رشیدیه)

المجنون اذا افاق فی بعض الشهر یلزمه قضاء مامضی وان استوعب جنونه کل الشهر لم یقضه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۶۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بے ہوشی کی دواء کے استعمال سے جونمازیں رہ گئی ہیں ان کی قضاء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص نے بے ہوش کرنے والی دوائی استعمال کی جس سے مذکورہ شخص دو دن بے ہوش رہا اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص سے جونمازیں رہ گئی ان کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص کا ایسی دواء استعمال کرنا اسکا اپنا اختیاری فعل ہے لہذا اس سے جتنی نمازیں رہ گئی ہیں انکی قضاء اسپر لازم ہے.

لمافی التنویر مع الدر:(۱۰۲/۲ طبع: سعید)

(زال عقله ببنج أو خمر)أو دواء لزمه القضاء وان طالت لانه يصنع العباد كالنوم أى وسقوط القضاء عرف بالاثر اذاحصل بأفة سماوية فلا يقاس عليه ما حصل بفعله.

ولما فى الهنديه:(۱۵۳/۱،طبع: قديمى)

ولو شرب الخمر حتى ذهب عقله أكثر من يوم وليلة لا يسقط عند الشخينٌ كذا فى الخلاصة.

ولمافى خلاصة الفتاوى:(۱۹۵/۱،طبع: رشيديه)

ولو شرب الخمر حتى ذهب عقله اكثر من يوم وليلة عند محمدٌ وعند هما لا يسقط ولو اكل البنج او الدواء حتى ذهب عقله اكثر من يوم وليلة عند محمدٌ وعندها لا يسقط.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: رشد سعید کوہاٹی

۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر: ۳۳۱۷

﴿بے ہوشی کی حالت میں نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص پر بے ہوشی طاری ہو جائے اور بے ہوشی کی حالت میں چند نمازیں فوت ہو جائیں تو کیا اس شخص پر قضاء واجب ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبدالبصیر کراچی

﴿جواب﴾ بے ہوشی اگر اپنے اختیاری فعل سے ہو یعنی کوئی نشہ آور چیز کھا کر بے ہوش ہو گیا ہو، تو جتنی نمازیں فوت ہو جائیں ان کی قضاء واجب ہے، البتہ غیر اختیاری طور پر بیماری وغیرہ کیوجہ سے بے ہوش ہو جائے اور بے ہوشی لمبی ہو یعنی ایک دن رات سے بھی زیادہ بے ہوش رہے تو قضاء واجب نہیں، ایسی حالت میں پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ جائیں تو لوٹانا واجب ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهندية :(۱/ ۱۵۲،طبع قديمی)

ولو شرب الخمر حتى ذهب عقله أكثر من يوم وليلة لا يسقط ولو شرب البنج او الدواء حتى ذهب عقله أكثر من يوم وليلة لا يسقط عند الشخين رحمهما الله تعالى

ولمافی الهداية(۱/ ۱۷۰،طبع :رحمانيه)

ومن اغمى عليه خمس صلوات او دونها وان كان أكثر من ذلك لم يقض.

ولما فی المبسوط سر خسی: (۱/ ۲۱۷،طبع :بیروت)

اذا كان مغمى عليه يوما وليلة او اقل يجب عليه اعادة الصلوة وان كان أكثر من يوم وليلة لا يجب عليه اعادة الصلوة عند علمائنا.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۲۰۰

﴿قضاء یقینی واحتیاطی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آدمی جو نمازیں یقینی طور پر قضاء کرتا ہے اور جو نمازیں احتیاطی طور پر قضاء کرتا ہے انکا کیا حکم ہے؟ نیز انکے درمیان کیا فرق ہے؟

﴿جواب﴾ مسلمان کی شان یہ ہے کہ نماز قضاء نہ کرے اگر قضاء ہو جائے تو جلد از جلد اس قضاء شدہ نماز کو ادا کرے اگر یاد نہ رہے کہ کتنے عرصے تک میں نماز سے غافل رہا (اللہ تعالی معاف فرمائے یہ سستی اور لا پرواہی کا نتیجہ ہے جو کہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے) ایسی صورت میں ذہن پر زور دیکر حساب لگائیں اور غالب گمان کے مطابق فوت شدہ نمازوں کی تعیین کر کے ادا کریں، ایسی نمازوں کو عام قضاء نماز کیطرح لوٹانا ضروری ہے، البتہ احتیاط کے طور پر اس سے زیادہ لوٹانا چاہیں، تو ایسی نمازوں کے طریقے میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ مغرب کے تین فرض اور وتر کے تین واجب کو چار رکعت پڑ کر کے چاروں ادا کریں اور تیسری رکعت کے بعد التحیات بھی پڑھیں پھر چوتھی رکعت ادا کریں اور یہ بھی واضح رہے کہ نوافل کیطرح عصر کے بعد اور طلوع فجر کے بعد احتیاطی قضاء نہ کریں اس لئے کہ دراصل یہ نماز نوافل کے حکم میں ہے۔

لما فی حاشية الطحطاوی:(ص۲۴۷،طبع قديمی)

ومن قضى صلاة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطا قيل يكره وقيل لا لان كثيرا من السلف قد فعل ذلك لكن لا يقضي في وقت تكره فيه النافلة والافضل ان يقرء في الاخيرتين السورة مع الفاتحة لانها نوافل من وجه فلان يقرء الفاتحة والسورة في

اربع الفرض على احتماله اولى من ان يدع الواجب في النفل ويقنت في الوتر ويقعد قدر التشهد في ثالثه ثم يصلي ركعة رابعة فان كان وترا فقد اداه وان لم يكن فقد صلى التطوع اربعا ولا يضره القعود وكذا يصلي المغرب اربعا بثلاث قعدات.

لما في قاضيخان على هامش الهندية:(۱/۱۱۵،طبع رشيديه كوئٹه)

رجل يقضي صلاة عمره مع انه لم يفته شيء منها قال بعضهم بانه يكره وبعضهم بانه لايكره لانه اخذالاحتياط والصحيح انه يجوز لكن لا يقضي بعد صلاة العصر ولابعد صلاة الفجر لانها نفل ظاهرا وقد فعل كثير من السلف لشبهة.

لما في الدر المختار: (۱/۱۳۱،طبع رشيديه كوئٹه)

كل صلاة فاتت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزمه قضائها سواء ترك عمدا او سهوا او بسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة او قليلة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۱۸جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر:۹۰۴

﴿نمازِ فجر کی قضاء ضروری ہے اگرچہ جمعہ کی نماز میں یاد آئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہے مفتیانِ عظام ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ زید سے صبح کی نماز قضاء ہوگئی جبکہ زید صاحب ترتیب ہے عین جمعہ کے خطبے میں یاد آگیا، اب زید جمعہ کی نماز یا خطبہ کو چھوڑ کر صبح کی نماز قضاء کرے یا جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد صبح کی نماز لوٹائے۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں زید خطبہ چھوڑ کر فجر کی نماز پہلے ادا کرے بعد میں نماز جمعہ میں شامل ہو اور فجر کی قضاء پڑھنے سے نماز جمعہ فوت ہونے کا اگر اندیشہ ہو تو بھی یہی حکم ہے، البتہ ایسی صورت میں کسی دوسری مسجد میں نماز جمعہ ملنے کی اگر امید ہے تو دوسری جگہ جانا چاہیے، ورنہ بعد میں ظہر کی نماز ادا کرے۔

لمافي العالمكيرية:(۱/۱۲۵،طبع قديمى)

ولو أن مصلي الجمعة تذكران عليه الفجر فان كان بحيث لو قطعها و اشتغل بالفجر تفوته الجمعة ولايفوته الوقت فعندابي حنيفة وأبي يوسف رحمهماالله تعالى يقطع الجمعة ويصلي الفجر ثم يصلي الظهر وعند محمد رحمه الله تعالى يتم الجمعة.ولوكان بحيث انه اذاقضى الفجر أدرك الجمعة مع الامام فانه يشتغل بالفجر اجماعا ، وان كان بحيث اذا قطع الجمعة واشتغل بالفجريفوته الوقت أتم الجمعة اجماعا ثم يصلي الفجر بعدها كذافي السراج الوهاج.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی ردالمحتار:(۲/۵۲۳-۵۲۵طبع امدادیہ)

ودخل فيه الجمعة فان الترتيب بينها وبين سائر الصلوت لازم فلوتذكر أنه لم يصل الفجر يصليها ولوكان الامام يخطب اسماعيل عن شرح الطحاوى وقدمرأ نه لوتذكر الفجر عندخطبة الجمعة يصليهامع ان الصلاة حينئذمكروهة بل فى التاترخانية أنه يصليهاعندهما وان خاف فوت الجمعة مع الامام ثم يصلى الظهر وقال محمد : يصلى الجمعة ثم يقضى الفجر فلم يجعلا فوت الجمعة عذراً فى ترك الترتيب ومحمد جعله عذراًفكذالك هنا.

ولمافى منحة الخالق على البحرالرائق:(۲/۸۳،طبع سعيد)

لوتذكر الفائتةوالخطيب يخطب يقوم ويقضيها وان فاته الاستماع الواجب الخ.وهكذافى التاترخانية بالتفصيل(۵۴۷/۱،طبع قديمى)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالرحمٰن کوئٹہ

۲محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۲۵

﴿عذر کی وجہ سے نماز کا قضاء ہونا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات ٹریفک جام ہو جاتی ہے اور اتنی زیادہ دیر رہتی ہے کہ نماز قضاء ہو جاتی ہے اب اگر ادھر گاڑی چھوڑ دی جائے تو تمام لوگوں کیلئے حرج لازم آتا ہے اور راستہ بھی بند رہے گا تو کیا اس صورت میں نماز قضاء کرنے پر گناہ ہوگا یا نہیں؟

مستفتی:ڈاکٹر حازم صاحب

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر آدمی اچانک پھنس جائے اور خود پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی نکلنے کی کوئی صورت نہ ملے تو امید ہے کہ نماز کی قضاء کرنے کا گناہ نہیں ہوگا کیونکہ روایات میں جان بوجھ کر بلا عذر نماز کو قضاء کرنے پر وعید آئی ہے نہ کہ عذر کی وجہ سے قضاء کرنے پر، تاہم ایسی صورت میں بھی استغفار کرنا چاہیئے۔

لما فى المرقاة:(۲/۲۶۲،مطبوعه رشيديه كوئٹه)

عن ابى الدرداءؓ قال اوصانى خليلى ان لا تشرك بالله شيئاان قطعت اوحرقت ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدا فمن تركها متعمدا فقد برئت منه الذمة ولا تشرب الخمر فانها مفتاح كل شر رواه ابن ماجة.قال العلامة الملاعلى القارئ :تحت هذا الحديث (ولا تترك صلاة مكتوبة)فانها ام العبادات وناهية السيئات متعمدا (فمن تركها متعمدا)احتراز عن الخطا والنسيان والنوم والضرورة وعدم القدرة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:بلال احمد غفرہ الأحد

۲۶ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۲۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فجر کی سنتوں کے بعد قضاء نمازیں پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے قضاء نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے قضا نماز پڑھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ سنتیں فرضوں کو مکمل کرنے والی ہیں، ہاں اگر کسی نے قضاء نماز پڑھ لی تو بلا کراہت ہو جائے گی۔

لمافی مراقی الفلاح:(ص ۱۷۱، طبع قدیمی کراچی)

وقد اشرنا الیٰ انه اذاتکلم بکلام کثیراو اکل أو شرب بین الفرض والسنة لاتبطل وهوالاصح بل نقص ثوابها قال العلامة الطحطاویؒ تحت هذا القول مثل ذالک اذاأخر السنة الیٰ آخر الوقت علی الاصح وقیل لاتکون سنة وظاهر کلامه یعم القبلية والبعدية والافضل الوصل فیها.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الأحد

۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۰۷

﴿نماز قضاء ہونے کی صورت میں بعد میں پڑھنے کو قضاء کہیں گے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نماز کی کوئی قضاء نہیں بلکہ جس وقت نماز پڑھی جائے وہ اداء ہوگی اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ "فلیصلها اذا ذکرها فان ذلک وقتها" اس سے اداء ثابت ہوتی ہے نہ قضاء؟ شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: ظاہر محمد صاحب رابعہ فلاور کراچی

﴿جواب﴾ اللہ تعالیٰ نے جن احکام کیلئے اوقات مقرر کئے ہیں انکی رعایت بہت ضروری ہے نماز بھی انہی احکام میں سے ہے اسکے لئے وقت کی تعیین خود اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان کتاب میں کی ہے جیسا کہ آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے "ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا" لہٰذا وقت کے اندر نماز اگر پڑھے تو وہ اداء ہے، وقت گزرنے کے بعد اگر پڑھتا ہے تو نماز قضاء ہوگی اور حدیث میں "فان ذلک وقتها" الفاظ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر وقت میں نماز اداء کرنے کی صورت میں بھی اداء ہی شمار ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہ اصل وقت نکلنے کی صورت میں کسی بھی وقت پڑھے تو نماز ہو جائیگی لیکن مکروہ اوقات دوسری احادیث کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں، البتہ اصل وقت میں پڑھنے کا موقع غیر اختیاری عذر کی وجہ سے نہیں ملا تو گناہ نہ ہوگا تاہم ایسی صورت میں بھی توبہ استغفار کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

لما فی قوله تعالیٰ: ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا. (سورة نساء آیة ۱۰۳)

لما فی المشکوٰة: (۵۹/۱، طبع قدیمی)

عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وقت الظهر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطوله مالم یحضر العصر ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت صلوٰة المغرب مالم یغب الشفق ووقت صلوٰة العشاء الی نصف اللیل الاوسط ووقت صلوٰة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک عن الصلوٰة فانها تطلع بین قرنی الشیطان (رواه مسلم)

ولما فی الدر مع الرد: (۳۸۴/۱، طبع سعید)

(قوله ولو قضاء) قال فی الدرر لانه وقت القضاء وان فات وقت الاداء لقوله علیه السلام "فلیصلها اذا ذکرها فان ذلک وقتها" ای وقت قضائها.

ولما فیه ایضا: (۶۵/۲-۶۶ طبع سعید)

والقضاء فعل الواجب بعد وقته واطلاقه علی غیر الواجب کالتی قبل الظهر مجاز (الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر وقضاء لازم) یفوت الجواز لفوته للخبر المشهور "من نام عن صلوٰة" وبه یثبت الفرض العملی (وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) لف نشر مرتب وجمیع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهیة کما مر (قوله وقت للقضاء) ای لصحته وان کان القضاء علی الفور الا لعذر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ | فتویٰ نمبر: ۲۷۱۸

﴿قضاء نمازوں کا زندگی میں فدیہ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نمازوں کا فدیہ حالت مرض میں ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قضاء نمازوں کا فدیہ زندگی میں ادا کرنا صحیح نہیں، زندگی میں قضاء نمازوں کا ادا کرنا ہی لازم ہے، البتہ مرض کیوجہ سے ادا نہ کرسکا اور وصیت کرلی، تو مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الدرالمختار:(۲/۷۴،طبع سعید)

ولو فدی عن صلاته فی مرضه لا یصح بخلاف الصوم

ولمافی الشامی:(۲/۷۴،طبع سعید)

سئل الحسن بن علی عن الفدیة عن الصلاة فی مرض الموت هل تجوز؟قال:لا ، وسئل أبویوسف عن الشیخ الفانی هل تجب علیه الفدیة عن الصلوات کما تجب علیه عن الصوم وهو حی؟فقال:لا،

وفی القنیة:ولا فدیة فی الصلاة حالة الحیاة هکذافی الهندیة

ولما فی الفتاوی العالمگیریة:(۱/۱۲۵،طبع رشیدیه))

اذامات الرجل وعلیه صلوات فائتة فأوصی بأن تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع والصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله .

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عزیزاللہ آغاعفی عنہ

۲۶ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۹۸

﴿بیٹا اپنے والد کی طرف سے فدیہ ادا کرسکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ میں میرا ایک دوست ہے ان کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے ایک انسان ہونے کی وجہ سے مرحوم کے ذمے نماز روزہ وغیرہ کے کچھ احکام رہ چکے ہیں اب ان کے بیٹے کی خواہش ہے کہ میں والد صاحب کی طرف سے کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں آیا اس کفارہ کی وجہ سے وہ بریٔ الذمہ ہوجائیں گے؟ آپ حضرات ہماری رہنمائی فرماکر کفارہ ادا کرنے کی وضاحت فرمائیں اور شریعت کی روشنی میں اس کا طریقہ کار بھی واضح فرمائیں۔ بینواتوا جروا۔ مستفتی:ظہور احمد کیانی ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ فرض نماز کسی وجہ سے رہ جائے یا روزہ بیماری یا کسی بھی وجہ سے انسان اگر نہ رکھ سکے تو زندگی میں قضاء کا حکم ہے البتہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے بعد میں قضاء کرنے کی طاقت بھی نہ رہے تو فی روزہ کے بدلے ایک فطرانہ یعنی پونے دوکلو گندم، آٹا یا اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم ہے، نماز چونکہ ایسی حالت میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارہ کے ساتھ پڑھنے سے بھی ہوجاتی ہے اس لئے زندگی میں نماز کا فدیہ ادا کرنے سے بریٔ الذمہ نہیں ہوگا قضاء کرنا بہر حال ضروری ہے اور یہی اصل حکم ہے کہ موت سے پہلے پہلے ضروری حقوق ادا کرنے کا خود ہی انسان انتظام کرے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تاہم کسی وجہ سے خود نہ کرسکا تو وصیت کا حکم ہے خصوصا فرض روزں کا فدیہ ادا کرنے سے متعلق تاکہ ورثاء اس کے ترکے سے بعد میں ادا کردیں۔ایسی صورت میں وہ بریٔ الذمہ ہوگا اور ترکہ سے ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا ورثاء کے ذمہ واجب ہوگا بشرطیکہ مرحوم نے مال چھوڑ دیا ہو آپ کے دوست کے والد مرحوم نے وصیت نہیں کی ہے تو ہر ایک فوت شدہ نماز اور ہر ایک فوت شدہ روزے کے بدلے پونے دوکلو کے حساب سے گندم، آٹا یا اس کی قیمت غرباء ومساکین کو مرحوم کی طرف سے ان کا بیٹا ادا کریں تو امید ہے اللہ تعالی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں گے اور بیٹے کیلئے بھی بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگا یاد رہے کہ وتر بھی مستقل نماز ہے اس لئے دن رات کی چھ نمازوں کے حساب سے فدیہ ادا کردیں تو بہتر ہے۔

لمافی الشامی :(۲/۴۲۷،طبع:سعید کراچی)

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوباً...الخ لان عذره لیس بعرض للزوال حتی یصیر الی القضاء فوجبت الفدیة....عندالعجز بالموت تجب الوصیة بالفدیة.

ولمافی ردالمحتار علی الدر المختار:(۲/۴۲۴،طبع:سعید،کراچی)

وفدی لزوماعنه الی المیت ولیه الذی یتصرف فی ماله کالفطرة قدرابعد قدرته علیه ای علی قضاء الصوم بوصیة من الثلث ــــ(قوله من الثلث)ای ماله بعد تجهیزه وتکفینه وایضادیون العباد.

ولمافی ردالمحتار مع الدر:(۲/۴۷۸،طبع:سعید،کراچی)

وان عجز عن الصوم اطعم ستین مسکیناکالفطرة ای نصف صاع من براوصاع من تمراوشعیر(قوله نصف صاع من بر)ای من دقیقه اوسویقه ــاوقیمته وهی الفضل عندنالاسراع حاجة الفقیر.

ولمافی ردالمحتار:(۲/۴۲۶طبع:سعید،کراچی)

ولفدیة کل صلاة ولو وتراکمافی قضاء الفوائت کصوم یوم علی المذهب

ولمافی ایضا:(۲/۷۲،طبع:سعید کراچی)

ویعطی لکل صلوة نصف صاع من برکالفطرة وکذاحکم الوتر والصوم

وهکذافی البحر:(۲/۱۰۶،طبع:سعید کراچی)

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفر لہ ولوالدیہ
فتویٰ نمبر:۳۹۸۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سنتوں کی قضاء لازم نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ قضاء فرض نماز کا واجب ہے یا واجبات اور سنت کی بھی واجب ہے؟

﴿جواب﴾ فرائض و واجبات کی لازم ہے سنن کی نہیں ہے، البتہ فجر کی سنتوں کی چونکہ تاکید زیادہ آئی ہے اس لئے اگلی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے قضاء کا موقع اگر ملے تو انکی قضاء کرنی چاہئے

لما في البحر: (۲/۷۳، طبع سعيد)

لأن سائر السنن لا تقضى بعد الوقت لا تبعا ولا مقصوداً

ولما في كتاب الأختيار: (۱/۸۹)

ويقضى الصلوات الخمس والوتر ،وسنة الفجر اذفاتت معها ،والاربع قبل الظهر يقضها بعدها،

قال تحت قوله (ولوتر)لمابينا من وجوبها ،قال عليه الصلوة والسلام (من نام عن وتر أونسيه فليصله اذاذكره او اذااستيقظ)في رواية "من نام عن وتر فليصل اذا أصبح" فكل ذلك يدل على الوجوب (وسنة الفجر اذافاتت معها)لأنه عليه الصلاة والسلام قضاها معها ليلة التعريس .وعن محمدؒ أنه يقضيها وان فاتت وحدها.لأنه عليه الصلاة والسلام قضاها دون غيرها من السنن فدل على اختصاصها بذلك

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

۲۱ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۶۸

﴿فصل في سجود السهو﴾

﴿سجدہ سہو کے مسائل﴾

﴿قصداً چھوٹے ہوئے واجب کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب سستی یا لاعلمی کی وجہ سے اگر چھوٹ جائے تو کیا اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہوتی ہے؟

﴿جواب﴾ سجدہ سہو سے صرف ایسی غلطیوں کی تلافی ہو سکتی ہے جو دوران نماز بھول سے ہوگئی ہوں واجبات میں سے کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا جائے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جائے تو ایسی غلطی کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوتی بلکہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر :(۴۵۶/۱،طبع: سعید)

(ولها واجبات)لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له

ولما فی البحر الرائق:(۹۱/۲،طبع:سعید)

انه لا يجب السجود في العمد وانما تجب الاعادة اذا ترك واجبا عمدا جبر النقصانه

ولما فی الهندیه:(۱۲۶/۱،طبع:رشیدیه)

وظاهر كلام الجم الغفير انه لا يجب السجود في العمد وانما تجب الاعادة جبرا لنقصانه

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۱۵صفر الخیر ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۱۵۹

﴿نماز کے دوران کئی غلطیوں کیلئے ایک سجدہ سہو کافی ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص سے ایک نماز کے دوران متعدد ایسی غلطیاں سرزد ہو جائیں جس سے سجدہ سہو لازم آتا ہو یا سجدہ سہو کرنے کے بعد ایسی غلطی ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں صرف ایک ہی سجدہ سہو سے سب غلطیوں کی تلافی ہو جائیگی. یا کئی دفعہ سجدہ سہو کرنا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ دوران نماز بھول سے اگرچہ کئی غلطیاں ہو جائیں سجدہ سہو ایک ہی لازم ہوتا ہے جس سے تمام غلطیوں کی تلافی ہوتی ہے؛

ہر غلطی کیلئے الگ سجدہ سہو جائز نہیں ہے اسی طرح سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر ایسی کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہے.

لما فی رد المحتار :(۸۰/۲،طبع: سعید)

حتى لو ترك جميع واجبات الصلوة سهوا لا يلزم الا سجدتان

ولما فی البحر الرائق: (۹۹،۸۹/۲،طبع: سعید)

انه لا يتكرر الوجوب بترك اكثر من واجب حتى لو ترك جميع واجبات الصلوة ساهيا فانه لا يلزمه اكثر من سجدتين

ولما فی الفتح القدیر:(۵۱۷/۱،طبع:رشیدیه)

وتقريره ان سجود السهو تأخر عن زمان العلة وهو وقت وقوع السهو تفاديا عن تكراره اذ الشرع لم يرد به فاخر ليكون جبرا لكل سهو يقع في الصلوة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی فتاویٰ قاضی خان:(۱/۱۱۶،طبع: قدیمی)

اذاشک فی سجود السهوانه سجد سجدة او سجدتين و طال تفكره ثم تذكر لا سهو عليه

ولما فی التا تار خانیه:(۱/۵۱۷طبع:قدیمی)

وقال شمس الأئمة الحلواني:القعدة بعد سجدتي السهو ليست بركن وانما امر بها بعد سجود السهوليقع ختم الصلوة بها فيوافق موضوع الصلوة ونظمها فأما ان يكون ركنا فلا حتي لو ترك بأن يسجد سجدتين بعد التسليم ثم قام وذهب لم تفسد صلوته

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۷صفرالخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:۳۱۵۵

﴿امام کے اقتداء میں مقتدی کی انفرادی غلطی سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب باجماعت نماز کے دوران اگرکسی سے انفرادی طور پر غلطی ہوجائے تو کیاوہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کریگا ؟

﴿جواب﴾ نماز میں دوران اقتداء سجدہ سہووالی غلطی کرنے سے سجدہ سہولازم نہیں ہوتا امام کی وجہ سے بچت ہوجاتی ہے لہٰذاایسی صورت پیش آجائے تو سلام پھیرنے کے بعد کوئی سجدہ سہو نہ کرے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۸۲،طبع:سعید)

(ومقتد بسهوامامه ان سجد امامه)لوجوب المتابعة(لا سهوه)اصلا

ولمافی الهندیه:(۱/۱۲۸،طبع:رشیدیه)

سهوالمؤتم لا يوجب السجدة

ولمافی البحرالرائق:(۲/۹۹طبع:سعید)

(قوله وبسهوامامه لابسهوه)

الجواب صحیح :عبدالرحمان عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۲صفرالخیر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:۳۱۴۰

﴿سجدہ سہوہ کاحکم فرائض اورواجبات کیساتھ خاص نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ سہو کرنے کاحکم صرف فرض اورواجب نمازوں کیساتھ خاص ہے یاسنن اورنوافل نمازوں میں بھی سجدہ سہو کرنے کاحکم ہے؟

﴿جواب﴾ سجدہ سہو کرنے کاحکم صرف فرائض اورواجبات کیساتھ خاص نہیں.بلکہ سنن اور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نوافل میں بھی اگر بھول سے ایسی غلطی ہو جائے تو اسکی تلافی بھی سجدہ سہو سے ہوگی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۹۲/۲طبع: سعید)

والسهو فی صلاة العید والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة كما فی جمعة.

ولما فی الهندیه: (۱۲۶/۱طبع رشیدیه)

وحكم السهو فی الفرض والنفل سواء كذا فی المحیط.

ولما فی البحر الرائق:(۹۱/۲طبع سعید)

فان سجود السهو فی مطلق الصلوة ولا یختص بالفرائض

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ ، واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۱۵صفر الخیر ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۱۵۸

﴿رکوع مؤخر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور نماز کے دوران سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھنے کے بعد رکوع کئے بغیر سجدہ میں چلا گیا اور ابھی ہاتھ اور گھٹنے زمین پر لگائے سجدہ نہیں کیا کہ رکوع یاد آ گیا، فوراً رکوع کرنے کی طرف لوٹ گیا اور رکوع کر کے بقیہ نماز مکمل کر لی تو، پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس شخص پر سجدہ سہو واجب ہے کہ نہیں؟ برائے مہربانی راہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: حاجی طالب حسین پی این ٹی کورنگی ا

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص پر تاخیر رکن (رکوع) کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہے، لہذا اگر اس نے نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر لیا تب تو نماز مکمل ہو گئی ورنہ نماز لوٹانا ضروری ہے۔

لما فی الدر المختار:(۴۶۹/۱،طبع سعید)

"وبقی من الواجبات اتیان كل واجب أو فرض فی محله، فلو أتم القرأة فمكث متفكراً سهواً ثم ركع أو تذكر السورة راكعاً فضمها قائماً أعاد الركوع وسجد للسهو" وفی الشامیة:(قوله: فلو أتم القرأة) وهذا مثال لتأخیر الفرض وهو الركوع هنا عن محله.

ولما فیه أیضاً:(۴۷۰/۱،طبع سعید)

"وترك كل زیادة تتخلل بین الفرضین" وفی الشامیة: ویدخل فی الزیادة السكوت حتی لو شك فتفكر سجد للسهو كما مر"

ولما فی رد المحتار:(۴۶۹/۱،طبع سعید)

وهكذا كل زیادة بین فرضین یكون فیها ترك واجب بسبب تلك الزیادة ویلزم منها ترك

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب آخر وهو تأخير الفرض الثاني عن محله.

ولما في الهندية:(۱/۱۳۹،طبع قديمی)

"ولا يجب السجود الا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكرار أو تغييره واجب.

ولما في البزازية على هامش الهندية:(۴/۶۳،طبع رشيديه)

سها في صلوته أنها الظهر أو العصر أو غير ذلك ان تفكر قدر مايؤدى فيه ركن كالركوع لزم وان قليلاً لا.

ولما في الطحطاوي في حاشيته على مراقي الفلاح:(۱/۴۷۲،طبع قديمی)

ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ماتقدم أن يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ أعلم بالصواب: عبدالباری چشتی

۲۷صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۷۷

﴿چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھنے کا طریقہ اور ایک صورت میں سجدۂ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ پڑھنے کا ایک ہی طریقہ ہے یا کچھ مختلف ہے؟ (۲) نیز اگر کوئی شخص چار رکعت سنت غیر مؤکدہ میں دو رکعت کے بعد بھول کر سلام پھیر دے پھر یاد آنے پر اٹھ کر چار رکعت مکمل کرے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کیوں حالانکہ اسمیں ہر دو رکعت مستقل نماز ہے؟

مستفتی: حاجی نصیر احمد

﴿جواب﴾ (۱) سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ پڑھنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ سنت مؤکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں "عبدہٗ ورسولہ" تک تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنا ہوتا ہے اور سنت غیر مؤکدہ کی سنتوں میں تشہد کے بعد درود شریف دعا سمیت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنا ہوتا ہے اور تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے ثناء اور تعوذ بھی پڑھنا چاہیے، یہی صحیح طریقہ ہے اگرچہ سنت مؤکدہ کی طرح پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے۔

لما في تنوير الابصار:(۲/۱۶،طبع سعيد)

(ولا يصلي على النبي ﷺ في القعدة الاولى في الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها) ولو صلى ناسياً فعليه السهو وقيل لا شمني (ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي ﷺ (ويستفتح) ويتعوذ ولو نذراً لأن كل شفع صلاة.

(۲) چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ نماز ایک لحاظ سے ہر دو رکعت اگرچہ مستقل نماز ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لیکن چاروں رکعتوں کو ایک تحریمہ سے ادا کرنے میں دونوں شفعوں کے ایک نماز ہونے کی جہت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، ورنہ ایک شفعہ کا بغیر سلام کے اور دوسرے کا بغیر تحریمہ کے ہونا لازم آئیگا، مذکورہ صورت میں سہوا سلام پھیرنے کے بعد مزید نماز کی بناء کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی بھولے سے وسط نماز میں سلام پھیر دے، لہٰذا سجدہ سہو لازم ہے۔

لمافی غنیۃ المستملی:

والحاصل ان کل رکعتین صلاۃ علی حدۃ من وجہ دون وجہ فاعتبر کونہ صلاۃ علی حدۃ فی حق القرأۃ للاحتیاط اذبالنظر الیہ تجب القرأۃ فی کل شفع وبالنظر الیٰ ان الکل صلاۃ علیٰ حدۃ لاتجب فلا احتیاط للوجوب کما فی الوتر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۶۲

﴿سورۃ فاتحہ کو مکرر پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ اگر کسی نے فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت میں دو مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ لی، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ پہلی یا دوسری رکعت میں اگر سورۃ فاتحہ کو بھولے سے مکرر پڑھا اور درمیان میں کوئی سورۃ بھی نہیں پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے۔

لمافی العالمگیریۃ: (۱/۱۲۶، طبع رشیدیہ)

ولوکررھا فی الاولیین یجب علیہ سجود السھو بخلاف مالواعادھا بعدالسورۃ اوکررھا فی الاخریین کذافی التبیین.

ولمافی الھدایۃ: (۱/۱۶۴-۱۶۵، طبع رحمانیہ)

ویلزمہ السھواذازادفی صلاتہ فعلامن جنسھالیس منھاوھذایدل علی ان سجدۃ السھوواجبۃ ھوالصحیح لانھاتجب لجبرنقصان تمکن فی العبادۃ کدماء فی الحج واذاکان واجبالایجب الابترک واجب اوتاخیررکن ساھیاھذاھوالاصل وانماوجبت بالزیادۃ لانھالاتعری عن تاخیررکن اوترک واجب.

ولمافی الشامیۃ: (۱/۴۶۰، طبع سعید)

(وکذاترک تکریرھا) فلوقراھافی رکعۃ من الاولیین مرتین وجب سجود السھولتاخیر الواجب وھوالسورۃ کمافی الذخیرۃ اوغیرھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۴۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بھول کر سورت کو فاتحہ سے پہلے پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب اگر کسی نے نماز میں بھولے سے سورت پہلے پڑھی اور فاتحہ بعد میں پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سورۃ فاتحہ اور سورت میں ترتیب کی رعایت واجب ہے سہوا خلاف کرنے کی صورت میں سجدہ سے کفایت ہو جاتی ہے

لما فی البحر الرائق:(۱/۲۹۶،طبع:سعید)

احدهما وجوب تقديم الفاتحة على السورة لثبوت المواظبة منه ﷺ كذالك حتى قالو الو قرأ حرفا من السورة قبل الفاتحة ساهيا ثم تذكر يقرأ الفاتحة ثم السورة ويلزمه سجود السهو

ولما فی الهندية:(۱/۱۲۶،طبع:رشيديه)

ولو اخر الفاتحة عن السورة فعليه سجود السهو كذا في التبيين

ولما فی الحلبي الكبيرى:(ص:۲۵۸،طبع: نعمانية)

تقديمها اى تقديم الفاتحة على السورة لمواظبته عليها ايضا

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر: ۳۶۷۹

﴿سورہ فاتحہ کی ایک آیت بھی بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے فرض، واجب، سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں پوری سورۃ فاتحہ یا اس کی کچھ مقدار بھولے سے چھوٹ جائے اور پھر آخری قعدہ میں اس کو یاد آجائے تو کیا اس سے سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فرض نماز اگر چار یا تین رکعات والی ہے تو اس کی پہلی دو رکعتوں میں اگر سورۃ فاتحہ کی ایک ایت بھی بھولے سے رہ جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور آخری دو رکعتوں میں اگر فاتحہ کی کچھ مقدار یا پوری فاتحہ رہ جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، دو رکعات والی فرض نماز اسی طرح واجب ، تمام سنت اور نوافل کی کسی بھی رکعت میں سورہ فاتحہ کی ایک ایت بھی بھولے سے اگر رہ جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے.

لما فی التنوير مع الدر: (۱/۴۸۸،طبع: سعيد)

(قرأة فاتحة الكتاب) فيسجد بترك اكثرها لا اقلها لكن فى المجتبى يسجد بترك اية وهو اولىٰ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وقال الشامی تحته (قوله وهواولیٰ)لعله للمواظبة المفيدة للوجوب

ولما فی السعایہ:(۲/۱۲۶،طبع سہیل اکیڈمی)

وليس معناه الا كون كل اٰية اٰية منها واجبا علىٰ حدة يلزم وجوب سجدة السهو بترك اقلها قطعا

ولما فی البحر الرائق:(۲/۹۴،طبع: سعید)

اما فی النفل والوتر فلا بد من القرة فی الكل

ولما فی الهندیہ:(۱/۱۲۹،طبع: قدیمی)

وان تركها فی الاخريين لا يجب ان كان فی الفرض وانكان فی النفل او الوتر وجب عليه

ولما فی السعایہ:(۲/۱۲۶،طبع: سہیل اکیڈمی)

ثم وجوبها فی الفرض ليس فی كل الركعات بل فی الركعتين الاولیين واما ركعات النفل والوتر والعيدين فتجب فی كلها كما فی البحر

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۷ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۸۱

﴿فاتحہ سے پہلے یا بعد میں تشہد اور تشہد سے پہلے یا بعد فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب اگر کوئی آدمی قیام کی حالت میں فاتحہ سے پہلے یا فاتحہ کے بعد تشہد پڑھے یا قعدہ میں تشہد سے پہلے یا تشہد کے بعد فاتحہ پڑھ لے تو کیا اس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ قیام کی حالت میں فاتحہ سے پہلے کوئی تشہد پڑھے یا قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد فاتحہ پڑھے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ فاتحہ سے پہلے مقام ثناء ہے اور تشہد کے بعد دعاء کا موقع ہے اور تشہد ثناء جبکہ فاتحہ دعاء ہے البتہ فاتحہ کے بعد تشہد پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ فاتحہ کے بعد بلا تاخیر سورت کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں تشہد سے پہلے اور قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد فاتحہ پڑھنے سے بھی سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔

لما فی الدر مع الرد:(۱/۴۷۰،طبع: سعید)

وترك كل زيادة تتخلل بين الفرضين

وقال الشامی تحته وقوله بين الفرضين غير قيد فتدخل الزيادة بين فرض وواجب كالزيادة بين التشهد الاول والقيام الى الركعة الثالثة لما مر والظاهر ان منه قرأة التشهد

بعد السجدة الثانية بلا تاخير حتى لو رفع من السجدة وقعد ساكتا يلزمه السهو

ولما في الحلبي الكبيري:(ص:۲۹۷،۲۹۸،طبع:نعمانيه)

او قرأ القرأن في ركوعه او في سجوده او في موضع التشهد يجب عليه سجود السهو للزوم تاخير الواجب ....لو تشهد في قيامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه وهو الاصح لانه محل قرأة السورة فقد اخر الواجب ....وان قرأ القرأن بعد قرأة التشهد في القعدة الأخيرة لا سهو عليه لانه محل الثناء والدعاء والقرأن يشتمل عليهما

ولما في التاتارخانيه:(۵۲۲/۱،طبع:قديمى)

واذا فرغ من التشهد وقرأ الفاتحة فلا سهو عليه و اذاقرأ الفاتحة مكان التشهد وفي الخانية او قرأ اية من القرأن فعليه السهو وكذالك اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو كذا روى عن ابى حنيفةؒ وفي واقعات الناطفي وذكر هناك اذابدأ في موضع التشهد بالقرأة ثم التشهد فعليه السهو وبمثله لو بدأ بالتشهد ثم بالقرأة فلا سهو عليه ....ولو قرأ التشهد قائما او راكعا او ساجدا لا سهو عليه لان التشهد ثناء والقيام موضع الثناء والقرأة

ولما في الهنديه:(۱۲۷/۱،طبع: رشيديه)

ولو قرأ التشهد في القيام ان كان في الركعة الاولى لا يلزمه شيء وان كان في الركعة الثانية اختلف المشايخ فيه والصحيح انه لا يجب كذا في الظهيرية ولوتشهد في قيامه قبل قرأة الفاتحة فلا سهو عليه وبعده يلزمه سجود السهو وهوالاصح لان بعد الفاتحة محل قرأة السورة فاذاتشهد فيه فقد اخر الواجب وقبلها محل الثناء كذافي التبيين

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۷ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۸۵

﴿سری نماز میں جہراً اور جہری نماز میں سراً قرأت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب امام اگر جہری نماز میں سراً قرأت کر لے یا سری نماز میں جہراً قرأت کرلے تو کتنی مقدار ہے جسکی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اسی طرح اگر منفرد جہری نماز میں سراً قرأت کر لے یا سری نماز میں جہراً قرأت کرلے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: طارق علیم صاحب

﴿جواب﴾ امام تین چھوٹی آیات یا ایک آیت طویلہ کے بقدر اگر جہری نماز میں اخفاء کرے یا سری نماز میں جہر کرے اسی طرح منفرد اگر سری نماز میں جہر کرے تو اس سے سجدہ سہو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب ہو جاتا ہے لیکن منفرد کے جہری نماز میں سراً قرأت کرنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ جہری نماز میں منفرد کو اختیار ہوتا ہے

لما فی التنویر مع الدر:(۸۱/۲،طبع:سعید)

(والجهر فيما يخافت فيه) للامام (وعكسه لكل مصل فى الاصح) والاصح تقديره (بقدر ماتجوز به الصلوٰة فى الفصلين)

ولما فی الرد المختار:(۸۱/۲،طبع:سعید)

وقال فى شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلوٰة من غير تفرقة لان القليل من الجهر فى موضع المخافتة عفو ايضاً

ولما فی الحلبی الکبیری:(۲۹۴ تا۲۹۵،طبع:نعمانیہ)

وذكر فى المحيط ان فى رواية النوادر عليه السهو وميل الشيخ كمال الدين بن الهمام الىٰ ان المخافتة واجبة على المنفرد فى موضعها فيجب بتركها السهو وهو الاحتياط .....ولو جهر الامام فيما يخافت او خافت فيما يجهر قدر ما تجوز به الصلوٰة يجب سجود السهو عليه وهو اى التقدير بمقدار ما تجوز به الصلوٰة هو الاصح

ولما فی الدر المختار:(۵۳۲/۱،طبع:سعید)

و فى السرية يخافت حتما على المذهب وقال الشامى تحته (قوله على المذهب) كذافى البحر رادأعليهما فى العناية من ان ظاهر الرواية انه مخير اقول .....واما جواب رواية النوادر فانه يلزمه السهو وفى الذخيرة اذا جهر فيما يخافت عليه السهو وفى ظاهر الرواية لا سهو عليه نعم صحح فى الدرر تبعا للفتح والتبيين وجوبالمخافتة ومشى عليه فى شرح المنية والبحر والنهر والمنح وقال فى الفتح: فحيث كانت المخافتة واجبة ينبغى ان يجب بتركها السجود

ولما فی الھندیۃ:(۷۳/۱،طبع:رشیدیہ)

وان كان منفردا ان كانت صلاة يخافت فيها يخافت حتما هو الصحيح وان كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۹۱

﴿امام جب سہو کا سلام پھیرے تو مسبوق اور مدرک کے لیے سلام پھیرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام جب سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرے تو مسبوق اور مدرک بھی سلام پھیریں گے یا نہیں؟ اور اگر سلام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پھیر دیں تو کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔ مستفتی: محمد حسن پشاور

﴿جواب﴾ امام اگر سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرے تو مدرک بھی سلام پھیرے گا کیونکہ امام کی اتباع مقتدی پر لازم ہے لیکن مسبوق کے لیے سلام پھیرنا صحیح نہیں بلکہ بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر یہ جانتے ہوئے کہ وہ مسبوق ہے پھر بھی سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر سہوا پھیرا ہو یعنی بے خیالی میں غلطی سے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

لما في الشامي:(۴۷۰/۱،مطلب مهم في تحقيق المتابعة للامام،طبع سعيد)

(قوله ومتابعة الامام)قال في شرح المنية:لا خلاف في لزوم المتابعة في الاركان الفعلية اذ هي موضوع الاقتداء.

ولما في الشامي:(۸۲،۸۳/۲،باب سجود السهو،طبع سعيد)

(والمسبوق يسجد مع امامه)قيد بالسجود لانه لا يتابعه في السلام،بل يسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء،فان سلم فان كان عامدا فسدت والا لا.

ولما في الهداية:(۱۳٦/۱،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مكتبه رحمانيه)

بخلاف السلام ساهيا لانه من الاذكار فيعتبر ذكرا في حالة النسيان وكلاما في حالة التعمد لما فيه من كاف الخطاب.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

۱۳ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۲۸۵۴

﴿خلیفہ کو سجدہ سہو کا اشارہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ امام کو دوران نماز حدث لاحق ہو گیا جبکہ امام پر سجدہ سہو بھی لازم ہے تو امام کسی کو خلیفہ بناتے وقت کیسے سمجھائے گا کہ سجدہ سہو کرنا ہے؟ مستفتی: محمد عظیم صاحب

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں امام اپنے خلیفہ کو بات کئے بغیر ہاتھ کے اشارے سے سمجھائے گا، اس اشارہ سے متعلق فقہاء کرام رحمھم اللہ سے مختلف تصریحات منقول ہیں مثلاً: بعض فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں امام سجدہ سہو کے اشارہ کیلئے سینے پر ہاتھ رکھے گا اور بعض کے ہاں سینے پر انگلی رکھے گا، ان دونوں اقوال میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے، البتہ اگر پہلے قول کو اختیار کیا جائے تو دونوں صورتوں پر عمل ہو جائیگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر المختار شرح تنویر الأبصار (۲/۲۵۳، کتاب الصلاۃ، باب الاستخلاف)

ویضع یده علی رکبته لترك رکوع وعلی جبهته لسجود وعلی فمه لقراءة وعلی جبهته ولسانه لسجود تلاوۃ أو صدره لسهو.

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی تنویر الأبصار: (۱/۲۵۶، کتاب الصلاۃ طبع رشیدیه)

(قوله: وصدره): أی یضع یده علی صدره فقط لسجود سهو.

ولما فی البحر الرائق: (۱/۳۶۹، کتاب الصلاۃ، باب الحدث فی الصلاۃ طبع سعید)

ولسجدۃ التلاوۃ بوضع اصبعه علی الجبهة واللسان وللسهو علی صدره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حفیظ اللہ بیگ چترالی

صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۴۹

﴿فرض نماز کے آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چار رکعتوں والی فرض نماز کے آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک اور سورۃ بھی ملایا تو کیا اس شخص پر سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

مستفتی: حیات اللہ خان پشین

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوا، البتہ اسکا یہ فعل خلاف سنت ہے اس لئے آئندہ اس سے اجتناب کرے۔

لما فی التنویر مع الدر: (۱/۴۵۸، ۴۵۹، طبع سعید)

"(وضم سورة فی الأولیین من الفرض) وهل یکره فی الأخریین؟ المختار لا" وفی الشامی: (قوله: المختار لا): أی لا یکره تحریماً بل تنزیهاً لأنه خلاف السنة"

ولما فی البحر الرائق: (۱/۲۹۶، طبع بیروت)

"وهذا الضم واجب فی الأولیین من الفرض وفی جمیع رکعات النفل والوتر کالفاتحة، وأما فی الأخریین من الفرض فلیس بواجب ولا سنة بل هو مشروع فلو ضم السورة الفاتحة فی الأخریین لا یکون مکروهاً کما نقله فی غایة البیان عن فخر الاسلام".

ولما فی رد المحتار: (۱/۴۵۹، طبع سعید)

"وفی البحر عن فخر الاسلام أن السورة مشروعة فی الأخریین نفلاً، وفی الذخیرة أنه المختار، وفی المحیط وهو الأصح، والظاهر أن المراد بقوله نفلاً الجواز، والمشروعیة بمعنی عدم الحرمة فلا ینافی کونه خلاف الأولی".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالباری پشینی

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۷۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سجدہ سہو لازم نہ تھا پھر بھی سجدہ سہو کرلیا تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نماز میں کسی سنت کو ترک کیا اور یہ سمجھا کہ سجدہ سہو لازم ہو گیا پھر سجدہ سہو کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس پر سجدہ سہو لازم نہ تھا، اب اس کی نماز ہو گئی یا اعادہ ضروری ہے؟ مستفتی: نوید حسین راولپنڈی

﴿جواب﴾ جس شخص پر سجدہ سہو واجب نہ ہو اور محض ظن ہو کہ سجدہ سہو لازم ہے ایسے شخص کو سجدہ نہ کرنا چاہیے، تاہم اگر سجدہ سہو کرلیا تو نماز فاسد نہ ہوگی آئندہ کے لیے خیال رکھے اور نماز کے ضروری مسائل سیکھنے کی کوشش کرے۔

لما فی تنویر الابصار:(۱/۵۹۹،قبیل الاستخلاف،طبع سعید)

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه(المسبوق)فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد.

وفی الشامية:(قوله فالاشبه الفساد)وفی الفيض:وقيل لا تفسد وبه يفتی وفی البحر عن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث:فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱/۹۴،فصل فی المسبوق،طبع قديمی)

اذا ظن الامام ان عليه سهوا فسجد للسهو وتابعه المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم يكن عليه سهوا فيه روايتان واختلف المشائخ لاختلاف الروايتين و اشهرهما ان صلاة المسبوق تفسد وقال الشيخ الامام ابو حفص الكبير رحمه الله تعالی لا تفسد وان لم يعلم انه لم يكن سهوا علی الامام لم تفسد صلاة المسبوق فی قولهم.

ولما فی الهندية:(۱/۹۲،فصل فی المسبوق واللاحق،طبع رشيديه)

ولو ظن الامام ان عليه سهوا فسجد للسهو فتابعه المسبوق فيه ثم علم انه لم يكن عليه سهو فاشهر الروايتين ان صلاة المسبوق تفسد لانه اقتدی فی موضع الانفراد قال الفقيه ابو الليث فی زماننا لا تفسد هكذا فی الظهيرية و ان لم يعلم لا تفسد صلاته فی قولهم كذا فی فتاوی قاضی خان هو المختار وبه يفتی ابو حفص الكبير وهو الماخوذ به كذا فی الغياثية.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تاجد محمود کھوسہ

۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۰۷

﴿سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سجدہ سہو کے لیے سلام ضروری ہے؟ یہاں عام طور پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کرتے ہیں جب کہ بخاری شریف میں اس کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

برعکس بغیر سلام پھیرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے؟ مستفتی: مقتدی ابوبکر مسجد فیز ۲

﴿جواب﴾ سجدہ سہو کے لیے سلام احناف کے نزدیک سنت اور افضل ہے اور سلام پھیرے بغیر بھی سجدہ سہو کرنا جائز ہے لیکن خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے۔

بخاری شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرنے کی روایت اگر ہے تو اسی بخاری شریف میں اور دیگر کتب احادیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی احادیث سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنے کی بھی تو ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب قولی اور فعلی حدیث میں تعارض ہو جائے تو فعلی حدیث کے مقابلے میں قولی حدیث پر عمل کیا جائے گا کیونکہ بہت سارے افعال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں یا محض تعلیم جواز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی عمل اختیار کر لیتے ہیں لیکن قولی احادیث امت کے لیے ہوتی ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنے کی فعلی احادیث بھی ثابت ہیں، لہٰذا کوئی ایک حدیث نظر سے گزر جائے تو حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی، علماء سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

لما فی ردالمحتار:(۵۴۰/۲،باب سجود السهو،طبع امدادیه)

(بعد سلام)متعلق بمحذوف حال من فاعل یجب لا بیجب،کما یاتی من انه لو سجد قبل السلام کره تنزیهاً.

ولما فی عمدة القاری:(۴۳۹/۷،کتاب السهو،طبع رشیدیه)

وذهب ابوحنیفة واصحابه والثوری الیٰ ان السجود یکون بعد السلام فی الزیادة والنقص،وهو مروی عن علیّ بن ابی طالب وسعد بن وقاص وابن مسعود وعمار وابن عباس وابن الزبیر وانس بن مالک والنخعی وابن ابی لیلیٰ والحسن البصری،واحتجوا بحدیث ذی الیدین المخرج فی (الصحیحین)وفیه:((فاتمّ رسول الله صلیٰ الله علیه وسلّم مابقی من الصلاة ثم سجد سجدتین وهو جالس بعد التسلیم))،واحتجوا أیضاً بأحادیث أخریٰ،ومنها ما رواه الترمذی من حدیث الشعبی قال:((صلیٰ بنا المغیرة بن شعبة فنهض فی الرکعتین فسبّح به القوم وسبّح بهم،فلمّا صلیٰ بقیة صلاته سلّم ثم سجد سجدتی السهو وهو جالس،ثم حدّثهم أن رسول الله صلی الله علیه وسلّم فعل بهم مثل الذی فعل))،ومنها ما رواه ابوداود وابن ماجة واحمد فی (مسنده)،وعبدالرزاق فی(مصنفه)والطبرانی فی(معجمه)من حدیث ثوبان عن النبیّ صلی الله علیه وسلّم أنه قال (لکلّ سهو سجدتان بعد مایسلّم)

واماالجواب عن أحادیثهم فنقول:أمّا حدیث الباب،وهو حدیث بن بحینه فهو یخبر عن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فعله صلى الله عليه وسلم وفي احاديثنا ما يخبر عن قوله، فالعمل بقوله أولى، على أنه قد تعارض فعلاه، لأن في احاديثهم أنه صلى الله عليه وسلم سجد قبل السلام، وفي احاديثنا سجد بعد السلام، ففي مثل هذا المصير الى قوله اولى، وقديقال: ان سجوده بعد السلام، انما كان لبيان الجواز قبل السلام لا لبيان المسنون.

ولما في مجمع الأنهر:(۲۱۹/۱، باب سجود السهو، مكتبة المنار كوئٹه)

(بعد التسليمتين) بيان لمحله المسنون عندنا وعند الشافعي قبل السلام، وفي التبيين وهذا الخلاف في الأولوية، ولا خلاف في الجواز قبل السلام وبعده، لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم مثل المذهبين قولاً وفعلاً، لكن ذكر المقدسي كراهته تنزيهاً (وقيل بعد) تسليمة (واحدة) كما هو مختار فخر الاسلام، وصاحب الايضاح، وصاحب الكافي وشيخ الاسلام وفي المجتبى وهو الاصح وفي المحيط على قول عامة المشائخ: يكتفي بتسليمة واحدة.

ولما في التاتارخانية:(۵۱۷/۱، الفصل السابع عشر في سجود السهو، طبع قديمي)

واما بيان محلها: فنقول: سجود السهو بعد السلام، سواء كان من زيادة او نقصان، وقال الشافعي رحمه الله تعالى: يسجد قبل السلام، ولو سجد قبل السلام اجزأه عندنا.

ولما في بدائع الصنائع:(۱۷۲/۱ـ۱۷۳، فصل، طبع سعيد)

واما بيان محل السجود للسهو فمحله المسنون بعد السلام عندنا سواء كان السهو بادخال زيادة في الصلاة او نقصان فيها...... واما محل جوازه فنقول جواز السجود لا يختص بما بعد السلام حتى لو سجد قبل السلام يجوز ولا يعيد لأنه أداه بعد الفراغ من أركان الصلاة الا أنه ترك سنته وهو الاداء بعد السلام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۷۸۳

﴿نماز میں سجدہ بھول جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ تراویح کی پہلی رکعت میں زید ایک سجدہ ادا کرنا بھول گیا اور قیام کے لئے کھڑا ہو گیا لیکن کھڑے ہوتے ہی اسے یاد آیا تو فوراً سجدہ کی ادائیگی کے لئے سجدہ میں چلا گیا اور پھر قیام کے لئے کھڑا ہوا اور نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ سہو بھی کیا تو کیا صورت مذکورہ میں زید کی نماز ادا ہوئی کہ نہیں؟　　　　مستفتی: سلمان سواتی

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت میں زید نے جس طریقہ سے نماز ادا کی اس طریقہ کے مطابق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس کی نماز ہوگئی، دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لمافی الشامی: (۶۲/۱ طبع سعید)

حتی لو ترك سجدة من ركعة ثم تذكرها فيما بعد هامن قيام أوسجود فانه يقضيها ولا يقضي ما فعله قبل قضائها مما هو بعد ركعتيها من قيام اوركوع او سجود بل يلزمه سجود السهو فقط.

ولمافي الهندية: (۱۴۰/۱ قديمی)

ومنها رعاية الترتيب في فعل مكرر فلو ترك سجدة من ركعة فتذكرها في اخر الصلاة سجدها وسجد للسهو لترك الترتيب.

ولما في قاضی خان: (۱۱۸/۱ طبع قديمی)

وان كان اماما فصلي ركعة وترك منها سجدة فصلي ركعة اخرى وسجدلها فتذكر المتروكة في السجود فانه يرفع راسه من السجود ويسجد المتروكة ثم يعيد ما كان فيها لانها ارتفضت فيعيد ها استحسانا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

۱۸ محرم ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۶۳

﴿مغرب کی نماز غلطی سے تین کے بجائے چار رکعات پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مغرب کی نماز تین رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھے تو سجدہ سہو سے تلافی ہو جائے گی یا ازسرنو نماز پڑھنی ہوگی؟ بینوا توجروا — سعید الرحمٰن اورنگی ٹاؤن کراچی

﴿جواب﴾ مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ کئے بغیر چوتھی رکعت کیلئے بھول سے کوئی کھڑا ہو جائے اور سجدہ کرنے سے پہلے احساس ہو جائے تو قعدہ کی طرف لوٹ کر نماز پوری کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے اور سجدہ کرنے کے بعد احساس ہوا تو اب فرض باطل ہوا دوبارہ لوٹانا ضروری ہے یہ نماز نفل شمار ہوگی۔

اور قعدہ اخیرہ کرنے کے بعد بھول سے کوئی چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تب بھی سجدہ سے پہلے یاد آنے کی صورت میں واپس لوٹنے کا حکم ہے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے اور سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو ایک اور رکعت ملا کر نماز پوری کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے تو اس صورت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں فرض نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے فرض کے ساتھ اضافی دو رکعت نفل شمار ہوگی۔

لما فی الدر المختار :(۸۵/۲،طبع سعید)

(ولو سها عن القعود الاخير عاد مالم يقيدها بسجدة) لان ما دون الركعة محل الرفض وسجد للسهو لتاخير القعود (وان قيدها) بسجدة عامدا أوناسيا أو ساهيا أو مخطئا(تحول فرضه نفلا برفعه):اى الجبهة عند محمد .....(وضم سادسة ان شاء)لاختصاص الكراهة والاتمام بالقصد (ولا يسجد للسهو على الاصح)لان النقصان بالفساد لا ينجبر (وان قعدفى الرابعة)مثلا ــــ(أى او قعد فى ثالثة الثلاثى اوفى ثانية الثنائى.(ردالمحتار) قدر التشهد (ثم قام عادوسلم)وان سجد للخامسة سلموا)لانه تم فرضه اذ لم يبق عليه الا السلام (وضم اليها سادسة)لو فى العصر، وخامسة لو فى المغرب ،ورابعه فى الفجر به يفتى لتصير الركعتان له نفلا.....(وسجد للسهو) فى الصورتين اى ما اذا لم يسجد للخامسة أو سجد.

ولما فی البحر الرائق :(۱۰۳/۲،طبع سعید)

(وان سها عن الاخيرعاد مالم يسجد)لان فيه اصلاح صلاته فامكنه ذالک لان مادون الركعة بمحل الرفض،أراد بالاخير القعودالمفروض ليشمل الفرض الرباعى والثنائى.....(وسجد للسهو)لتاخيره فرضا وهو القعود الاخير (فان سجد بطل فرضه برفعه).

ولمافی التا تار خانیة:(۵۳۶/۱،طبع قدیمی)

رجل صلى المغرب فيجى رجل ويقتدى به فصلى المغرب تطوعا فقام الامام الى الرابعة ناسيا ولم يقعد على رأس الثالثة وقيد الرابعه بالسجدة وتابعه المقتدى فى ذالک قال فسدت صلاة الامام وصلاة المقتدى ومعنى قوله ،فسدت صلاة الامام،فسدت صلاته فرضا لا نفلا.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :محمد فاروق چارسدوی

۱۱ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۹۹۴

﴿تراویح کی نماز میں قعدہ اخیرہ چھوڑ کر سیدھا کھڑے ہو جانے سے سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ تراویح کی نماز میں اگر امام صاحب قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کے بجائے قیام میں چلے جائیں اور مقتدی کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ اخیرہ میں بیٹھ جائیں تو کیا اس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی:ابوبکر چارسدہ

﴿جواب﴾ اگر سیدھا کھڑے ہو گئے تھے پھر تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر کھڑے ہونے کی کوشش کی پھر بیٹھ گئے تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر قیام کے زیادہ قریب ہوں تو سجدہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سہو واجب ہے اور اگر بیٹھنے کے قریب ہوں تو واجب نہیں ہے۔

لما فی الهندية:(۱۲۷/۱،طبع رشيديه)

وفی رواية اذا قام علی ركبتيه لينهض يقعد وعليه السهو ويستوی فيه القعدة الاولی الثانية وعليه الاعتماد وان رفع اليتيه وركبتاه علی الارض لم يرفعهما لاسهو عليه.

ولما فی الخانية:(۱۱۲/۱،طبع قديمی)

منها اذا قعد فيما يقام فيه قام فيما يجلس فيه وهو امام او منفرد اراد بالقيام اذااستتم قائما او كان الی القيام اقرب.

ولمافی رد المحتار:(۵۵۰/۲،مكتبه امداديه)

(قوله وسجد للسهو) لم يفصل بين ما اذا كان الی القعود اقرب او لا، وكان ينبغی ان لا يسجد فيما اذا كان اليه اقرب كما فی الاولی لما سبق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفااللہ عنہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۱۳

﴿دو رکعت والی نماز میں کسی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ جائے تو اس کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر دو رکعت والی نماز میں آخری رکعت کا ایک سجدہ بھول کر چھوٹ جائے یا پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ جائے اور سلام کے بعد یاد آئے تو کیا کرے؟ کیا سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی؟ مستفتی: کلیم اللہ منگو پیر

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں سلام کے بعد جیسے ہی یاد آ جائے تو سجدہ کر لے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لے پھر اس میں ذرا تفصیل ہے اگر اس کو یقین ہو کہ سجدہ پہلی رکعت کا ہے تو اس سجدہ کی قضاء کی نیت کر کے سجدہ کر لے یعنی دل میں یہ خیال ہو کہ پہلی رکعت کا جو سجدہ رہ گیا ہے وہ اداء کر رہا ہوں۔

اور اگر یقین ہو کہ دوسری رکعت کا سجدہ چھوٹا ہے تو پھر قضاء کی نیت کی ضرورت نہیں صرف سجدہ کر لے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کر لے۔

لما فی الهندية:(۱۲۹/۱،مكتبه رشيديه)

مسائله مبنية علی اصول منها السجدة متی اديت فی محلها تصح بغير النية ومتی فاتت عن محلها لا تصح الابالنية ثم انما تصير فائتة عن محلها اذاتخلل بينها وبين محلها ركعة تامة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفيه ايضاً: رجل صلى صلاة الفجر فتذكر في آخرها قبل السلام اوبعده انه ترك منها سجدة فعليه ان يسجدها ثم يتشهد ويسلم ويسجد للسهو فان علم انها من الركعة الاولىٰ وغالب رائيه ذالك ينوى القضاء...... وان علم انها من الثانية لاينوى القضاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۱ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۵۸۵

﴿فرض کی آخری دورکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص فرض کی پہلی دورکعتوں میں قراءت کرلے اور آخری دورکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ بھی قصداً پڑھے تو اسکا یہ عمل کیسا ہے؟　　　مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ فرض کی پہلی دورکعت میں قراءت کے بعد آخری دورکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

لما في الشامي: (۴۵۹/۱ ایچ ایم سعید)

(قوله وهل يكره) اى ضم السورة (قوله المختار لا) اى لا يكره تحريما بل تنزيها لانه خلاف السنة قال في المنية وشرحها: فان ضم السورة الى الفاتحة ساهيايجب عليه سجدتا السهو في قول ابى يوسف لتاخير الركوع عن محله وفي اظهر الروايات لايجب لان القرأة فيهما مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفي البحر عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة في الاخريين نفلا وفي الذخيرة انه المختار وفي المحيط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلا عن الجواز، والمشروعية بمعنى عدم الحرمة فلا ينافي كونه خلاف الاولى كما افاده في الحلية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: نعمان اقبال عفااللہ عنہ

۲۳ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۵۴۲

﴿فرض کی تیسری رکعت میں جہراً قراءت کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام جہری نماز میں فرض کی تیسری رکعت کے اندر بھولے سے جہراً قراءت کرلے اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ فرض کی آخری دورکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن پڑھے تو سراً پڑھنا واجب ہے، لہٰذا بھولے سے کوئی جہراً پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الشامی :(۱/۴۶۹،طبع سعید)

والاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیه وھو صلاۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والأخریان من العشاء وصلاۃ الکسوف والاستسقاء کمافی البحر ، ولکن وجوب الاسرار علی الامام بالاتفاق۔

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب :محمد کاشف عزیز غفرلہ

۱۴ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر :۲۳۹۳

﴿فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں بحالت قیام التحیات پڑھ لے اور پھر فاتحہ پڑھے یا بحالت التحیات فاتحہ پڑھے اور پھر التحیات پڑھے، تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: ناصر خان حسن سکوائر کراچی

﴿جواب﴾ حالت قیام میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بھول سے کوئی تشہد پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے اسلئے کہ یہ مقام ثناء ہے اور تشہد بھی ثناء پر مشتمل ہے، البتہ سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ متصلاً پڑھنا واجب ہے تو اس موقع پر تشہد پڑھنے کیوجہ سے واجب میں تاخیر ہوئی اس لئے اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے اور قعدہ اولیٰ ہو یا اخیرہ دونوں میں تشہد بلا تاخیر پڑھنا واجب ہے اس لیے شروع میں بھول سے سورۃ فاتحہ کوئی پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اسی طرح قعدہ اولی میں تشہد کے بعد تیسری رکعت کیلئے قیام بلا تاخیر ضروری ہے تو قعدہ اولیٰ کے بعد بھی قعود کی حالت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا ،البتہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف ثناء ودعاء کا مقام ہے تو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

لما فی الفتاوی الھندیۃ:(۱/۱۲۷مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

ولو تشھد فی قیامہ قبل قراءۃ الفاتحۃ فلا سھو علیہ وبعدھا یلزمہ سجود السھو وھو الاصح لان بعد الفاتحۃ محل قراءۃ السورۃ فاذا تشھد فیہ فقد اخر الواجب وقبلھا محل الثناء کذا فی التبیین۔

ولمافی حلبی کبیری:(ص۴۱۷ مکتبہ نعمانیہ کوئٹہ)

وذکر الناطفی فی الاجناس عن محمدلو تشھد فی قیامہ قبل قراءۃ الفاتحۃ فلا سھو علیہ وبعدھا یلزمہ قال السروجی وھو الاصح لانہ محل قراءۃ السورۃ فقد اخر الواجب انتھی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الفتاوی الھندیة:(۱/۱۲۷ مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

ولو قرأ فی رکوعه او سجوده او تشهده یلزمه وهذا اذا بدأ بالقراءة ثم با لتشهد وان بدأ بالتشهد ثم بالقراءة فلا سهو علیه کذا فی محیط السرخسی۔

ولمافی حلبی کبیری:(ص۲۹۷ مکتبه نعمانیه کوئٹه)

قرأ القرآن فی رکوعه او فی سجوده او فی موضع التشهد یجب علیه سجود السهو للزوم تاخیر الواجب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۹۷

﴿سجدہ سہو کے متعلق چند سوالات﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) مسبوق اگر امام کیساتھ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر مغرب کی نماز میں امام کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ لی سلام کے بعد مقتدی اپنی پہلی رکعت میں اگر قعدہ اولیٰ نہ کرے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک بار سجدہ سہو کر کے اگر التحیات کی جگہ سورۃ الفاتحہ پڑھنا شروع کردے تو دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: عبدالواحد صاحب

﴿جواب﴾ (۱) مسبوق کو چاہیے کہ امام کیساتھ قعدہ اخیرہ میں تشہد اس قدر آرام سے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک تشہد پورا ہو، البتہ اگر جلدی پڑھ لے تو ''اشھد ان لا الہ'' سے عبدہ ورسولہ تک کے الفاظ کو بار بار دہراتا رہے اور اگر بھولے سے درود شریف پڑھ بھی لے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

(۲) مذکورہ صورت میں مسبوق پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔

(۳) سجدہ سہو کرنے کے بعد اگر التحیات کی جگہ الحمدللہ وغیرہ پڑھنا شروع کردے تو یاد آنے پر اسکو چھوڑ کر تشہد شروع کرے اور پھر درود شریف وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے دوبارہ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی حلبی کبیر:(ص ۴۰۱،طبع نعمانیه)

وسهو الامام يوجب السجدة عليه وعلى القوم وسهو المؤتم لا يوجب السجود على الامام ولا عليه.

ولما فیه ایضا:(ص ۴۰۵،طبع: نعمانیه)

اذا فرغ من التشهد قبل سلام الامام يكرره من اوله وقيل يكرر كلمة الشهادة وقيل يسكت وقيل يأتي بالصلوة والدعاء والصحيح انه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الامام.

وفیه ایضاً :لوادرك مع الامام ركعة من المغرب فانه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في اولها لانها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياسا ولم يلزمه سجود السهو لكونها اولى من وجه وكذا في رد المحتار:(۱/۵۹۷)

ولمافی المبسوط:(۱/۲۲۴،طبع دار المعرفة بیروت)

وان كان شك في سجود السهو عمل بالتحرى ولم يسجد للسهو لما بينا ان تكرار سجود السهو في صلوة واحد غير مشروع ولانه لو سجد بهذا السهو ربما يسهو فيه ثانيا وثالثا فيؤدي الى مالا نهاية له.

ولما فی الهندیة:(۱/ ۱۲۳،طبع قدیمی)

السهو في سجود السهو لا يوجب السهو لانه لا يتناهى كذا في التهذيب وكذا في تاتار خانية:(۱/ ۵۳۶،طبع قدیمی)

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ	فتوی نمبر:۲۱۸۱

﴿نماز میں قرآن کو ترتیب کے خلاف پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی یہ عادت بن چکی ہے کہ اکثر اوقات وہ دوران نماز قرأت کرتے ہوئے پہلی رکعت میں چھوٹی سورت جبکہ دوسری رکعت میں اس کے مقابلے میں بڑی سورت پڑھ لیتا ہے۔

اسی طرح اکثر اوقات وہ سورتوں میں ترتیب کا لحاظ بھی نہیں رکھتا یعنی پہلی رکعت میں سورۃ الناس تو دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھ لیتا ہے ان صورتوں میں نماز درست ہے یا نہیں؟

اسی طرح مذکورہ شخص کی یہ بھی عادت ہے کہ صلاۃ وتر میں دعائے قنوت بھول جاتا ہے اور رکوع میں یاد آنے پر اس کا اعادہ نہیں کرتا بلکہ صرف سجدہ سہو کر لیتا ہے لیکن کبھی کبھار سجدہ سہو کرنا بھی بھول جاتا ہے حالانکہ اس کا یہ عمل جان بوجھ کر نہیں ہے بلکہ سہوا ہے، اسی طرح اگر یہ شخص سجدہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سہو بھول جائے اور نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے اب اگر وقت کے ختم ہونے سے پہلے یاد وقت کے بعد یاد آئے تو ان صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

﴿جواب﴾ پہلی دو صورتوں میں نماز ادا ہوگئی مگر خلاف سنت ہے اور اس شخص کو چاہئے کے کسی طرح اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرے اور اگر دعائے قنوت بھول جائے تو رکوع میں یاد آنے پر دوبارہ نہ لوٹے، بلکہ رکعت پوری کر کے آخر میں سجدہ سہو کرے لیکن اگر آخر میں سجدہ سہو بھی بھول گیا تو ایسی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے چاہے وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو۔

لما فی البخاری (۱۰۷/۱، باب مایقرأ فی الاخریین بفاتحة الکتاب، طبع: قدیمی)

عن عبد الله بن أبی قتادة عن أبیه أن النبی ﷺ کان یقرأ فی الظهر فی الأولیین بأم الکتاب و سورتین، وفی الرکعتین الاخریین بأم الکتاب و یسمعنا الآیة و یطول فی الرکعة الاولی مالا یطیل فی الرکعة الثانیة و هکذا فی العصر و هکذا فی الصبح۔

لما فی التنویر و شرحه (۱/ ۵۴۲، فصل فی القرأة، طبع سعید)

اطالة الرکعة الثانیة علی الاولی یکره تنزیهاً اجماعاً.

ولما فی الشامی تحت قوله

و الحاصل ان سنیة اطالة الاولی علی الثانیة و کراهیة العکس انما تعتبر من حیث عدد الآیات.

ولما فی البحر (۲/ ۹۳، باب سجود السهو طبع: سعید)

لو ترک ترتیب السور لا یلزم شیئ مع کونه واجب وهو اجمع ماقیل فیه وصححه فی الهدایة واکثر الکتب.

ولما فی الهندیة (۱/ ۱۲۶، طبع: رشیدیه)

واذا قرأ فی الرکعة الاولی سورةً و قرأ فی الرکعة الثانیة سورة قبلها فلا سهو علیه.

ولما فی الشامی (۵۴۶/۱ طبع: سعید)

(قوله و ان یقرء منکوسا) بان یقرء فی الثانیة سورة اعلی مما قرء فی الاولی، لان ترتیب السور فی القرأة من واجبات التلاوة.

ولما فی الهندیة (۱/ ۱۲۸، طبع: رشیدیه)

و منها القنوت فاذا ترکه یجب علیه السهو و ترکه یتحقق برفع رأسه من الرکوع.

ولما فی الشامی (۲/ ۶۴ طبع: سعید)

قلت: ای لانه یشمل وجوبها فی الوقت وبعده ای بناء علی ان الاعادة لا تختص بالوقت وظاهره ماقدمناه عن شرح التحریر ترجیحه، وقد علمت ایضاً ترجیح القول

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بالوجوب فيكون المرجح وجوب الاعاده فى الوقت و بعده.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد امین چارسدوی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۶۶

﴿سورتوں کی ترتیب الٹ کردی تو سجدۂ سہو واجب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر نماز میں منکوس قراءت کی جائے مثلاً: پہلی رکعت میں سورۃ الناس اور دوسری رکعت میں سورۃ الفلق تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز میں قران کریم کی موجودہ ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے قراءت کرنا بلاشبہ ضروری ہے قصداً اسکے خلاف کرنے میں گناہ ہے نماز بھی مکروہ ہو جاتی ہے لیکن نماز کے دیگر واجبات کی طرح بھول سے اسکے خلاف پڑھنے میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔

لمافى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح:(ص۴۶۰،طبع قديمى)

ويجب سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب اى من واجبات الصلوة الاصلية فخرج واجب ترتيب التلاوة.

ولمافى الشامى:(۵۴۶/۱-۵۴۷،طبع سعيد)

ويكره الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منكوساً الا اذا ختم فيقرأ من البقرة وقال الشامى قوله (وان يقرأ منكوسا) بان يقرأ فى الثانية سورة اعلى مما قرأ فى الاولى لان ترتيب السور فى القرأة من واجبا ت التلا وة وانما جوز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم.

ولمافى التاتارخانية:(۳۳۲/۱،طبع قديمى)

ولا بأس بقرأة القرآن على التاليف فقد صح ان الصحابة فعلوا ذالك وفى الحجة والصحيح ان رعاية ترتيب المصاحف لازمة عملا باجماع الصحابة لكن لايجب السهو بترك هذا الترتيب.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن ندیم سواتی

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۷۹

﴿من نسى فى القعدة الاولى وتجاوز عن قدر التشهد﴾

﴿ایک رکن کے بقدر تاخیر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ اذا نسى المصلى فى القعدة الاولى من الفرائض وقعد زائدا من قدر التشهد فباى قدر من التاخير يجب عليه السهو؟ مستفتی: فیاض احمد

﴿جواب﴾ التاخير عن القيام بقدر الركن يوجب سجدة السهو شرع فى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الصلاة على النبي ﷺ او لم يشرع ومقدار الركن على القول المفتى به هو ان يمكن قراء قسبعة عشر حرفا فمن نسى وتأخر عن القيام مقدار قوله "اللهم صلى على محمد" يجب عليه سجدة السهو والله اعلم.

لما في التنوير وشرحه:(۱/۵۱۰،طبع سعيد)

(ولا يزيد)في الفرض(على التشهد في القعدة الاولى)اجماعا(فان زاد عامدا كره)فتجب الاعادة أو ساهيا وجب عليه سجود السهو اذا قال(اللهم صلى على محمد)فقط على المذهب.

ولما في البزازية على هامش الهندية:(۲/۶۲،طبع رشيديه)

والمختار انه اذا قال "اللهم صلى على محمد" لزمه لانه ادى سنة وكيدة فلزم تأخير الركن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد غفرلہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:

﴿سجدۂ تلاوت کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ایک آدمی نے سجدۂ تلاوت ادا کیا لیکن جب سجدۂ تلاوت سے کھڑا ہو گیا تو اس نے سورۃ کے بجائے سورت فاتحہ شروع کر لی تو آیا مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ مستفتی: ابو محمد

﴿جواب﴾ سورت فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی سورۃ ملائی اور بعد میں بھولے سے سورۃ فاتحہ دوبارہ بھی شروع کر لیا تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا البتہ سورۃ ملائے بغیر سورۃ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

لما في قاضي خان:(۱/۱۲۸،طبع قديمى)

قرأ في صلاة الجمعة سورة السجده وسجدلها ثم قام وقرأ الفاتحة وقرأت تتجافى جنوبهم لا سهو عليه لانه لم يقرأ الفاتحة مرتين على الولاء،بهامش الهندية كذا في التجنيس والمزيد(۱۳۸/۲:طبع:ادارة القرآن)

ولما في الهندية:(۱/۱۲۶،طبع رشيديه)

ولو كررها في الاوليين يجب عليه سجود السهو بخلاف مالو اعاده ابعد السورة اوكررها في الاخريين.وفي البحر الرائق:(۲/۹۲،طبع سعيد)وان فصل بينهما بالسورة لايجب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۱۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۳۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿شک کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کو مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کی طرف اٹھتے ہوئے حدث لاحق ہو گیا تو انہوں نے خلیفہ بنایا خلیفہ نے نماز کے آخر میں سجدہ سہو کیا، وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ میرے خیال میں مجھے مصلی تک جانے میں تین تسبیحات کی مقدار دیر ہوگئی ہے اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں انتقال کے وقت اتنا وقفہ کرنے سے سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ امام صاحب کا سجدہ سہو کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو نماز ادا ہو گئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خلیفہ کے مصلی تک پہنچنے میں اتنی تاخیر کی گنجائش ہے کہ امام مسجد سے باہر نہ نکلنے پائے، اتنی تاخیر ہوگئی کہ امام مسجد سے باہر نکل گیا اور خلیفہ ابھی مصلی تک نہیں پہنچ سکا تو سجدۂ سہو نہیں بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی سجدہ سہو کسی رکن کی ادائیگی میں بھولے سے تاخیر ہو جانے کی صورت میں لازم ہوتا ہے مذکورہ صورت میں تاخیر بھول سے نہیں بلکہ سستی یا لاعلمی کی وجہ سے پیش آئی ہے۔

لما فی قاضیخان:(۱/۱۱۵،مطبوعه رشیدیه کوئٹه)

ولو خرج الامام من المسجد قبل ان يصل هذاالرجل الىٰ المحراب ويقوم مقامه فسدت صلاة الرجل والقوم ولا تفسد صلاة الامام الاول (قاضيخان بر هامش هندية.

ولما فی الهندية:(۱/۹۶،مطبوعه رشيديه كوئٹه)

وشرط جوازصلاة الخليفة والقوم ان يصل الخليفة الىٰ المحراب قبل ان يخرج الامام من المسجد كذا فى البحر الرائق.

سجدۂ سہولازم نہ ہو اور امام اس خیال میں سجدہ سہو کر لے کہ شاید سجدہ سہو واجب ہے تو ایسی صورت میں امام اور عام مقتدیوں کی نماز ہو جائیگی۔

لما فی الدرالمختار:(۲/۵۰،طبع امداديه)

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه المسبوق فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فى موضع الانفراد قال العلامة ابن عابدينؒ وفى الفيض وقيل لا تفسد وبه يفتى وفى البحر عن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث فى زماننا لا تفسد لان الجهل فى القراء غالب.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

فتویٰ نمبر:۸۹۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سہواً خاموش رہنے پر سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز میں قراءت سے قبل تقریباً تین تسبیحات کی مقدار خاموش رہے اور بعد میں سورۃ فاتحہ کی قراءت شروع کی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟ مستفتی: قاری اشفاق صاحب

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر امام صاحب واقعی بھول سے خاموش رہے اور تعوذ وتسمیہ وغیرہ پڑھنے میں مشغول نہیں تھے تو سجدۂ سہو لازم ہے اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

لما فی کبیری.(ص ۴۰۱ طبع نعمانیه کوئٹه)

قال بعض المشايخ وهو الامام الصفار ان منعه التفكر عن القراءة أو عن التسبيح يجب عليه سجود السهو وان كان لايمنعه بان كان يقرأ ويسبح ويتفكر لا يجب عليه سجود السهو.

لما فی حاشیة الطحطاوی:(ص ۴۷۳ طبع قدیمی)

واذاشغله التفكر عن اداء واجب بقدر ركن.....ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ماتقدم ان يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات ثم ان محل وجوب سجود السهو اذا لم يشتغل حالة الشك بقراءة ولا تسبيح اما اذاشتغل بهما فلا سهو عليه.

لما فی الدر المختار:(۵۲۳/۲ طبع امدادیه ملتان)

وتفكره عمداحتى شغله عن ركن .قال العلامة ابن عابدين":واجاب فى الحلية عن وجوب السجود فى مسئلة التفكر عمدا بانه وجب لما يلزم منه من ترك واجب هو تاخير الركن او الواجب عما قبله فانه نوع سهو فلم يكن السجود لترك واجب عمدا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۱۷ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۹۰۰

﴿سجدہ سہو کے قعدہ میں تشہد کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے کہ نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ نماز میں کسی وجہ سے میرے ذمہ سجدہ سہو لازم ہو تو صرف تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کرلوں یا درود شریف بھی پڑھنا چاہیے؟ نیز سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنا ضروری ہے یا صرف درود شریف اور دعا؟ مستفتی: محمد ہاشم

﴿جواب﴾ دونوں طرح جائز ہے چاہے آپ درود شریف پڑھ کر سجدہ سہو کریں یا صرف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تشہد پڑھ کر، البتہ بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے قعدہ میں اسی طرح اخیر والے قعدہ میں بھی درود شریف پڑھ لیا کریں۔

لمافی الحلبی الکبیر:(ص۴۰۸طبع نعمانیہ کوئٹہ)

ویأتی بالصلوة علی النبی ﷺ فی کلتا القعدتین قعدة الصلوة وقعدة السہو وھذا مختار الطحاوی۔

ولمافی قاضیخان علی ھامش الہندیة:(۱/۱۲۱طبع رشیدیہ)

ومن علیہ السہو یصلی علی النبی علیہ الصلوة والسلام فی القعدة الاولیٰ فی قول ابی حنیفة وابی یوسفؒ وفی قول محمدؒ فی القعدة الثانیة والاحوط ان یصلی فی القعدتین۔

سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنا ضروری ہے اگر تشہد نہ پڑھا تو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا، البتہ نماز ہو جائے گی۔

ولمافی مراقی الفلاح:(ص۴۶۰طبع قدیمی)

(بتشہد وتسلیم)قال الطحطاویؒ :ھما واجبان بعد سجود السہو لان الاولین ارتفعا بالسجود۔

ولمافی الدرالمختار:(۲/۵۴۱طبع امدادیہ ملتان)

(تشہد وسلام) لان سجود السہو یرفع التشہد دون القعدة لقوتھا...... ویأتی بالصلوة علی النبی ﷺ والدعاء فی القعود الاخیر فی المختار وقیل فیھما احتیاطاً۔

قال الشامیؒ (یرفع التشہد):ای قرائتہ حتی لوسلم بمجرد رفعہ من سجدتی السہو صحت صلاتہ ویکون تارکاللواجب۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد ولی اللہ

۱۲جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۹۰

﴿ترک سجدۂ سہو سے نماز واجب الاعادہ ہے﴾

﴿سوال﴾ تراویح کی نماز میں امام صاحب پر سجدہ سہو واجب ہوگیا لاعلمی کی بناء پر امام صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا بعد میں معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب ہوگیا تھا، عرض یہ ہے کہ اس نماز تراویح کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب نے جماعت کے ساتھ اعادہ نہیں کیا تو مقتدی اکیلے اسکا اعادہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مستفتی:عبیداللہ چارسدہ

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے اور جب امام صاحب نے اس کا اعادہ نہیں کیا تو مقتدی اکیلے اسکا اعادہ کرسکتے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر المختار:(۱۴۷/۲،طبع امدادیه)

وکذا کل صلاۃ أدیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها وفی ردالمحتار:تحت هذاالقول:وانّ النتض اذادخل فی صلوۃالامام ولم یجبر وجبت الاعادۃعلی المقتدی.

ولمافی منحة الخالق علی هامش البحرالرائق:(۷۸/۲،طبع سعید)

وفی شرح التحریرهل تکون الاعادۃ واجبة فصرح غیر واحد من شراح اصول فخر الاسلام بانها لیست بواجبة وان بالاول یخرج عن العهدۃوان کان علی وجه الکراهةعلی الاصح وان الثانی بمنزلة الجبروالاوجه الوجوب.

ولما فی الدر المختار:(۲۲۰/۲-۵۲۲طبع امدادیه)

کل صلوۃ ادیت مع کراهة التحریم تعاد وجوبا فی الوقت واما بعده فندبا وفی الشامیة:وقدعلمت ایضاترجیح القول بالوجوب فیکون المرجح وجوب الاعادۃفی الوقت وبعده.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبداللہ عفااللہ عنہ

۲۵ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۱۹

﴿رکوع،سجدہ اورحالت تشہد میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی بھولے سے رکوع سجدہ یا حالت تشہد میں سورۂ فاتحہ یا کوئی اور سورت پڑھے تو اس سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ رکوع اور سجدہ میں فاتحہ کے پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے اور حالت تشہد میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تشہد سے پہلے پڑھے یا قعدۂ اُولی میں تشہد کے بعد پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے اور اگر قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد پڑھے پھر واجب نہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم:(۱۹۱/۱،طبع قدیمی)

عن عباس قال کشف رسول اللہ ﷺ الستارۃ والناس صفوف خلف ابی بکرؓ فقال ایها الناس انه لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحه یراها المسلم او تری له الا وانی نهیت ان أقرأ القران راکعا او ساجدا فاما الرکوع فعظموا فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعا فقمن ان یستجاب لکم.

ولما فی الخانیةعلی هامش الهندیة:(۱۲۱/۱،طبع رشیدیه)

ولو قرأ الفاتحة او آیة من القران فی القعدۃ او فی الرکوع او فی السجود أوقرأ التشهد فی الرکوع اوفی السجود کان علیه السهو.

ولما فی الهندیة:(۱۲۶/۱،طبع رشیدیه)

ولوقرأفی رکوعه اوسجوده اوتشهده یلزمه وهذااذابدأبالقرأۃثم بالتشهدوان بدأ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بالتشهد ثم بالقرأة فلا سهو عليه كذا في محيط السرخسي.

ولما في رد المحتار: (۲/۵۴۴، طبع امدادیه)

قال: المقدسي وكما لو قرأ القران هنا أو في الركوع يلزمه السهو مع انه كلام الله.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۸۲۸

﴿عشاء کی آخری دو رکعتوں میں امام صاحب کا بھولے سے جہر کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب نے عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سے ایک میں ایاک نعبد و ایاک نستعین تک جہر کیا اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز ختم کر لی، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ نیز وہ کتنی مقدار ہے جسکے جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں بھی سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اور نماز صحیح ہونے کیلئے جتنی مقدار کی قراءت ضروری ہے اتنی مقدار میں جہر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

لما في منية المصلي: (ص ۲۹۶، طبع سهيل اكيڈمی)

(و) من الواجبات (الجهر) بالقرأة (فيما يجهر) فيه بها كالفجر ...... واولى المغرب والعشاء و) منها (المخافتة) بالقراءة (فيما يخافت) فيه بها كغير ماذكر فان الجهر والمخافتة في محله واجب للمواظبة منه عليه الصلوة والسلام على ذلك.

ولما في الطحطاوي: (ص ۲۵۳، طبع قديمی)

(ويجب الاسرار) ..... (و) الاسرار (فيما بعد أوليي العشائين) الثالثة من المغرب وهي والرابعة من العشاء الخ.

ولما في الدر المختار: (۲/ ۱۶۳ - ۵۴۵، امدادیه)

(فيما يجهر ويسر) لف ونشر يعني أن الجهر يجب على الامام فيما يجهر فيه وهو صلاة الصبح ..... الخ والاسرار يجب على الامام و المنفرد فيما يسر فيه وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء ..... (والجهر فيما يخافت فيه) للامام والاصح تقديره (بقدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين وقيل) ــــ (بهما) ــــ (وهو ظاهر الرواية).

وفي الشامية: (وظاهر الرواية) ..... وقال في شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة، لانّ القليل من الجهر في موضع المخافتة عفو أيضا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۱۳۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿تشہد کا کچھ حصہ رہ جانا پوری تشہد رہ جانے کے حکم میں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھے، اور کچھ مقدار بھولے سے نہ پڑھ سکا ہو، اور یاد آنے پر اس نے بھولی ہوئی مقدار پھر سے پڑھ لی، تو کیا اس شخص کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ مستفتی: اختر حسین قصور

﴿جواب﴾ تشہد ایک منظوم ذکر ہے اس کا کچھ حصہ رہ جانا پورا تشہد رہ جانے کے حکم میں ہے، اس لئے تشہد کا تھوڑا سا حصہ بھی اگر رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا، سجدۂ سہو کرنے سے نماز ٹھیک ہو جائے گی اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

لما في الهنديه:(۱۲۷/۱، طبع: رشيديه كوئٹه)

وفيها التشهد فاذا تركه في القعدة الاولى او الاخيرة وجب عليه سجود السهو وكذا اذا ترك بعضه كذا في التبيين.

ولما في الخانيه على هامش الهنديه:(۱۲۱/۱ طبع: رشيديه كوئٹه)

ولو ترك قرأة التشهد ناسيا في القعدة الاولى او في الاخيرة وتذكر بعد السلام يلزمه السهو وعن ابي يوسف رحمه الله تعالى في رواية لا سهو عليه وكذا لو ترك بعض التشهد ساهيا يلزمه السهو في ظاهر الرواية.

ولما في الشامي:(۴۶۶/۱، طبع: سعيد كراچى)

(قوله بترك بعضه ككله) قال في البحر من باب سجود السهو فانه يجب سجود السهو بتركه ولو قليلا في ظاهر الرواية لانه ذكر واحد منظوم فترك بعضه كترك كله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غفرلہ ولوالدیہ

۲۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۱۸

﴿تشہد کا تھوڑا سا بھی حصہ بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تشہد کی کتنی مقدار رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: محمد ابراہیم شاہ حسن خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ تشہد کا تھوڑا سا بھی حصہ رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے، تشہد ایک منظوم ذکر ہے اس کا کچھ رہ جانا پورا تشہد رہ جانے کے حکم میں ہے۔

لما في البحر الرائق:(۹۵/۲، طبع سعيد)

السابع التشهد فانه يجب سجود السهو بتركه ولو قليلا في ظاهر الرواية كذا في

الھندیة: (۱/۱۲۷) ومنھا التشھد فاذا ترکہ فی القعدة الاولی أو الاخیرة وجب علیه سجود السھو وکذا اذا ترک بعضه.

ولما فی الطحطاوی:(ص ۲۵۱،طبع قدیمی)

ولو ترک التشھد فی القعدتین أو بعضه لزمه سجود السھو فی ظاھر الروایة لانه ذکر واحد منظوم فترک بعضه کترک کله.

ولما أیضا فی الدر المختار:(۲/۱۵۹-۱۶۰،طبع امدادیه)

(والتشھدان) ویسجد للسھو بترک بعضه ککله.

وفی الشامیة:قوله:(والتشھدان) ای تشھد قعدة الاولی والتشھد الاخیرة.....(بترک بعضه ککله) قال فی البحر: من باب سجود السھو فانه یجب سجود السھو بترکه ولو قلیلا فی ظاھر الروایة لانه ذکر واحد منظوم ، فترک بعضه کترک کله.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد احمد عفا اللہ عنہ

۶ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۱۷۰

﴿سورة الفاتحہ کی کتنی مقدار رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورة الفاتحہ کی کتنی مقدار رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا؟ مستفتی:محمد ابراہیم شاہ حسن خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ سورة الفاتحہ کی ایک آیت بھی بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے، اسکی ہر ایک آیت مستقل واجب ہے اسی کو فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

لما فی السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة:(۲/۱۲۶،طبع سھیل اکیڈمی)

وواجبھا قراءة الفاتحة ،قال العلامة محمد عبدالحی تحت ھذا القول او أشار بعدم تقیید الفاتحة بالأکثر الی ان کل اية منھا واجبة فیسجد للسھو بترک اية منھا ایضا وروی عنھما خلاف ذلک قال القھستانی کل الفاتحة واجب عنده وأما عندھما ،فأکثرھا ولذا لا یجب السھو بنسیان الباقی کما فی الزاھدی انتھی وفی الدر المختار یسجد للسھو بترک أکثر الفاتحة لا اقلھا لکن فی المجتبی یسجد بترک اية منھا وھو اولی انتھی قلت الاولی تبدیل الاولی بالصواب فان مثبت وجوب الفاتحة انما ھو مواظبة النبی ﷺ واخبار الاحاد التی یأتی ذکرھا وھی لا تفصل بین الأکثر والاقل فالاصح وجوب الکل ولذا قال صاحب البحر اعلم انھم قالوا فی باب سجود السھو انه لو ترک الفاتحة یجب علیه سجود السھو ولو ترک اقلھا لا یجب وظاھره ان الفاتحة بتمامھا لیست واجبة وانما الواجب أکثرھا ولا یعری ھذا عن تأمل انتھی کلامه واما قول تلمیذه فی منح الغفار معترضا علیه من ان المذکور فی باب سجود السھو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لايدل على ماذكر لان ايجاب السجود انمابتركها وهواذاترك اكثرهافقد تركها حكما لان للاكثر حكم الكل واما اذا ترك اقلها فلم يك تاركالهالاحقيقة ولاحكما انتهى ،فلا المتفقه حق التفقه فانه لو كان تمام الفاتحة واجبا وليس معناه الا كون كل اية اية منها واجبا على حدة يلزم وجوب سجدة السهو بترك اقلها قطعا لالانه ترك الفاتحة بل لانه ترك واجبا مستقلا فعدم ايجاب سجدةالسهوبترك اقلهايدل بالضرورة على ان تمامها ليس بواجب فتوله لايدل على ماذكر غيرصحيح فافهم.... فانه دقيق.

ولما فى الطحطاوى:(ص:۲۴۸،طبع قديمى)

(قراءة الفاتحة)قالوابترك أكثرهايسجد للسهو لاان ترك اقلهاولم ارماذاترك النصف نهرلكن فى المجتبى:يسجد بترك ايةمنها،وهواولى قال فى الد روعليه فكل اية واجب.

وهكذافى الدرالمختار:(۱۴۹/۲،طبع امداديه)

(قراءة فاتحة الكتاب)فيسجد للسهو بترك أكثرها لا أقلها لكن فى المجتبى:يسجد بترك ايةمنها،وهواولى ،قلت وعليه فكل اية واجبة،الخ.

وفى الشامية:قوله :(وهو اولى) لعله للمواظبة المفيدة للوجوب.....قوله:(وعليه):أى وبناء على مافى المجتبى فكل اية واجبة وفيه نظر ، لأن الظاهر أن مافى المجتبى مبنى على قول الامام بأنها بتمامها واجبة ،وذكرالاية تمثيل لا تقييد ،اذبترك شىء منها اية أو أقل ولو حرفا لا يكون أتيا بكلها الذى هوالواجب،كما أن الواجب ضم ثلاث ايات،فلوقرأدونها كان تاركا للواجب أفاده الرحمتى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد احمد عفااللہ عنہ

۶صفر المظفر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۷۱

﴿مقدار رکن وغیرہ کی تشریح﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کسی درد و تکلیف کی بناء پر دوران نماز اتنا رونا جس سے حروف ظاہر ہوجائے ان حروف سے کیا مراد ہے؟ (۲) امام سے آگے بڑھ جانا مفسد صلوٰۃ ہے اس سے تقدم مکانی مراد ہے یا رکنی؟ (۳) ایک رکن کی بقدر ستر کھل جانے سے،اب مقدار رکن کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) کوئی خاص حروف مراد نہیں ہیں ،روتے وقت عموماً حروف بھی آواز کے ساتھ بن جاتے ہیں اور یہ ہر زبان اور لغت میں مختلف بنتے ہیں ،عربی زبان والے روتے وقت عموماً یہ الفاظ نکالتے ہیں ،أوّہ ،أہ،أوہ ،آہ وغیرہ جب کہ ہمارے معاشرے میں ''اُف'' واہ ،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وائے وغیرہ الفاظ رونے کے دوران نکلتے ہیں، تمام کا ایک حکم ہے۔

(۲) امام سے آگے بڑھنا اس سے تقدم مکانی مراد ہے (۳) رکن کی مقدار ہے جسمیں تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" پڑھی جا سکے۔

لمافی الدر المختار:(۳۷۷/۲،طبع امدادیه)

(والانين) هو قوله " اه " بالقصر (والتاوه)هو قوله " آه " بالمد (والتافيف)أف أوتف.

ولمافيه ايضا:(۳۸۱/۲،طبع امداديه)

(و) يفسدها (اداء ركن)..... وهو قدر ثلاث تسبيحات ..... الخ.

ولمافی حلبی کبیر:(ص۴۳۱،طبع سهيل اكيڈمی)

(وان أن)(المصلي في صلاته) بان قال اه بقصر الهمزة المفتوحة (او تاوه) بان قال اوه بفتح الهمزة وتشديد الواو مفتوحة أو بضم الهمزة واسكان الواو أو قال آه بمد الهمزة (او بكى) ..... الخ.

ولمافي الهندية (۱۰۲/۱ طبع رشيديه)

ولو تقدم على الامام من غير عذر فسدت صلاته ..... الخ.

ولمافي حاشية الطحطاوي:(ص۲۵۸،طبع قديمی)

اذا شغله التفكر..... ان يعتبر الركن :وهو مقدار بثلاث تسبيحات ..... الخ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم :محمد احمد غفرلہ

۵ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ | فتوی نمبر:۱۴۱۲

﴿دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کو دوران نماز سجدہ سہو لازم ہوا لیکن زید نے بھول سے سجدہ سہو کئے بغیر دونوں جانب سلام پھیرا اور سلام پھیرتے ہی اسے یاد آیا کہ اس کے ذمہ تو سجدہ سہو باقی ہے چنانچہ اس نے فوراً سجدہ سہو کیا اور پھر تشہد کے بعد سلام پھیرا، کیا اس طرح کرنے سے نماز ہوگئی؟ یا دوبارہ لوٹانی ہوگی؟ مستفتی: سردار علی سوات

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں زید کی نماز ہوگئی دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی الشامی:(۸۹/۲،طبع سعید)

(سلام من عليه سجود سهو يخرجه) من الصلاة خروجا (موقوفا) ان سجد عاد اليها و الا لا ،وعلى هذا (فيصح) الاقتداء به.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

و لما في البحر الرائق :(۱۰۶/۲، ۱۰۷، طبع سعيد)

(و لو سلم الساهي فاقتدى به غيره فان سجد صح و الا لا و سجد للسهو و ان سلم للقطع)قوله فان سجد صح والا لا عند محمد فظاهر لانه لا يخرجه عن حرمة الصلاة اصلاً، واما عندهما فلا يخرجه خروجاً باتاً فلا ينقطع الاحرام مطلقاً.

و لما في التاتارخانية: (۵۲۹/۱، طبع قديمي)

و اصله ان سلام من عليه سجود السهو لا يخرجه عن حرمة الصلاة، وعندهما يخرجه خروجاً موقوفاً فان عاد الى سجود السهو تبين انه لم يخرجه و ان لم يعد تبين انه اخرجه .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۹۷

﴿سجدہ سہو بھول کر سلام پھیرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص پر نماز کے دوران سجدہ سہو واجب ہوا لیکن وہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا یہاں تک کہ اس نے سلام پھیر دیا پوچھنا یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد وہ سجدہ سہو کر سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالشکور

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جب تک نمازی مسجد میں موجود ہو انحراف قبلہ کے باوجود اس پر سجدہ سہو واجب ہے بشرطیکہ کوئی اور منافی صلوٰۃ کام نہ کیا ہو لیکن اگر نماز کھلے میدان یا گھر میں ادا کر رہا ہو اور سلام کے بعد کوئی منافی صلوٰۃ کام نہ کیا ہو تو جب تک صفوں سے تجاوز نہ کرے سجدہ سہو کر سکتا ہے، اکیلے نماز پڑھنے کی صورت میں بھی اتنی مقدار چلنے کا اعتبار ہوگا۔

لمافي فتح القدير:(۵۲۲/۱، طبع رشيديه)

اذاسلم وانصرف ثم ذكر أن عليه سجدة صلبية أوسجدة تلاوة فان كان في المسجدولم يتكلم وجب عليه أن ياتي به ولو انصرف عن القبلة.

لما في الشامية:(۹۱/۲، طبع سعيد)

ولو نسي السهو او سجدة صلبية او تلاوية يلزمه ذلك ما دام في المسجد، وقال الشاميؒ:وان تحول عن القبله استحسانا لأن المسجد كله في حكم مكان واحد ولذا صح الاقتداء فيه وان كان بينهما فرجة،واما اذاكان في الصحراء،فان تذكر قبل أن يجاوز الصفوف من خلفه اويمينه او يساره عاد الىٰ قضاء ما عليه.

ولما في التاتارخانية:(۵۳۳/۱، طبع قديمي)

ولو سلم وعليه سجدتا السهو وسجدة التلاوة ان سلم وهو غيرذاكر لهما او ذاكر لسجدتي سهو فان سلامه لا يكون قطعا فعليه ان يسجد للتلاوة ثم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یتشهد ویسلم ثم یسجد للسهو.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفااللہ عنہ

یکم صفر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۶۲

﴿سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ اگر کوئی سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر بھول جائے اور کوئی ایسا عمل کرے جس سے سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے مثلاً: التحیات کی جگہ الحمد شریف پڑھ لیا تو ایسی صوت میں کیا دوبارہ سجدہ سہو کرنا ہوگا؟

﴿جواب﴾ سجدہ سہو نماز میں صرف ایک ہی مرتبہ مشروع ہے سو کوئی ایک مرتبہ سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر بھول جائے تو مزید کوئی سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا وہی کافی ہے۔

لمافی بدائع الصنائع:(۱/۱۶۷،طبع سعید)

ولوشك فی سجود السهو یتحری ولایسجد لهذاالسهو لان تکرار سجودالسهو فی صلاة واحدة غیرمشروع علی ما نذکر ولانه لوسجد لا یسلم عن السهو فیه ثانیاوثالثافیؤدی الیٰ مالایتناهی(وحکی) ان محمدا ......فقال من باب انه لا یصغر المصغرفتحیر من فطنته......(ولنا)ماروی عن النبی ﷺ انه قال سجدتان تجزیان لکل زیادةونقصان......فعلم ان السجدتان کافیتان ولان سجودالسهوانمااخر عن محل النقصان الی آخر الصلوة لئلا یحتاج الیٰ تکراره لو وقع السهو بعد ذلك والالم یکن للتاخیرمعنی والحدیث محمول علی جنس السهو الموجود فی صلاةواحدة لانه عین السهوبدلیل ما ذکرنا.

لما فی حلبی کبیر:(ص:۴۶۶،طبع سهیل اکیڈمی)

لان السجودلا یتکرر بتکررالسهو لان الجنایات الواقعة فی الصلوة من جنس واحد......یکتفی فیها بجزء واحد.

ولما فی الهندیة:(۱/۱۳۰،طبع رشیدیه)

السهو فی سجود السهولایوجب السهو لانه لایتناهی کذافی التهذیب...... ولوسها فی صلاته مرارایکفیه سجدتان کذا فی الخلاصة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریاض الرحمٰن کوہاٹی

۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۰۵

﴿نماز میں خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ترتیب کے خلاف سورتیں پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: محمد لقمان

﴿جواب﴾ خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا کیونکہ ترتیب سے سورتیں پڑھنا واجبات نماز میں سے نہیں ہے، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر سہواً ہو جائے تو مکروہ بھی نہیں ہے۔

لما فی الدر مع الرد: (۱/۵۴۶-۵۴۷ طبع سعید)

ویکره الفصل بسورة قصیرة وأن یقرأ منکوسا...... وفی القنیة: قرأ فی الاولیٰ الکافرون وفی الثانیة: الم ترأو تبت ثم ذکر یتم. (قوله وأن یقرأ منکوسا) بأن یقرأ فی الثانیة سورة اعلی مما قرأ فی الأولیٰ لأن ترتیب السور فی القرأة من واجبات التلاوة...... (قوله: ألم ترأو (تبت) ای نکس أو فصل بسورة قصیرة ط (قوله ثم ذکر یتم) أفاد أن التنکیس أو الفصل بالقصیرة انما یکره اذا کان عن قصد فلو سهوا فلا کما فی شرح المنیة.

لما فی البحر الرائق: (۲/۹۴، طبع سعید)

فی التجنیس لو قرأ سورة ثم قرأ فی الثانیة سورة قبلها ساهیا لا یجب علیه السجود لأن مراعاة ترتیب السور من واجبات نظم القرآن لا من واجبات الصلاة فترکها لا یوجب سجود السهو.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۰۱

﴿سجدہ سہو کرنے کے بعد بھولے سے کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چار رکعات نماز ادا کر رہا تھا اس پر سجدہ سہو لازم ہو گیا جب وہ آخری قاعدہ میں بیٹھ گیا اس نے سجدہ سہو کر لیا پھر تشہد پڑھ لی اسکے بعد بھولے سے کھڑا ہو گیا پھر اس کو یاد آیا کہ میں تو چار رکعت پڑھ چکا ہوں تو اب وہ کیا کرے کھڑے کھڑے سلام پھیر دے یا واپس بیٹھ کر دوبارہ سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے؟ جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: شیراز احمد

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں کھڑے کھڑے بھی سلام پھیر سکتا ہے لیکن خلاف سنت ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہیکہ بیٹھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو دوبارہ اس پر واجب نہیں ہے۔

لما فی المراقی الفلاح: (ص ۱۸۰، طبع قدیمی)

(وان قعد) الجلوس (الاخیرة) قدر التشهد (ثم قام) ولو عمدا أو قرأ ورکع (عاد) للجلوس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لان مادون الركعة بمحل الرفض (وسلم)فلو سلم قائماً صح وترك السنة لان السنة التسليم جالساً (من غير اعادة التشهد)لعدم بطلانه بالقيام.

ولما في البدائع الصنائع :(۱/۱۶۷ ،طبع سعيد)

ولو شك في السجود السهو يتحرى ولا يسجد لهذا السهو لان تكرار سجود السهو في صلاة واحد غير مشروع على ماذكر ولانه لو سجد لا يسلم عن السهو فيه ثانياً وثالثاً فيودى الى ما يتناهى ....(ولنا)ما روى عن النبي ﷺ انه قال سجدتان تجزيان لكل زيادة او نقصان............ فعلم ان السجدتان كافيتان ولان سجود السهوانما اخر عن محل النقصان الى آخر الصلوة لئلا يحتاجالى تكراره لو وقع السو بعد ذالك الا لم يكن للتأخير معنى والحديث محمو ل على جنس السهو الموجود في صلاة واحدة لا انه عين السهو بدليل ما ذكرنا.

ولما في حلبي كبير :(ص۴۶۶ ،طبع سہیل اکیڈمی)

لان السجود لا يتكرر بتكراره لان الجنايات الواقعة من جنس واحد يكتفى فيها بجزاء واحد.............

ولما في الفتاوى السراجية :(ص۱۳ ،طبع سعيد)

لو سهى مرة وسجد ثم سهى لا سهو عليه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۱۶

﴿امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد شریک ہونے والے پر سجدہ سہو لازم نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب پر سجدہ سہو واجب ہو گیا تھا اس نے آخر میں سجدہ سہو کر لیا اس کے بعد کوئی شخص نماز میں شریک ہو گیا تو یہ شخص آخر میں سجدہ سہو کرے گا یا نہیں؟ مستفتی: ایک مسلم

﴿جواب﴾ جو شخص امام صاحب کے ساتھ سجدہ سہو کے بعد شریک ہو گیا اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔

لما في الشامي (۲/۸۳ ،طبع سعيد كراچی)

(قوله سواء كان السهو قبل الاقتداء اوبعده)بيان للاطلاق وشمل ايضا ماذا سجد الامام واحدة ثم اقتدى به قال في البحر :فانه يتابعه في الاخرى ولا يقضي قضاء الاولى كما لا يقضيهما ولو اقتدى به بعد ما سجدهما.

ولما في عالمگيريه(۱/۱۲۸ طبع رشيديه كوئٹه)

ولو دخل معه بعد ما سجد سجدة السهو يتابعه في الثانية ولا يقضي الاول وان دخل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

معه بعد ما سجدهما لا يقضيهما كذا في التبيين .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۰۲

﴿فرض نماز پوری کر کے بھول سے زائد رکعت کیلئے اٹھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار رکعات فرض نماز پڑھ رہا ہو، اور وہ چار رکعات پوری کر کے یہ گمان کرے کہ میں نے تین پڑھی ہے اور پانچویں رکعت کیلئے اٹھ جائے اور رکوع یا سجدہ کے وقت یاد آجائے تو سجدہ سہو سے اسکی فرض نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں۔ مستفتی: سلمان الطاف

﴿جواب﴾ بھول سے پانچویں رکعت میں جانے والا نمازی عموماً آخری قعدہ کئے بغیر زائد رکعت کے لئے اٹھتا ہے، ایسی صورت میں زائد رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر یاد آجائے تو بلا تاخیر لوٹ کر قعدہ کرے اور سجدہ سہو سے غلطی کی تلافی کرے اور اگر یاد نہیں آیا یہاں تک کہ سجدہ کر لیا تو اب سجدہ سہو سے تلافی نہیں ہو سکتی، چھٹی رکعت کا اضافہ کرے تاکہ چھ رکعت نفل ہو جائے نمازِ فرض تو باطل ہو گئی۔

اور قعدہ اخیرہ اگر کر لیا تھا تب بھی زائد رکعت کے لئے سجدہ کرنے سے پہلے یاد آنے کی صورت میں لوٹنے کا حکم ہے سلام میں تأخیر کی وجہ سے سجدہ سہو سے تلافی ہو جائے گی اور اگر زائد رکعت کے لئے سجدہ کرنے کے بعد غلطی کا احساس ہوا تو ایک اضافی چھٹی رکعت بھی ملائے تاکہ دو رکعت نفل شمار ہوں اور چار رکعات فرض اور اخیر میں سجدہ سہو کرے تاکہ سلام میں تاخیر کرنے کی تلافی ہو جائے۔

لما في الهنديه ۱/۱۲۹ طبع رشيديه

رجل صلى الظهر خمسا وقعد في الرابعة قدر التشهد ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الى القعدة وسلم كذا في المحيط، ويسجد لسهو كذا السراج الوهاج، وان تذكر بعد ما قيد الخامسة بالسجدة انها الخامسة لا يعود الى القعدة ولا يسلم بل يضيف اليها ركعة اخرى حتى يصير شفعا ويتشهد ويسلم هكذا في المحيط، ويسجد لسهو استحسانا كذا في الهدايه، وهو المختار كذا في الكفايه، ثم يتشهد ويسلم هكذا في المحيط.....و فيه ايضا ان لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام الى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الخامسة ان تذكر قبل ان يقيدالخامسة بالسجدة عاد الى القعدة هكذا فى المحيط وفى الخلاصة ويتشهد ويسلم ويسجدللسهو كذافى التتارخانيه ،وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا كذا فى المحيط ،وتحولت صلاته نفلا عند ابى حنيفه وابى يوسف رحمهما الله تعالى ويضم اليها ركعة سادسة ولو لم يضم فلا شئى عليه كذا فى الهدايه ،ثم اختلف ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى فى وقت الفساد فقال ابو يوسف رحمه الله تعالى كما وضع رأسه للسجود تفسد صلاته وقال محمد رحمه الله تعالى لا تفسد صلاته حتى يرفع رأسه من السجود ففرض السجود عند ابى يوسف رحمه الله تعالى يتأدى بوضع الرأس وعند محمد رحمه الله تعالى بالوضع والرفع كذا فى المحيط ،قال فخرالاسلام فى الجامع الصغير والمختار للفتوى قول محمد رحمه الله تعالى كذافى النهايه .

ولما فى التنوير مع الدر ۸۶،۸۵/۲ ،طبع سعيد

(ولو سها عن القعود لاخير) كله او بعضه (عاد) ويكفى كون كلا الجلستين قدر التشهد (ما لم يقيدها بسجدة)لان مادون الركعة محل الرفض ويسجد للسهو لتأخير القعود (وان قيدها) بسجدة عامدا اوناسيا اوساهيا اومخطئا(تحول فرضه نفلا برفعه) الجبهة عند محمدؒ وبه يفتى لان تمام الشئى باخره ـــ(وضم سادسة ان شاء) لاختصاص الكراهية ولاتمام بالقصد (ولا يسجد لسهو على الاصح)لان النقصان بالفساد لاينجبر (وان قعد فى الرابعة) مثلاقدرالتشهد (ثم قام عاد وسلم)ولو سلم قائما صح......الخ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۳۵۲۸

﴿نمازی آخری قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو سجدے سے پہلے لوٹ آئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کے سجدے کے بعد یاد آئے تو پانچویں رکعت میں سجدہ سہو سے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ مستفتی: محمد عامر

﴿جواب﴾ آخری قعدہ فرض ہے اگر نہیں کیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا قعدہ آخیرہ کی طرف لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر لے تو نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی سجدہ سہو سے نماز درست نہیں ہو گی ،البتہ اب چھٹی رکعت بھی ساتھ ملا دے تو یہ چھ رکعتیں نفل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو جائیں گی اور اصل نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

لمافی الهندية:(۱۲۹/۱،طبع رشيديه)

وان لم يقعد على رأس الرابعة حتى قام الى الخامسة ان تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة عاد الى القعدة هكذا في المحيط.وفي الخلاصة يتشهد ويسلم ويسجد للسهو كذا في التاتارخانية وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا كذا في المحيط وتحولت صلاته نفلا عند أبي حنيفة و أبي يوسف ويضم اليها ركعة سادسة ولولم يضم فلاشئ عليه كذا في الهداية.....والاصح أنه لا يسجد للسهو كذا في النهاية.

ولمافي الحلبي:(ص۳۹۹،۴۰۰،طبع نعمانيه)

(وان سهى عن القعدة الأخيرة) في ذوات الأربع (وقام الى الخامسة يعود الى القعدة ما لم يسجد) للخامسة لأنها فرض فيرفض لأجلها عند التمكن من اصلاحها ما هو محل الرفض وهو ما دون الركعة ويتشهد ويسلم(ويسجد للسهو) لتأخير القعدة (وان قيد)الركعة (الى الخامسة بالسجدة تحولت صلاته نفلا)عند أبي حنيفة وأبي يوسف وبطلت اصلا عند محمد.....(وعليه يضم اليها)اى الى الخامسة(ركعة سادسة)عندهما خلافا لمحمد..... (ويسجد للسهو)هو قول بعض المشائخ وفي النهاية والاصح أنه لايسجد وكذا قال ابن الهمام الصحيح أنه لايسجد لأن النقصان بالفساد لا ينجبر بالسجود.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

اربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۲۱۱۶

﴿پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے امام لوٹ آئے تو ضمناً مقتدی کی نماز بھی درست ہوگئی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب فرض کا قعدہ اخیرہ بھول گئے، مجمع زیادہ تھا بعض لوگوں نے قیام کیا جگہ جگہ سے امام صاحب کو لقمہ ملنا شروع ہوا، امام نے رکوع تو کر لیا لیکن سجدہ سے پہلے واپس ہوگئے قعدہ کی طرف جبکہ بعض مقتدی لوگوں نے سجدہ بھی کر لیا تب امام کی حالت ان پر واضح ہوگئی، وہ بھی قعدہ کی طرف آگئے تو ان مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی:ایک متعلم

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں امام صاحب سجدہ کرنے سے پہلے قعدہ کی طرف چونکہ لوٹ آئے ہیں اس لیے سب کی نماز صحیح ہوگئی ہے البتہ تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہے، مقتدیوں نے اگر چہ پانچویں رکعت کی لیے مغالطہ میں سجدہ بھی کر لیا ہے لیکن قعدہ کی طرف لوٹ کر امام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صاحب کے رکوع کا کوئی اعتبار نہیں رہا تو ضمناً مقتدیوں کے رکوع کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہا اور سجدہ بغیر رکوع کے معتبر نہیں ہے اس لیے اس سجدہ سے مقتدیوں کی فرض نماز فاسد نہیں ہوئی۔

لما فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص:۴۶۷ طبع قدیمی)

(وان سها عن القعود الاخير عاد ما لم يسجد) لعدم استحكام خروجه من الفرض لاصلاح صلاته، وبه وردت السنة عاد النبیﷺ بعد قيامه الی الخامسة وسجد للسهو.

وفيه ايضاً۔

العبرة للامام حتى لو عاد قبل ان يسجد ولم يعلم به القوم حتى سجدوا لم تفسد صلاتهم لانه لما عاد الامام ارتفض ركوعه، فيرتفض ركوع القوم ايضاً تبعا له فبقي لهم زيادة سجدة وہی غير مفسدة ما لم يتعمد.

ولما فی الدر المختار (۸۶/۲ طبع سعید)

(قوله والعبرة للامام) ای فی العود قبل التقييد وفی عدمه ط (قوله لم تفسد صلاتهم) لانه لما عاد الامام الی القعدة ارتفض ركوعه فيرتفض ركوع القوم تبعا له، لانه مبنی عليه، فبقی لهم زيادة سجدة وذالك لا يفسد الصلاة (قوله ما لم يتعمدوا السجود) قيد به لما فی المجتبى لو عاد الامام الی القعود قبل السجود وسجد المقتدی عمداً تفسد، وفی السهو خلاف، والاحوط الاعادة اه بحر.

اقول: مقتضى التعليل المار بارتفاض ركوع القوم بارتفاض ركوع الامام انه لا فرق بين العمد وغيره فليتامل.

ولما فی الهنديه (۱۲۸/۱) رشيديه

سهو المؤتم لا يوجب السجدة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفااللہ عنہ

۲۵ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۵۲

﴿تکبیرات عیدین بھول جانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ رہے تھے، امام صاحب دوسری رکعت میں تکبیرات زوائد کہنے کے بجائے رکوع میں چلے گئے، یاد آنے پر رکوع سے اٹھے تکبیرات ادا کیں پھر رکوع میں چلے گئے اور نماز مکمل کی لیکن سجدۂ سہو نہیں کیا، پوچھنا یہ ہے کہ ہماری نماز ہوگئی یا نماز دوبارہ ادا کرنی پڑے گی؟ مستفتی: محمد ابرار بلال

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نماز ہوگئی ہے، تکبیرات زوائد کو برمحل ادا نہ کرنے کی وجہ سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے لیکن فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر عیدین اور جمعہ میں مجمع کثیر ہو تو سجدۂ سہو کو چھوڑ دینا اولیٰ ہے، رکوع سے تکبیرات کی طرف لوٹنا نہ چاہیے تھا، تاہم لوٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔

لمافی التنویر وشرحہ:(۱۷۳/۲، ایچ ایم سعید)

(کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر) فی ظاہر الروایۃ فلو عاد ینبغی الفساد.

وفی الشامی: قولہ فی ظاہر الروایۃ تبع فیہ المصنف فی المنح والذی فی البحر والحلیۃ ان ظاہر الروایۃ انہ لا یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام زاد فی الحلیۃ وعلی ما ذکرہ الکرخی ومشی علیہ فی البدائع وہو فی روایۃ النوادر یعود الی القیام ویکبر ویعید الرکوع دون القراءۃ وہذہ الروایۃ ایضاً تخالف ما فی المتن.

نعم صرح بمثلہ فی البحر والحلیۃ والفتح والذخیرۃ فی باب الوتر والنوافل وذکروا الفرق بین التکبیر حیث یرفض الرکوع لاجلہ وبین القنوت بکون تکبیر العید مجمعاً علیہ دون قنوت الوتر وذکر مثلہ فی البدائع ہناک مخالفاً لما ذکرہ فی ہذا الباب ولکن حیث ثبت ظاہر الروایۃ لا یعدل عنہ وعلی ما فی المتن، فالفرق بین التکبیر وبین القنوت حیث لا یاتی بہ فی الرکوع انہ لم یشرع الا فی محل القیام بخلاف التکبیر.

قولہ فلو عاد ینبغی الفساد تبع فیہ صاحب النہر وقد علمت ان العود روایۃ النوادر علی انہ یقال علیہ ما قالہ ابن الہمام فی ترجیح القول بعدم الفساد فیما لو عاد الی القعود الاول بعد ما استتم قائما بان فیہ رفض الفرض لاجل الواجب وہو وان لم یحل فہو بانصحہ لا یخل.

ولما فی التنویر وشرحہ:(۹۲/۲)

(والسہو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء) والمختار ...... عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف، وبہ جزم فی الدرر.

وفی الشامی: قولہ عدمہ فی الاولیین الظاہر ان الجمع الکثیر فیما سواہما کذلک کما بحثہ بعضہم وکذا بحثہ الرحمتی، وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعۃ حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ، بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ.

ولما فی الہندیۃ:(۱۲۸/۱ رشیدیہ)

(ثم واجبات الصلوۃ انواع) ..... (منہا تکبیرات العیدین) قال فی البدائع اذا ترکہا او نقص

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

منها اوزادعليها اواتى بها فى غير موضعها فانه يجب عليه السجود كذافى البحر الرائق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدابخش
فتویٰ نمبر: ۲۵۱۸

﴿قعدہ اولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کے بعد واپس لوٹنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ امام صاحب عشاء کی نماز میں قعدہ اولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو گئے لیکن لقمہ دینے کی وجہ سے قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کیا لہٰذا امام صاحب کا قیام سے قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹنے سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: عبدالسلام

﴿جواب﴾ قیام فرض ہے اور قعدہ واجب ہے امام صاحب قیام تک پہنچے تھے تو قیام سے واپس قعدہ کی طرف نہیں لوٹنا چاہیئے تھا بعض روایات میں اس طرح کرنے سے نماز کے فساد کا بھی قول ہے لیکن مفتی بہ قول کیمطابق نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن ایسا کرنا غلط ہے، البتہ سجدہ سہو سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

لمافى التنوير: (۲/۸۳،طبع سعيد)

سهاعن القعود الاول من الفرض ثم تذكره عاد اليه ما لم يستقم قائما والالا و سجد للسهو فلو عاد الىٰ القعودتفسد صلاته وقيل لا وهو الاشبه......(قوله وهو الحق بحر) قال ابن عابدين كان وجهه ما مر عن الفتح اوما فى المبتغى من ان القول با لفساد غلط لانه ليس بترك بل هو تا خير كما لو سهاعن السورةفركع فانه يرفض الركوع و يعود الىٰ القيام ويقرأ فى البحر:(۲/۱۰۰،طبع سعيد)(قوله و ان سهاعن القعودالاول وهو اليه اقرب عاد والالا)......وذكرفى المبسوط ان ظاهر الروايةاذالم يستتم قائمايعود واذا استتم قائما لا يعود لانه جاء فى الحديث عن النبى ﷺ انه قام من الثانية الىٰ الثا لثة قبل ان يقعد فسبحوا به فعاد وروى انه لم يعد و كان بعد ما استتم قائما و هذالانه لما استتم قائما اشتغل بفر ض القيام فلا يترك اه و صححه الشارح وفى فتح القديرانه ظا هر المذهب والتوفيق بين الفعلين المر ويين با لحمل على حا لتى القرب من القيام و عدمه ليس باولى منه بالحمل على الاستواء و عدمه ثم لو عاد فى مو ضع وجوب عدمه اختلفوا فى فساد صلاته فصصح الشارح الفساد لتكامل الجناية برفض الفرض بعد الشروع فيه لاجل ما ليس بفرض و فى المبتغى بالغين المعجمة لأنه ليس بترك وانما هو تا خير كما لو سها عن السورة فركع فانه يرفض الركوع و يعود الىٰ القيام و يقرا لاجل الواجب وكما لو سها عن القنوت فركع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فانه لو عاد و قنت لا تفسد على الاصح.(۱۰۱/۲)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۲۶۳

﴿سورت یا قنوت یا قعدہ چھوٹنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر کوئی شخص فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے اور پھر اسکو رکوع میں یاد آجائے کہ فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں پڑھی تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھولے سے چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے اور پھر رکوع میں اسکو یاد آجائے تو اس کیلئے کیا حکم ہے کیا دوبارہ کھڑے ہوکر قنوت پڑھے گا یا نہیں؟

(۳) نیز اگر کوئی شخص بھولے سے قعدہ اولی کو چھوڑ کر قیام کیلئے کھڑا ہو جائے اور پھر یاد آنے پر واپس قعدہ کی طرف آجائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) ایسی صورت میں رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹے اور سورت پڑھ کر دوبارہ رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سورت پڑھنے کے بعد دوبارہ رکوع نہیں کیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

لمافی الشامية :(۸۰/۲ طبع سعید)

والتحقيق ان تقديم الركوع على القراءة مطلقا موجب لسجود السهو لكن اذا ركع ثم قام فقرء فان عاد الركوع صحت صلاته والا فسدت......واما اذا قرء الفاتحة مثلا ثم ركع فتذكر السورة فعاد فقرء ها ولم يعد الركوع فلان ما قرأ ثانيا التحق بالقراءة الاولى فصار الكل فرضا فارتفض الركوع فاذالم يعد تفسدبعده صلاته نعم،اذا كان قرء الفاتحة والسورة ثم عادلقراءة سورة اخرى لا يرتفض ركوعه كما نقله فى الحلية عن الزاهدى وغيره فظهر ان ايقاع الركوع قبل القراءة أصلا او قبل قراءة الواجب يلزم به سجود السهو لكن اذا لم يعد الركوع يسقط سجود السهولفساد الصلاة وان اعاده صحت ويسجد للسهو.

ولمافی التاتارخانية :(۵۱۹/۱ طبع قديمی)

اذا ركع ولم يقرء السورة رفع راسه وقرء السورة اعاد الركوع وعليه السهو هوالصحيح.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۲) ایسی صورت میں سجدہ سہو کرلے، اس سے ترک قنوت کی تلافی ہوجائے گی، تاہم رکوع کے بعد قنوت پڑھنے سے نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اس صورت میں دوبارہ رکوع نہ کریں البتہ سجدہ سہو ضروری ہے۔

ولما فی حلبی کبیر:(ص۲۹۸طبع نعمانیه)

(وان تذكر القنوت بعد الركوع لم يعد..... وان تذكربعد وهوفي الركوع ففيه) اى فى القعود (روايتان) احدهما لايعود ولايقنت والاخرى يعود الى القيام ويقنت ويعيد الركوع والذى فى فتاوىٰ قاضى خان والصحيح ان لا يقنت فى الركوع ولا يعود الىٰ القيام فان عاد الىٰ القيام وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لان ركوعه قائم لم يرتفض(وقال الناطفى) سواء (عاد او لم يعد يسجد للسهو) وفى الخلاصة وعليه السهو عاد او لم يعد قنت او لم يقنت انتهى ،ولا بدمن الفرق على ما هو الصحيح من انه لا يعود الىٰ القيام ولو عاد وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلاته لان ركوعه قائم لا يرتفض ركوعه بين القنوت وبين الفاتحة او السورة اذا تذكرها فى الركوع فانه يعود ويقرء.....ويرتفض الركوع حتى لولم يعده تفسد صلاته ...... وان كان البعض يقول انها لا تفسد لان الرفض لأجل القراء ة فاذا لم يقرء صار كانه لم يكن يقم مع ان الكل واجب وبيان الفرق اما اولا فبان وجوب القنوت دون وجوبهما اذ أكثر العلماء لايقولون به بخلافهما فان الفاتحة فرض عند أكثر العلماء والسورة واجبة باتفاق ائمتنا فلذا يجب العود لاجلها ويرتفض الركوع به دون القنوت واما ثانيا فبانها اذا اعيدا يقعان فرضين والقنوت اذا اعيد يقع واجبا.

وكذا فى الخانية على هامش الهندية:(۱۲۱/۱طبع رشيديه)

ولو ترك القنوت فذكر فى القعدة او بعدما قام من الركوع لا يقنت وعليه السهو.

(۳) صورت مسئولہ میں جب قیام کے لئے کھڑا ہوگیا تو پھر دوبارہ قعدہ کی طرف نہیں لوٹنا چاہیئے کیونکہ قیام فرض ہے اور قعدہ واجب ہے، بعض روایات میں اسطرح کرنے سے نماز کے فساد کا بھی قول ہے، مفتی بہ قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ ایسا کرنا غلط ہے سجدہ سہو بہر حال ضروری ہے۔

لما فى التنوير وشرحه:(۸۳/۲)

سهى عن القعود الاول من الفرض ثم تذكره عاد اليه ما لم يستقم قائما والاّ لاوسجد للسهو فلو عاد الى القعود تفسد صلاته وقيل لا وهو الاشبه كماحققه الكمال وهو الحق بحر وقوله وهو الحق بحر ،كان وجهه مامر عن الفتح او ما فى المبتغى من ان القول بالفساد غلط لانه ليس بترك بل هوتاخير كمالوسهى عن السورة فركع فانه يرفض الركوع ويعود الىٰ القيام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ویقرء وکذافی البحر:(۱۰۱/۲-۱۰۲ طبع سعید) وکذافی مراقی الفلاح:(۴۷۱-۱۸۰ طبع قدیمی).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی غفرلہ

۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۸۴

﴿لاحق پر سجدہ سہو نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقیم آدمی نے مسافر امام کی اقتداء کی۔ جب امام نے دو رکعت پڑھالیں تو مقتدی اپنی بقیہ دو رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ تو اس سے ان دو رکعتوں میں ایسی غلطی ہوگئی کہ جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ تو کیا یہ مقتدی سجدہ سہو کریگا یا نہیں؟ مستفتی: مقبول احمد بلوچ مٹھہ کھوہ

﴿جواب﴾ مسافر امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والا مقیم لاحق کے حکم میں ہوتا ہے یعنی باقی ماندہ نماز پڑھتے ہوئے گویا امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہے اس لئے سجدہ سہو اس پر لازم نہیں ہوتا۔

لما فی الدر المختار:(۱۲۹/۲، طبع سعید)

وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعده فاذا قام)المقیم (الی الاتمام لایقرأ) ولایسجد للسهو (فی الاصح)لانه کاللاحق.

ولما فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح:(ص:۴۲۸، طبع: قدیمی)

قوله :(ولایسجد سهو)لو سهو افیما یتمون لانهم کاللاحقین.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱۵۱/۱، طبع قدیمی)

جماعة من المقیمین صلوا خلف مسافر لاقراءة علیهم فیما یقضون کذاذکر الکرخی رحمه الله وکذلک السهو.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد امیر ملک قائد آبادی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۷۷

﴿سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنا واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر سجدہ سہو لازم ہوگیا اس نے سجدہ سہو کرلیا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے کے بعد تشہد نہیں پڑھا اور فوراً سلام پھیر لیا تو کیا اس آدمی کی نماز درست ہوگی یا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا؟

﴿جواب﴾ سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنا اور نماز سے نکلنے کے لیے سلام پھیرنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب ہے، لہٰذا اس آدمی نے سجدہ سہو ادا کرنے کے بعد اگر تشہد پڑھے بغیر سلام پھیر دیا ہے تو اسکی نماز واجب الاعادہ ہے۔

لما فی العالمگیریہ(۱۲۹/۱ طبع سعید).

وكيفيته ان يكبر بعد سلامه الاول ويخر ساجداً ويسبح في سجوده ثم يفعل ثانيا كذالك ثم يتشهد ثانيا ثم يسلم كذا في المحيط ويأتي بالصلاة على النبي ﷺ والدعاء في قعدة السهو وهو الصحيح.

ولما فی نور الایضاح:(۱۰۸/۱ طبع قدیمی باب سجود السہو).

يجب سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب سهواً.

ولما فی مراقی الفلاح:(۱۷۷/۱ طبع قدیمی)

ويجب سجدتان لانه ﷺ سجد سجدتين للسهو وهو جالس بعد التسليم وعمل به الاكابر من الصحابة والتابعين(بتشهد وتسليم) لما ذكرنا، ويأتي فيه الصلاة على النبي ﷺ والدعاء على المختار.

ولما فی حاشیۃ الطحطاوی(۴۶۰ طبع قدیمی).

قوله(وعمل به الأكابر) اى فلم يكن منسوخاً.....(بتشهد وتسليم) هما واجبان بعد سجود السهو لان الاولين ارتفعا بالسجود.

ولما فی الدر المختار (۷۸/۲: طبع سعید).

(يجب ...... سجدتان و) يجب ايضا (تشهد وسلام) لان سجود السهو يرفع التشهد دون القعدة لقوتها.

ولما فی الشامی :(۷۸/۲)

(تحت قوله يرفع التشهد) اى قراته حتى لو سلم بمجرد رفعه من سجدتي السهو صحت صلاته ويكون تاركا للواجب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ ۔۔۔ فتویٰ نمبر: ۳۶۱۰

﴿مسبوق کا سہواً یا قصداً امام کے ساتھ سلام پھیرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) زید کو ظہر کی نماز میں ایک امام کیساتھ آخری دو رکعت ملیں امام صاحب پر پہلی دو رکعتوں میں سجدہ سہو واجب ہو گیا تھا، اب زید نے بھولے سے سجدہ سہو کے بعد آخیر نماز میں امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا اس سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسکی نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟ (۲) اسی طرح اگر قصداً سلام پھیرا ہو تو کیا حکم ہوگا؟

﴿جواب﴾ مسبوق نے امام صاحب کیساتھ اگر قصداً سلام پھیر لیا تو اسکی نماز فاسد ہوگئی، نماز کا دوبارہ اعادہ ضروری ہے، بھولے سے پھیر لیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دوبارہ سجدہ سہو کرنے سے تکرار سجدہ سہو لازم آتا ہے حالانکہ تکرار غیر مشروع ہے، اس لئے کہ مسبوق کی باقی ماندہ نماز حکماً الگ نماز ہوتی ہے۔

لما فی الدر المختار: (۵۹۹/۱، طبع سعید)

ولو سلم ساهيا ان بعد امامه لزمه السهو والالا. وفي ردالمحتار (قوله لزمه السهو) لانه منفرد في هذه الحالة ح، (قوله والالا) اى وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتد في هاتين الحالتين ح..... الىٰ قوله: قلت يشير الىٰ ان الغالب لزوم السجود، لان الاغلب عدم المعية وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له.

ولما في بدائع الصنائع: (۱۷۶/۱ طبع سعید)

(فان) قيل ينبغي ان لا يسجد المسبوق مع الامام لانه ربما يسهو فيما يقضي فيلزمه السجود ايضا فيؤدى الىٰ التكرار وانه غير مشروع ولانه لو تابعه في السجود يقع سجود في وسط الصلاة وذا غير صواب (فالجواب) ان التكرار في صلاة واحدة غير مشروع وهما صلاتان حكما وان كانت التحريمة واحدة لان المسبوق فيما يقضي كالمنفرد..... الىٰ قوله: ولا يسلم اذا سلم الامام لان هذا السلام للخروج عن الصلاة و قد بقي عليه اركان الصلاة فاذا سلم مع الامام فان كان ذاكرا لما عليه من القضاء فسدت صلاته لانه سلام عمدا وان لم يكن ذاكرا له لاتفسد لانه سلام سهو فلم يخرجه عن الصلوة وهل يلزمه سجود السهو لاجل سلامه ينظر ان سلم قبل تسليم الامام او سلما معا لايلزمه لان سهوه سهو المقتدي وسهو المقتدي متعطل وان سلم بعد تسليم الامام لزمه لان سهوه سهو المنفرد فيقضي مافاته ثم يسجد للسهو في آخر صلاته.

وكذا في البحر الرائق: (۹۹/۱)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ادریس چارسدوی

۲/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۴۳

﴿بلا ضرورت لقمہ لینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کو ایک مقتدی نے بلا ضرورت لقمہ دے دیا اور امام صاحب نے لقمہ لے لیا لیکن پھر اس گمان پر کہ میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نے بلاضرورت لقمہ لے لیا امام نے سجدہ سہو کرلیا تو اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا بلا ضرورت لقمہ لینے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے؟ نیز بلاضرورت لقمہ دینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ بلاضرورت لقمہ دینے و لینے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا تاہم ایسی صورت میں غلط فہمی کی بناء پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

بلاضرورت لقمہ نہیں دینا چاہیئے اس لئے کہ لقمہ کی ظاہری صورت تعلیم وتعلم کی ہے جو بلا ضرورت کراہت سے خالی نہیں، اسی وجہ سے کتب فقہ میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے یعنی فوراً لقمہ نہ دے اور امام صاحب کو چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں صورت کہ ایک آیت کو بار بار پڑھتے رہیں یا خاموش کھڑے ہو جائیں (اسلئے کہ اس صورت میں لامحالہ مقتدی لقمہ دے گا) اگر بقدر واجب قراء ت کر چکے ہوں تو رکوع کرلیں یا بعد والی آیت پڑھنا شروع کر دیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۶۲۲ طبع سعید)

بخلاف فتحه على امامه فانه لايفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال.

وفي الشامية:(قوله بكل حال) أى سواء قرأ الامام قدر ماتجوز به الصلاة أم لا،انتقل الىٰ أية اخرىٰ أم لاتكرر الفتح أم لاهو الأصح نهر.

ولما فى التاتارخانية:(۱/۵۱۷ طبع قديمى)

أكثر المشائخ على ان سجود السهو يجب بستة اشياء: بتقديم ركن وبتاخير ركن؛ وبتكرار ركن وبتغيير واجب وبترك واجب و بترك سنة يضاف الىٰ جميع الصلاة.

ولما فى الشامية:(۱/۶۲۳ طبع سعيد)

يكره ان يفتح من ساعته كما يكره للامام ان يلجئه اليه بل ينتقل الى أية اخرىٰ لا يلزم من وصلها مايفسد الصلوة أو الىٰ سورة اخرىٰ أو يركع اذا قرأ قدر الفرض كما جزم به الزيلعي وغيره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۷۹

﴿سنن کے قعدہ اولیٰ میں مقدار تشہد سے زائد پڑھنے پر سجدہ سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح فرائض کے قعدہ اولیٰ میں بقدر تشہد سے زائد پڑھنے پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اگر کوئی چار

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رکعات سنت یا نفل نماز پڑھتے ہوئے ایسا کرے تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سنن مؤکدہ مثلاً: ظہر سے قبل کی چار رکعات کا حکم اس مسئلہ میں فرض کی طرح ہے یعنی قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زائد پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جائے گا لیکن سنن غیر مؤکدہ مثلاً: عصر وعشاء سے قبل کی چار رکعات یا نفل کی چار رکعات میں ایسا حکم نہیں ہے ان کے قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے کہ سنن غیر مؤکدہ یا چار رکعات نفل کی ہر دو رکعتیں مستقل نماز شمار ہوتی ہے، لہٰذا ہر دو رکعت پر درود و دعا سمیت تشہد پڑھنا چاہیئے اور تیسری رکعت سبحانک اللھم سے شروع کرنا چاہیئے۔

لمافی الدر المختار:(۲/۴۵۶،طبع امدادیه)

ولا يصلى على النبيﷺفي القعدة الاولى في الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلى ناسيا فعليه السهو وقيل لا شئي. ولا يستفتح اذاقام الى الثالثة منهالأنها لتأكدهااشبهت الفريضة وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبيﷺويستفتح ويتعوذولونذرالان كل شفع صلاة.

وفي الشامية: (وقيل لا) قال في البحر ولايخفى مافيه والظاهر الاول زاد في المنح ومن ثم عولناعليه وحكينا مافي القنية بقيل.

ولمافي الهندية:(۱/۱۱۳،طبع رشيديه)

وفي الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لايصلي على النبيﷺ في القعدةالاولى ولا يستفتح اذاقام الى الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل كذا في الزاهدي.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: عبدالرزاق غفرلہ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۰۷

﴿عیدین اور جمعہ کے موقع پر سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نماز عید کی دوسری رکعت میں تکبیرات عیدین بھول گئے اور اخیر صلوۃ میں انھوں نے سجدہ سہو بھی نہیں کیا، سوال یہ ہے کہ تکبیرات عیدین کے ترک پر سجدہ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟ برائے کرم اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

مستفتی: فضل ربی

﴿جواب﴾ عیدین کی تکبیرات واجب ہیں اور نماز میں کسی بھی واجب کو سہوا چھوڑنے سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے لیکن فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کے موقع پر مجمع زیادہ ہوتا ہے اور سجدہ سہو کرنے سے لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، لہٰذا اس موقع پر سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے۔

لمافی الهندية:(۱/۱۲۱،طبع قديمی)

ومنها تكبيرات العيدين،قال في البدائع اذاتركهااونقص منهااوزادعليهااواتى بهافى غير موضعهافانه يجب عليه السجود.وفيهاايضا:السهوفي الجمعةوالعيدين والمكتوبةوالتطوع واحدالاان مشائخناقالوالايسجدللسهوفي العيدين والجمعةلئلايقع الناس في فتنة.

ولمافي التنويرمع الدرالمختار:(۲/۹۲،طبع سعيد)

(والسهو في صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء)والمختار عند المتاخرين عدمه في الاوليين وفي رد المحتار:وقال خصوصا في زماننا وفي جمعةحاشية ابي السعود عن العزمية انه ليس المراد عدم جوازه بل الاولى تركه لئلايقع الناس في فتنة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفااللہ عنہ

۲۵ربیع الاول ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۲۵۵

﴿سورۃ فاتحہ کا تکرار متواتر نہ ہو تو سہو کا حکم﴾

﴿سوال﴾انی قرات اليوم آية السجدةفى الصلاةفسجدت لها فلماقمت قرات الفاتحة لاليابالسهولم شرعت مما بعد آية السجدة فهل وجب علىّ سجود السهوام لا ؟ المستفتى عبد الحكيم الكشميرى

﴿جواب﴾انما يلزم سجود السهو من تكرار الفاتحة سهوا اذا كان متواليًافى الركعتين الاوليين واما اذا كان على غير الولاء كما جاء في السؤال من ادخال السورة بينهما فلا يجب السهو كما لا يلزم من تكرارها في الركعتين الأخريين۔

لمافي شرح المنية:(ص ۴۶۰،طبع سهيل اكيڈمی)

ولو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا يلزمه السهووقيل يلزمه وكذا لو قرأ الفاتحة الا حرفا ثم اعادها لا سهو عليه.

ولمافى التاتارخانية:(۱/۵۱۹،طبع قديمی)

ولو قرأ فاتحة الكتاب وسورة ثم قرأ فاتحة الكتاب فلا سهو عليه لانه ماقرأ ها على الولاء،وفي الخانية:وقيل بأنه يلزمه السهو وعن هذا قيل اذا قرأ في صلاة فجر يوم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الجمعة سورة السجدة وسجد لها ثم قام وقرأ الفاتحة وقرأ(وتتجافى):لاسهو عليه وان قرأ الفاتحة مرتين لانه ما قرأها على الولاء وفي العتابية هو المختار.

ولما في الخلاصة: (۱/۱۷۶ مطبع رشيديه)

اما لو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا سهو عليه وقيل بانه يلزمه ولو فعل هذا في الأخريين يعني كرر الفاتحة لا سهو عليه ولو قرأ الفاتحة الا حرفا او قرأ أكثرها ثم اعادها ساهيا لا سهو عليه يعني في الأوليين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: معراج الدین غفر اللہ لہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — رقم الفتویٰ: ۱۳۸۰

﴿ تکرار تشہد کی وجہ سے سجدہ سہو کی تفصیل ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تشہد کو سہواً یا قصداً مکرر پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہوتا ہے تو کتنی مقدار میں تکرار سے واجب ہوتا ہے؟ مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ قعدہ اخیرہ میں تشہد کو سہواً مکرر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا البتہ قعدہ اولیٰ میں تین تسبیحات کے برابر تشہد کو سہواً مکرر پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہے، قصداً مکرر پڑھ لیا تو نماز واجب الاعادہ ہے۔

لما في السعاية:(۲/۲۲۹،طبع سهيل أكيڈمی)

فروع ذكر في جمع التفاريق انه اذا كرر التشهد في القعدة الاولى يجب عليه سجود السهو لوجود تأخير الركن وهوالقيام بعد التشهد في القعدة الاولىٰ فان كان عمداً كان مكروهاًوان كان سهواًيجب عليه سجودالسهولتاخيره عن الركن وهوالقيام الىٰ الثالثةوهوجواب مشائخنا.

ولما في الهندية:(۱/۱۲۷،طبع رشيديه)

ولو كرر التشهد في القعدة الاولىٰ فعليه السهو وكذا لو زاد على التشهد الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم كذافي التبيين...... ولو كرره في القعدة الثانية فلاسهو عليه كذافي التبيين.

ولما في منحة الخالق على البحر:(۱/۲۴۲،طبع سعيد)

(قوله وقدر الكثير ما يؤدى فيه ركن) أي بسنته كما قيده في المنية قال شارحها ابن امير حاج أي بما له من السنة أي بما هو مشروع فيه من الكمال السنى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً وهو تقیید غریب ووجهه قریب ولم اقف علی التقییدبکونه قصیراً أو طویلاً. اھ أی تقیید الرکن أی هل المراد منه قدر رکن طویل بسنته کالقعود الاخیر أو القیام المشتمل علی قرأةالمسنون اوقدررکن قصیرکالرکوع اوالسجودبسنته أ ی قد ر ثلاث تسبیحات وبا لثانی جزم البرهان ابراهیم الحلبی فی شرح المنیة حیث قال و ذالک مقدار ثلاث تسبیحات.اھ فافاد ان المرا د أ قصر رکن و کانه لانه الاحوط والله اعلم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:خلیل اللہ دیروی عفااللہ عنہ

۱۶صفرالخیر۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۹۴

﴿تسبیحات چھوٹ جانے سے سجدہ سہوواجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رکوع یاسجدے کی حالت میں کوئی تسبیحات نہ پڑھے اورویسے خاموش رہے تواس پرسجدہ سہوواجب ہوگایانہیں؟

﴿جواب﴾ رکوع اورسجدہ میں تسبیحات پڑھنے کوبعض نے واجب قراردیاہے لیکن مفتی بہ قول کےمطابق سنت ہے بھولے سے چھوٹ جائیں توسجدہ سہوواجب نہیں ہوتا۔

لمافی التنویرمع الدر:(۱۹۷/۲-۱۹۸،طبع امدادیہ)

(ویسبح فیه)واقله(ثلاثا)فلوترکه أونقصه کره تنزیها.

وفی الشامیة قوله :(کره تنزیها) أی بناء علیٰ ان الامر بالتسبیح للاستحباب......وفی القهستانی : وقیل یجب . اھ وهذاقول ثالث عندنا......والحاصل ان فی تثلیث التسبیح فی الرکوع والسجود ثلاثة اقوال عندنا ، ارجعها من حیث الد لیل الوجوب تخریجا علی القواعد المذ هبیة......وامامن حیث الروایة فالارحج السنیة لانها المصرح بها فی مشاهیر الکتب وصرحوابانه یکره ان ینقص عن الثلاث.

ولمافی حلبی کبیر:(ص۴۵۵،طبع سهیل اکیڈمی)

(انه لایجب الابترک الواجب)...... فلایجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ والتسمیة والثناء ......والتسبیحات.

ولمافی الخانیة:(۱۱۵/۱،طبع قدیمی)

ولایجب السهوبترک رفع الیدین فی تکبیرةالافتتاح ......ولابترک التسبیحات فی الرکوع والسجود.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:خلیل اللہ دیروی عفااللہ عنہ

۱۶صفرالخیر۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ تکرار فاتحہ کا حکم ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں نے نماز شروع کرنے کے بعد سورۃ فاتحہ آدھی سے زیادہ پڑھی پھر یاد آیا کہ میں نے ثناء نہیں پڑھی بعد میں ثناء اور سورۃ فاتحہ دو بارہ پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہوہ لازم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز کے اندر جتنی بھی سنتیں ہیں ان میں سے کسی بھی سنت کے چھوٹ جانے سے سجدہ سہوہ لازم نہیں ہوتا۔

لمافی حاشیة الطحطاوی:(ص:۲۵۰،طبع قدیمی)

ویجب سجدتان بتشهدوتسلیم لترك واجب بتقدیم اوتاخیراوزیادةاونقص لاسنة لان الصلوة لاتوصف بالنقصان علی الاطلاق بترك سنة.

البتہ کوئی واجب عمل رہ جائے تو سجدہ سہوہ لازم ہوتا ہے بیان کردہ صورت میں ثناء کے چھوڑنے یا دوبارہ ثناء کی طرف لوٹنے سے سجدہ سہوہ لازم نہیں ہوا لیکن سورۃ فاتحہ کے تکرار سے چونکہ سورۃ ملانے میں تاخیر ہوئی جبکہ تاخیر نہ کرنا واجب ہے اس لئے سجدہ سہو واجب ہے۔

ولمافی الشامی:(۱۵۶/۲)

فلو قرأها فی رکعة من الاولیین مرتین وجب سجود السهولتاخیرالواجب وهوالسورة کمافی الذخیرة وغیرها ولذا لوقرأاکثرها اعادهاکما فی الظهیریة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد طیب حسن زکی

۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۷۸

﴿ مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنے پر سجدہ سہوہ کا حکم ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے امام کی اقتداء اس حالت میں کی کہ میرے سے ایک رکعت نکل گئی اور میں نے غلطی سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا یاد آنے پر میں نے کھڑے ہو کر وہ رکعت ادا کی،سوال یہ ہے کہ میرے ذمہ سجدہ سہو ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے فرمایا کہ سجدہ سہو ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو نہیں۔قرآن وحدیث کی روشنی میں درست بات بتائیں جزاکم اللہ۔ مستفتی:وحیدالرحمٰن صاحب کراچی

﴿جواب﴾ اقتداء کی حالت میں سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا لیکن امام صاحب سلام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پھیر دیں تو لفظ ''السلام'' کہنے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے اور مسبوق باقی ماندہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہو جاتا ہے، لہٰذا مسبوق نے اگر سہواً سلام پھیر دیا ہے تو ظاہر ہے امام صاحب ''السلام'' کم از کم کہہ چکے ہوں گے اس کے بعد مسبوق نے سلام پھیر دیا ہوگا یہی عادت ہے اور اقتداء کا تقاضا بھی اس لئے سجدہ سہو لازم ہے البتہ کوئی مسبوق امام صاحب سے پہلے سلام پھیر دے یا بالکل ساتھ تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا لیکن عملاً یہ صورت نادر ہے۔

ولمافی الدرالمختار مع ردالمحتار:(۵۹۹/۱،طبع:سعید)

(قوله ولو سلم ساهيا) قيد به لأنه لو سلم مع الأمام على ظن أن عليه السلام معه فهو سلام عمد فتفسد كما في البحرعن الظهيرية(قوله لزمه السهو) لأنه منفرد في هذه الحالة (قوله والا لا) اى وان سلم معه اوقبله لا يلزمه لأنه مقتد في هاتين الحالتين وفي شرح المنية عن المحيط ان سلم في الأولى مقارنالسلامه فلا سهوعليه لأنه مقتد به و بعده يلزم لأنه منفرد ثم قال فعلى هذا يرادبا لمعية حقيقتها وهو نادرالوقوع قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الأغلب عدم المعية وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۰۲۴

﴿مغرب میں قعدہ اخیرہ کے بعد چوتھی رکعت ملانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز مغرب کی تیسری رکعت میں قعدۂ آخیرہ کے لئے بیٹھ گئے اور قریب بسلام تھے کہ کسی مقتدی نے لقمہ دیا کہ دوسری رکعت ہے، امام صاحب کھڑے ہو گئے اور چوتھی رکعت پڑھا کے سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

مستفتی: عبدالعظیم صاحب

﴿جواب﴾ بیان کردہ صورت میں جب امام صاحب نے قعدہ اخیرہ کر لیا اور پھر کسی مقتدی کے لقمے کیوجہ سے چوتھی رکعت ملا کر سجدہ سہو کر لیا اس صورت میں نماز درست ہے البتہ اس کے ساتھ پھر پانچویں رکعت ملانا بہتر تھا نہ ملائی ہو تو بھی نماز ہو گئی ہے۔

لما فی تنویر الابصار مع الدرالمختار:(۸۷/۲،طبع:سعید)

(و)لانه تم فرضه انلم يبق عليه الاالسلام(وضم اليهاسادسة)لوفي العصرو خامسة في المغرب ورابعة في الفجربه يفتى (لتصيير الركعتان له نفلا)والضم هنا آكد ولا عهدة لوقطع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفی الشامی تحت قوله: ای لا یلزمه القضاء لولم یضم وسلم لانه لم یشرع به مقصوداً.

ولمافی الحلبی :(۲۶۳/۱)

والکلام فی القیام الیٰ الرابعة فی المغرب والیٰ الثالثة فی الفجر کالکلام فی القیام الیٰ الخامسة فی الرباعیات ثم الحکم المذکوروهو ضم فی الظهروالعشاء والمغرب لا کلام فیه لعدم کراهة التنفل بعدها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زکی

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۱۹۱

﴿شک کی بنیاد پر سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی جب بعد میں مسئلہ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ان پر سجدہ سہو لازم نہیں تھا تو کیا امام صاحب اور انکے پیچھے مقتدی جو کہ سب کے سب شروع سے آخر تک امام کیساتھ شریک تھے تمام کی نماز ہوگئی ہے؟　　　مستفتی: حزب اللہ صاحب

﴿جواب﴾ امام صاحب نے شک کی بنیاد پر اگر سجدہ سہو کیا ہو تو ایسی صورت میں امام صاحب اور تمام مقتدیوں کی نماز ہوگئی ہے البتہ شک کی بنیاد پر سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیے تھا آئندہ کیلئے خیال رکھیں۔

لما فی الدر المختار:(۳۵۰/۲)

ولوظن الامام السهو فسجد له فتابعه المسبوق فبان ان لاسهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد قال العلامة ابن عابدین وفی الفیض وقیل لاتفسد وبه یفتی وفی البحر عن الظهیریة قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لاتفسد لان الجهل فی القراء غالب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۳۶۲

﴿پہلی رکعت پر بیٹھنے اور قعدہ اولیٰ میں درود پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے غلطی سے پہلی رکعت پر بیٹھ گیا اور "التحیات للہ" تک پڑھ لیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ اسی طرح قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا شروع کیا تو کتنا درود شریف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا؟ اور اگر کچھ نہ پڑھے اور ویسے بیٹھے رہے تو کتنی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا؟ مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ کسی رکن یا واجب کو اپنی جگہ سے سہواً اتنا مؤخر کرنا جتنے وقت میں نماز کا کوئی رکن ادا ہوسکتا ہو موجب سجدہ سہو ہے جسکی مقدار تین تسبیحات بتایا گیا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر پہلی رکعت پر اتنا بیٹھ گیا تھا تو سجدہ سہو واجب ہے خواہ اس دوران کچھ پڑھا ہو یا خاموش رہا ہو، البتہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا شروع کیا تو ''اللھم صل علیٰ محمد'' تک پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا اگر چہ ایک رکن کے بقدر تاخیر نہ ہوئی ہو، اسلئے کہ اتنے پڑھنے سے ایک سنت ثابتہ (مستقل) ادا ہوئی اور یہ موجب سجدہ سہو ہے، چنانچہ قعدہ کے موقع پر قیام کیطرف محض انتقال کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے حالانکہ اس صورت میں کوئی اتنی تاخیر نہیں ہوئی، اس لئے کہ قیام ایک مستقل وظیفہ ہے اور اگر درود شریف پڑھنا شروع نہ کیا ویسے خاموش رہا تو ایک رکن کی مقدار میں تاخیر کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا اس سے کم پر نہیں ہے۔

لمافی الرد:(۱۶۴/۲)

قوله: (وترك تكرير ركوع الخ)......وكذا القعدة في آخر الركعة الاولىٰ اوالثالثة فيجب تركها ويلزم من فعلها ايضا تأخير القيام الى الثانية اوالرابعة عن محله وهذا اذاكانت القعدة طويلة اما الجلسة الخفيفة التي استحبها الشافعي فتركها غير واجب عندنابل هوالافضل.

ولمافی الدر:(۲۲۰/۲)

(ولايزيد) في الفرض (على التشهد في القعدة الاولىٰ) اجماعا(فان زادكره) فتجب الاعادة (اوساهيا وجب عليه سجود السهواذاقال:اللهم صلى علىٰ محمد)فقط(على المذهب)الملتقىٰ به.

ولمافی حلبی کبیر:(ص ۲۳۰-۲۳۱)

(فان زاد) على القدر التشهد (قال المشائخ ان قال: اللهم صل علىٰ محمد: ساهيا يجب عليه سجدتاالسهو وعن ابي حنيفة) فيمارواه الحسن عنه (ان زادحرفا). .....وفي الخلاصة والمختار انه لايلزمه السهو ان قال: اللهم صل علىٰ محمد قال البزازي لانه ادىٰ سنة وكيدة فيلزم تأخيرالركن اي وبتاخيرالركن يجب سجود السهو...... و الصحيح ان قدر زيادة الحر ......ونحوه غيرمعتبر جنس في مايجب به سجودالسهو وانماالمعتبرقدرمايؤدي فيه ركن ...... وقوله: اللهم صلى علىٰ محمد: يشغل من

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الزمان مايمكن ان يؤدى فيه ركن بخلاف ما دونه لانه زمن قليل يعسر الاحتراز عنه فبهذا يتم مراد البزازى ويعلم منه انه لايشترط التكلم بذالك بل لومكث مقدار مايقول اللهم صلى علىٰ محمد يجب السهو لانه أخر الركن بمقدار مايؤدى فيه ركن سواء صلىٰ على النبى ﷺ اوسكت.

ولمافى البزازية:(۴/۶۴)

زاد فى القعدة الاولىٰ ان عمدايكره وان ناسيا قيل يلزم اذاقال وعلىٰ آل محمدوالمختار انه اذاقال اللهم صلى علىٰ محمد لزم لانه ادىٰ سنة وكيدة فيلزم تأخير الركن.

ولمافى منحة الخالق على البحر الرائق:(۱/۲۷۲)

(وقدر الكثير مايؤدى فيه ركن) أى بسنته كماقيده فى المنية قال شارحها ابن امير حاج أى بما له من السنة أى بما هومشروع فيه من الكمال السنى كالتسبيحات فى الركوع والسجود مثلا وهو تقييدغريب ووجهه قريب ولم اقف على التقييد بكونه قصيراأوطويلا اه أى تقييد الركن أى هل المراد منه قدر ركن طويل بسنته كالقعود الاخيرا والقيام المشتمل علىٰ قرأة المسنون اوقدر ركن قصير كالركوع اوالسجود بسنته أى قدر ثلاث تسبيحات وبالثانى جزم البرهانى الحلبى فى شرح المنية حيث قال وذالك ثلاث تسبيحات اه فافاد ان المراد اقصر ركن لانه الاحوط والله اعلم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۳۲

﴿وقت میں گنجائش نہ رہے تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی سے فجر کی نماز میں سہو ہو گیا اور وقت اتنا کم ہے کہ اگر سجدہ سہو ادا کرے تو سورج طلوع ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں وہ آدمی کیا کرے؟

مستفتی: ایک مسلم

﴿جواب﴾ نماز کے نقصان کی تلافی کے لیے سجدہ سہو کرتے ہوئے سورج نکلنے کا اگر اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اس لیے کہ سورج نکلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، تاہم اس نماز کا بعد میں اعادہ کرنا لازمی ہے۔

لما فى الهندية:(۱/۱۲۸ :طبع قديمى)

والوجوب مقيد بما اذا كان الوقت صالحا حتى ان من عليه السهو فى صلاة الصبح اذ لم يسجد حتى طلعت الشمس بعدالسلام الاول سقط عنه السجود،وكذا اذا سها فى قضاء الفائتة فلم يسجد حتى احمرت،وكل مايمنع البناء اذا وجد بعد السلام يسقط

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

السهو كذا في البحر الرائق.

ولما في تنوير الابصار مع الدر:(۷۹/۲: طبع سعيد)

(اذا كان الوقت صالحاً) فلو طلعت الشمس في الفجر، او احمرت في القضاء، او وجد منه مايقطع البناء بعد السلام سقط عنه.

ولما في الشامي:(۷۹/۲:طبع سعيد)

(قوله سقط عنه) لانه بالعود الى السجود يعود الى حرمة الصلاة وقد فات شرط صحتها بطلوع الشمس في الفجر، ومثله خروج وقت الجمعة والعيد، وكذا اذا وجد ما يقطع البناء واما في احمرار الشمس في القضاء فكذالك..... بقي اذا سقطا السجود فهل يلزمه الاعادة لكون ما اداه اولا وقع ناقصا بلا جابر، والذي ينبغي انه ان سقط بصنعه كحدث عمد مثلاً يلزمه والا فلا تامل.

ولما في التقريرات الرافعي:(ص:۱۰۱ طبع سعيد)

(قوله والذي ينبغي انه ان سقط الخ) سياتي له عن النهر ان المقتدي اذا سها مقتضى كلامهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابراه ومقتضاه الاعادة مطلقا ولو سقط بلاصنعه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۰۹

﴿سجدہ تلاوت کا بیان﴾

﴿نماز میں سجدۂ تلاوت بھول جائے تو یاد آنے پر کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کرنا بھول گیا تو پھر آخری قعدہ میں یاد آیا تو اب کیا کرے؟ اور اگر یاد نہ آئے اور سلام پھیر دے تو کیا حکم ہوگا؟ مستفتی: محمد فیصل راولپنڈی

﴿جواب﴾ نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کرنے سے سجدۂ تلاوت بلا تاخیر واجب ہے آیت سجدہ کے بعد دو تین آیات تک تلاوت کرنے کی گنجائش ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا منع ہے البتہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ انشقاق کے آخر تک سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

مذکورہ مقدار میں تاخیر کیے بغیر نمازی اگر رکوع میں گیا اور رکوع میں جاتے ہوئے سجدہ کی بھی نیت کرلی تو سجدۂ تلاوت اُدا ہو جائے گا رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں نیت کے بغیر بھی سجدہ اُدا ہو جاتا ہے الگ سجدہ کی ضرورت نہیں رہتی لیکن مذکورہ تأخیر سے زیادہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تاخیر اگر بھول سے ہوئی یہاں تک کہ اگر قعدہ آخیرہ میں بھی یاد آجائے تو مستقل سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم ہے اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا بلکہ سلام پھیرنے کے بعد بھی اگر یاد آجائے تو جب تک نماز کے منافی کوئی عمل نہیں کیا سجدۂ تلاوت کرے اس کے بعد دوبارہ تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کرلے لیکن اس موقع پر بھی یاد نہ آئے تو نماز سے مکمل نکلنے کے بعد اس کی قضاء کی صورت نہیں ہے استغفار کرتا رہے۔

لمافی الدر المختار:(۲/۱۰۹)

(وهي على التراخي) (وان لم تكن صلوته)فعلى الفور لصيرورته جزء منها ويأثم بتأخيرها ويقضيها مادام في حرمة الصلوٰة ولو بعد السلام فتح.

ولمافي الشامية:(۲/۱۰۹-۱۱۰)

(قوله على الفور) جواب شرط مقدر تقديره فان كان صلوية فعلى الفور ثم تفسير الفور عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين أوثلاث على ما سيأتي حلية. (قوله ويأثم بتأخيرها)أنها وجبت بما هو من افعال الصلوٰة هو القراءة وصارت من أجزائها فوجب بترك واجب أداؤها مضيقاكما في البدائع ولذا كان للمختار وجوب سجود السهو لوتذكر بعد محلها كما قدمناه في بابه عندقوله بترك واجب.

ولمافي الدر المختار:(۲/۱۱۰ طبع:سعيد)

(وتلاها في الصلوٰة سجدها فيها لاخارجها)لمامر في البدائع اذالم يسجد أثم فتلزمه التوبة. وفي الشامية:(قوله واذالم يسجد أثم) افادأنه لايقضيها.قال في الشرح المنية وكل سجدة وجبت في الصلوٰة ولم تؤد فيها سقطت أي لم يبق السجود لها مشروعا لفوات محله اقول:وهذا اذالم يركع بعدعلى الفور والادخلت في السجود وان لم ينوها كما سيأتي ومقيد ايضا بما اذاتركها عمداحتى سلم وخرج من حرمة الصلوٰة؛ اما لو سهوا وتذكرها ولو بعد السلام قبل أن يفعل منافيا يأتي بها ويسجدللسهو كماقدمنا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

۵ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۱۴۶

﴿نماز میں سجدہ تلاوت کا ایک مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی نے دوران نماز آیت سجدہ تلاوت کی لیکن سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے اسکی نماز فاسد ہوگئی اب اس سجدہ تلاوت کو کیسے ادا کرے؟

﴿جواب﴾ دوران نماز اگر کوئی ایت سجدہ کی تلاوت کرے تو اسی نماز میں اسکو ادا کرنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ضروری ہوتا ہے، لیکن اگر سجدہ تلاوت ادا کرنے سے پہلے نماز (حیض ونفاس کے علاوہ کسی اور وجہ سے) فاسد ہوگئی تو چونکہ اب اسکو نماز کے اندر ادا کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس سجدہ تلاوت کو نماز سے باہر ادا کرے۔

لما في التنوير الابصار مع الدر:(۱۱۰/۲: طبع سعيد).

(ولو تلاها في الصلاة سجدها فيها لاخارجها الا اذا فسدت الصلاة بغير الحيض) فلو به تسقط عنها السجدة ذكره في الخلاصة (فيسجدها خارجها) لانها لما فسدت لم يبق الا مجردة التلاوة فلم تكن صلوتية.

ولما في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:(۴۹۲ طبع:قديمى).

(ولم تقض الصلاتية خارجها) لان لها مزية فلا تتادى بناقض،وعليه التوبة لاثمه بتعمد تركها كالجمعة لفوات الشرط اذا لم تفسد الصلاة لغير حيض ونفاس فاذا فسدت به فعليه السجدة خارجها لبقاء مجرد التلاوة فلم تكن صلاتية.

ولما في الهنديه:(۱۳۲/۱: طبع رشيديه).

والسجدة التى وجبت في الصلاة لاتودى خارج الصلاة كذا في السراجيه وهكذا في الكافي ويكون اثما بتركها هكذا في البحر الرائق هذا اذا لم يفسدها قبل السجود فان افسدها قضاها خارجها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفااللہ عنہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۱۹

﴿نماز میں آیات سجدہ کے بعد رکوع کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کرنا بھول گیا پس نماز ختم کرنے کے بعد یاد آیا تو ایسی صورت میں سجدہ تلاوت کی قضاء ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح آیت سجدہ کے بعد رکوع میں جاتے وقت سجدہ تلاوت کی نیت کی تو آیا اس سے سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ مستفتی: امداداللہ

﴿جواب﴾ نماز میں سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے تو اسی نماز میں ادا کرنا ضروری ہے، نماز میں ادا نہ کرسکا تو اب اس سجدہ کی قضاء کی کوئی صورت نہیں ہے تلافی کے لئے استغفار کرتا رہے۔

رکوع میں جاتے ہوئے سجدہ تلاوت کی نیت کرنے سے سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے لیکن اگر امام نے نیت کی اور مقتدیوں نے نیت نہیں کی تو اس صورت میں امام کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور مقتدیوں کا ادا نہیں ہوگا، اس لئے امام کو چاہیئے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے سجدہ تلاوت کی نیت کریں تاکہ مقتدیوں کا بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جائے۔

لما فی الشامی:(۱۱۰/۲، باب سجود التلاوة طبع: قدیمی)

کل سجدة وجبت فی الصلوة ولم تؤدفیها سقطت ای لم یبق السجود لها مشروعا لفوات محله.

ولما فی الهدایة:(۱/۱۴۷، باب سجود التلاوة، طبع :قدیمی)

وجبت فی الصلوة فلم یسجد هافیها لم تقض خارج الصلوة لانها صلاتیة ولها مزیة الصلاة فلاتتأدی بالناقص.

لمافی التاتارخانیة:(۱/۵۲۲ نوع آخر فی تکرارایة السجدة، طبع:قدیمی)

کل سجدة وجبت فی الصلاة لاتودی خارج الصلاة وکل سجدة وجبت خارج الصلاة لاتودی فی الصلاة ایضا.

لمافی الهندیة:(۱/۱۳۳، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، طبع:رشیدیه)

وان قرء اية السجدة فی الصلاة فان کان فی وسط السورة فالافضل ان یسجد ثم یقوم ویختم السورة ثم یرکع ولولم یسجد ورکع ونوی السجدة یجزی قیاسا وبه نأخذ.

لمافی التاتارخانیة:(۱/۵۲۸ نوع آخر فی سماع المصلی، طبع:قدیمی)

واذاقرء الامام آیة السجدة فی صلاته وهی فی آخرالسورة فان شاء رکع لها وان شاء سجد.

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(ص۴۸۷، باب سجود التلاوة طبع: قدیمی)

وسجود ها وان لم ینوه لکان اولی وفی الدرلونواها فی رکوعه ولم ینوها الموتم لم یجزه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد امین چارسدوی

۱۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ   فتویٰ نمبر: ۲۸۶۸

﴿آیت سجدہ کے ترجمہ سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص آیت سجدہ تلاوت نہ کرے بلکہ صرف اس کا ترجمہ کرے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ شریعت کے حوالے سے جواب عنایت فرمائیں۔   مستفتی: محمد طاہر خان کرک

﴿جواب﴾ کوئی شخص آیت سجدہ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کرے تلاوت نہ کرے تو سننے والے پر سجدہ اس صورت میں واجب ہوگا جب کہ وہ جانتا ہو کہ یہ آیت سجدہ ہے اور اسکا معنیٰ بھی سمجھتا ہو لیکن اگر وہ نہیں جانتا کہ یہ آیت سجدہ ہے یا اسکا معنیٰ نہیں سمجھتا تو اس صورت میں سجدہ واجب نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہوگا اسی طرح اگر آیت کا ترجمہ نہیں ہورہا بلکہ صرف تفسیر بیان کی جارہی ہو تو تب بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

لمافی الدرالمختار:(۱۰۵/۲)

والسماع شرط فی حق غیرالتالیٰ ولو بالفارسیة اذا اخبر.

وفی الشامیة:(قوله اذااخبر)أی بأنها آیة سجدة سواء فهمها أولا وهذاعندالامام وعندهماان علم السامع أنه یقرأالقران لزمته الافلا بحر: وفی الفیض وبه یفتی وفی النهرعن السراج أن الامام رجع الیٰ قولهماوعلیه الاعتمادوالمرادمن قوله ان علم السامع أن یفهم معنی الآیة کمافی شرح المجمع حیث قال وجبت علیه سواء فهم معنی الآیة أولاعنده وقال ان فهمها وجبت والافلا لانه اذا فهم کان سامعا للقرآ ن من وجه دون وجه.

ولمافی الهندیة:(۱۳۳/۱)

و اذ اقرء آیة السجدة بالفارسیة فعلیه وعلی من سمعهاالسجدة فهم السامع أولااذااخبر السامع أنه قرأآیة السجدة وعند هماان کان السامع یعلم أنه یقرأالقرآن یلزمه والا فلا کذافی الخلاصة وقیل تجب بالاجماع عوالصحیح کذافی محیط السرخسی.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

۲۳ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر ۲۰۸۸

﴿نماز میں سجدۂ تلاوت کی تاخیر کے بارے میں حکم﴾

﴿سوال﴾ سجدۂ تلاوت کے بارے میں چند مسائل عرض ہیں:

(۱) نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد بھولے سے ایک یا دو آیات اور پڑھ لی پھر سجدۂ تلاوت یاد آنے پر سجدہ کرلیا تو کیا یہ سجدۂ تلاوت قضا شمار ہوگا یا ادا؟

(۲) اگر آیت سجدہ پڑھنے کے بعد بھولے سے ایک یا دو آیات اور پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور رکوع کے اندر سجدۂ تلاوت یاد آیا تو کیا دوران رکوع سجدہ تلاوت کی نیت سے سجدہ ادا ہو جائیگا؟ اسی طرح اگر رکوع میں یاد نہ آیا بلکہ سجدہ میں یاد آیا تو کیا دوران سجدۂ صلوۃ اگر سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجائیگا یا نہیں؟ یا اس کیلئے الگ سجدہ کرنا ضروری ہے؟

(۳) اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد بھولے سے لمبی قراءت کر کے پھر سجدۂ تلاوت یاد آیا تو کیا اس صورت میں نماز کے رکوع یا سجود میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنے سے سجدۂ تلاوت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ادا ہو جائیگا یا اس کیلئے الگ سجدہ کرنا ضروری ہے؟

(۴) سجدۂ تلاوت میں بھولے سے تین آیات سے زیادہ تاخیر کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ (۱) نماز میں سجدہ کی آیت پڑھنے سے سجدہ علی الفور یعنی بلا تاخیر واجب ہوتا ہے تاہم ایک یا دو آیتیں اور بعض فقہاء کے قول کے مطابق تین آیات تک پڑھنے سے علی الفور فوت نہیں ہوتا جبکہ بعض جگہوں میں جہاں سورت کے آخری آیتوں میں آیت سجدہ ہوتی ہے مثلاً: سورہ بنی اسرائیل اور سورہ انشقاق اس میں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سورت کے اختتام تک پڑھنے سے علی الفور فوت نہیں ہوتا، لہٰذا مذکورہ صورت میں سجدۂ تلاوت ادا شمار ہوگا۔

لمافی رد المحتار:(۲/۹-۱۰-۱۱)

فان كانت صلوية فعلى الفور ثم تفسير الفور عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة أكثر من آيتين أو ثلاث.

ولما في البحر:(۲/ ۱۲۳)

وفي المجتبى. وانما ينوب الركوع عنها بشر طين أحدهما النية. والثاني ان لايتخلل بين التلاوة والركوع ثلاث آيات الا اذا كانت الآيات الثلاث من آخر السورة كبني اسرائيل واذا السماء انشقت.

(۲) رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رکوع علی الفور ہو یا ایک یا دو آیات کے بعد ہو اسی طرح سجدہ کی نیت بھی رکوع سے پہلے کرنا ضروری ہے البتہ اس صورت میں اگر رکوع کے بعد بلا تاخیر سجدہ میں چلا جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا چاہے ادا کرنے کی نیت ہو یا نہ ہو، لہٰذا مذکورہ صورت میں رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا تاہم اگر رکوع کے بعد علی الفور سجدہ کیا تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا۔

لما في الدر المختار:(۲/۱۱۱)

وتؤدى بركوع صلاة اذا كان الركوع على الفور من قرآءة آية أو آيتين كذا الثلاث على الظاهر أي كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح.

ولما في رد المحتار:(۲/۱۱۱-۱۱۲)

ثم ان النية محلها عند ارادة الركوع فلو نواها فيه قيل يجوز وقيل لايجوز ولو بعد الرفع لايجوز.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۳) جب آیت سجدہ کے بعد لمبی قراءت کرے پھر رکوع یا سجدہ میں اسکی نیت نہیں کرسکتا بلکہ اس کے لئے الگ سجدہ کرنا ضروری ہے جب تک مصلی نماز کے اندر ہو اسی طرح سلام پھیرنے کے بعد بھی کرسکتا ہے جب تک نماز کے منافی کوئی عمل نہ کرے۔

لما فی رد المحتار:(ج۲/۱۱۱ طبع سعید)

فلو انقطع الفور لا بد لها من سجود خاص بها ما دام فی حرمة الصلوة وعلله فی البدائع بانها صارت دينا والدين يقضى بما له لا بما عليه والركوع والسجود عليه فلا يتأدى به الدين.

(۴) آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ کرنے میں بھولے سے تین آیات سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

لما فی رد المحتار:(۲/۱۱۰، مکتبہ ایچ ایم سعید)

أما لو سهواً وتذكرها ولو بعد السلام قبل أن يفعل منافيا يأتى بها ويسجد للسهو.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عبداللہ عفااللہ عنہ

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۹۱۷

﴿نماز کے اندر سجدۂ تلاوت آیت سجدہ کے فوراً بعد اداء کیا جائے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نماز میں آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت کرنے کی بجائے نو، دس آیات پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا ہوگا یا نہیں؟ امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی لیکن مقتدیوں نے نہیں کی تو کیا امام کی نیت مقتدیوں کے لئے کافی ہوگی یا نہیں، اس طرح اگر کسی نے نماز میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کیا بعد میں قضا کس طرح کرے؟

﴿جواب﴾ سجدۂ تلاوت آیت سجدہ کے فوراً بعد ادا کرنا ضروری ہے اور آیت سجدہ کے بعد ایک یا دو یا تین آیات پڑھنے کے بعد ادا کرے تب بھی درست ہے لیکن نو، دس آیات پڑھنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے تاخیر واجب کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

لما فی الدر المختار: (۲/۵۸۴ طبع)

ويأثم بتاخيرها ويقضيها مادام فی حرمة الصلاة ولو بعد السلام.

وفی الشامی تحت هذه المسئلة فان كانت صلوية فعلى الفور ثم تفسير الفور: عدم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طول المدة بين التلاوة والسجدة بقرأة أكثر من آيتين أو ثلاث على ماسيأتي.

ولمافي حلبي كبير:(۱/۵۰۲)

فان قرأ بعدها اربع آيات انقطع الفور بلاخلاف وان قرأ ثلاث آيات قيل ينقطع واليه مال شيخ الاسلام خواهر زاده وقيل لا، واليه مال شمس الائمة الحلواني وهو اصح رواية وبعد اسطر قال: فهذا نص على أن الثلث ليست قاطعة للفور.

سجدۂ تلاوت کی نیت رکوع میں کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ آیت سجدہ کے فوراً بعد یا دو تین آیات پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہو تین آیات سے زیادہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنے سے تاخیر واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

لمافي الدر المختار:(۲/۱۱۱ طبع سعيد)

وتؤدى بركوع صلاة اذا كان الركوع على الفور من قرأة آية أو آيتين وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحر بان نواه اى كون الركوع بسجود التلاوة على الراجح.

ولمافي الهندية:(۱/۱۳۳ طبع رشيدية)

ولو قرأ آية السجدة في الصلاة فأراد أن يركع بها يحتاج الى النية عند الركوع فان لم يوجد منه النية لايجزيه عن السجدة.

امام کو چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کو پہلے سے بتائے کہ وہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کریں اگر امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی لیکن مقتدیوں نے نہیں کی تو امام کی نیت مقتدیوں کے لئے کافی نہیں ہے، مقتدیوں کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے ان کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا اور اگر امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی تو نماز کے سجدے میں بغیر نیت کے مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جائے گا خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے بشرطیکہ تین آیات سے زیادہ تاخیر نہ ہوئی ہو۔

لمافي الهندية(۱/۱۳۳-۱۳۴ طبع رشيديه)

ولو نواها في الركوع عقيب التلاوة ولم ينوها المقتدى لاينوب عنه ويسجد اذا سلم امامه ويعيد القعدة ولو تركها تفسد صلاته كذا في القنية أجمعوا على ان سجدة التلاوة تتأدى بسجدة الصلاة وان لم ينو للتلاوة كذا في الخلاصة.

ولمافي الدر المختار:(۲/۱۱۲ طبع سعيد)

ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه وبعد اسطر قال: نعم لو ركع وسجد لها فوراً ناب بلانية،قال الشامي تحت هذا القول: سجود المقتدى عن سجود التلاوة بلانية تبعاً لسجود امامه لما مر آنفاً انها تؤدى بسجود الصلاة فوراً وان لم ينو،والظاهر أن المقصود بهذا الاستدراك التنبيه على انه ينبغي للامام أن لاينويها في الركوع لأنه اذا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لم ينوها فيه ونواهافي السجود اولم ينوها اصلاً لاشئ على المؤتم لأن السجود هو الاصل فيها بخلاف الركوع فاذانواها الامام فيه ولم ينوها المؤتم لم يجزه.

اگر کسی نے نماز میں سجدہ تلاوت ادا نہ کیا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی قضا نہیں ہوسکتی، اس لئے توبہ استغفار کرنا ضروری ہے۔

لمافي البحر الرائق:(۱۲۲/۲،طبع سعيد)

(قوله ولم تقض الصلاتية خارجها) اى خارج الصلاة لان السجدة المتلوة في الصلاة أفضل من غيرها لأن قرأة القرآن في الصلاة افضل منها في غيرها فلم يجز أداؤها خارج الصلاة لأن الكامل لايتأدى بالناقص وبعد اسطر قال: انه اذا لم يسجد في الصلاة حتى فرغ فانه يأثم لانه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاء هالما ذكرنا وهذا من الواجبات الذى اذا فات وقته تقررالاثم على المكلف والمخرج له عنه التوبة كسائر الذنوب.

ولمافي الدرالمختار:(۱۱۰/۲،طبع سعيد)

(ولوتلاهافي الصلاة سجد فيهالاخارجها)لما مر وفي البدائع واذالم يسجد أثم فتلزمه التوبة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۰۳

﴿سجدۂ تلاوت کی قضاء کی جائے گی﴾

﴿سوال﴾ ایک حافظ آٹھ دس سال سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا آیا ہے رمضان میں تراویح پڑھاتا ہے، ابتدائی دو تین سال تو سجدہ تلاوت کرتا رہا پھر بعد میں تساہل کی بناء پر اس سے چھوٹتے رہے اب ان کی قضا کی کیا صورت ہوگی واضح رہے کہ چھوٹے ہوئے سجدے نماز کے علاوہ ہیں؟ بینوا توجروا

مستفتی: شاہد

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں جتنے بھی سجدہ تلاوت اس سے چھوٹ گئے ہیں ان کا اندازہ لگا کر ادا کرے اور اگر بہت زیادہ ہیں تو فی یوم مقدار مقرر کرے اور ادا کرتا رہے مزید تاخیر نہ کرے کیونکہ یہ اس کے ذمہ واجب ہیں۔

ولمافي الدرالمختار:(۱۰۹/۲،طبع سعيد)

(وهى على التراخى) على المختار ويكره تاخيرها تنزيهاً ويكفيه أن يسجد عدد ماعليه بلاتعيين ويكون مؤدياً.

ولمافي مراقي الفلاح:(ص۱۸۳،طبع قديمي)

وصفتها الوجوب على الفور فى الصلوة وعلى التراخى ان كانت غير صلوتية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز چترالی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۴۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ٹی وی پرآیت سجدہ سننے پرسجدہ کاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد نبوی ﷺ سے براہ راست ٹی وی پر نماز دکھائی جارہی تھی اور آیت سجدہ پڑھی گئی تو کیا سننے والے پر سجدہ واجب ہے کہ نہیں؟ اور اگر براہ راست نشر ہو تو کیا اس کا حکم سامنے تلاوت کرنے والے جیسا ہوگا؟ اور ہر ایک کو کیا خبر ہوگی کہ براہ راست نشر ہورہا ہے یا ریکارڈ ہونے کے بعد؟ مستفتی: محمد حارث

﴿جواب﴾ اگر تلاوت براہ راست ہو اور اس میں قاری آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے، البتہ ریکارڈ شدہ تلاوت میں آیت سجدہ کی تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اور جہاں پتہ نہ چل سکے کہ تلاوت براہ راست ہے یا ریکارڈ شدہ تو وہاں احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ کرلیا جائے، خیال رہے کہ ٹی وی وغیرہ میں جو تلاوت نشر ہوتی ہے اس کے بارے میں اہل فن یہ کہتے ہیں کہ وہ عموماً ریکارڈ شدہ ہوتی ہے، بوقت ضرورت اس بارے میں ان سے تحقیق ہوسکتی ہے۔

لما في مصنف ابن ابی شیبة:(۱/۴۵۷،امدادیه)عن ابن عمرؓ قال :انما السجدة على من سمعها.

ولما فیه ایضا:(۱/۴۵۶،طبع امدادیه)

حدثنا حفص عن حجاج عن حماد عن ابراهیم ونافع وسعید بن جبیر انهم قالوا:من سمع السجدة فعلیه أن یسجد.(وهكذا في المجلد السابع من اعلاء السنن:(ص۲۲۱)

ولما في بدائع الصنائع:(۱/ ۱۸۶،طبع سعید)

وكذا تجب على السامع بتلاوة هؤلاء الا المجنون ......فينظر الى اهلية التالي واهليته بالتمييز وقد وجد ،فوجد سماع تلاوة صحيحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدى فان ذلك ليس بتلاوة.

ولما في الهندية:(۱/۱۳۲،طبع رشیدیه)

والأصل في وجوب السجدة أن كل من كان من أهل وجوب الصلاة اما اداء أو قضاء كان أهلا لوجوب سجدة التلاوة ومن لا فلا كذا في الخلاصة.....ولا تجب اذا سمعها من طير هو المختار.

ولما في التنوير وشرحه:(۲/۱۰۸،طبع سعید)

(لا)تجب(بسماعه من الصدى والطير)ومن كل تال حرفا ولا بالتهجي.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ــــ واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم: علی خان

۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ــــ فتویٰ نمبر: ۲۵۰۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سجدۂ تلاوت کے ساقط ہونے کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ:

(۱) ایک عورت نے دوران نماز آیت سجدہ پڑھی لیکن ابھی تک سجدہ نہیں کیا تھا کہ اسکو حیض آ گیا، کیا اب یہ سجدہ اس پر واجب رہے گا؟ (۲) ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اس کا سجدہ بھی کیا پھر کسی وجہ سے اسکی نماز فاسد ہوگئی، کیا اب اس پر سجدہ تلاوت باقی ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں اس عورت سے سجدہ تلاوت ساقط ہو چکا اب اس کے ذمے اسکی قضاء نہیں۔

ولمافی الهندية:(۱/ ۱۳۲،طبع رشیدیه)

المرأة اذا قرأت آية السجدة فی صلاتها ولم تسجدلها حتی حاضت سقطت عنها السجدة.

(۲) اس صورت میں سجدہ تلاوت تو اس کا ادا ہو گیا لوٹانے کی ضرورت نہیں، البتہ نماز کی قضاء اسکے ذمہ لازم ہے۔

لمافی الهندية:(۱/ ۱۳۲ طبع رشیدیه)

مصلی التطوع اذا قرأ آية السجدة وسجد لها ثم فسدت صلاته ووجب عليه قضاؤها ولا تلزمه اعادة تلك السجدة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی عفا اللہ عنہ

۹ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۳۸۴

﴿مجنون کی تلاوت سے سجدہ تلاوت لازم نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک ایسا شخص جو پاگل ہو وہ اگر آیت سجدۂ تلاوت کرے تو سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ آیت سجدۂ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے بشرطیکہ تلاوت صحیح اور شرعاً معتبر بھی ہو، مجنون کی تلاوت شرعاً صحیح اور معتبر نہیں ہے اس لئے کہ وہ قصد وارادہ سے تلاوت نہیں کرتا اور ایسے ہی نیند کی حالت میں بھی کوئی اگر تلاوت کرے تو پڑھنے والے اور سننے والے دونوں میں سے کسی پر بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ قصد وارادہ کا اعمال میں بڑا دخل ہے۔

لما فی تنویر الا بصار :(۲/ ۱۰۷ طبع سعید)

یجب علی من کان اهلا لوجوب الصلاة اداء او قضاء فلا تجب علی کافر وصبی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ومجنون وحائض نفساء قرأو اوسمعوا وتجب بتلاوتهم خلا المجنون المطبق.

ولما في البحر الرائق :(۱۱۹/۲ طبع سعید)

لاتجب على كافر وصبي ومجنون وحائض ونفساء قرأوا اوسمعوا وتجب على محدث والجنب وكذا تجب على السامع بتلاوة هؤلاء الا المجنون لعدم اهليته لا نعدام التمييز.

ولما في فتح القدير:(۱۶/۲ طبع رشیدیه)

ان كل من لا تجب عليه الصلوة ولا قضاءها كالحائض والنفساء والكافر والصبي والمجنون ليس عليهم بالتلاوة والسماع سجود ويجب على السامع منهم اذا كان اهلا لكن ذكر شيخ الاسلام انه لا يجب بالسماع من مجنون او نائم او طير لان السبب سماع تلاوة صحيحة وصحة التلاوة بالتمييز ولم يوجد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی

۲۵ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۴۸۷

﴿ آیت سجدہ سننے کی صورت میں سجدہ کن پر واجب ہے؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص آیت سجدہ بآواز بلند تلاوت کر رہا تھا کچھ لوگ متوجہ تھے اور کچھ لوگ ذکر میں مشغول تھے وضاحت فرمائیں کہ سجدہ کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں؟ مستفتی: محمد عزیز

﴿جواب﴾ سجدہ کی آیت تلاوت کرنے والے پر سجدہ واجب ہے وہ خود سنے یا نہ سنے البتہ دوسرے لوگوں کے حق میں آیت سجدہ سننا شرط ہے جبکہ ان کو خبر ہو آیت سجدہ سمجھنا ضروری نہیں، پس جو لوگ ذکر وغیرہ میں مشغول ہیں اگر انہوں نے آیت سجدہ سنی اور اس کی خبر بھی ہو گئی تو ان پر بھی سجدہ واجب ہے ورنہ نہیں۔

لما في التنوير مع الدر:(۲/ ۷۷۵، مكتبه امداديه)

(بشرط سماعها) فالسبب التلاوة وان لم يوجد السماع كتلاوة الاصم والسماع شرط في حق غير التالي ولو بالفارسية اذا اخبر(فهم اولم يفهم) قال ابن امير حاج ينبغي ان يستثنى منه...... ولا بسماعه الا بعد العلم بكون المقروء سجدة تلاوة يعني وان لم يفهم لان التكليف بما لا علم له به محال حتى لومات قبل الاداء والعلم بالوجوب لااثم عليه ولا تجب عليه الا وقت العلم(طحطاوی ص ۲۶۳)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد قذافی غفرلہ

۱۹ ربیع اول ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۵۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نماز میں سجدۂ تلاوت کرنا بھول جائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں رمضان میں تراویح کے اندر قرآن سنارہا تھا بھولے سے ایک سجدۂ تلاوت میں نے ادانہیں کیا تھا، عرض یہ ہے کہ میں ابھی اس کی قضاء کرنا چاہتا ہوں تو کرسکتا ہوں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز میں اگر سجدۂ تلاوت رہ جائے تو اس کی قضا کی اب کوئی صورت نہیں رہی فقہاء کرام نے اس صورت میں توبہ واستغفار کی تصریح کی ہے، لہٰذا آپ سجدۂ تلاوت کی قضاء نہ کریں بلکہ اسکے لئے توبہ واستغفار کریں۔

لما فی الهداية:(۱۴۷/۱،طبع رحمانيه)

وكل سجدة وجبت في الصلوة فلم يسجدهافيها لم تقض خارج الصلوة لانها صلاتية ولها مزية الصلوة فلاتتأدى بالناقص.

ولمافی البحر:(۱۲۲/۲،طبع سعيد)

(قوله ولم تقض الصلاتية خارجها) أي خارج الصلاة لان السجدة المتلوة في الصلاة أفضل من غيرها لان قرآءة القرآن في الصلاة منها في غيرها فلم يجز أداؤها خارج الصلاة لان الكامل لا يتأدى بالناقص.

ولما فی التنویرمع الدروالرد:(۱۱۰/۲،طبع سعيد)

(ولو تلا ها في الصلوة سجد فيها لا خارجها) لما مر وفي البدائع واذا لم يسجدأثم فتلزمه التوبة(قوله واذا لم يسجد اثم) افاد انه لا يقضيها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر:۹۱۸

﴿سجدہ تلاوت اخیر میں ادا کرلیا تو قعدہ کا اعادہ ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت ادا کرنا بھول جائے پھر قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے یادآتے ہی سجدہ کرکے سلام پھیردے تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: ایک معلم

﴿جواب﴾ ایسی صورت میں نماز صحیح ہوجائیگی بشرطیکہ سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد تشہد کو دوبارہ پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو بھی کرے اس لئے کہ تشہد کا مقام نماز کے اخیر میں ہے اور قعدہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اخیرہ کے بعد کسی بھی ایسے عمل کیطرف لوٹنے سے وہ کالعدم شمار ہوتا ہے جس کا مقام قعدہ اخیرہ سے پہلے ہو، چونکہ سجدہ تلاوت کا اصل مقام قعدہ اخیرہ سے پہلے ہے اس لئے قعدہ دوبارہ کرنا اور اخیر میں سجدہ سہو کرنا لازم ہے۔

لما فی الحلبی الکبیری: (ص ۲۵۳-۲۵۲، القعدۃ الاخیرۃ، طبع نعمانیۃ)

والثالثۃ من المسائل: اذا تذکر المصلی بعد تمام الصلاۃ والقعود قدر التشھد ان علیہ سجدۃ التلاوۃ فعاد الیھا ای الی سجدۃ التلاوۃ بان سجدھا ارتفعت ای زالت القعدۃ وارتفعت بعودہ الی شیء محلہ قبلھا فان محل السجود سواء کان للصلاۃ او لتلاوتھا قبل القعود الاخیر اما سجود الصلاۃ فظاھر واما سجود التلاوۃ فلانہ من احکام القراءۃ فیلحق بھا بخلاف سجود سھو فان محلہ آخر الصلاۃ فلاترتفع بہ القعدۃ حتی انہ لو لم یقعد قدر التشھد بعد ماسجد للتلاوۃ فسدت صلوتہ۔

لمافی الدر المختار: (۱/۴۶۳-۴۶۴، کتاب الصلاۃ، طبع سعید)

حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاھا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشھد ثم یسجد للسھو ثم یتشھد، لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ و التلاویۃ و اما فی الرد: و اما بطلانھا بالعود الی التلاویۃ فقال ط لان التلاویۃ لما وقعت فی الصلاۃ اعطیت حکم الصلبیۃ بخلاف ما اذا ترکھا اصلا وقال الرحمتی:لانھا تابعۃ للقراءۃ التی ھی رکن فاخذت حکم القرائۃ فلزم تاخیر القعدۃ عنھا. وبعد الستور:(قولہ بخلاف تلک السجدتین)ای الصلبیۃ والتلاویۃ، فانہ لو سلم بمجرد رفعہ منھماتفسد صلاتہ لرفعھما القعدۃ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند تاجکی

۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۶۴۵

﴿امام کا رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عام طور پر تراویح کی نماز میں حفاظ کرام سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کے بجائے رکوع میں جاتے ہیں دریافت کرنے پر بتاتے ہیں کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہوجاتا ہے جبکہ اکثر مقتدیوں کو نہ آیت سجدہ کا علم ہوتا ہے اور نہ امام کے ساتھ رکوع میں اس کی نیت کرتے ہیں عرض یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں صرف امام کی نیت سے مقتدی حضرات کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائیگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ امام صاحب نے رکوع میں اگر سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی اور مقتدی نے نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی تو ایسی صورت میں مقتدی حضرات کا سجدہ ادا نہ ہوگا امام صاحب جب سلام پھیر دیں تو مقتدیوں کو چاہیے کہ سجدۂ تلاوت کے لئے سجدہ میں جائیں اور اس کے بعد دوبارہ قعدۂ اخیرہ کا اعادہ کریں، اگر امام صاحب آیت سجدہ پڑھنے کے بعد علی الفور رکوع میں جائیں اور رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کریں تو سجدہ میں چاہے نیت کریں یا نہ کریں امام اور مقتدی حضرات سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائیگا بشرطیکہ رکوع کے بعد علی الفور سجدہ میں گئے ہوں چونکہ عام لوگ مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے امام صاحب کو چاہیے کہ آیت سجدہ پر سجدہ کریں تاکہ لوگوں کو تشویش نہ ہو یا کم از کم نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا کریں۔

لما فی البحر:(۱۲۳/۲،طبع سعید)

وفی التنية ولو نواها فی الركوع عقب التلاوة ولم ينوها المقتدی لاينوب عنه ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها تفسد صلاته.

ولما فی الدر المختار:(۱۱۲/۲،طبع سعید)

ولو نواها فی ركوعه ولم ينو ها المؤتم لم تجزه ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة،ولو تركها فسدت صلاته ......نعم لو ركع وسجد لها فورا ناب بلا نية.

ولما فی رد المحتار:(۱۱۲/۲،طبع سعید)

(قوله لم تجزه) أی لم تجز نية الامام المؤتم ولا تندرج فی سجوده وان نواها المؤتم فيه لانه لما نواها الامام فی ركوعه تعين لها أفاده ح:هذا وفی القهستانی: واختلفوا فی أن نية الامام كافية كما فی الكافی فلو لم ينو المقتدی لاينوب علی رأی فيسجد بعد سلام الامام ويعيد القعدة الأخيرة كما فی المنية اه..... والأولی أن يحمل علی القول بأن نية الامام لاتنوب عن نية المؤتم والمتبادر من كلام القهستانی السابق أنه خلاف الأصح حيث قال علی رأی(قوله نعم لو ركع وسجد لها) أی لصلاة فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلا نية تبعا لسجود امامه .....والظاهر ان المقصود بهذا.....استدراك التنبيه علی أنه ينبغی للامام أن لاينويها فی الركوع لانه اذا لم ينوها فيه ونواها فی السجود أو لم ينو ها أصلا لا شیء علی المؤتم لان السجود هو الأصل فيها بخلاف الركوع فاذا نواها الامام فيه ولم ينوها المؤتم لم يجزه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳۰ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۹۳۵

﴿ٹیپ یا ٹی وی سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی یا کسی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پرندے مثلاً طوطے وغیرہ سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی اور پرندے وغیرہ سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، البتہ ٹی وی یا ریڈیو میں براہ راست تلاوت نشر ہو تو اکثر علماء وجوب سجدہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔

لمافی الهندية:(۱/۱۳۲ طبع رشيديه)

ولاتجب اذاسمعهامن طير وهكذافي فتاوى التاتارخانيه:(۲/۵۵۹).

ولمافی ردالمحتار:(۲/۱۰۸ طبع سعيد)

(لا)تجب(بسماعه من الصدى والطير)(قوله من الصدى) هومايجيبك مثل صوتك في الجبال الصحارى ونحوهماكمافي الصحاح(قوله والطير)هوالاصح زيلعي وغيره وقيل تجب وفي الحجةهوالصحيح تاتارخانية قلت والاكثرعلى تصحيح الاول وبه جزم في نورالايضاح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۱۸ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۰۳

﴿سمع آية السجدة في مجلس واحد من جماعة﴾

﴿آیت سجدہ کو مختلف لوگوں سے بار بار ایک ہی مجلس میں سننا﴾

﴿سوال﴾ معلم يسمع آية السجدة من الطلبة وهم اكثر من العشر في مجلس واحد و لا تختلف الآية، ايكفيه سجدة واحدة ام يسجد عدد ما سمع ؟

﴿جواب﴾ لا تجب على المعلم و كذا على الطلبة الا سجدة واحدة لاتحاد المجلس والآية.

لمافی الدرمع الرد:(۲/۱۱۴-۱۱۵ طبع سعيد)

والاصل ان مبناه على التداخل دفعا للحرج بشرط اتحادالأية والمجلس قال الشاميؒ: واشار الىٰ انه متى اتحدت الأية والمجلس لايتكررالوجوب وان اجتمع التلاوة والسماع ولومن جماعة.

لمافی البزازية بهامش الهندية:(۴/۶۸ طبع رشيديه)

سمعهامن آخر ومن آخر ايضا وقرأها كفت سجدة واحدة في الاصح لاتحاد الآية والمكان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عفی عنہ

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۲۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿دوران نماز آیت سجدہ سنے تو واجب شدہ سجدہ فراغت نماز کے بعد ادا کرے گا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز پڑھتے ہوئے تراویح پڑھانے والے امام سے آیت سجدہ سنی، پوچھنا یہ ہے کہ سجدہ تلاوت نماز کے اندر ادا کیا جائیگا یا نماز سے فراغت کے بعد؟ مستفتی: ذاکراللہ چارسدوی

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں سجدہ تلاوت نماز سے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے نماز کے اندر ادا نہ کرے، اگر نماز کے اندر ادا کرلیا تو بعد میں اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

لما فی التنویر وشرحه:(۱۱۲/۲-۱۱۳ مطبع سعید)

(ولو سمع المصلی) السجدة (من غیره لم یسجد فیها) لانها غیر صلا تية (بل) یسجد (بعدها (ولو سجد فیها لم تجزه واعاده).

ولما فی الشامیة:(۱۰۵/۲ مطبع سعید)

(لم یسجد المصلی) المصلی صلا ته سواء کان:ای فانهم یسجدو نها بعدالفراغ من صلاتهم کماسیأتی ذلک فی قول المتن ولوسمع المصلی من غیره لم یسجدفیهابل بعدها.

ولما فی الخلاصة:(۱۸۵/۱ مطبع رشیدیه)

وان سمعها من الا مام من لیس معهم فی الصلوة فعلیه ان یسجد فی الحال ان سمعها خارج الصلوة وان سمعها فی صلاته غیر صلوة الامام یسجدها بعد الفراغ من الصلوة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عزیز الرحمٰن عفااللہ عنہ

۱۶ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۱۴

﴿آیت سجدہ کا لفظی ترجمہ پڑھ لینے سے بھی سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) اگر کوئی شخص آیت سجدہ زبان سے پڑھے بغیر صرف لکھ لے تو کیا ایسے شخص پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا کہ نہیں؟

(۲) اسی طرح اگر آیت سجدہ کی تلاوت کیے بغیر اس کا ترجمہ پڑھ لے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا کہ نہیں؟ مستفتی: محمد اسماعیل ریحان لکی مروت

﴿جواب﴾ (۱) آیت سجدہ کو زبان سے پڑھے بغیر صرف لکھ لینے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الشامیۃ:(۱۰۳/۲ طبع سعید)

قال العلامۃ الحصکفی: یجب بسبب تلاوۃ آیۃ قال ابن عابدین (قولہ بسبب تلاوۃ)احترز عما لو کتبہا او تھجاھا فلا سجود علیہ.

لما فی الھندیۃ:(۱۳۷/۱ ،مکتبہ قدیمی)ولا تجب السجدۃ بکتابۃ القرآن کذا فی قاضیخان.

لما فی التاتارخانیۃ :(۵۵۹/۱،طبع قدیمی)

ولو تھجاہا لا یجب علیہ السجدۃ و کذالک لو کتب القرآن لا تجب علیہ السجدۃ.

(۲) آیت سجدہ کی تلاوت کیے بغیر اگر اسکا لفظی ترجمہ بغیر تفسیر کے پڑھا گیا تو پڑھنے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا البتہ اس ترجمے کے سننے والے پر اس وقت واجب ہوگا جبکہ سننے والے کو اس بات کا علم ہو کہ یہ قرآن کا ترجمہ ہے اور اس کا مطلب بھی سمجھ جائے بصورت دیگر سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا۔

لما فی التنویر وشرحہ :(۱۰۵/۲،طبع سعید)

قال العلامۃ الحصکفی:والسماع شرط فی حق غیر التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر.

لما فی الھندیۃ :(۱۳۷/۱ قدیمی کتب خانہ)

اذا قرأ آیۃ السجدۃ بالفارسیۃ فعلیہ و علی من سمعہا السجدۃ فھم السامع اولا اذا اخبر السامع انہ قرأ آیۃ السجدۃ وعند ھما ان کان السامع یعلم انہ یقرأ القرآن یلزمہ والا فلا.

ولما فی التاتارخانیہ:(۵۵۹/۱،طبع قدیمی)

فلو تلاھا بالفارسیہ:فعلیہ ان یسجد وعلی من سمعہا فی قیاس قول ابی حنیفۃ سواء فھم اولم یفھم،اذا اخبر انہ آیۃ السجدۃ.وقال ابو یوسف:ولا یجب علی من لم یفھم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۶۳

﴿دوران نماز کسی سے آیت سجدہ سنے تو نماز سے فراغت کے بعد ادا کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سنتیں پڑھ رہا تھا اسی دوران امام نے آیت سجدہ تلاوت فرمائی،سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سجدہ تلاوت ادا کیا تو سجدہ تلاوت ادا ہو گیا یا نہیں؟ مستفتی:عبداللہ ابوبکر مسجد ڈیفنس فیز۲ کراچی

﴿جواب﴾ نماز میں اپنے امام کے علاوہ کسی سے سجدہ کی آیت سنی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ ادا کرنے کا حکم ہے،لہٰذا آپ نے صحیح طریقہ اختیار کیا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الهندیة:(۱۳۳/۱ طبع قدیمی)

لو سمع المصلی من أجنبی یسجد بعد الفراغ ولو سجد فی الصلاة لا یجزیه ولا تفسد صلاته.

ولما فی الشامیة:(۱۱۲/۲ طبع سعید)

(ولو سمع المصلی)السجدة(من غیره لم یسجد فیها)لأنها غیر صلاتیة (بل) یسجد(بعدها (قوله ولوسمع المصلی):أی سواء کان اماما أو مؤتما او منفردا.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی عفااللہ عنہ

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۱۶

﴿سجدہ تلاوت کی جماعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے سجدہ کی آیت پڑھی کچھ لوگوں نے سن لی پھر پڑھنے والے نے سننے والوں کو سجدہ تلاوت کی جماعت کرائی کیا ازروئے شرع اس کو جماعت شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

﴿جواب﴾ جس وقت سجدہ کی آیت پڑھی جائے یا سنی جائے اسی وقت سجدہ ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ پڑھنے والا اور سننے والے تمام بلا تأخیر اگر سجدہ کریں گے تو ظاہر بات ہے جماعت کی سی صورت بن جائیگی باقاعدہ امامت اور اقتداء کا حکم نہیں ہے۔ البتہ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ سننے والے پڑھنے والے کے بعد سجدہ سے سر اٹھائیں تو زیادہ بہتر ہے تاکہ وجوب میں جو ترتیب تھی ادا میں بھی وہی قائم رہے۔

لما فی الشامی (۱۰۷/۲، طبع سعید)

(تتمة)ویندب ان لا یرفع السامع رأسه منها قبل تالیها ولیس هو اقتداء حقیقة ولذا لا یؤمر التالی بالتقدم والسامعون بالاصطفاف ولا تفسد سجدتهم بفساد سجدته وفی النوادر یتقدم ویصطفون خلفه وتمامه فی الامداد.

ولما فی الهندیة(۱۳۸/۱،طبع قدیمی)

والمستحب فی غیر الصلوة ان یسجد السامع مع التالی ولا یرفع رأسه کذا فی الخلاصه ومن المستحب ان یتقدم التالی ویصف القوم خلفه فیسجدون وذکر ابوبکر ان المرأة تصلح اماما للرجل فیها کذا فی البحر الرائق.

ولما فی التاتارخانیة(۵۲۱/۱،طبع قدیمی)

"الحاوی" سئل عمن قرء آیة السجدة بین قوم ؟قال:سجد القاری والسامعون معه من غیر ان یصطفون .ویسجدون معه حیث کانوا وکیف کانوا(وعلی هذه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الصفحة)واذاقرأالرجل ومعه قوم سمعوها فسجد سجدوا معه ولايرفعون رؤسهم قبله.”وفی الخانية ”:وهوالمستحب.

ولمافی الشامی (۱۰۹/۲،طبع سعید)

قلت:لكن سيذكرالشارح فی الحج الاجماع علی انه لوتراخی كان اداء مع ان المرجح انه علی الفور ويأثم بتأخيره فهونظيرماهناتأمل (قوله تنزيها)لانه بطول الزمان قدينساها،ولوكانت الكراهة تحريمية لوجبت علی الفور وليس كذلك ولذاكره تحريما تأخيرالصلوتية عن وقت القرائة امداد.واستثنی من كراهة التأخير مااذاكان الوقت مكروها كوقت الطلوع.

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:دوست محمد دیروی

۶ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر ۳۹۶۵

﴿فجراورعصر کی نماز کے بعد سجدۂ تلاوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی عصر کے بعدقرآن مجید پڑھ رہا تھا،دوران تلاوت اس نے آیت سجدہ تلاوت کی تو کیاوہ عصراورمغرب کے درمیان سجدۂ تلاوت اداکرسکتا ہے یانہیں؟ مستفتی:عبداللہ سٹل بانڈی سوات

﴿جواب﴾ عصر کے بعدمکروہ وقت داخل ہونے سے پہلے سجدۂ تلاوت جائز ہےاور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوجائےتو سجدۂ تلاوت منع ہے۔

لمافی الهداية:(۸۳/۱،طبع رحمانيه)

ولابأس ان يصلی فی هذين الوقتين الفوائت ويسجدللتلاوةويصلی علی الجنازة.

ولمافی شرح الوقاية:(۱۵۰/۱طبع امداديه)

وصح الفوائت وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة فی هذين:ای بعد الصبح وبعد اداء العصرالیٰ اداء المغرب.

ولمافی البحر الرائق:(۲۵۱/۱طبع سعيد)

(قوله وعن التنفل بعد صلاة الفجر والعصر لا عن قضاء فائتة وسجود تلاوة وصلاة جنازة) . وايضا فيه:(۲۴۹/۱)(ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عند الطلوع والاستواء والغروب الا عصر يومه) لما روی الجماعة الا البخاری من حديث عقبة بن العامر الجهنیؓ قال ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا ان نصلی فيهن وان نقبر فيهن موتانا حين تطلوع الشمس بازغة حتی ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتی تميل وحين تضيف للغروب حتی تغرب ومعنی التضيف تميل.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمدوارث خان سواتی

۲۱جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۶۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کیسٹ سے آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! میں قاری حنیف صاحب کی تلاوت سن رہا تھا کہ اسی دوران انہوں نے آیت سجدہ تلاوت کی، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیسٹ سے آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟　　　مستفتی: ایک سائل بونیر

﴿جواب﴾ کیسٹ کی تلاوت، تلاوت کے حکم میں نہیں ہے اسلئے مذکورہ صورت میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔

لما فی التنویر وشرحه: (۱۰۸/۲ طبع سعید)

(لا) تجب (بسماعه من الصدی والطیر) (قوله من الصدی) هو ما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری ونحوهما کما فی الصحاح (قوله والطیر) هو الاصح.

ولما فی حلبی کبیر: (ص ۵۰۰ طبع سهیل اکیڈمی)

ولو سمعها من الطائر او الصدی لا تجب لا نه محاکاة ولیس بقراءة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر: ۱۷۱۲

﴿حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حائضہ عورت آیت سجدہ سن لے تو کیا سجدہ تلاوت اسپر واجب ہوگا یا نہیں؟　　　مستفتی: عامر سعید کوہاٹی

﴿جواب﴾ سجدہ تلاوۃ بھی نماز کے سجدہ کیطرح ہے حائضہ عورت کے ذمہ سے پوری نماز ساقط ہوجاتی ہے اس لئے سجدہ تلاوت بھی اس کے ذمہ واجب نہیں ہوتا.

لما فی الهندیه: (۱۳۲/۱، طبع: قدیمی)

والاصل فی وجوب سجدة التلاوة ان کان من اهل وجوب الصلاة اما ادا او قضاء کان اهلا لوجوب سجدة التلاوة ومن لا فلا کذا فی خلاصة حتی لو کان التالی کافرا او مجنونا او صبیا او حیضا او نفسا او عقیب الطهر دون العشر والا رهعین لم یلزمهم وکذا السامع کذا فی الزاهدی

ولما فی تنویر الابصار: (۱۰۷/۲ طبع: سعید)

(علی من کان) متعلق بیجب (اهلا لوجوب الصلاة) لانها من اجزائها (ادا) کالا صم اذا تلا (او قضاء) کالجنب والسکران والنائم (فلا تجب علی کافر وصبی ومجنون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وحائض ونفساء قرئوا او سمعوا) لانهم ليسوا اهلا لها (وتجب بتلاوتهم) يعنى المذكورين الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

۲۸ صفرالخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۴۳۶

﴿زچگی کی حالت میں آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب میرا زچگی کا زمانہ تھا، رمضان کا مہینہ تھا، میں عشاء کے وقت گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی اور قاری صاحب مسجد میں تراویح پڑھا رہے تھے، اسی دوران انہوں نے آیت سجدہ پڑھی، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ حالت میں مجھ پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟

مستفتیہ ایک سائلہ اسلام پور

﴿جواب﴾ زچگی کی حالت میں یعنی نفاس کی حالت میں سجدہ تلاوت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے۔

لما فی التنویر وشرحه: (۱۰۷/۲، طبع سعید)

(فلاتجب على كافر وصبى مجنون وحائض ونفساء قرأوا وسمعوا) لانهم ليسوا اهلا لها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۱۱

﴿سجدۂ تلاوت کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے فوری بعد ادا کرنا ضروری ہے؟ یا کچھ تاخیر بھی کرسکتے ہیں تاخیر کرنے سے سجدۂ تلاوت قضا تو نہ ہوگا۔

﴿جواب﴾ نماز کے علاوہ آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت بلاتاخیر ادا کرنا چاہیئے، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، مکروہ وقت ہو تو اسکے نکلنے تک مؤخر کرے، البتہ اتنی تاخیر مکروہ ہے جسکی وجہ سے بھول جانے کا اندیشہ ہو اور دوران نماز آیت سجدہ تلاوت کی تو فوراً ادا کرنا ضروری ہے، تین آیت سے زیادہ تاخیر کرنا گناہ ہے، نماز میں ادا نہ کیا تو قضاء کی بھی کوئی صورت نہیں ہے۔

لما فی مراقی الفلاح: (ص ۲۶۰-۲۶۱، طبع قدیمی)

وصفتها الوجوب على الفور فى الصلاة وعلى التراخى ان كانت غير الصلاتية .....

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وغيرها تجب موسعا(و)لكن (كره تأخيره)السجود عن وقت التلاوة فى الاصح اذالم يكن مكروهالانه بطول الزمان قدينساهافيكره تأخيرها تنزيها.

ولمافى حاشية الطحطاوى:(ص۲۶۰-۲۶۱،طبع قديمى)

(على الفور)أى فور التلاوة وظاهره انه لواخرها الىٰ ركعة ثانية أثم قال فى الشرح واذا اخرها حتىٰ طالت التلاوة تصير قضاء ويأثم ثم قال وهكذاكره تحريما تأخير الصلاتية عن وقت القراءة (اذالم يكن مكروها)أى اذالم يكن وقت التلاوة وقتا مكروها بان كان احد الاوقات الثلاثة فلايكره تأخيرها عنه ليؤديها فى كامل.

ولمافى حلبى كبير:(ص۵۰۱،طبع سهيل اكيڈمى)

ولاتجب على الفور حتىٰ لوسجد لهابعدستةاواكثر تقع اداء لاقضاء لعدم التقييد بالوقت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۹۰

﴿سجدۂ تلاوت اور اس سے متعلق احکام﴾

﴿سوال﴾ سورۂ نحل کی تلاوت کرتے ہوئے آیت نمبر ۵۰ میں ''مایؤمرون'' ۳ بار زبان سے ادا ہوا تو سجدۂ تلاوت ۳ بار کرنا ہے یا ایک بار، اب جو میں نے ''مایؤمرون'' تحریر کیا ہے اس پر بھی سجدۂ تلاوت ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: محمد حنیف ابوبکر مسجد فیز ۲

﴿جواب﴾ سجدۂ تلاوت کی آیت کو ایک مجلس میں ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھے تب بھی صرف ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے، مجلس بدلنے کے بعد دوبارہ اسی آیت کی تلاوت کی یا مجلس وہی ہے دوسری آیت سجدہ پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا، مذکورہ صورت میں سورۂ نحل کی آیت نمبر ۵۰ کی تلاوت سے صرف ایک سجدہ واجب ہوگیا ہے''مایؤمرون'' ۳ بار زبان سے ادا ہوا اس سے مزید کوئی سجدہ واجب نہیں ہوا، صرف مایؤمرون پڑھنے سے خواہ مجلس الگ ہو سجدہ واجب نہیں ہوتا، اسی طرح تلاوت کیے بغیر صرف لکھنے سے بھی کوئی سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

لما فى ردالمحتار:(۱۰۳/۲-۱۱۵،طبع سعيد)

يجب بسبب التلاوة احترز عما لو كتبها او تهجاها فلا سجود عليه الىٰ قوله يشترط اتحاد المجلس والآية:اى بان يكون المكرر آية واحدة فى مجلس واحد فلو تلا آيتين فى مجلس واحد او آية واحدة فى مجلسين فلا تداخل.

لما فى المبسوط للسرخسى:(۱۲/۱،طبع دار المعرفة بيروت)

"قال"رجل قرأ آية السجدة فسجدها ثم قرأها ثانية بعدما اطال القعود لجزئته السجدة الاولى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لانه لم يشغل بين التلاوتين بعمل يقطع به المجلس وبا تحاد المجلس يتحد السبب

ولما فی شرح المنية:(ص۵۰۳-۵۰۲،طبع سهيل اكيڈمی)

ولو كرر تلاوة آية في مجلس واحد كفته سجدة واحدة سواء كانت بعد جميع التلاوات او بعد بعضها وهذا استحسان ... ولو تلا ها فسجد ثم تلا ها لا يجب السجود ثانيا ان لم يتبدل المجلس اوالآية لانه تداخل في السبب ، اما لو تبدلت الآية فلا تداخل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: ظہوراحمد شمس

۱۴۲۸/۱۲/۷ھ — فتویٰ نمبر:۱۰۳۸

﴿مقتدی کا سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد وضوء ٹوٹ گیا تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے فجر کی نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت کرلیا اس کے بعد دوسری رکعت میں زید کو حدث لاحق ہوا، وضوء کرنے کے بعد امام کے ساتھ تشہد میں شامل ہوگیا امام کے سلام پھیرنے پر کھڑے ہوکر ازسرنو نماز پڑھ لی، پوچھنا یہ ہے کہ نماز فاسد ہوجانے کی بناء پر گزشتہ سجدہ تلاوت کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہے یا نہیں نیز لاحق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات کب ادا کرے گا؟

﴿جواب﴾ سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے نماز فاسد ہوجائے تو سجدہ تلاوت کی قضاء ضروری ہے البتہ سجدہ کرنے کے بعد اداء شمار ہوکر لوٹانا ضروری نہیں ہوگا، لہٰذا مذکورہ صورت میں سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا ہے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی الهندية :(۱/۱۳۲،طبع رشيديه)

والسجدة التی وجبت فی الصلاة لا تودی خارج الصلاة كذافی السراجية وهكذافی الكافی ويكون اثما بتركها هكذا فی البحر،هذااذالم يفسدهاقبل السجودفان افسدهاقضاها خارجهاولو بعد ما سجد ها لا يعيد ها كذا فی القنية.

لاحق کو چاہیے کہ چھوٹی ہوئی رکعات بغیر قراءت کے ادا کرکے امام کے ساتھ شامل ہوجائے اگر امام فارغ ہوچکا ہے تو باقی ماندہ نماز بھی بغیر قرأت کے اداء کرے، چونکہ بناء (باقی ماندہ نماز) کی شرائط اور ادائیگی کے طریقہ کار سے عموماً لوگ ناواقف ہوتے ہیں اسلئے انکے لئے ازسر نو نماز پڑھنا بہتر ہے۔

لما فی رد المحتار:(۲/۳۴۵،طبع امداديه)

ففی شرح المنية وحكمه انه يقضی ما فاته اولاً ثم يتابع الامام ان لم يكن قد فرغ وفی النتف اذا توضا و رجع يبدأ بما سبقه الامام به ثم ان ادرك الامام في شئی من الصلاة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

يصليه معه ، وفي البحر وحكمه انه يبدأ بقضاء ما فاته بعذر ثم يتابع الامام ان لم يفرغ وهذا واجب لاشرط حتى لو عكس يصح.

ولما في حلبي كبير:(ص ۲۵۲-۲۵۳،طبع سهيل اكيڈمی)

من سبقه حدث سماوي من بدنه موجب للوضوء في الصلاة انصرف من فوره وتوضأ من غير ان يشتغل بشئي غير ضروري في وضوئه وبنى على صلاته.... ولكن الاستيناف افضل للبعد عن شبهة الخلاف وقيل ذلك في حق المنفرد واما الامام والمقتدي فالبناء افضل في حقهما احرازا لفضيلة الجماعة وعلى هذا فلو امكنهما الاستيناف بجماعة اخرى فهو افضل في حقهما ايضا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۵۷

﴿ آیت سجدہ کا لقمہ دینا اور امام سے سنی ہوئی آیت کا حکم ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تراویح میں امام صاحب آیت سجدہ بھول گئے، اور حافظ مقتدی نے اس آیت کو پڑھ کر لقمہ دیا، تو کیا اس سے امام اور مقتدیوں پر ایک سجدۂ تلاوت ہوگا یا دو؟ اور خارج نماز کوئی شخص آیت سجدہ سنے، تو کیا حکم ہوگا؟

﴿جواب﴾ مقتدی نے سجدہ والی آیت پڑھ کر امام کو اگر لقمہ دیا، اور امام نے پڑھ کر فوراً سجدہ کرایا، تو یہی ایک سجدہ نماز میں شامل تمام نمازیوں کے لئے کافی ہے، اور علیحدہ طور پر نہ امام پر اور نہ مقتدیوں پر کوئی دوسرا سجدہ واجب ہے۔ البتہ جو شخص نماز میں شامل نہ ہو، اور اس نے ایک یا کئی مقتدیوں سے سجدہ والی ایک ہی آیت مسجد میں ہوتے ہوئے سنی، تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہے۔ پھر اگر وہ اسی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، تو اس سے سجدہ ساقط ہو جاتا ہے، یعنی امام کا سجدہ اس کے لئے بھی کافی ہے، لیکن دوسری رکعت میں اگر جاملا، تو نماز کے بعد علیحدہ طور پر سجدہ کرنا اس پر واجب ہوگا۔

لما في التنوير مع الدرّ:(۱۰۵/۲،طبع: سعيد)

ولو تلاها المؤتم لم يسجد المصلي أصلاً لا في الصلوة ولا بعدها ،بخلاف الخارج لان الحجر ثبت لمعينين فلا يعدوهم ،حتىٰ لو دخل معهم سقطت .“وفي الشامية(تحت قوله لان الحجر ثبت لمعينين)الامام ومن معه وفيه ان الامام غير محجور عليه القراءة في هذه الصلاة وانما الحجر على المقتدين به فالاظهر التعليل بما في شرح المنية وغيرها بانه ان سجد الامام يلزم انقلاب المتبوع تابعاً والا لزم مخالفتهم له بخلاف من ليس معهم في صلاتهم لعدم حجره بالنظر اليهم لانه بمنزلة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

من لیس فی الصلاۃ فی حقہم".

ولما فی حلبی کبیری:(ص،۴۳۱،طبع: نعمانیہ)

ولو تلاها المؤتم لا تجب علیه ولا علی من سمعه ممن هو معه فی تلک الصلوة خلافاً لمحمد......لهما انه محجور عن القراءة بالنظر الی الصلوة التی التزم فیها المتابعة وتصرف المحجور غیر معتبر..... وتجب علی من سمعها منه ممن لیس فی صلاته اجماعاً لعدم الحجر بالنظر الیهم لانه بمنزلة من لیس فی الصلوة فی حقهم.

ولما فی التنویر مع الدر أیضاً:(۱۰۵/۲،طبع: سعید)

ولو تلاها المؤتم لم یسجد المصلی اصلا لا فی الصلاة ولا بعدها بخلاف الخارج .....حتی لو دخل معهم سقطت."وفی الشامیة تحت (قوله حتیٰ لو دخل)ای الخارج معهم ای فی صلاتهم سقطت السجدة عنه تبعاًلهم وظاهره سقوطها عنه ولو دخل فی رکعة اخری غیر رکعة التلاوة"."وفی تقریرات الرافعی تحت(قوله و لودخل فی رکعة اخری الخ)سیأتی ان من اقتدی بالامام فی رکعة اخری بعد ما سمعها منه فی الاولی یسجدها علی ظاهر الروایة"اھ سندی.

ولما فی الشامی:(۱۱۵/۲،۱۱۶،طبع: سعید)

وفی البزازیة:سمعهامن آخرومن آخرأیضاًوقرأهاکفت سجدةواحدةفی الاصح لاتحاد الآیةوالمکان..... فعلی هذا لو قرأها جماعة وسمعها بعضهم من بعض کلتهم واحدة..... والحاصل ان ماله حکم المکان الواحد کالمسجد والبیت لا یضر الانتقال فیه بأکثر من ثلاث خطوات ما لم یقترن بعمل اجنبی یعد فی العرف قطعاًلما قبله کالدیاسةوالتسدید بخلاف مجرد المشی من غیر عمل .

ولماحلبی کبیری:(ص،۴۳۴،۴۳۵،طبع: نعمانیه)

ولو قرأ اٰیة سجدة خارج الصلاة ولم یسجدها ثم شرع فی الصلاة من غیر ان یتبدل المجلس وقرأها فیها وسجد لها کفته هذه السجدة عن التلاوتین ـــ وهذه المسئلة من جزئیات التداخل لاتحاد المجلس لعدم اعتبار اختلاف المجلس بالصلاة لان الشروع فیها عمل قلیل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۶۲۶

﴿مقتدی آیت سجدہ سننے کے بعد سجدۂ تلاوت میں شامل نہ ہوسکے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب فجر کی نماز میں سورہ سجدہ کی تلاوت کررہے تھے، ایک شخص نے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے آیت سجدہ سن لی لیکن سجدہ تلاوت میں امام کے ساتھ شامل نہ ہوسکا، ہاں پہلی رکعت اسکو ملی، پوچھنا یہ ہے کہ اس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شخص پر سجدہ تلاوت کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ اطمینان بخش جواب مطلوب ہے۔

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص آیت سجدہ سننے اور امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوگیا تو امام کا سجدہ اس کے لئے کافی سمجھا جائیگا، مستقل سجدہ اسکے ذمہ لازم نہیں ہوگا، البتہ دوسری رکعت وغیرہ میں اقتداء کرلے تو نماز سے فراغت کے بعد مستقل سجدہ کرنا اس کے ذمہ لازم ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ کے مطابق شخص مذکور کا سجدہ تلاوت ادا ہوگیا ہے الگ سے سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی العالمگیریة:(۱/۱۳۳ طبع رشیدیه)

ولو سمعها من الامام أجنبی لیس معهم فی الصلاة لزمه السجود وكذا فی الجوهرة النیرة وهو الصحیح كذا فی الهدایة سمع من امام فدخل معه قبل أن یسجد سجد معه وان دخل فی صلاة الامام بعد ما سجدها الامام لا یسجد ها وهذا اذا أدركه فی اخر تلك الركعة، اما لو ادركه فی الركعة الاخرى یسجدها بعد الفراغ كذا فی الكافی وهكذا فی النهایة وهكذافی امدادالفتاوی(۱/۳۷۴ طبع دار العلوم كراچی)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۷۹

﴿مکروہ وقت سے پہلے سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ بعد جماعت نماز عصر مکروہ وقت سے پہلے سجدہ تلاوت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عصر کی نماز کے بعد مکروہ وقت سے پہلے سجدہ تلاوت کیا جاسکتا ہے۔

لمافی التاتارخانیة:(۱/۲۰۱ طبع قدیمی)

الاوقات التی یكره فیها الصلاة خمسة، ثلاثة یكره فیها التطوع والفرض، وذالك عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعندغروب الشمس الا عصر یومه فانها لا یكره عند غروب الشمس الیٰ ان قال ووقتان آخران یكره فیها التطوع وهما بعد طلوع الفجر الیٰ طلوع الشمس الا ركعتی الفجر، وما بعد صلاة العصر الیٰ وقت غروب الشمس، ولا یكره فیها الفرائض ولا صلاة الجنازة، وفی الكافی ولا سجدة التلاوة وفی الینابیع ولا سجدة السهو. وهكذافی المبسوط للسرخسی (۱/۱۵۲، طبع دار المعرفة)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۴۲۹/۱/۲۴ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۳۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاوی کا مجموعہ

فتاویٰ عِبادُ الرحمٰن

جلد دوم

مُفتی عبدُالرحمٰن مُلاخیل صاحب دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دارالافتاء والتحقیق
ابوبکر صدیق مسجد۔ فیز ٹو ایکسٹینشن۔ کراچی